حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری و حضرت صوفی حمید الدین ناگوری رضی اللہ عنہما کے
حالات و واقعات
سرور الصدور و نور البدور
ترجمہ
پیر محمد علی ہاشمی
مکتبہ ہاشمی

قطب المشائخ بحروبر سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی
اجمیری، اور آپکے خلیفہ خاص حضرت سلطان التارکین صوفی حمید الدین
ناگوری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات طیبہ پر

سب سے اہم اور قابل قدر کتاب

سرور الصدور و نور البدور

نبیرہ و جانشین اول حضرت سلطان التارکین قطب الاولیاء حضرت فرید الدین چاک
پیراں رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نورانی و عرفانی ملفوظات

جمع کردہ

جامع ملفوظات حضرت محی الدین عبدالقادر المخاطب بہ سعیدی بزرگ رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

پیر محمد علی ہاشمی

خلف اکبر حضرت مبلغ اسلام علامہ الحاج پیر محمد ہاشم علی جھنجنوی و نبیرہ حضور سلطان
التارکین صوفی حمید الدین ناگوری

ناشر مکتبہ ہاشمی درگاہ حضرت امام الاولیاء امام نگر جھنجنوں (راجستھان)

کتاب	ـ	سرورالصدورونورالبدور
جامع ملفوظات	ـ	حضرت سعیدی بزرگ رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	ـ	پیر محمد علی ہاشمی جھنجھنوی
سن اشاعت	ـ	رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ
صفحات	ـ	۵۲۰
کمپوزنگ	ـ	زیڈ اینڈ زیڈ گرافکس، اجمیر شریف
باہتمام	ـ	عبدالباری ہاشمی
تعداد	ـ	ایک ہزار
سائز	ـ	18x22/8
قیمت	ـ	۲۰۰ روپے
طباعت	ـ	**جام نور پرنٹنگ ایجنسی دہلی**

ناشر

مکتبہ ہاشمی

امام نگر روڈ نمبر ۳، جھنجھنوں (راجستھان)

تقسیم کار : القرآن کمپنی، کمانی گیٹ، درگاہ شریف، اجمیر (راجستھان)

فہرست مضامین

فخر العلمائے راجستھان حضرت مولانا فخر الدین صاحب مکرانوی ثم بیکانیری جنہوں نے حضرت مبلغ اسلام علامہ الحاج پیر محمد ہاشم علی صاحب سے بھی دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کے علاوہ اوقات میں درسی کتابیں پڑھیں تھی۔ انہوں نے سرورالصدور و نورالبدور کے ترجمہ کے بارے میں ۱۵ جولائی ۱۹۹۴ء کو فرمایا تھا کہ:

حضرت صوفی (حمیدالدین ناگوری) کے ملفوظات بیان کرنے والے حضرت فریدالدین چاک پڑاں، جمع کرنے والے حضرت سعیدی بزرگ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین نیز ترجمہ کرنے والے حضرت صوفی صاحب کے پوتے (پیر محمد علی ہاشمی)

پھر اس کا کیا کہنا؟

تأثرات

از حضرت علامہ مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعۃ النظامیہ

JAMIA NIZAMIA

Shi[illegible]unj, Hyderabad 500 064 A P INDIA

Phon[illegible] 4416847 4576772

Fax [illegible]091 40 520582, 4416847

File & Despatch No

Date

Please Address to the Secretary

شبلی گنج حیدرآباد ۵۰۰۰۶۴ (الہند)

۲۵۷۶۷۷۲-۴۴۱۶۸۴۷

فیکس ۹۱-۴۰-۵۲۰۵۸۲ / ۹۱-۴۰-۴۴۱۶۸۴۷

نمبر و حوالہ

تاریخ: سنہ

جملہ خط و کتابت معتمد سے کی جائے۔

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی آلہ البررۃ وصحبہ الخیرۃ۔

اما بعد۔ مولانا پیر محمد جمیل صاحب چشتی نبیرہ حضرت امام "لیا" جھنجھنوں (راجستھان) نے اپنے جد امجد حضرت سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات موسوم بہ "سرور الصدور و نور البدور" کا فارسی زبان سے اردو میں ترجمہ فرمایا تاکہ عامۃ الناس کو ان بزرگوں کے احوال و اقوال سے استفادہ کا موقع ملے۔

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول احوال خانوادہ حضرت سلطان التارکین سے متعلق ہے اور حصہ دوم حضرت ممدوح کے اقوال پند و نصائح سے متعلق ہے۔ مولانا پیر محمد جمیل صاحب نے نہایت آسان سلیس زبان میں ترجمہ فرمایا ہے۔ کسی کتاب یا تصنیف کے مقابل اس کا ترجمہ مشکل کام ہے کیونکہ ترجمہ میں مترجم کو مصنف کے خیالات کی صحیح ترجمانی کرنی ہوتی ہے ورنہ معنی و مطلب بدل کر ایک نئی بات پیدا ہو جاتی ہے۔ مولانا پیر محمد جمیل صاحب نے اس سلسلہ میں نہایت احتیاط سے کام لیا ہے اور ترجمانی کا حق ادا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر دے۔

الحمد للہ مجھے اس پر تأثرات کے لیے منتخب کیا گیا جسے میں اپنے لیے باعث سعادت سمجھتا ہوں کہ بزرگوں کے اس کام میں مجھے شریک ہونے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کی عمدہ طباعت و اشاعت ہو کر قبول عام و خاص ہو۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

مفتی خلیل احمد شیخ الجامعۃ النظامیہ

سرورالصدورونورالبدور (عنوان)

ازجناب غلام حسین کلیمؔ ہاشمی مرحوم جھنجھوی

حمد خدا ہے طغرا سرورالصدور کا
نعت نبی ہے تمغہ سرورالصدور کا

روشن ہے جملہ جملہ سرورالصدور کا
دلکش ہے فقرہ فقرہ سرورالصدور کا

سلطان التارکین کے زریں ہیں قول سب
ہر لفظ ہے ستارا سرورالصدور کا

نورالبدور کیوں نہ کہیں اہل دل اسے
دکھی ضیاء ہے نسخہ سرورالصدور کا

دکھلا دیا کمال مترجم نے علم کا
نکھرا جو حسن زیبا سرورالصدور کا

خوبی تو یہ ہے اصل عبارت کے ساتھ ساتھ
مطلب ہے صاف ستھرا سرورالصدور کا

اہل نظر کی بات بیاں اہل دل نے کی
اصلاح نفس منشا سرورالصدور کا

آئے گا ان میں پیر محمد علی کا نام
تحفہ جنہوں نے بخشا سرورالصدور کا

ہر اہل علم اس کی فصاحت کا معترف
ہر ذی شعور شیدا سرورالصدور کا

یہ نقش اولیں ہے بڑی اہمیت لئے
صد شکر دیکھا جلوہ سرورالصدور کا

ہمت بلند تھی تو بڑا کام کر دیا
ظاہر کیا خزانہ سرورالصدور کا

اہل طلب کو بے بہا تحفہ عطا کیا
کوزے میں بھر کے دریا سرورالصدور کا

اک بے بہا اضافہ تراجم میں کر دیا
پھیلا دیا اُجالا سرورالصدور کا

جو طالبان حق ہیں پڑھینگے وہ شوق سے
مضمون عارفانہ سرورالصدور کا

اس خاندان کے فرد کو حاصل ہے یہ شرف
پورا کیا تقاضہ سرورالصدور کا

چودہ سو پچیس ہجری میں پہلے پہل چھپا
کیا ترجمہ ہے پیارا سرورالصدور کا

دو ہزار چار ہیں سن عیسوی
چمکا ہے جب ستارا سرورالصدور کا

یہ خاص فیض ہے میرے مرشد[1] کا اے کلیمؔ
اب عام ہے نظارا سرور الصدور کا

---

[1] حضرت ...اج پیر سید محمد ہاشم علی رحمۃ اللہ علیہ، جھنجھوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مترجم کتاب کا سوانحی خاکہ

از حضرت علامہ عبدالمالک صاحب مصباحی

ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گذرتی ہے رقم کرتے رہیں گے

فردوس نظر کتاب ''سرور الصدور و نور البدور'' عارف باللہ فنافی الرسول حضرت محی الدین عبدالقادر والمخاطب بہ سعیدی بزرگ ابن حضرت قطب مدار عالم فرید الدین چاک پراں کی وہ گرانمایہ کدو کاوش ہے جسے سراج الاولیاء حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ اور زبدۃ العارفین سلطان التارکین حضرت صوفی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمہ کی سیرت و سوانح اور حالات و ملفوظات پر پہلی باقاعدہ تصنیف ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس اعتبار سے اس کتاب کی عظمت و افادیت ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں۔ مگر افسوس کہ علمی دنیا کا یہ بیش بہا خزانہ اب تک قدر دانوں کی نگاہوں سے اوجھل، زینت طاق نسیاں بنا ہوا تھا۔ بھلا ہو نازش ملت قائد اہلسنت حضرت علامہ پیر محمد علی صاحب مدظلہ العالی کا جن کی نگاہ حقیقت شناس اس کی اہمیت کی تہہ تک پہنچی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود اس بنیادی کتاب کو فارسی سے اردو کے قالب میں ڈھالنے کا بیڑہ اٹھا لیا اور

مشکلے نیست کہ آساں نہ شود
مرد باید کہ ہراساں نہ شود

کے پیش نظر اس خارزار وادی میں خراماں خراماں گذر کر منزل مقصود تک پہنچے۔

ترجمہ نگاری کا کام کتنا مشکل اور دشوار ہے اس کا اندازہ کچھ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جو کبھی اس راہ پر گامزن ہوئے ہوں یا کبھی اس دشت کی سیاحی کی کوشش کی ہو۔

کنارے سے کبھی اندازۂ طوفاں نہیں ہوتا

تحقیق عمل اس اعتبار سے آسان ہے کہ یہ صرف ایک زبان میں دسترس و مہارت سے بھی معرضِ وجود میں آجاتا ہے مگر اس کے برعکس ترجمہ نگاری کے لئے کم از کم مطمحِ نظر دونوں زبانوں کے اسرار و رموز، باریکی و تہہ داری صنائع و بدائع اور حسن و قبح سے باخبر ہونا ضروری ہے۔ تب ہی ترجمہ کا حق ادا ہو سکتا ہے ورنہ تو صرف ترجمانی کا کام ہوگا جو انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام لکھانے سے زیادہ اہمیت نہ رکھے گا۔ بلاشبہ حضرت علامہ محمد علی صاحب مدفیوضہ کی شخصیت اس جہت سے بڑی جامع اور تہہ دار ہے۔ آئندہ سطور میں اس حقیقت پر سرسری روشنی ڈالنے کی کوشش کی جائے گی۔

مترجم کتاب کا خاندانی پس منظر

سلطان التارکین حضرت صوفی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلے سے بیالیسویں پشت میں آپ کا سلسلۂ نسب امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ اپنے نام کے ساتھ ہاشمی تحریر فرماتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا سلسلۂ نسب آپ کی جدہ مکرمہ حضرت سیدہ خدیجہ اہلیہ محترمہ حضرت سلطان التارکین علیہ الرحمہ کے توسط سے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے گویا آپ جدۂ مکرمہ کی نسبت سے حسینی سید[1] ہیں۔ نیز آپ کے سلسلۂ نسب کو مزید مستحکم بنانے کے لئے شہنشاہ ہندوستان حضور

---

[1] میراۃ ضیاء ترجمہ اُردو صفحہ ۱۰۷

غریب نواز علیہ الرحمہ کا وہ قول کافی ہے جسے ارباب سیر و تاریخ اور قابل اعتماد مؤلفین و مصنفین نے اپنی کتابوں میں تحریر فرمایا ہے کہ

اولاد معین الدین و حمید الدین یکے است۔ سیر العارفین، مونس الارواح، وقائع شاہ معین الدین چشتی وغیرہ۔

یہ اسی قول کی کرشمہ سازی ہے کہ آج تقریباً سات سو سال سے زیادہ عرصہ سے حضور غریب نواز علیہ الرحمہ اور سلطان التارکین حضرت صوفی حمید الدین ناگوری علیہ رحمہ کے خاندان کے درمیان عقد و مناکحت کا سلسلہ جاری ہے۔ نیز قصبہ لاڈنوں کے حسینی سادات (قاضیان) اور اولاد حضرت سلطان التارکین کے مابین بھی رشتہ داری ہے۔

صاحب ترجمہ مفکر اسلام حضرت علامہ پیر محمد علی صاحب مدظلہ العالی اسی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ ملک ہندوستان بالعموم اور صوبۂ راجستھان بالخصوص آپ کے آباء و اجداد کی دینی و مذہبی خدمات سے منور و مجلی ہے۔ اس صوبہ کا ضلع جھنجھنوں آپ کے ماضی قریب کے اسلاف کا مولد و مسکن ہے جہاں ایک سے بڑھکر ایک عالم و فاضل اور مفتی و مناظر آسودۂ خاک ہیں۔ ان میں آپ کے دادا حضور رہبر شریعت رہنمائے طریقت قاسم ولایت حضرت علامہ پیر محمد قاسم علی صاحب نور اللہ مرقدہ کی شخصیت عوام و خواص کے درمیان مشہور و متعارف ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کے فیضان کرم سے قرب و جوار کے علاوہ دور دراز علاقوں کی مخلوق خدا فیضیاب ہوئی۔ سرزمین جھنجھنوں پر آپ کا آستانہ آج بھی مرجع خلائق اور منبع انوار و تجلیات ہے۔ آپ کے والد محترم مبلغ اسلام حضرت علامہ پیر محمد ہاشم علی صاحب حضور بدر الطریقہ صدر الشریعہ علامہ امجد علی صاحب

مصنف بہار شریعت وسابق صدر المدرسین دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کے دور سے
رشد تلامذہ میں سے تھے۔ آپ جہاں ثمر انہار تقوی طہارت بزرگ اور عبادت زندہ دار
زاہد تھے وہیں ایک شعلہ بار خطیب، عصر شناس مفتی، جید عالم دین اور بے نظیر مدرس تھے۔
ان تمام میدانوں میں آپ کی زرین خدمات نوشتہ دیوار کی طرح روشن وتابندہ ہیں۔ آج
بھی ایسے افراد موجود ہیں جنہوں نے آپ کے جلوہ زیبا کی زیارت سے اپنے تاریک دلوں
کو بقعۂ نور بنایا، جو آپ کی مجلس صحبت سے تارک دنیا بنے، آپ کے وعظ وبیان سے راہ
سلوک کے رہبر اور آپ کی درسگاہ سے نکل کر علم وفن کے آفتاب وماہتاب بنے۔

الولد سر لابیہ کے بموجب مفکر اسلام حضرت علامہ محمد علی صاحب قبلہ اپنے والد
محترم کے صحیح وارث اور ہر دلعزیز سجادہ نشین ہیں۔

حالات مترجم کتاب

مفکر اسلام حضرت علامہ محمد علی صاحب قبلہ ۱۵ اکتبر ۱۹۴۹ء
کو محلہ امام نگر، درگاہ امام الاولیاء جھنجھنوں راجستھان میں
پیدا ہوئے۔ جد امجد حضرت قاسم ولایت پیر الحاج محمد قاسم علی علیہ الرحمہ سے قرآن پاک
ناظرہ کی تعلیم حاصل کی اور والد گرامی مبلغ اسلام مناظر اہلسنت حضرت علامہ پیر محمد ہاشم علیہ
الرحمہ سے عربی وفارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ بعدہٗ والد گرامی اپنے مادر علمی اور مرکز علم و
ادب دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر معلی لے کر گئے جہاں جامع علوم وفنون حضرت علامہ مولانا
شفیع اللہ صاحب سہرامی مسند صدارت پر جلوہ فگن ہوکر تشنگان علوم کو سیراب کر رہے تھے۔
شرح جامی تک ان کی درسگاہ سے فیضیاب ہونے کے بعد محقق عصر حضرت علامہ عبد المصطفیٰ
صاحب [illegible]ن علیہ الرحمہ کی علمی عظمت اور درسگاہی شہرت کا چرچا سنکر دار العلوم مسکینیہ
دھوراجی سوراشٹر گجرات تشریف لے گئے مگر سوئے اتفاق آپ کے پہنچنے کے چند ہی ماہ بعد

حضرت علامہ اعظمی صاحب علیہ الرحمہ کا آب و دانہ وہاں سے اُٹھ گیا اور آپ دھوراجی سے دارالعلوم منظر حق ٹانڈہ یوپی تشریف لے گئے۔ مفکر اسلام پہلے ہی آپ کے اخلاق کریمانہ پر دل وجان سے فدا ہو چکے تھے نیز حضرت علامہ کے فنی وعلمی کمالات کی مہر آپ کے کشور دل پر لگ ہی چکی تھی اس لئے آپ بھی استاذ گرامی کے ساتھ گجرات سے یوپی کے لئے پابرکاب ہو گئے۔ تبدیلی مکان کی جانگداز خبر سنکر والد محترم مبلغ اسلام حضرت علامہ ہاشم علی صاحب آپ کے سامنے کسی طرح سے روکاوٹ نہ بنے بلکہ انہوں نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ آپ کے اس عزم سفر کو ہدیہ تبریک پیش کیا اور آپ کو اپنی رقت آمیز دعاؤں کیساتھ الوداع کہا اور ہمیشہ آپ کے روشن مستقبل کے لئے دعاء فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی دعاء سحر گاہی باب اجابت سے بغلگیر ہوئی اور ۱۹۶۹ء میں علماء کرام، مشائخ عظام اور اساطین ملت کے نورانی جھرمٹ میں آپ کو دستار فضیلت اور سند فراغت سے نوازا گیا۔

آپ نے قانون چہ اور فارسی کی چند منتخب کتابیں امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ صدر مدرس اسلامیہ عربیہ اندرکوٹ میرٹھ سے پڑھیں اور ۱۹۷۱ء میں منشی الٰہ آباد بورڈ کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ نیز آپ نے ادیب، ادیب ماہر، ادیب کامل علی گڈھ بورڈ اور میٹرک تک اسکولی تعلیم حاصل کی۔

آپ اپنے والد محترم مبلغ اسلام حضرت علامہ پیر محمد ہاشم علی صاحب سے بیعت اور خلافت یافتہ ہیں۔ ۱۹۶۹ء میں محلہ پیرزادگان جھنجھنوں میں پیر عبدالحمید صاحب کی شہزادی سے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ چھ صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے جناب پیرزادہ محمد نور صاحب، پیرزادہ علی نور صاحب، پیرزادہ حسن نور صاحب آپ کی یادگار ہیں۔

فراغت کے بعد آپ نے کچھ عرصہ تک مدرسہ اسلامیہ بیہ قصبہ اسلام پور جھنجھنوں میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ مگر تبلیغی دوروں کی کثرت نے آپ کو ایک جگہ بیٹھکر درس وتدریس کا موقع نہ دیا۔ پروردگار عالم نے آپ کو علمی کثرت کے ساتھ خطبات کا ملکہ اور آواز کی بھرپور لطافت سے نوازا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی زندگی کے اکثر روز و شب تبلیغی دوروں میں بسر ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ نے ہند و پاک کے مختلف شہروں اور صوبوں کا دورہ کیا ہے۔ ہندوستان میں آپ کے دورے بالخصوص مہاراشٹر، ایم پی، گجرات اور راجستھان میں ہوا کرتے ہیں۔ یہاں آپ کے مریدین ومتقدین اور متوسلین کی خاصی تعداد موجود ہے۔

مفکر اسلام کی تعمیری خدمات میں دارالعلوم ہاشمی اور ہاشمی مسجد محلہ ہاشمی نگر ضلع جھنجھنوں آپ کی کد وکاوش اور تگ ودو کا زندہ نمونہ اور دین وسنیت کی نشر واشاعت کے اہم مراکز ہیں۔

آپ نے اپنی کثیر مصروفیات اور گوناگوں خدمات کے باوجود تحریر کی طاقت وقوت اور اس کی افادیت واثر انگیزی کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ آپ نے اس طرف بھی توجہ مبذول کی اور اپنی ادارات میں جھنجھنوں سے ''المعین'' نام سے ایک رسالہ اردو زبان میں جاری کیا۔ بعد میں اس کا نام ''گلزار حمیدی'' رکھ دیا گیا۔ عرصۂ دراز تک مسلک وملت کی خدمت کرتے کرتے بالآخر ایک دن گردش ایام کا شکار ہو گیا۔ سلطان التارکین حضرت صوفی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات وواقعات پر مشتمل ایک شاہکار تصنیف ''آفتاب ناگور'' آ ے فکر انگیز قلم کی حسین یادگار ہے جو پہلے ہندی زبان میں شائع ہو کر عوام وخواص کے بیان خوب مقبول ہوئی۔ بعد میں ایک صاحب نے اس کا گجراتی ترجمہ کر کے

احمد آباد سے شائع کیا اور مفت تقسیم کر کے مستحق ثواب ہوئے۔ حضرت صوفی علیہ رحمہ کے متعلق سے ایک اور کتاب ''ذکر صوفی'' اردو زبان میں شائع ہو کر خراج تحسین حاصل کر چکی ہے۔ آپ کا ذوق لطیف شعر و شاعری سے بھی خصوصی تعلق رکھتا ہے۔ اس میدان میں آپ نے تمام اصناف سخن سے منھ موڑ کر صرف اور صرف نعت و منقبت کو اپنا وظیفہ حیات بنایا۔ اردو کے علاوہ آپ فارسی میں بھی کلام کہتے ہیں اور عاصم تخلص اختیار کرتے ہیں۔ نعت و منقبت کا ایک ضخیم سرمایہ منتظر طباعت و اشاعت ہے۔ دعاء ہے کہ جلد ہی وہ دن آئے کہ آنکھیں ان بیش بہا موتیوں کی زیارت سے محظوظ ہوں۔

فارسی زبان اور مترجم

مفکر اسلام حضرت علامہ محمد علی صاحب کو شروع ہی سے فارسی زبان سے خاص لگاؤ تھا۔ عالم یہ تھا کہ جس وقت آپ گلستاں بوستاں کے طالب علم تھے آپ کو فارسی زبان پر عبور حاصل ہو چکا تھا۔ بلا کسی تکلف اور جھجک کے آپ فارسی زبان میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ تقریباً ۱۲ر سال کی عمر میں آپ اپنے والد بزرگوار کے اہل محبت کے ساتھ پاکستان میں حیدر آباد سے کراچی کا سفر کر رہے تھے۔ دوران سفر آپ کے کمپارٹمنٹ میں چند ایرانی مسافر سوار ہوئے۔ انہوں نے آپ کی شکل و صورت سے اندازہ لگایا کہ شاید یہ بچہ ایرانی ہے۔ اس لئے ان لوگوں نے آپ سے فارسی میں گفتگو شروع کر دی۔ آپ بھی بلا تامل ان سے فارسی میں گفتگو کرنے لگے۔ آپ کی سلاست و روانی اور صاف ستھری فارسی دانی سے وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ وہ یہ پوچھنے پر مجبور ہو گئے کہ کیا آپ بھی ایرانی ہیں؟ مگر وہ یہ جواب سنکر حیرت و استعجاب کے بحر بیکراں میں غوطہ زن ہو گئے کہ ''نہیں میں ایرانی نہیں بلکہ ہندوستانی اور راجستھانی ہوں۔''

آپ کی اس فارسی دانی کے پیچھے آپ کے والد محترم کا بڑا ہاتھ تھا۔ وہ جب بھی

آپ سے گفتگو فرماتے تو فارسی ہی میں گفتگو فرماتے۔ اس بول چال کا نتیجہ یہ ہوا کہ فارسی آپ کے ورد کی زبان بن گئی۔ اس کی شہادت کے لئے زیر نظر کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اسے پڑھئے اور عش عش کیجئے۔

فقط گدائے در اولیاء

(حضرت مولانا) عبد المالک مصباحی صاحب

ایم۔ اے۔ میسور

مہتمم دارالعلوم غریب نواز بیکانیر

۲۴ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ

(۱۰ر اکتوبر ۲۰۰۴ء بروز اتوار)

پیش لفظ

زبیر محمد علی ہاشمی

برصغیر ہندو پاک اور بنگلہ دیش کے تمام روحانی سلاسل پر سلسلۂ عالیہ چشتیہ کو اس لئے فوقیت ہے کہ ہندوستان میں سلسلۂ چشتیہ کے بانی خواجۂ خواجگاں فخر ہندوستان حضور خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے قدوم میمنت لزوم کے صدقہ میں برصغیر میں اسلام کو فروغ حاصل ہوا۔ خود خواجۂ اجمیری کے دست حق پرست پر نوے لاکھ غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء نے تبلیغ اسلام کا جو کام کیا، وہ اظہر من الشمس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برصغیر میں جسقدر سلسلۂ عالیہ چشتیہ کی خانقاہیں ہیں۔ دیگر سلاسل کی خانقاہیں اتنی نہیں ہیں۔

اگرچہ حضور غریب نواز کی ہندوستان میں تشریف آوری سے قبل بھی اس ملک میں بزرگان دین آ چکے تھے اور شمع اسلام روشن ہو چکی تھی۔ لیکن آپ کے وجود مسعود نے اس میں چار چاند لگا دیئے۔ اور ہندوستان کی کایا کو پلٹ کر رکھ دیا۔ اور یہاں کا بچہ بچہ یہ کہنے لگا:

الٰہی تا بود خورشید و ماہی	چراغ چشتیاں را روشنائی
اگر گیتی سراسر باد گیرد	چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد

آج بھی ہر شخص اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کرتا نظر آتا ہے کہ اے اللہ!

چشتی کر، چشتی ہی رکھ، چشتیوں ہی میں اٹھا
شہ معین الدین چشتی مقتدا کے واسطے

حضرت خواجہ اجمیری کے یوں تو بہت سے خلفا و مریدین ہیں لیکن حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی اور قطب الاولیا قدوۃ الاتقیا، اسوۃ الصوفیا، ارشاد السالکین، مقتدراں مسکین شمس العارفین، برہان المتقین، سلطان التارکین التارک من الدنیا والفارغ عن العقبیٰ والواصل بالمولیٰ قطب الاقطاب، غوث الاقطاب الداعی الی سبیل اللہ باذن رسول اللہ حمید الحق والشرع والملۃ والدین محمد بن احمد بن محمد الصوفی السعیدی قدس اللہ روحہ ونور مرقدہٗ آپ کے خاص الخاص مرید اور خلیفہ اعظم ہیں۔

حضرت خواجہ خاتون علا تاج ناگوری ثم گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ جو سلسلہ چشتیہ حمیدیہ کے ایک باکمال بزرگ تھے اپنی کتاب مفتاح الوصول میں فرماتے ہیں کہ حضرت سلطان الہند نے ارشاد فرمایا کہ میرے تمام مریدوں میں تین مرید خاص الخاص ہیں۔

ایک مرید سلطان التارکین حضرت شیخ حمید صوفی سعید

ایک مرید حضرت خواجہ قطب الدین اوشی دہلوی

نصف مرید شیخ عبداللہ بیابانی

پاؤ مرید بی بی حافظ جمال

پاؤ مرید حضرت سالار مسعود غازی (قدس اللہ اسرارہم)

حضرت خواجہ صاحب نے اپنے خلیفہ خاص حضرت سلطان التارکین کو روحانی دولت سے ہی مالا مال نہیں فرمایا بلکہ آپ کی اولاد کو اپنی اولاد فرما کر اپنی قرابت جسمانی سے بھی نوازا۔ اور یہ بشارت وخوشخبری حضرت صوفی صاحب کی اولاد کے علاوہ کسی دوسرے خلیفہ ومرید کی اولاد کو نہیں ملی۔ حضرت سلطان التارکین کی اولاد اس تعلق و یگانگت پر جتنا فخر کرے کم ہے۔ سیر العارفین میں ہے:

[1] نقل است از حضرت خواجه معین الدین الحسنی المحشتی که روزے بزبان دربار گوہر نثار فرمودہ اند که اولاد معین الدین و حمیدالدین یکیست۔

(حضرت خواجہ معین الدین الحسینی والچشتی سے منقول ہے کہ ایک روز آپ نے اپنی زبان دربار گوہر نثار سے فرمایا کہ معین الدین وحمید الدین کی اولاد ایک ہے۔)

آپ کا سلسلہ نسب سترہ (۱۷) واسطوں سے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ سلطان التارکین صوفی حمیدالدین ناگوری بن شیخ احمد صوفی تارک لاہوری بن شیخ محمد ثانی بن برہیم ثانی بن شیخ محمد بن شیخ سعید بن شیخ محمود بن شیخ عبداللہ بن شیخ عمر بن شیخ نصیر بن شیخ ابراہیم بن شیخ عبدالرحمن بن شیخ یوسف بن شیخ علی حارث بن شیخ حسین بن زید بن سعید بن زید اصغر بن امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہم بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب۔ آپ کا نسب کعب میں حضور سید عالم ﷺ کے نسب شریف سے مل جاتا ہے۔ (از رسالہ خواجہ مخدوم حسین ناگوری اذکار ابرار ترجمہ اردو گلزار ابرار۔ تذکرۃ الانساب، مناقب التارکین وغیرہ)

آپ کے والد ماجد حضرت شیخ احمد صوفی تارک لاہوری عارف باللہ اور درویش کامل تھے۔ اسی طرح آپ کی والدہ محترمہ اپنے زمانہ کی رابعہ تھیں۔ حضرت سلطان التارکین فرمایا کرتے تھے کہ [2] جس وقت میری پیدائش ہوئی اگر اُس زمانہ میں میری والدۂ ماجدہ سے بہتر اور بزرگتر کوئی دوسری عورت ہوتی تو میں اُس کے بطن سے پیدا ہوتا۔

---

[1] حضرت خواجہ صاحب کا یہ قول سیر العارفین کے علاوہ مونس الارواح، کنز الانساب وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

[2] سرور الصدور

یعنی آپ کی والدۂ محترمہ اپنے وقت کی بہترین اور بزرگ ترین عورت تھیں۔ آپ کی پیدائش ۵۸۸ھ میں بمقام دہلی اس وقت ہوئی جب سلطان شہاب الدین غوری کی طرف سے فتح کی کے نقارے بج رہے تھے۔ خود فرماتے ہیں

۱؎ اول مولودیکہ بعد از فتح دہلی در خانہ مسلماں آمدہ منم

(فتح دہلی کے بعد مسلمانوں کے گھر میں سب سے پہلے پیدا ہونے والا بچہ میں ہوں۔)

یعنی آپ ہندوستان میں پیدا ہونے والے سب سے پہلے مسلمان ہیں جو سلطان شہاب الدین غوری کے ہندوستان فتح کرنے کے بعد دہلی میں پیدا ہوئے۔

آپ کے علم ظاہر کے استاد افضل العلماء والفقہاء مولانا شمس الدین حلوائی ہیں۔ آپ کا فرمان ہے کہ میرے تین پیر ہیں

۱۔ پیر بیعت وخلافت حضرت خواجہ بزرگ معین الحق والدین چشتی اجمیری

۲۔ پیر خرقہ شیخ حمید الدین خوئی

۳۔ پیر صحبت مولینا شمس الدین حلوائی رضی اللہ عنہم

آپ اپنے وقت کے ولی کامل ہونے کے علاوہ فاضل اجل اور عالم بے بدل تھے۔ قرآن وحدیث اور مشائخ کی کتابوں پر گہری نظر رکھتے تھے۔ عربی وفارسی نثر ونظم پر مکمل عبور تھا۔ وہ اُردو جسے اس کے ابتدائی دور میں ہندی کہا جاتا تھا آپ کے گھر میں عام طریقہ سے بولی جاتی تھی۔

سرورالصدور میں ہے کہ بزبان ہندوی گفتند (ہندی زبان میں گفتگو

۱؎

فرمائی) صرف گفتگو ہی نہیں بلکہ آپ نے ہندی میں اشعار بھی کہے ہیں۔ آپ کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ علامہ شمس بریلوی مقدمہ عوارف المعارف صفحہ ۵۴ (چون) پر رقمطراز ہیں:

''مشائخ چشت قدس اللہ ارواحہم میں حضرت خواجہ خواجگاں معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اعظم سلطان التارکین شیخ حمید الدین ناگوری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ ورنہ حضرات مشائخ چشت میں زیادہ تر بزرگوں کے ملفوظات ہیں جو سلسلہ بہ سلسلہ بزرگ سلسلہ کے کسی خلیفہ یا مرید خاص نے مرتب کئے ہیں۔''

اصول الطریقت، رسالہ عشقیہ، رسالہ چہار منزل، رسالۃ السلوک، رسالۃ السماع، رسالہ آیات القرآن، دیوانِ حمید، شرف الانوار ہفت ملفوظ وغیرہ آپ کی یادگار ہیں اور مکتوبات آپ کی یادگار ہیں۔ شیخ عبدالرحمٰن چشتی مرآۃ الاسرار میں تحریر فرماتے ہیں

ویرا در فوائد طریقت وہم در اسرار حقیقت تصانیف بسیار و مشہور است و مکتوبات ورقعات و اشعارنیز داردواکثر رقعات ویراسلطان المشائخ بدست خود جمع کردہ است. چنانچہ بعضے ازاں در سیرالاولیاء جمع نمودہ است. در اشہر تصنیفات اُو اُصول الطریقت ورسالہ عشقیہ است و در بزرگاں سلسلۂ چشتیہ اول کسے کہ در ہندوستان حقائق و معارف تصنیف کردوی بود.

(آپ کی فوائد طریقت اور اسرار حقیقت میں بہت زیادہ تصانیف ہیں اور مشہور ہیں اور خطوط و مکتوبات اور اشعار بھی ہیں۔ اور آپکے اکثر خطوط کو سلطان المشائخ (نظام الدین اولیاء) نے اپنے ہاتھوں سے جمع کیا ہے۔ چنانچہ اُن میں سے بعض سیرالاولیأ میں

جمع کئے گئے ہیں۔ اصول الطریقت اور رسالہ عشقیہ آپ کی تمام کتابوں میں سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ اور ہندوستان کے سلسلۂ چشتیہ کے بزرگوں میں "جس ہستی نے سب سے پہلے حقائق ومعارف پر قلم اٹھایا وہ آپ ہی تھے۔"

ا حضرت شیخ فریدالدین چوک پراں سلطان محمد تغلق بادشاہ دہلی کے زمانہ میں دہلی تشریف لے گئے تھے۔ بادشاہ اُن کا کافی معتقد تھا۔ یہاں تک کہ اُس نے اپنی بیٹی بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کو اُن کے پوتے شیخ فتح اللہ رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب کیا تھا۔ حضرت فریدالاولیاء ایک دن سلطان المشائخ سے ملاقات کے لئے گئے۔ حضرت نظام الدین اولیاء نے ان کی بیحد تعظیم وتکریم کی۔ اور فرمایا۔ اگر آپ کے پاس آپ کے جد بزرگوار کی کوئی تصنیف ہو تو مطالعہ کے لئے دیجئے۔ فریدالاولیاء نے اُنہیں اُصول الطریقت پیش کی۔ سلطان المشائخ نے اس کتاب کو بطور فال کھولا تو یہ شعر نکلا

درویش نہ آنست کہ مشہور جہانست.

درویش ہمان است کہ بے نام و نشان است

اُنہوں نے اس شعر کو اپنے حسب حال خیال کر کے فرمایا:

سبحان اللّٰہ پیران ماھنوز در تربیت ماھستند (سبحان اللہ! ہمارے پیر اب بھی ہماری تربیت فرما رہے ہیں)

حضرت سلطان المشائخ نے حضرت سلطان التارکین کو حضرت قطب الدین بختیار کاکی کے پیر بھائی ہونے کی وجہ سے اپنا پیر فرمایا۔

ا۔ ۲ ناگور شریف راجستھان میں ایک ہندو تھا۔ جب وہ آپ کے سامنے سے

ا گلزار ابرار ۲ سیر الاولیاء

گزرتا۔ آپ فرماتے کہ یہ ولی اللہ ہے، مرتے وقت دنیا سے باایمان جائے گا۔ اور اس کا انجام بخیر ہوگا۔ جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ یعنی وہ ہندو مشرف باسلام ہو کر دنیا سے باایمان گیا اور درجہ ولایت و کرامت پر فائز ہوا۔

۲۔ آپ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسجد میں امامت فرماتے تھے۔ یعنی امام الہند غریب نواز اجمیری آپ کی اقتدا میں نماز ادا فرماتے تھے۔ جب آپ تکبیر تحریمہ کہتے تو ہر مقتدی بزرگ کو عرشِ عظیم نظر آتا تھا۔ آپ کے برادران طریقت میں سے ہر مقتدی اسے اپنی کرامت سمجھتا تھا۔ ایک روز آپ کسی کام سے کہیں گئے ہوئے تھے اور اُس مسجد میں موجود نہیں تھے۔ اس لئے کسی دوسرے بزرگ کو امامت کرنی پڑی۔ اُس روز کسی کو عرش اعظم نظر نہیں آیا۔ تو یہ راز کھلا کہ جلوۂ عرش معلی محض آپ کی وجہ سے نظر آتا تھا۔ (سلطان التارکین ص ۱۲۷)

۳۔ [1] آپ کے تین پوتے تھے (۱) وحید الاولیأ حضرت وحید الدین (۲) فرید الاولیأ حضرت فرید الدین (۳) نجیب الاولیأ حضرت نجیب الدین، ان میں سے ہر اک بزرگ کے لئے آپ نے فرمایا تھا:

وحید وحید من است (وحید میرا وحید (یکتا) ہے) فرید سجادۂ من است (فرید میرا صاحب سجادہ ہے) نجیب صاحب دیوان است (نجیب صاحب دیوان ہے) آپ کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف صحیح ہوئی۔ آپ کے بڑے فرزند حضرت صوفی عزیز الدین اور بڑے پوتے شیخ وحید الدین کا انتقال آپ کی موجودگی میں ہوا، اس لئے آپ کے وصال الٰہی کے بعد حضرت فرید الدین چاک پر اُن آپ کے

---

[1] اخبار الاخیار

صاحب آپ دو ہوئے اور شیخ نجیب الدین صاحب دیوان ہوئے۔

۴۔ [1] آپ امامت کی غرض سے روزانہ ناگور شریف سے اجمیر اقدس حاضر ہوا کرتے تھے۔ معمول یہ تھا کہ آپ فجر کی نماز پڑھا کر بذریعہ ہیبت غیبی کی سواری کے ناگور شریف چلے جاتے تھے۔ پھر ظہر کے وقت اسی طرح اجمیر اقدس آکر نماز پڑھاتے اور بعد نماز عشاء، پھر ناگور شریف جا کر رات کو عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتے۔

۵۔ [2] حضرت فریدالدین چاکس پر اس فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ کو کبھی غصہ میں نہیں دیکھا۔ لیکن ایک روز آپ ایک راستہ سے گزر رہے تھے۔ آپ کو یہ دیکھکر بڑا افسوس ہوا، کہ ایک قرضخواہ اپنے مقروض کو تنگ کر رہا ہے۔ اور مقروض بہت غمگین اور رنجیدہ نظر آرہا ہے۔ اُس کی بے کسی و بے چارگی آپ سے نہیں دیکھی گئی۔ چونکہ آپ امان الارض تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو دل عطا فرمایا تھا وہ مخلوق کی ہمدردی اور رحم و کرم سے معمور تھا۔ قرضخواہ کو بہت سمجھایا کہ کسی پر ظلم کرنا اچھا نہیں ہے۔ لیکن وہ نہیں مانا۔ بالآخر آپ نے اپنی ردائے مبارک کو غصہ کی حالت میں زور سے زمین پر ماری، جس سے زمین کے اندر سے سونے کی اشرفیاں نکل آئیں۔ آپ نے قرضخواہ سے فرمایا کہ تو اسوقت قرضدار کے جتنے روپے مانگتا ہے لے لے۔ اور آئندہ اسے پریشان مت کرنا۔

[3] ۲۹ ربیع الآخر ۶۷۳ھ دوشنبہ کے دن بعد ادائے نماز عصر واصل بحق ہوئے۔ جب آپ کو غسل میت دیا گیا تو حاضرین نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ انور چاند سا چمک رہا تھا۔ اور بخط نور پیشانی پر تحریر تھا۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقَاکُمْ اور سینہ فیض گنجینہ پر یہ تین سطریں بخط سبز لکھی ہوئی تھیں:

---

[1] ...ن التارکین [2] گلدستہ حمید [3] سلطان التارکین

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ

يُوْصِلُ الْحَبِيْبُ اِلَى الْحَبِيْبِ (گلدستہ حمید صہ ۱۴)

مزار مبارک ناگور شریف راجستھان میں زیارتگاہ خلق ہے۔ ہر سال عرس مبارک ۲۸ ربیع الآخر سے ۵ جمادی الاول تک انتہائی تزک واحتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ جسمیں بلا امتیاز مذہب وملت مسلم وغیر مسلم ہر مکتبہ فکر کے لوگ شریک ہوکر فیوض وبرکات حاصل کرتے ہیں۔

حضرت صوفی عزیز الدین قدس سرہٗ

صدر صدور العظام، بدر البدور الکرام، ملک العلماء الکبار، ملایک البلق والاخیار، محی السنۃ، ماحی البدعۃ، قامع نخلۃ الملحدین، جامع العلوم الاولین والآخرین، حضرت صوفی عزیز الدین کا اسم مبارک محمد سعید صوفی اور عرف صوفی عزیز الدین تھا۔ بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کو عبد العزیز اور علی بن الحمید کے نام نامی سے بھی یاد کیا ہے۔ آپ حضرت سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری کے فرزند اکبر اور خلیفہ اعظم تھے۔ آپ کا ننھیالی سلسلہ سیدنا امام عالیمقام حسین رضی اللہ عنہہ سے ملتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ خدیجہ قصبہ لاڈنوں ضلع ناگور شریف کے حسینی سادات کے خاندان سے تھیں۔ جو قاضیان کے نام سے مشہور ہیں۔ شجرۂ نسب یہ ہے:

[1] حضرت قاضی سید فضل (فضیل) ہمدانی عین القضات شمس الدین بن سید امیر الدین مورث اعلیٰ قاضیان (سادات) لاڈنوں بن سید اصغر بن سید مرتضیٰ بن سید

---

[1] برادرم مولینا سید محمد ایوب صاحب اشرفی چیف قاضی شہر لاڈنو کے شکریہ کے ساتھ۔

جعفر بن سید مجتبیٰ بن سید مکی بن حضرت امام علی موسیٰ رضا بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن حضرت امام باقر بن حضرت امام زین العابدین بن حضرت امام عالیمقام سیدنا حسین بن حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

آپ اپنے والد بزرگوار کے زمانہ میں مرید اور طالب بھی کیا کرتے تھے۔ اپنے وقت کے عالم متبحر اور محدث زمانہ تھے۔ صاحب نزہۃ الخواطر آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

الشیخ العالم الکبیر علی بن الحمید بن احمد السعیدی احد کبار مشائخ الجشتیہ اخذ عن ابیه ولا زمهٗ مدة من الدهر وبَلَغَ رتبة الکمال واحازهٗ والدهٗ فی الدعوة والارشاد واحارهٗ فی الحدیث (ص۸۶)

یعنی شیخ عالم کبیر علی بن حمید بن احمد سعیدی سلسلۂ چشتیہ کے مشائخ کبار میں ایک بڑے بزرگ ہیں۔ آپ نے ایک عرصہ تک اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں رہکر فیض حاصل کیا۔ اور مرتبۂ کمال تک پہنچے۔ اور آپ کے والد ماجد نے آپ کو دعوت وارشاد اور حدیث کی اجازت دی۔

آپ انتہائی متواضع، ملنسار اور بااخلاق شخصیت کے مالک تھے۔ مخلوق خدا کے ساتھ ہمدردی، مہمان نوازی اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنا آپ کا شیوہ تھا۔ آپ کی والدہ محترمہ حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (مائی صاحبہ) نے آپ کو ہندی میں یہ نصیحت فرمائی تھی:

[1] عزیز بھلو ہوئیں، برو نہ ہوئیں اور سب کو پیارو ہوئیں۔
(عزیز بھلائی کرنا، برائی نہ کرنا اور سب سے محبت کرنا)

[2] مولانا حمید الدین سُنامی کا طریقہ تھا کہ اُن کے پاس جو کوئی مہمان آتا وہ کھانا

---

[1] سرور الصدور [2] سرور الصدور

سب سے پہلے چلچی اور لوٹا لے کر ان کے پاس تھالاتے اور ہاتھ دھلا کر دستر خوان بچھا دیتے۔ وہ جانتے تھے کہ اس وقت کوئی کھانا نہیں تیار ہوگا؟ جب کھانا لاتے تو وہ چیز اپنے آپ تیار ہو جاتی۔ ایکبار اُن دنوں سے قاضی احمد آئے ہوئے تھے۔ چونکہ مولانا حمید الدین سنائی نائب قاضی تھے۔ اس سے قاضی احمد اُن سے ملنے کے لئے گئے۔ انہوں نے حسب معمول چلچی اور لوٹا لا کر ان کے ہاتھ دھلائے۔ اور دستر خوان بچھا دیا۔ قاضی احمد نے کہا مجھے معلوم ہے کہ آپ یہ کرامت دکھا رہے ہیں۔ قاضی احمد نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد آپ سے کہا شیخ عزیز الدین آپ ایک دعوت دیدیں تاکہ میں حمید الدین سنائی کو کھانے کا طریقہ سکھا دوں۔ چنانچہ آپ نے اُن کی دعوت کا اہتمام فرمایا، آپ ایسے عالی ہمت تھے۔ چونکہ آپ چشتی تاجدار کے خلیفہ خاص کے شہزادے تھے۔ اس لئے چشتیوں کی روحانی غذا سماع (قوالی) آپ کی گھٹی میں تھی۔ اور آپ کے والد بزرگوار حضرت سلطان التارکین کی یہ رباعی آپ کے ہروقت سامنے رہتی تھی

دنیا طلباء جہاں بکامت بادا — وین جیفہ مردار بدامت بادا

گفتی که بزدمی حرام است سماع — چوں برتو حرام است حرامت بادا

(اے طالب دنیا تو دنیا ہی حاصل کرتا رہے۔ اور یہ مردار کمینی تیری قید میں رہے۔ تو اپنے اوپر سماع کو حرام سمجھتا ہے۔ اگر تجھ پر حرام ہے تو خدا کرے حرام ہی رہے۔)

عین آغاز شباب میں دورانِ سماع آپ کا وصال ہوا، لیلۃ الرغائب (ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی رات) میں بعد نماز عشاء ایک صوفی کے گھر میں مجلس سماع (قوالی) کا انعقاد کیا گیا تھا۔ جس وقت قوال نے حضرت سلطان التارکین کی غزل کا یہ شعر:

جاں بدہ و جاں بدہ و جاں بدہ — فائدہ گفتن بسیار چیست

جس کا مطلع یہ ہے

مست شدی حسن حمار چیست پست شدی گمں اسرار چیست

اور مقطع یہ ہے

تانشدی عشق بجانے حمید رفتن بیہودہ ببازار چیست

پڑھا۔ آپ نے زور سے نعرہ لگایا۔ اور فرمایا دادم (دیدی) دادم (دیدی) دادم (دیدی) اور جاں بحق تسلیم کی۔ مولینا غلام سرور مرحوم نے خزینۃ الاصفیاء میں آپ کا سن ارتحال ۶۸۱ھ لکھا ہے۔ اور یہ قطعہ تاریخ کہا ہے۔

رفت از دنیا چوں در خلد بریں شیخ عالم متقی عبدالعزیز
والی خلد است سال وصل او ۶۸۱ نیر شاہ دیں علی عبدالعزیز

لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ آپ کا انتقال آپ کے والد بزرگوار حضرت سلطان التارکین کی حین حیات میں ہوا ہے۔ اور حضرت سلطان التارکین ۶۷۷ھ میں اس دار فانی سے دار باقی کو تشریف لے گئے تھے۔ اس بارے میں حضرت فریدالدین چاک پراں کا قول ۲۲ رجب ۶۷۶ھ زیادہ معتبر ہے۔ مزار مبارک حضرت سلطان التارکین کے مرقد انور کے احاطہ میں ناگور شریف میں ہے۔

[1] آپ کے انتقال کے بعد خواجہ شمس الدین علیہ الرحمہ حضرت سلطان التارکین کی مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا، شیخ، مولانا عزیزالدین کی جدائی کے بعد آپ کا کیا حال ہے۔ شیخ نے فرمایا جو کچھ عزیز کی حقیقت ہے وہ دل سے نہیں گئی ہے۔ لیکن اُن کی صورت جو آنکھوں کے سامنے پھرتی ہے وہ طبیعت کو بے چین کر دیتی ہے۔

---

[1] صدور

[1] آپ فرماتے ہیں کہ درویش کے لئے یک تکلیف کے سوا آرام ہی آرام ہے۔ اور مالدار کے لئے ایک آرام کے علاوہ تکلیف ہی تکلیف ہے۔ عرض کیا گیا درویش کی تکلیف کیا ہے اور مالدار کا آرام کیا ہے۔ فرمایا درویش کے لئے پیٹ کی بھوک تکلیف ہے اور سب آرام ہے اور مالدار کا آرام اُس کی شکم سیری ہے اور سب تکلیف ہے۔ کیونکہ وہ شکم سیری کی طاقت سے دنیا کی تمام تکلیفیں برداشت کرسکتا ہے۔

شیخ وحید الدین رحمتہ اللہ علیہ

نور عین صوفی سلطان التارکین، وحید الاسلام والمسلمین، مقبول الملوک والسلاطین حضرت شیخ وحید الدین رحمتہ اللہ علیہ کا اسم گرامی احمد سعید صوفی اور عرف شیخ وحید الدین تھا، آپ حضرت عزیز الاولیاء کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ [2] جامع علم ظاہر و باطن تھے۔ حضرت سلطان التارکین شیخ حمید الدین قدس سرہٗ کے مرید ہیں۔ خود حضرت سلطان التارکین کا آپ کے بارے میں یہ فرمانا کہ [3] وحید وحید من است (وحید میرا وحید (یکتا) ہے)

آپکے علو مرتبت وکرامت وولایت میں یکتا ہونے کی مکمل دلیل ہے۔ آپ کی اولاد جھنجھنوں اور ناگور شریف دونوں میں آباد ہے۔ حضرت امام الاولیاٴ امام علی شاہ صاحب ایسے بزرگ آپ کی اولاد امجاد ہی سے ہیں۔ آپ کا وصال الٰہی آپ کے والد ماجد حضرت عزیز الاولیاٴ کی طرح آپ کے دادا حضرت سلطان التارکین کی موجودگی میں ہوا، اس لئے حضرت سلطان التارکین کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد حضرت فرید الاولیاٴ، فرید الدین چاک پراں زیب سجادہ مشیخت ہوئے۔

---

[1] سلطان التارکین [2] اخبار الاخیار [3] سرور الصدور

اا جمادی الآخر ٦٧٦ھ جمعہ کے دن بعد نماز عشاء انتقال ہوا۔ حضرت فریدالدین چاک پراں نے آپ کے وصال کی تاریخ یہ تحریر کی ہے۔

قدم الی اللہ احد شیخ الصوفیہ اخی الاکبر الازھد وحید الملۃ والدین حمید الاسلام والمسلمین احمد سعیدی بن محمد سعیدی فی یوم الجمعہ بعد صلوٰۃ العشاء الحادی عشر من جمادی الآخر ٦٧٦ھ ستہ وسبعین وستمایہ۔

(شیخ الصوفیہ اخی الاکبرالازھد وحیدالملۃ والدین حمید الاسلام والمسلمین احمد سعیدی بن محمد سعیدی اا جمادی الآخر ٦٧٦ھ میں جمعہ کے دن بعد نماز عشاء اللہ وحدہ کی بارگاہ میں تشریف لے گئے۔)

آپ کا مزار مبارک حضرت سلطان التارکین کے روضہ اقدس کے قریب ناگور شریف میں ہے۔ حضرت فریدالاولیاء آپ کے اور شیخ شہاب الدین بلخی اور دیگر بزرگوں علیہم الرحمتہ والرضوان کے اعراس اس وجہ سے کرتے تھے کہ تمام کام حسب مراد حاصل ہو جائیں۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنے اُس خط میں جو اُنہوں نے اپنے صاحبزادے شیخ عزیزالدین علیہ الرحمہ کو ناگور سے ڈیہہ لکھا ہے، لکھتے ہیں.

[1] دی روز عرس برادرم شیخ وحیدالدین علیہ الرحمہ کردہ شدہ بود امروز عرس شیخ شہاب الدین بلخی کردہ شدہ است تا از مدد ارواح ایں بزرگاں کارھا حسب مراد حصول باشند

(کل برادرم شیخ وحیدالدین علیہ الرحمہ کا عرس کیا گیا تھا۔ آج شیخ شہاالدین بلخی کا عرس کیا گیا ہے۔ تا کہ ان بزرگوں کی روحوں کی مدد سے تمام کام حسب مراد حاصل ہو

---

[1] از ضمیر الصدور

جائیں۔)

حضرت فریدالدین چاک پراں قدس سرہٗ

سلطان سلاطین المشائخ، قطب الاولیا، قدوۃ الاصفیاء اسوۃ السالکین امام المحققین ہادی المریدین ملک المفسرین ختم المذکرین ناصح الملوک والسلاطین، وارث الانبیاء والمرسلین حضرت فریدالدین چاک پراں، عزیز الاولیاء، شیخ عزیزالدین کے منجھلے صاحبزادے اور حضرت سلطان التارکین صوفی حمیدالدین ناگوری کے پوتے اور سجادہ نشین اول ہیں۔ آپ کا اسم مبارک شیخ محمد صوفی اور لقب فریدالدین چاک پراں ہے۔ تقریباً ایک من وزنی چاک جو ناگور شریف کے اس پتھر کا بنا ہوا تھا، آپ اپنے گلے میں ڈالکر بحالت شکر ناگور شریف سے دہلی تشریف لے گئے تھے۔ اس لئے آپ کو چاک پراں کہا جاتا ہے۔
آپ جامع علم ظاہر و باطن اور صاحب وجد و سماع تھے۔ اور اپنے جد بزرگوار حضرت سلطان التارکین کے مرید و خلیفہ ہیں۔ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی کے ہمزمانہ تھے۔ آپ کے اور سلطان المشائخ کے درمیان انتہائی محبت اور یگانگت تھی۔ ایکبار آپ سلطان محمد تغلق بادشاہ دہلی کے زمانہ میں دہلی تشریف لے گئے تھے۔ بادشاہ آپ کا کافی معتقد تھا۔ یہانتک کہ اُس نے اپنی بیٹی بی بی راستی رحمۃ اللہ علیہا کو آپکے پوتے شیخ فتح اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کیا تھا۔ دوران قیام دہلی آپ نے سلطان المشائخ سے بھی ملاقات کی۔ سلطان المشائخ نے آپ کی بیحد تواضع اور عزت کی۔ اور فرمایا اگر آپ کے پاس آپ کے جد بزرگوار کی کوئی تصنیف ہو تو مطالعہ کے لئے دیجئے۔ حضرت فریدالدین چاک پراں نے حضرت محبوب الٰہی کو اصول الطریقت پیش کی۔ سلطان المشائخ نے اس کتاب کو بطور فال کھولا تو یہ شعر نکلا۔

درویش نه آنست که مشہور جہان است

درویش همان است که بے نام و نشاں است

سلطان المشائخ نے اس شعر کو اپنے حسب حال خیال کر کے فرمایا سبحان اللہ پیران ما هنوز در تربیت ما هستند (سبحان اللہ ہمارے پیر اب بھی ہماری تربیت فرما رہے ہیں) سلطان المشائخ نے حضرت سلطان التارکین کو حضرت قطب الدین بختیار کاکی کے پیر بھائی ہونے کی وجہ سے اپنا پیر فرمایا۔

بی بی راستی بنت سلطان محمد تغلق کی حضرت شیخ فرید الدین چاک پراں کے پوتے شیخ فتح اللہ بن شیخ اوحد الدین بن فرید الدین چاک پراں سے شادی ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ شیخ فتح اللہ واحد العین (یک چشم) تھے ایک روز بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ بچوں نے اُن سے کہا کہ آپ کانے ہو آپ کو کون لڑکی دے گا۔ آپ روتے ہوئے اپنے جد بزرگوار حضرت فرید الدین قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور بچوں کے طعنہ دینے کا حال عرض کیا۔ آپ نے فرمایا بیٹا آپ کو سلطان محمد تغلق لڑکی دے گا۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

گر چه از حلقوم عبداللہ بود

کچھ روز کے بعد سلطان محمد تغلق نے اپنی شاہزادی بی بی راستی بیگم کے نکاح کے بارے میں آپ کو یہ لکھا:

لقد ابصرت من حسن ولکن

علیک من الوریٰ وقع اختیاری

ئے زمین کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کی طاقت نہیں کہ وہ ہمارے دربار

کی ونڈی کا بھی نام لے سکے۔ لیکن میں اپنی دختر کی شادی کا پیغام آپ کے صاجزادے سے پیش کرتا ہوں۔ کرم فرما کر قبول فرمائیے۔

اس کے جواب میں آپ نے یہ شعر لکھ کر بھیجا

انصاف ده فریدابا او تراچه نسبت

تو مفلس اوتونگر، اوبادشاہ تو فقیری

(اے فرید تو انصاف کر بادشاہ کے ساتھ تجھے کیا نسبت، تو غریب وہ مالدار وہ بادشاہ تو فقیر)

پھر بادشاہ نے لکھا میں غلام غلامان ہونے کا خواہشمند ہوں۔ میری درخواست قبول فرمائیں۔ آپ نے یہ جواب تحریر فرمایا:

ماثیم نوائے بے نوائی بسم اللّٰہ اگر حریف مانی

(ہم بے سروسامان کے سامان ہیں۔ اگر آپ ہمارے حریف ہیں تو بسم اللہ)

سلطان محمد تغلق نے اپنے شایان شان شادی کا انتظام کیا۔ اور حضرت سے کہلایا کہ باراتی کثیر تعداد میں لائیں۔ آپ دو تین باراتی لیکر دولت آباد پہنچ گئے۔ بادشاہ کو کم آدمی لانے کا احساس ہوا، آپ نے فرمایا بارات آتی ہے۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھکر دعاء کی۔ مردان غیب کی جماعت نے آکر وہ تمام کھانا کھالیا جو بادشاہ نے تیار کرایا تھا۔ شادی کے بعد بادشاہ نے حضرت فریدالدین چاک پراں کے پوتے شیخ فتح اللہ کو بہت بڑی جاگیر عطا کی اور شاہی محل میں رکھا۔ لیکن حضرت فتح اللہ جو حضرت سلطان التارکین کی اولاد امجاد میں سے تھے۔ ان کو دنیوی آرام و آسائش کیسے مرغوب ہوسکتا تھا۔ ناگور شریف کے پرانے چھپر میں جو آرام و سکون تھا اور وہاں جو انوار و تجلیات نظر آتے تھے بادشاہ کے محل میں

نظر نہ آئے۔ کثر یہ رباعی پڑھتے تھے

عشقی کہ مرا بجانب ناگور شد [illegible]
ہر چند [illegible]

جب ان کو ناگور شریف کی یاد نے زیادہ ستایا۔ تو بادشاہ سے ناگور جانے کی
اجازت چاہی۔ بادشاہ نے حضرت فتح اللہ کو مع بی بی راستی بیگم بہت زیادہ مال و متاع اور
دھن دولت کے ساتھ موضع ڈیہہ ضلع ناگور شریف بھجوادیا۔ جو حضرت فتح اللہ کو جاگیر میں دیا
گیا تھا۔ بی بی راستی بیگم کا مزار مبارک ڈیہہ میں تالاب کے کنارے ہے۔ اور بی بی مائی کے
نام سے مشہور ہے۔ ہر سال عرس ہوتا ہے۔ جسمیں بلا تفریق مذہب وملت ہر انسان شریک
ہو کر فیوض برکات حاصل کرتا ہے۔

سلطان محمد تغلق نے حضرت فریدالدین چاک پراں کی عقیدت ومحبت میں حضرت
سلطان التارکین کی خانقاہ کا احاطہ بھی بنوایا تھا۔ بادشاہ کی خواہش تھی کہ وہ حضرت سلطان
التارکین کے مزار پرانوار پر عالیشان گنبد تعمیر کرے۔ جو بے مثل و بے مثال ہو۔ ایک روز
جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو اس نے اپنے سینہ پر ایک کاغذ کا پرچہ پڑا ہوا دیکھا جس پر یہ
بیت لکھی ہوئی تھی

سایۂ آسمان و فرش زمیں   قبۂ صوفی حمیدالدیں

بادشاہ نے گنبد بنانے کا ارادہ ترک کیا اور احاطہ کی تعمیر پر ہی اکتفا کیا۔

کتاب ہٰذا سرور الصدور ونور البدور جسمیں حضور خواجہ خواجگاں معین الدین چشتی
اجمیری اور سلطان التارکین صوفی حمیدالدین ناگوری کے حالات ہیں۔ یہ درحقیقت آپ ہی
کے ملفوظات ہیں۔ جنہیں آپ کے صاحبزادے حضرت سعیدی بزرگ نے تالیف کیا ہے۔

حضرت ضیاء الدین نخشی بدایونی، حضرت سعیدی بزرگ، حضرت عزیز الدین وغیرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم آپ کے خلفاء میں سے ہیں۔

آپ اپنی حیات مبارک میں ناگور شریف سے دہلی تشریف لے گئے تھے۔ وہیں اتوار کے دن ظہر کے وقت ۷ جمادی الاول ۷۳۴ھ میں وصال ہوا۔ مزار مبارک[1] قطب صاحب کے راستہ میں بجے منڈل کے مشرق جانب لاڈو سرائے کے قریب ایک بلند چبوترے پر چاردیواری میں ہے۔ جس میں نیم کا درخت کھڑا ہوا ہے۔ چاک کا وہ لال رنگ کا پتھر جو آپ نے محفل سماع میں حالت وجد میں گلے میں ڈال لیا تھا اور ناگور شریف سے پرواز کر گئے تھے۔ وہ مزار اقدس کے قریب پڑا ہوا ہے۔

ملک الشعراء مولانا ضیاء الدین نخشی بدایونی علیہ الرحمہ نے اپنے شیخ طریقت حضرت مخدوم العالم قطب الاقطاب فرید الحق والشرع والملۃ والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی شان میں یہ مرثیہ لکھا ہے۔ جس میں اکاون شعر ہیں ان میں سے چند اشعار درج ذیل ہیں

اے دریغا وصد ہزار دریغ — آفتاب علوم شد در میغ
(اے افسوس اور صد ہزار بار افسوس — علوم کا آفتاب سیاہ بادلوں میں چھپ گیا)

زچمن جنبش صبا بردند — سدرۃ الارض بر سما بردند
(باغ سے صبا کی حرکت ختم کر دی گئی — زمین کی بیری کا درخت آسمان پر لے گئے)

پای فقر و مراقبہ پی شد — نو بہار زمینیاں دی شد
(فقر و مراقبہ کا پاؤں پیچھے ہٹ گیا — اہل زمین کی بسنت کا موسم خواب ہو گیا)

مہر از تخت فقر بر چیدند — خیمہ مسکنت بپیچیدند
(فقر کے تخت سے چاند کو اٹھا لیا گیا — عاجزی وانکساری کا خیمہ لپیٹ دیا گیا)

[1] مزارات اولیاء دہلی صفحہ ۸۶ وتاریخ بزرگان دہلی صفحہ ۴۳

ادھم علم پانی در گل ماند | مشکلات سلوک مشکل ماند
(علم کے ادہم زمیں دوز ہو گئے | سلوک کی مشکلات حل کرنا مشکل ہوگئیں)

علم اُوبر بزرگی اُو دال | خادم خانقاہ او ابدال
(اُن کا علم اُن کی بزرگی پر دلالت کرتا ہے | اُن کی خانقاہ کے خادم ابدال ہیں)

تا کہ بندہ مُرید ایں درشد | حملہ مس عقیدہ ام دُر شد
(جسوقت بندہ اس در کا مُرید ہوا | میرے عقیدہ کا تمام تانبا موتی بن گیا)

نیست باکس زغیر او کارم | ھر چہ دارم زیمُن اُو دارم
(مجھے ان کے علاوہ کسی شخص سے کوئی کام نہیں ہے | میرے پاس جو کچھ ہے وہ اُنکی برکت ہے)

ھر کسی رابکونی کس رونی است | نخشبیؔ از سگان ایں کونی است
(ہر شخص کا کسی نہ کسی گلی کی طرف رجحان ہے | نخشبی (حضرت فریدالدین چاک پراں) کی گلی کے کتوں میں ایک کتا ہے (یعنی اُن سے مرید ہے۔)

حضرت سعیدی بزرگ قدس سرہٗ

فخر المشائخ، محی الملت والدین، متبرک الملوک داعی السلاطین حضرت سعیدی بزرگ کا نام نامی اسم گرامی محی الدین عبدالق درعرف سعیدی بزرگ ہے۔ نیز آپ کو سیدی بھی تحریر کیا گیا ہے۔ آپ حضرت فریدالدین چاک پراں کے صاحبزادے اور مرید وخلیفہ ہیں۔ آپ نے اپنے والد ہی سے تعلیم حاصل کی۔ یہاں تک کہ آپ جامع علم ظاہر وباطن اور صاحب وجد وسماع ہو کر صدر المشائخ ہو گئے۔ مخدوم العالم حضرت فریدالدین چاک پراں نے ہ رمضان المبارک ۷۳۱ھ میں آپ کو اپنی خلافت ونیابت سے نوازا، آپ

اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد صفر ۷۳۵ھ میں مسند مشیخت و ارشاد پر متمکن ہوئے۔
آپ کا خلافت نامہ یہ ہے

وصیت نامہ خلافت نامہ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ فرزند اعز سیدی بزرگ دام فضلہ را اجازت کردہ آید۔ تاھر کہ ازوی خرقہ ارادت وصمت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم طلبیدہ بود۔ برذات مشایخ چنانچہ آمدہ است بپوشاند۔ و ھر کہ راا ھل بیند وبرجادہ شریعت و طریقت راسخ داند اجازت خرقہ دادن بکند۔ و بہ طاعت و عبادت و نگاہداشتن احوال و اقوال وصیت کند۔ ومی باید کہ آں فرزند پیوستہ در وردو وظائف و طاعت و عبادت بیفزاید۔ و شکستگی و نیاز را شعار و وثار خود سازد۔ و حرمت کبار نگاہ دارد۔ وأورا وصیت کردہ اند یک باللّٰہ اذا خلوت باللّٰہ۔ وانچہ شیخ فرمود اصل کار آنست ک۔ اوقات رابہ طاعت معمور باید داشت۔ ھمہ وصایا دریں داخل است۔ حق تعالیٰ آں فرزندرا بریں وصایا موفق داراد۔ بالنبی و آلہ الامجاد۔ کتبہ السعیدالضعیف محمود بن سعید بن محمد السعیدی بخطہ فی النصف من شھر رمضان عمت میامنہ سنہ احدی و ثلثین و سبعمائۃ حامداللّٰہ و مصلیاً علیٰ نبیہ

(بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ فرزند اعز سیدی بزرگ دام فضلہ کو اجازت دی جاتی ہے کہ جو شخص ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ارادت وصت کا خرقہ طلب کرے۔ جیسا کہ مشائخ کا طریقہ رہا ہے۔ وہ پہنائیں۔ اور جسے اہل دیکھیں اور جسے شریعت وطریقت کے طریقہ پر راسخ جانیں۔ اُسے خرقہ دینے کی اجازت عطا کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت

و بندگی اور اپنے احوال و اقوال کی حفاظت رکھنے کی وصیت کریں۔ اور ان فرزند کو وردو وظائف اور طاعت و عبادت میں ہمیشہ اضافہ کرتے رہنا چاہیئے۔ اور عاجزی و انکساری کو اپنا طور و طریقہ بنائیں۔ اور بزرگوں کی عزت کا خیال رکھیں۔ اور ان کو وصیت کی گئی ہے۔ کہ جب تم تنہائی میں رہو اللہ اللہ کرتے رہو۔ اور شیخ (حضرت سلطان التارکین) نے جو کچھ فرمایا وہ اصل کام ہے۔ یعنی اپنے اوقات کو اللہ کی بندگی سے معمور رکھا جائے۔ تمام وصیتیں اس میں داخل ہیں۔ حق تعالیٰ ان فرزند کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی بزرگ آل کے طفیل ان وصیتوں کے موافق رکھے۔ عبد ضعیف محمود بن سعید بن محمد سعیدی نے ۱۵ رمضان (اللہ تعالیٰ اس کی برکتوں کو عام کرے) ۷۳۱ھ کو یہ خلافت نامہ اپنی قلم سے لکھا۔)

آپ سرور الصدور و نور البدور کے مؤلف ہیں، جس میں آپ نے حضرت خواجۂ خواجگاں خواجہ معین الدین چشتی، حضرت سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری اور مخدوم العالم حضرت فرید الدین چاک پراں کے واقعات اور ملفوظات کو قلم بند کیا ہے۔

حضرت مخدوم شیخ کبیر الدین قدس سرہٗ

آں تارک تعلقات کونین، آں ناظر جمال مطلق بعین، آں در عشق و آزادی بے نظیر، صاحب ارشاد مخدوم شیخ کبیر چشتی، حضرت شیخ سعید چشتی کے صاحبزادے اور حضرت شیخ عزیز الدین بن حضرت فرید الدین چاک پراں بن حضرت شیخ عزیز الدین بن حضرت سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری کے پوتے ہیں۔

[1] آپ اپنے والد ماجد حضرت شیخ سعید چشتی حمیدی سے سلسلۂ چشتیہ حمیدیہ میں

---

[1] [illegible]ن التارکین صفحہ ۳۵۵

مرید وخلیفہ تھے۔ آپ بڑے عالی مقام بزرگ تھے۔ سوزِ عشق، ذوق سماع اور کرامت پوشیدہ رکھنے میں مشہور تھے۔ علم ظاہر و باطن میں یگانۂ روزگار تھے۔ اُس دور کے علمائے ربانیین وحقانیین میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ مصنف بھی تھے۔ اور مدرس و معلم بھی، صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ علم نحو میں خصوصاً عبور حاصل تھا۔ نحو کی کتاب مصباح النحو کی نہایت عمدہ شرح تحریر کی۔ جس کا نام الدہن رکھا۔ ناگور کے حالات نامُساعد ہو جانے کی بناء پر شیخ احمد کھٹو قدس سرہٗ کے زمانہ میں احمد آباد تشریف لے گئے۔ اور وہاں کے قدیم محلّہ میٹھ پور میں اقامت گزیں ہو کر درس وافادہ میں مصروف ہو گئے۔

تاریخ مرأۃ سکندری میں ہے کہ شیخ کبیر مریدین کی ہدایت وتربیت میں بے مثل و بے مثال تھے۔ لیکن آپ اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنے کے لئے مسجد میں گمنامی کی زندگی گزار کر بچوں کو پڑھاتے تھے۔ اور اپنے جمال ولایت کو غیروں سے چھپاتے تھے۔ عشق و مشک چھپا نہیں رہتا۔ آپ کی ولایت وکرامت کے اظہار کا سبب یہ ہوا کہ سلطان محمود بیگڑہ بادشاہ گجرات کی شہزادگی کے دنوں میں تین آدمی بادشاہ کے مصاحب اور ندیم تھے۔ ایک دریا خاں جس نے احمد آباد میں ایک ایسا بلند و بالا گنبد بنوایا کہ پورے گجرات میں اپنی مثال آپ ہے۔ دوسرے الف خاں بھوکا ہی جس نے ایک عالی شان لاجواب مسجد قصبہ دھولقہ میں اینٹوں سے تعمیر کروائی۔ تیسرے ملک محمد اختیار سلطان محمود نے تخت سلطنت پر بیٹھنے کے بعد ہر ایک کو پنج ہزاری کا منصب عطا کیا۔ اور خان کا خطاب دیا۔ لیکن ملک محمد اختیار نے خان کا خطاب اختیار نہیں کیا اور کہا میرا نام محمد ہے۔ اس سے بڑھکر کونسا خطاب ہوگا۔ البتہ منصب کو قبول کر لیا۔ حسن اتفاق سے ایک دن ملک محمد اختیار پالکی میں بیٹھکر احمد آباد کے محلہ میٹھا پور سے گزرے۔ گرمی کا موسم تھا۔ املی کے ٹھنڈے سایہ میں آرام کرنے لگے۔ وہاں

ایک مسجد کے کونے میں ایک مُلّا کو بچوں کو پڑھاتے ہوئے دیکھا۔ یہ مُلّا جن کا نام شیخ کبیر ہے، سلطان التارکین حمید الدین ناگوری کے پوتے ہیں۔ ایک شہباز ہیں بلند پرواز، اور ایک ہما ہیں مسکین نواز، آپ کا سایہ بے نواؤں کو سلطنت بخشنے والا ہے۔ ملک محمد کے آس پاس فقیر کی صورت میں ایک (روحانی) بادشاہ ہیں۔ جنہوں نے اپنی بلندی کے آفتاب کو عام لوگوں کی وضع کی پگڑی میں چھپا رکھا ہے۔ اور سعادت کے تخم کو گمنامی کی زمین میں بو رہے ہیں۔

ملک محمد نے تھوڑی دیر آرام کیا، پھر مسجد میں جا کر حضرت کبیر الاولیاء شیخ کبیر الدین چشتی کی اقتدا میں نماز ظہر ادا کی۔ نماز کے بعد شیخ نے اُن پر ایک ایسی نگاہ کرم ڈالی جس سے وہ مست و بیخود ہو گئے، دل کی دنیا بدل گئی، اللہ تعالیٰ کی ذات کے خیال کے علاوہ کسی دوسرے کا خیال باقی نہ رہا، کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی — بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

یہ حال ہو گیا کہ روزانہ جب تک حضرت کبیر الاولیاء کی بارگاہ میں حاضری نہیں دیتے، چین نہیں ملتا۔ ایک دن شیخ نے ملک محمد سے فرمایا کہ آپ ہمیشہ اپنا کام چھوڑ کر یہاں آتے ہو۔ اگر رضائے الٰہی چاہتے ہو تو ماسوی اللہ کو ترک کر دو۔ ورنہ میرے پاس نہ آیا کرو۔ ملک نے کہا کہ مجھے اپنے دل سے مشورہ کرنے کی مہلت دیجئے۔ شیخ نے فرمایا بہتر ہے۔ ملک محمد اپنے گھر گئے۔ اُن کا گھر اس گلی میں تھا جہاں شیخ احمد کھٹو کی خانقاہ تھی۔ لین دین کے تمام معاملات کو صاف کیا۔ اور ہر شخص کو اُس کے حق سے زیادہ دیا۔ اور تمام لونڈیوں اور غلاموں کو بلا کر یا تو اُن کی خواہش کے مطابق شادی کر دی یا آزاد کر دیا۔ اور باقی [illegible] سباب کی فہرست بنا کر بادشاہ کے سامنے پیش کی اور کہا کہ میں اب اُس بادشاہ

حقیقی کی خدمت کرنا چاہتا ہوں جس نے آپ کے سر پر تاج سلطانی رکھا۔ آپ جسے اس مال واسباب کا حقدار سمجھیں اُسے عطا کردیں۔ یہ کہکر ملک محمد گھر پر آگئے۔ بادشاہ یہ سمجھ کہ امیر کسی وجہ سے ناراض ہوگیا ہے۔ اُس نے اپنے دو امیروں دریا خاں اور الف خاں کو جو ملک کے دوستوں میں سے تھے وجہ معلوم کرنے کیلئے ملک محمد کے گھر بھیجا۔ ملک محمد اُن کے آنے کا مقصد سمجھ گئے۔ کہا آپ لوگ تھوڑی دیر ٹھہریئے۔ میں ابھی آتا ہوں۔ گھر کے اندر نائی کو بلایا اور یہ کہکر چار ابرو کو صاف کرواڈالا کہ یہ سب مشتبہ مال کی پیداوار تھے۔ نیز اپنی بیوی کو بلاکر کہا جو کچھ تمہارے قبضہ میں ہے وہ سب تمہارا ہے۔ اگر تم کہوگی تو میں تمہیں تمہارے میکے میں چھوڑ دوں گا۔ دوسری شادی کرنا یانہ کرنا تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ نیک بخت بیوی نے کہا کہ رضائے الٰہی حاصل کرنے میں میری جدائی شرط ہے تب تو میں مجبور ہوں۔ ورنہ جب میں دنیاوی دولت کے زمانہ میں آپ کے ساتھ رہی تو دینی دولت کے وقت بھی آپکے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ ملک محمد نے کہا اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو سونا، چاندی، دشمن دولت کو دور کردو۔ اور اپنا لباس اُتار کر اپنی لونڈی کو دیدو۔ اور لونڈی کے کپڑے تم خود پہن لو۔ بیوی صاحبہ نے ایسا ہی کیا۔ ملک محمد نے اُن کا ہاتھ پکڑا اور دن کے اُجالے میں سب کے سامنے شیخ کے گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔ دریا خاں اور الف خاں ملک محمد کا یہ حال دیکھکر حیران رہ گئے۔ اور بادشاہ سے جاکر کہا ملک دیوانہ یا آسیب زدہ ہو گیا ہے۔

ملک محمد مع اہلیہ مخدوم شیخ کبیر کی خدمت بابرکت میں پہنچے تو شیخ نے اُن کا استقبال کیا۔ اور اُن کی اہلیہ کو زنان خانہ میں لیجا کر اپنی بیوی صاحبہ سے فرمایا دیکھو یہ ہمارے وقت کے ادہم کی بیوی ہیں۔ ان کا پورا خیال رکھنا۔ اس کے بعد شیخ، ملک محمد کی روحانی تربیت میں

مشغول ہوگئے۔

حضرت ملک محمد اپنے شیخ کے لئے روزانہ سابرمتی ندی سے پانی کا مٹکا بھر کر احمد آباد کے مین بازار سے نکلتے۔لوگ اُن کو اس حال میں دیکھکر پاگل سمجھتے۔لیکن آہستہ آہستہ اُن کے کمالات کا اظہار ہونے لگا۔اور لوگ جوق در جوق اُن کی خدمت میں آکر مستفیض ہونے لگے۔یہاں تک کہ مخلوق کی کثرت سے وہ خود تنگ آگئے۔آخر نجات کی یہ صورت نکالی کہ ہر شخص سے کچھ مانگنا شروع کردیا۔ایک شخص سے لیتے اور دوسرے شخص کو دیدیتے۔کچھ روز تک یہ سلسلہ جاری رہا،مخلوق دور ہونے لگی اور حضرت ملک محمد کا مقصد حاصل ہوگیا۔اللہ تعالیٰ نے اُن کی ہمت اور خلوص کو قبول فرماکر ملک محمد اختیار لقب عطا فرمایا۔اور عوام وخواص میں ملک محمد اختیار کے لقب سے مشہور ہوئے۔غیر اللہ کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگئے۔اور اپنے وقت کے اولیاء کاملین میں شمار ہونے لگے۔

[1] ایک بار حضرت محبوب باری شاہ عالم بخاری کے ایک مرید حضرت ملک محمد اختیار چشتی حمیدی کی خدمت بابرکت میں اُن کے معتقد ہوکر رہنے لگے۔کسی شخص نے حضرت شاہ عالم سے اس کا ذکر کیا۔حضرت شاہ عالم نے اس کے جواب میں فرمایا۔

هر کرا باشد دو عالم بختیار   او کند خدمت محمد اختیار

(جس شخص کا دو عالم میں اچھا نصیب ہوگا، وہ محمد اختیار کی خدمت اختیار کریگا)

دوسرے روز حضرت شاہ عالم کی حضرت ملک محمد اختیار سے احمد آباد کی کسی گلی میں ملاقات ہوئی۔دونوں نے ایکدوسرے سے خرقہ طلب کیا۔ملک محمد نے کہا بادشاہوں کا کام

---

[1] تاریخ گجرات صہ ۱۰۹

بخشش وعطا ہے۔ شاہ عالم نے فرمایا ملک محمد بھی بادشاہوں میں سے ہے۔ آخر شاہ عالم نے اپنا پیرہن ملک محمد اختیار کو عطا کیا۔ اور ملک محمد اختیار نے اپنی کلاہ شاہ عالم کو دی۔

اس واقعہ سے حضرت کبیر الاولیاء مخدوم کبیرالدین چشتی حمیدی اور آپ کے مرید خلیفہ حضرت ملک محمد اختیار چشتی حمیدی کے مقام ومرتبہ کا پتہ چلتا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرات صوفیہ صافیہ کے ہاں اخلاص کے سوا کوئی چیز نہیں ہے۔ مشائخ کاملین و اولیاء واصلین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ یہ حضرات گرامی آپس میں ایکدوسرے سے فیض حاصل کرتے رہے ہیں۔ جیسا کہ گزرا، اور جیسے حضرت سیدنا شیخ [1] عبدالقادر جیلانی نے حضرت سیدنا خواجہ معین الدین چشتی سے فیض حاصل کیا۔ اور حضرت غریب نواز نے حضرت غوث اعظم سے استفاضہ کیا۔ اسی طرح دوسرے بزرگوں نے بھی ایسا کیا ہے۔

حضرت مخدوم شیخ کبیرالدین چشتی گجرات کے سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے صوفیائے کرام میں صفِ اول کے بزرگوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اس چشتی حمیدی تارکینی میخانہ سے ہزاروں تشنگان بادۂ معرفت سیراب ہوئے اور منزلِ مقصود تک پہنچے۔ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، یہودی، پارسی ہر مذہب وملت کا انسان اس تاجدارِ ولایت کے دولت کدۂ روحانیت پر کاسۂ گدائی لیکر آیا۔ اور دامنِ مُراد کو بھر کر روانہ ہوا۔

مولوی عبدالحی لکھنوی نزہۃ الخواطر ج ۳ صفحہ ۱۲۷ پر آپ کے حالات میں لکھتے ہیں:

شیخ العالم الکبیر الزاهد کبیر الدین.... احد العلماء الربانیین لهٗ

---

[1] مناقب الحبیب ص ۶۸

مصنفات فی العلم منها شرحٌ نفیس علیٰ المصباح فی النحو یسمی بالدھن ارتحل فی آخر عمرہ الی گجرات فاقام بھا و درس و افادر ماناً طویلاً انتفع بہ کثیرٌ من الناس واخذ واعنھم اجلھم الشیخ حسین ابن خالد الناگوری ۔(سیدالعصاء، زاہد بے ریا)۔ شیخ کبیرالدین علمائے ربانیین میں سے تھے۔کئی علمی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ن میں علم نحو کی کتاب مصباح پر عمدہ شرح بھی لکھی ہے۔جس کا نام الدہن ہے۔اپنی آخری عمر میں گجرات تشریف لے گئے تھے۔وہاں عرصہ دراز تک درس وافادہ میں مصروف رہے۔ س دوران آپ سے لوگوں نے کثیر تعداد میں فیض پایا۔ان میں شیخ حسین بن خالد ناگوری ایسے فاضل بھی شامل ہیں)

پروفیسر خلیق احمد نظامی مرحوم آپ کے بارے میں اپنے خیال کا اس طرح اظہار کرتے ہیں۔''گجرات میں چشتیہ سلسلہ کی با قاعدہ تنظیم اور نشرواشاعت کا کام علامہ کمال الدین، شیخ یعقوب، شیخ کبیرالدین ناگوری اور سید کمال الدین قزوینی نے انجام دیا۔''

شیخ احمد علی چشتی (المتوفی ۱۲۸۱ھ) اپنی کتاب قصر عارفاں صفحہ ۱۳۲ پر تحریر کرتے ہیں کہ آپ کی روحانی تعلیمات نے گجرات کے علاقہ میں بڑی شہرت پائی۔ ہزاروں لوگ آپ کے دست حق پرست پر تائب ہوئے۔آپ کا خاندانی رشتہ آج تک جاری ہے۔ ہماری نگاہ سے وہ شجرہ گذرا ہے جو شیخ سعیدالدین کبیر سے لیکر نور شاہ قادری گجراتی تک ہے۔شیخ ممدوح سے ملک محمد (اختیار) ان سے سید یعقوب چشتی اُن سے اُن کے بیٹے سید عبدالوہاب اُن سے اُن کے بیٹے سید غریب اُن سے شاہ نور محمد کا سلسلہ ملتا ہے۔

حضرت میاں خان چشتی کا سلسلۂ طریقت بھی آپ تک پہنچتا ہے۔حضرت

میاں خان چشتی مرید ہیں۔ حضرت نظام لدین فاروقی نارنولی کے وہ مرید ہیں خواجہ خانون علی تاج ناگوری کے اور وہ مرید ہیں حضرت خواجہ مخدوم حسین ناگوری چشتی حمیدی کے، اور وہ مرید ہیں مخدوم الاولیاء حضرت شیخ کبیرالدین چشتی احمد آبادی کے (رحمتہ اللہ تعالی علیہم) اورہم وقت حضرت ملک محمد اختیار چشتی حمیدی اور کبیرالاولیاء کے برادرزادے مقبول رسول الثقلین حضرت خواجہ مخدوم حسین آپ کے خلفائے اعاظم میں سے تھے۔

حضرت رشید میاں احمد آبادی جو حضرت شیخ یحیٰی مدنی کی اولاد سے تھے۔
مخبرالاولیاء میں گوہر فشاں ہیں کہ:

شیخ فتح محمد عرف شمس خاں اور اُن کے لڑکے اشرف محمد عرف ظہیر خاں سلاطین گجرات کی وزارت کے عہدے پر فائز تھے۔وہ حضرت سلطان التارکین کی اولاد میں سے تھے۔

۲ فخر گجرات سید فخرالدین فخر قادری احمد آبادی مرحوم کے نانا صاحب جناب پیر فخرالدین چشتی صاحب فاروقی تارکینی اور ان کے برادر حقیقی عالم باکمال جناب منشی علاؤالدین صاحب چشتی فاروقی تارکینی جن سے فخر گجرات نے اُردو اور فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔بہت ممکن ہے کہ یہ حضرات مخدوم شیخ کبیرالدین چشتی کی اولاد امجاد سے ہی ہوں گے۔اس لئے کہ ہمارے شجرہ نسب میں حضرت کبیرالاولیاء کی اولاد احمد آباد گجرات میں ہونا تحریر ہے۔

آپ کی وفات ۱۹ ماہ ذیقعدہ ۸۵۸ھ میں ہوئی۔صاحب خزینۃ الاصفیاء مفتی

---

۱ تاریخ اولیاء گجرات صہ۱۰۲، سلطان التارکین صفحہ ۳۵۶ ۲ میخانہ غوث صفحہ ۷

غلام سرور لاہوری نے آپ کے سن وصال کا مادۂ تاریخ قبلۂ اہل جنت کبیر ۸۵۸ نکالا ہے۔

بحنت چو رفت از جہاں فنا | کبیر آں شہ و پیر بر ناز پیر
بتاریخ ترحیل آں شاہ دیں | بگو قبلہ اہل جنت ۸۵۸ کبیر

(شیخ وشاب کے پیر شاہ کبیر چونکہ دنیاء فانی سے جنت میں تشریف لیگئے۔ ان دین کے بادشاہ کے سن وصال کا مادۂ تاریخ "قبلۂ اہل جنت کبیر" بتادو)

حضرت کبیر الاولیاء اور آپ کی اہلیہ صاحبہ نیز حضرت ملک محمد اختیار اور اُن کی نیک بیوی کے مزارات بوہروں کے مقبرہ سے متصل سرس پور اور راجپور کے درمیان چہار تُوڑہ قبرستان کی جامع مسجد کے صحن میں دائیں جانب ایک چھتری میں ہے۔ آپ کا اور آپ کی زوجہ محترمہ کا مزار جانب مغرب ہے۔ اور ملک محمد اختیار اور اُن کی بیوی صاحبہ کا مرقد جانب مشرق ہے۔ روضۂ مبارک پر عوام وخواص آج بھی حاضری دیتے ہیں اور فیضیاب ہوتے ہیں۔

حضرت خواجہ مخدوم حسین ناگوری قدس سرہٗ

مُرشد راہ خدا، ہادی اہلِ صفا، رہبر ہر دو سرا، تاج عرفائے زماں، آفتاب چشتیاں غوث دوراں، مقبول رسول الثقلین، خواجہ مخدوم حسین، حضرت خالد چشتی کے صاحبزادے اور حضرت سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری کی چھٹی پشت میں پوتے ہیں۔ بایں طور کہ حضرت خواجہ خالد صوفی چشتی بن حضرت خواجہ نظام الدین صوفی چشتی بن حضرت خواجہ محمد صوفی چشتی بن حضرت خواجہ شیخ وحید الدین احمد صوفی چشتی بن حضرت خواجہ شیخ عزیز الدین صوفی چشتی بن حضرت سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری چشتی علیہم

الرحمۃ والرضوان۔

آپ بہت زیادہ خدا رسیدہ ولی، صاحب کرامات جلیلہ و مقامات علیہ تھے۔ شریعت وطریقت اور حقیقت کے مکمل حامل تھے۔اہل ہندوستان (پاکستان۔بنگلہ دیش) آپ کی ولایت وعظمت پر متفق ہیں۔ذوق میں اکمل، اور عشق میں اتم اور علم میں بھرپور تھے۔انتہا درجہ کے زاہد ومتقی تھے۔آپ سنت نبوی کے سخت پابند تھے۔کوئی کام شریعت کے خلاف نہیں کرتے تھے۔تمام روحانی و اخلاقی خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ ریاضت ومجاہدہ میں اپنا جواب آپ تھے۔عبادت وفقر میں لاثانی تھے۔

آپ کا مولد ومسکن ناگور شریف راجستھان ہے۔ہوش سنبھالنے کے بعد علم ظاہرو باطن کا شوق ہوا، اور اپنے خالو یا چچا حضرت کبیرالاولیا شیخ کبیرالدین چشتی کی بارگاہ میں ناگور سے احمد آباد حاضر ہوئے۔یہاں خُم خانہ چشتیہ حمیدیہ سے پیہم شراب معرفت کے جام بھر بھر کر پیئے جا رہے تھے اور تشنہ گان بادۂ عرفان اپنے آپ کو سرمست وبیخود کر رہے تھے۔ بقول جناب احسان فاروقی مرحوم:

پیئے جاتے ہیں پیہم بادۂ عرفاں کے پیمانے
ابھی جاری ہے خُم خانہ حمیدالدین صوفی کا

آپ بھی اس مے کے طالب تھے۔چنانچہ حضرت کبیرالاولیاء سے مرید ہو کر علم ظاہرو باطن کی تکمیل کی۔اس دوران آپ نے اپنے پیرومرشد کے سامنے اپنا حسب ونسب ظاہر نہیں کیا۔اور اپنے آپ کو بالکل پوشیدہ رکھا۔یہانتک کہ آپ کے والد ماجد حضرت شیخ خالد ناگوری حضرت کبیرالاولیاء کو جو سفارشی خط لکھتے تھے وہ بھی آپ اپنے پاس جمع کرتے

رہے۔ اور آپنے اپنے شیخ کو نہیں دکھائے۔ تاجدار روحانیت حضرت کبیرالدین چشتی کی بارگاہ سے ولایت وکرامت کا تاج اپنے فرق اقدس پر رکھے جانے کے بعد جب آپ اپنے وطن ناگور جانے لگے، اُسوقت اپنے رہنمائے شریعت وطریقت کو اپنے والد بزرگوار کے وہ خطوط دکھائے جو انہوں نے ناگور سے ارسال کئے تھے۔ حضرت کبیرالاولیاء کو خطوط پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ جس شہزادہ کے سر پر تاج خلافت رکھا گیا ہے وہ بھی گلشن حمیدیہ چشتیہ کا حسین وجمیل پھول ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ حق بمقدار رسید، نعمت باطنی گھر کی گھر میں رہی۔ پھر آپ سے ارشاد فرمایا کہ آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ میں شیخ خالد کا بیٹا ہوں۔ آپ نے عرض کیا اگر میں بتا دیتا تو آپ مجھسے خدمت نہیں لیتے اور جو نعمت مجھے خدمت کرکے میسر آئی ہے، میں اُس سے محروم رہ جاتا۔ حضرت کبیرالدین چشتی آپ کا یہ جواب سنکر بہت خوش ہوئے۔ اور مخدوم ناگوری کی ناگور روانگی کے وقت فرمایا کہ آپ کو سونا چاندی کی شکل میں بہت زیادہ مال ملیگا۔ اُسے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت صوفی حمیدالدین ناگوری کی خانقاہوں کی تعمیر میں صرف کرنا۔

بانی گنبد خواجۂ اعظم

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار فی اسرار الابرار میں رقم طراز ہیں

وسالہا مجاورت قبر حضرت خواجہ بزرگ معین الحق والدین کرد۔ وبعبادت مشغول شُد۔ در ماہیکہ اجمیر خراب بود۔ وحوالی اُو بیشہ شیراں گشتہ دراں زماں بربالائی قبر شریف عمارت نبود۔ اول کسیکہ دراں روضہ بنیاد عمارت نہاد او بود۔ وہم باشارت روحانیت خواجہ بنا گ[illegible]عت بتعلیم علوم دین و تلقین ارباب یقین مشغول شد۔ (صفحہ ۱۷۴)

(حضرت خواجہ مخدوم حسین ناگوری نے برسوں حضرت خواجہ بزرگ معین الحق والدین کی قبر کی مجاورت کی۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔ جس زمانہ میں کہ اجمیر غیر آباد تھا اور اسکے چاروں طرف شیروں کا جنگل تھا۔ اُسوقت (حضرت غریب نواز) کی قبر شریف کے اوپر عمارت نہیں تھی۔ سب سے پہلے جس شخصیت نے روضہ کی عمارت کی بنیاد رکھی (یعنی گنبد بنوایا) وہ آپ تھے۔ پھر آپ خواجہ بزرگ ہی کی روحانیت کے حکم سے ناگور شریف تشریف لے گئے۔ اور علوم دین کی تعلیم اور ارباب یقین کے طریقہ کی تلقین میں مشغول ہو گئے۔

[1] حضرت مخدوم ناگوری ایکبار سفر کے دوران ایک شہر میں پہنچے۔ اور سرائے میں قیام فرمایا۔ سرائے کی بھٹیاری کو روٹی پکانے کے لئے آٹا دیکر قرآن حکیم کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ آپ علامہ وقت ہونے کے علاوہ جید حافظ و قاری بھی تھے۔ لیکن ابھی قال تھا حال وارد نہیں ہوا تھا۔ بھٹیاری کے ایک چھوٹا لڑکا تھا وہ رونے لگا، بھٹیاری کہنے لگی یا اللہ کیا کروں دو۔ دو مصیبتیں ہیں۔ ایک تو یہ لڑکا رو رہا ہے۔ دوسرے یہ مُسافر قرآن شریف غلط پڑھکر مجھے گنہگار کر رہے ہیں۔ مخدوم ناگوری کو بھٹیاری کی یہ بات سُنکر حیرت ہوئی۔ فرمایا کہ اے نیک بخت میں قرآن شریف پڑھنے میں کیا غلطی کر رہا ہوں۔ کونسا لفظ یا حرف غلط پڑھ رہا ہوں۔ بھٹیاری بولی میں آپکی غلطی نہیں بتا سکتی۔ البتہ جب آپ کھانے سے فارغ ہو جائیں گے تو میں آپ کو اپنے اُستاد کے پاس لے چلوں گی۔ وہ آپکی غلطی بتا دیں گے۔ آپ کھانا کھانے کے بعد بھٹیاری کے ساتھ اُس کے اُستاد کے پاس تشریف لے گئے۔ ایک بزرگ کو اپنے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے دیکھا۔ بھٹیاری نے کہا حضرت یہ

---

[1] سلطان التارکین صفحہ ۳۵۵

مُسافر آپ کو قرآن سُنانا چاہتے ہیں۔ اُس کے اُستاد نے آپ سے قرآن پاک کی تلاوت کے لئے کہا، آپ نے ایک یا دو رکوع ہی سنائے ہوں گے، اُستاد نے کہا آپ قرآن شریف بہت غلط پڑھتے ہیں۔ اگر آپ قرآن صحیح کرنا چاہتے ہیں۔ تو آپ کو یہاں چند روز قیام کرنا ہوگا۔ اور از سرِ نو پڑھنا ہوگا۔ آپ نے کہا بہتر ہے۔ بھٹیارن کے اُستاد کی تعلیم سے آپ نے چند دنوں میں ہی اُن جیسا پڑھنا شروع کر دیا۔ اور قرآن مقدس ختم کیا۔ اُستاد نے کہا اب آپ میرے ساتھ ندی کے کنارے چلیں تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کی قرآن پاک کی تعلیم میں اور میری دی ہوئی تعلیم میں کیا فرق ہے۔ چنانچہ آپ اُن کے ساتھ ندی کے کنارے تشریف لے گئے۔ اُستاد نے کہا اب آپ پہلے جیسا قرآن پڑھئے۔ آپنے پڑھا لیکن کوئی تاثیر پیدا نہیں ہوئی۔ پھر کہا اب میری تعیم کے مطابق پڑھئے۔ آپ نے جوں ہی قرآن پاک کی تلاوت شروع کی۔ ندی سے زر و جواہر نکلنے لگے یہاں تک کہ ڈھیر لگ گیا۔ آپ نے اُن بزرگ سے کہا کہ میں آپ کے دیدار سے سرفراز ہونا چاہتا ہوں۔ اسلئے آپ اپنے چہرے سے نقاب اُٹھالیں۔ اُستاد نے کہا بہتر یہ ہے کہ آپ میرا منھ نہ دیکھیں ورنہ آپ کو تکلیف ہوگی۔ اسلئے کہ مجھ سے ایک گناہ ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے میرا منھ سور جیسا ہو گیا ہے۔ آپ نے جب تفصیل چاہی، تو کہا میں نے ایک روز امام سے پہلے سجدے سے سر اُٹھالیا تھا۔ آپ نے کہا کچھ بھی ہو آپ مجھے اپنا چہرہ دکھائیں۔ اُستاد نے اپنے منھ سے پردہ اُٹھایا، دیکھا کہ اُستاد کا چہرہ بدر کامل کی طرح درخشاں و روشن ہے۔ آپ نے کہا وہ بات تو نہیں ہے جو آپ نے کہی تھی۔ اُستاد نے کہا آپ خواجہ حسین ناگوری ہیں؟ آپ نے کہا ہاں، اُستاد نے کہا الحمد اللہ آج میری مراد پوری ہوگئی۔ آپ نے کہا کیسے؟ اُستاد نے کہا جب چہرہ امام سے پہلے سجدے سے سر اُٹھانے کی وجہ سے خنزیر جیسا ہو گیا تھا۔ میں رات

اور دن گریہ وزاری کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کرتا تھا کہ میرا چہرہ اصلی حالت پر آ جائے۔ ایک دن ہاتف غیبی نے کہا جب آپ خواجہ حسین ناگوری کا رُخ روشن دیکھو گے تو آپ کا چہرہ اصلی حالت پر آ جائیگا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اُس نے آپ کے دیدار پرانوار کی برکت سے میری صورت کو اصلی حالت پر کر دیا۔

وہاں سے روانہ ہو کر آپ ایک ایسے شہر میں پہنچے جہاں کا حاکم کافر اور بہت ظالم تھا۔ اُس نے ہر مسلمان کے گھر میں جبراً ایک سُور بندھوا رکھا تھا۔ آپ جس گھر میں داخل ہوتے یہی ماحول نظر آتا۔ آخر ایک شخص نے کہا کہ آپ گھر میں آ جائیں، خنزیر بھی ایک مخلوق ہے۔ ایک طرف بندھا ہوا ہے آپ کا کیا لیتا ہے؟ آپ وہاں قیام پذیر ہو گئے۔ نماز کا وقت ہونے پر میزبان کی لڑکی نے اپنے باپ سے کہا بابا بیت اللہ میں اذان ہو گئی ہے۔ جلدی کیجئے۔ وہ شخص لوٹا لیکر روانہ ہوا، آپ سے دریافت کیا کہ آپ یہیں نماز ادا فرمائیں گے یا خانہ کعبہ میں؟ آپ نے فرمایا میں بھی بیت اللہ میں نماز پڑھوں گا۔ میزبان نے اپنی لڑکی سے کہا، جب یہ مہمان کھانا کھالیں تو انہیں بھی اپنے ساتھ لے آنا، آپ ابھی کھانے میں مشغول تھے۔ لڑکی نے کہا جلدی کیجئے خانہ کعبہ میں جماعت ہونے والی ہے۔ آپ کھانے سے فارغ ہوئے۔ لڑکی نے اپنے پاؤں پر پاؤں رکھکر، آنکھیں بند کر کے یا کوئی پڑھنے کے لئے کہا، وہ لڑکی علم ظاہر سے نابلد تھی، اس لئے قاف کے بجائے کاف پڑھتی تھی۔ آپ نے یا قوئی کہا، لڑکی نے کہا یا کوئی کہیے، آپ نے پھر یا قوئی کہا، لڑکی نے کہا میں جس طرح یا کوئی کہتی ہوں اُس طرح کہیے۔ ورنہ ہم نماز با جماعت سے محروم ہو جائیں گے۔ خانہ کعبہ میں تکبیر تحریمہ ہو چکی ہے، آپ نے یا کوئی کہا اور خانہ کعبہ میں پہنچکر نماز با جماعت ادا کی، نماز کے بعد میزبان شخص نے کہا آپ یہیں پر رہیں گے یا ہمارے

ساتھ چلیں گے۔ آپ نے فرمایا واپس جاؤنگا۔ آپ نے حسب سابق میزبان کے پاؤں پر پاؤں رکھکر یا کوئی کہا اور شہر مذکور میں آ گئے۔ اور وہاں سے روانہ ہوکر اپنے وطن آ گئے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب اخبار الخیر انی اسرار الابرار میں تحریر فرماتے ہیں:

کہ اور وری عرس جد بزرگوار خود کردہ و طعام را بمردم بخشش نمودہ و حصہ خود را از طعام برائے وقت افطار نگاھداشتہ واکثر از انچہ دراں دیار در اعراس بپزند برنج و جغرات و ساگ و امثال آں باشد آں طعامہا دریک ظرف مخلوط بیکدیگر نگاہ داشتہ بود۔

(کہ حضرت خواجہ مخدوم حسین ناگوری نے ایک دن اپنے دادا بزرگوار [حضرت سلطان التارکین] کا عرس کیا اور لوگوں کو کھانا کھلایا۔ اور اپنے کھانے کا حصہ روزہ افطار کرنے کے لئے حفاظت سے رکھدیا اور اس علاقہ میں ایام عرس میں اکثر جو کچھ پکایا جاتا ہے چاول اور دہی اور ساگ اور ان سے ملتا ہوا کھانا، وہ ایک برتن میں ملا کر رکھ چھوڑا۔

اچانک مردان غیب میں سے چار حضرات کوڑھ کی بیماری میں مبتلا، اس حال میں آئے کہ اُن کی ہاتھوں کی انگلیوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ اور اُنہیں کوئی نہیں پہچانتا تھا۔ اُنہوں نے آپ سے کھانا طلب کیا، آپ نے وہ کھانا جو اپنے افطار کے لئے رکھا تھا اُن کے سامنے لاکر رکھ دیا، اُن چاروں حضرات نے کھانا کھایا۔ اور جو برتن میں باقی بچا، اس کے لئے آپ سے فرمایا کہ آپ کھالیں۔ آپ نے حال کے غلبہ اور سچی طلب اور شدت خواہش کی بنا پر وہ سب کھالیا۔ اور اُسی دن سے آپ کو مزید (روحانی) ترقی کا موقعہ میسر آیا۔

آپ حضرت سید کائنات علیہ افضل الصّلوٰت واکمل التحیات کی محبت میں انتہائی سرشار تھے۔ مکان اور کنواں اور باغ جو کچھ آپ کے پاس تھا وہ سب حضور کے نام پر وقف کر دیا تھا۔ مثلاً مکان کا نام محل النبی (پھول محل) کنویں کا نام نبی جی کی باؤلی [1] اور قرآن پاک کی تفسیر جو آپ نے تحریر فرمائی تھی اُس کا نام نور النبی رکھا تھا۔

[2] منقول ہے کہ ایک روز آپ پر سماع میں کیفیت طاری تھی۔ آپ اسی حالت میں جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ اور ایک خاکروب جو آپ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا تھا۔ اور ظاہری و باطنی پاکیزگی حاصل کر چکا تھا۔ وہ اور قوال بھی خواجہ مخدوم حسین ناگوری کے پیچھے روانہ ہوئے۔ ناگور شریف سے باہر ایک نہایت گہرا حوض (گیندانی تالاب) ہے۔ خواجہ وجد کی حالت میں اس حوض پر اس طرح چلنے لگے، جسطرح زمین پر چلتے ہیں۔ اور اس خاکروب نے بھی آپ کی پیروی کی۔ اور حوض پر چلنے لگا۔ قوال آگے قدم نہیں بڑھا سکا، وہیں کھڑا رہا۔

آپ اپنی تعظیم و تکریم کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ اور ہمیشہ عاجزی و انکساری سے کام لیتے تھے۔ فرماتے تھے میں مُلا حُسین رانک ہوں۔ اور رانک کمینہ آدمی کو کہتے ہیں۔ جو لوگوں میں سب سے کمتر ہو۔

عاشق کو اپنے معشوق کی اور محب کو اپنے محبوب کی قربت و نزدیکی حاصل کرنے کے لئے اپنی انانیت و پندار کو ختم کرنا پڑتا ہے۔ اور غرور و تکبر ترک کرنا ہوتا ہے۔ ورنہ بزم

---

[1] پکا کنواں جس میں سیڑھیاں بنی ہوتی ہیں (فیروز اللغات) یہ باوڑی ناگور شریف کے ملیوں کے محلہ چنار میں تھی۔ راقم پیر محمد علی ہاشمی نے ۱۹۶۹ء میں اس کی زیارت کی تھی۔ پیر اسلام الدین صاحب مخدومی کے بقول اس میں کتبہ بھی تھا۔ [2] اخبار الاخیار صفحہ ۱۷۵

جاناں میں آنے کا اہل نہیں ہوسکتا، مخدوم ناگوری نے جب اپنی ''میں'' کو ختم کیا، اور انانیت کو ترک کیا تو بزم جاناں میں آنے کے اہل ہوگئے اور مقامات رفیعہ و درجات جلیلہ سے نواز دیئے گئے۔ سچ ہے۔

آتا ہے جو بزم جاناں میں پندار خودی کو توڑ کے آ
اے ہوش و خرد کے دیوانے یاں ہوش و خرد کا کام نہیں

آپ کے پاس بیل گاڑی تھی وہ آپ کی کاشتکاری اور سواری کے کام میں آتی تھی، بیلوں کو گھاس اور چارا خود ڈالتے اور خود ہی چلاتے تھے۔ انتہائی پرانا اور معمولی کپڑا زیب تن فرماتے تھے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب اخبار الاخیار نے آپ کے بڑے پوتے حضرت شیخ عبدالقادر مخدومی کے پاس آپ کے کپڑوں کی زیارت کی ہے۔ پگڑی اور لباس اور پائجامہ تینوں ایک ہی قسم کے کپڑے کے تھے۔ ان میں ہر اک کپڑا ایک پیسہ فی گز سے زیادہ قیمت کا نہیں تھا۔

[1] سلطان غیاث الدین خلجی بادشاہ مانڈو گڈھ جو آپ کا معتقد تھا۔ اُس نے آپ کو بارہا مانڈو گڈھ بلوایا، لیکن آپ تشریف نہیں لے گئے۔ حسن اتفاق سے اُنہیں دنوں ایک بزرگ حضرت سید عبداللہ مدینہ پاک سے ہجرت فرما کر قیام کرنے کی نیت سے پناہ کی تلاش میں بیجاپور دکن تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں اُن کا مانڈو گڈھ سے گزر ہوا، سلطان غیاث الدین خلجی نے اُنہیں شاہی محل میں مہمان رکھا۔ اور عزت و احترام کے ساتھ پیش آیا۔ حضرت سید عبداللہ کو ورثہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کا ایک موئے

---

[1] سلطان ۔ الدین خلجی نے ۹ رمضان ۹۰۶ھ مطابق ۲۹ مارچ ۱۵۰۱ء میں وفات پائی (مالوہ کی کہانی صفحہ ۷۷)

مبارک ملا تھا۔ وہ اُن کے پاس تھا۔ بادشاہ نے موئے مبارک کی خود بھی زیارت کی اور اپنی رعایا کو بھی زیارت کرائی۔ سلطان کے امراء و وزراء نے بادشاہ سے عرض کیا اگر یہ خبر حضرت مخدوم حسین ناگوری کو ناگور شریف میں ہو جائے تو حضرت بغیر بلائے تشریف لے آئیں گے۔ کیونکہ وہ عاشق رسول اللہ صلی علیہ وسلم ہیں۔ سلطان نے آپ کو خبر پہنچا دی۔ آپ نے اسی وقت نعت پڑھی اور درود شریف پڑھتے ہوئے بذریعہ بیل گاڑی مانڈو کے لئے روانہ ہو گئے۔ جب مانڈو کے قریب پہنچے تو بادشاہ آپکے استقبال کے لئے باہر آیا۔ ایک بزرگ بیل گاڑی میں بیٹھے آتے ہوئے نظر آئے۔ جن کے کپڑے گرد آلود تھے۔ خیال کیا، خواجہ مخدوم حسین ناگوری کوئی دوسرے بزرگ ہیں۔ بادشاہ کے آدمیوں کے معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ گل گلزار خواجہ معین الدین چشتی، شمع شبستان صوفی حمید الدین ناگوری، بزرگان چشت اہل بہشت کے نور عین، قبلۂ کونین، کعبۂ دارین خواجہ مخدوم حسین آپ ہی ہیں، جن کی ولایت و کرامت کا چرچہ چہار دانگ عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ علماء ان کے در سے علم کے بھیک مانگتے ہیں۔ فقراء ان کے آستانہ سے فقر کے طالب نظر آتے ہیں۔ شاہان زمانہ ان کے قدموں میں سرخم کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ سلطان غیاث الدین خلجی نے مخدوم ناگوری کی تشریف آوری اور سید عبداللہ کی موئے مبارک کے ساتھ آمد کو باعث خیر و برکت جانا اور دونوں بزرگوں کے ساتھ محل میں داخل ہوا۔ حضرت مخدوم ناگوری موئے مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جیسے ہی آپ کی موئے مبارک پر نظر پڑی موئے مبارک خود بخود آپ کے ہاتھوں پر آگئے۔ آپ نے موئے مبارک کو بوسہ دیا، آنکھوں سے لگایا اور حضرت سید عبداللہ سے بغلگیر ہو کر خلوص و محبت کا اظہار فرمایا۔ اس کے بعد سلطان غیاث الدین خلجی آپ کو اپنے والد محمود خلجی کی قبر پر لے گیا۔ اور آپ نے کشف کے ذریعہ

صاحب قبر بادشاہ محمود خلجی کی حالت معلوم کرکے بادشاہ کو بتائی۔ سلطان نے آپ کو قیمتی تحائف دینے چاہے لیکن آپ نے قبول نہیں فرمائے۔ کہتے ہیں کہ آپ کے صاحبزادہ کے دل میں تحائف لینے کی رغبت پیدا ہوئی۔ مخدوم ناگوری کو کشف کے ذریعہ معلوم ہو گیا۔ آپ نے فرمایا یہ سانپ ہیں اور سانپ کو کوئی بھی رکھنا پسند نہیں کرتا۔ جب زیادہ خواہش دیکھی، فرمایا اچھا اس میں سے کچھ لے لو اور اس رقم کو حضرت خواجہ بزرگ معین الدین چشتی اور حضرت صوفی حمید الدین ناگوری کے مزارات کی تعمیر میں صرف کرنا۔ کیونکہ اس بارے میں میرے شیخ کبیر الاولیاء نے کہا تھا کہ آپ کو دولت ملے گی اُسے اپنے مشائخ کے روضوں کی تعمیر پر خرچ کرنا، کہتے ہیں کہ آپ کو اپنی تمام عمر میں اس دولت سے زیادہ دولت نہیں ملی، جتنی مانڈوگڈھ میں دستیاب ہوئی۔

تعمیر روضۂ خواجہ بزرگ اور دروازۂ سلطان التارکین

[1] وہ عمارت (گنبد) جو خواجہ کی قبر مبارک کے اوپر ہے، آپ نے تعمیر کرائی۔ اور خواجہ (بزرگ) کے روضہ کا دروازہ مانڈوگڈھ کے کسی دوسرے بادشاہ نے (خواجہ صاحب) کے روضہ کے بعد بنوایا ہے۔ اور (سلطان التارکین) شیخ حمید الدین کی (درگاہ) کے دروازہ کی عمارت جو ناگور میں ہے، وہ بھی آپ کی بنوائی ہوئی ہے۔ اور ناگور کے مقبرہ کی چاردیواری سلطان محمد تغلق کی بنوائی ہوئی ہے۔

[2] حضرت سید عبداللہ مالوہ سے چلکر بیجاپور میں سکونت پذیر ہو گئے۔ آپ کا خاندان ۱۶۶۸ء تک وہاں امن وامان اور سکون کے ساتھ زندگی بسر کرتا رہا، لیکن جب

---

[1] اخبار۔ صفحہ ۱۷۶ [2] بزرگان دین مالوہ ہندی صفحہ ۱۰۸

بادشاہ اورنگ زیب نے دکن فتح کیا تو سید عبداللہ کے صاحبزادے سید حمید موئے مبارک کے ساتھ بیجاپور سے کرناٹک ہجرت فرما گئے اور جہان آباد میں ایک کشمیری بزرگ حضرت نورالدین سے ملاقات کی۔ اُنہوں نے اپنے کشف سے موئے مبارک معلوم کرنے کے بعد اُسے حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت سید حمید نے موئے مبارک دینے سے انکار کیا۔ اُسی رات خواب میں حضور سید عالم صلی علیہ وسلم کا سید حمید کو حکم ہوا کہ وہ حضرت نورالدین کشمیری کو موئے مبارک دیدیں۔ اور حضرت نورالدین سے ارشاد فرمایا کہ وہ کشمیر میں ڈل جھیل کے کنارے ایک درگاہ تعمیر کر کے موئے مبارک وہاں رکھدیں۔ سید حمید نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حُکم کے مطابق موئے مبارک حضرت نورالدین کے حوالہ کئے۔ اور حضرت نورالدین موئے مبارک لیکر فوراً کشمیر کی جانب روانہ ہو گئے

اورنگ زیب بادشاہ کو جب حضرت نورالدین کے پاس موئے مبارک ہونے کا علم ہوا تو انہوں نے یہ خیال کر کے کہ کشمیری بزرگ عوام کو گمراہ کر رہے ہیں۔ اُنہیں لاہور میں گرفتار کر لیا، لیکن چونکہ اورنگ زیب خود بھی پابند شریعت تھے، اُنہیں کشف کے ذریعہ معلوم ہونے پر کہ موئے مبارک صحیح ہے، موئے مبارک کو حفاظت کی غرض سے اجمیر شریف بھیج دیا۔ اس کے بعد اورنگ زیب بادشاہ کو نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ موئے مبارک کشمیر میں ہی رہنا چاہیئے۔ بادشاہ نے حضرت نورالدین کی تلاش کی، لیکن موئے مبارک چھن جانے کے صدمہ کی وجہ سے حضرت نورالدین کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس لئے اورنگ زیب نے کشمیری بزرگ کے غلام زادے کو موئے مبارک کشمیر لیجانے کی ذمہ داری سپرد کی۔ اور ۱۷۰۰ء میں موئے مبارک کشمیر پہنچے اور موئے مبارک کو بڑے جوش و خروش سے ڈل جھیل کے کنارے خانقاہ نقشبندیہ میں رکھا گیا۔ جب یہ جگہ زائرین کے قیام

کے لئے تنگ پڑنے لگی تو موئے مبارک کو باغ صادق میں منتقل کر دیا گیا۔ باغ صادق کھاہ کو موئے مبارک کی نسبت سے پہلے تو آثار شریف کہا گیا۔ اور بعد میں حضرت بل کے نام سے مشہور ہو گیا۔ موئے مبارک ایک شیشی کی نلکی میں ہے۔ یہ نلکی زردوزی کے کام سے مزین ایک کپڑے کے غلاف میں محفوظ ہے جسے ایک منقش چوبی بکس میں رکھا گیا ہے۔ یہ بکس حضرت بل کی پہلی منزل پر ایک کمرے میں ہے۔ شیخ عبداللہ مرحوم نے ۱۹۷۰ء میں حضرت بل کے نگراں اعلیٰ ہونے کے بعد درگاہ کی مغل دور کی عمارت کے ساتھ ایک عالیشان مسجد تعمیر کی تھی۔

جھنجھنوں میں آپکا چلہ

[1] حضرت مخدوم حسین ناگوری جب بزرگوں کی ملاقات کے لئے ناگور شریف سے دہلی جاتے تو براہ جھنجھنوں تشریف لیجاتے۔ اُسوقت شہر جھنجھنوں آباد نہیں ہوا تھا۔ یہاں جھوجھار جاٹ کی ڈھانی تھی، جس کے نام سے شہر جھنجھنوں آباد ہوا۔ محلہ پیرزادگان میں جس جگہ آپ کا چلہ ہے پیر کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں جنگل تھا۔ پیلو، کیر وغیرہ کے درخت لگے ہوئے تھے۔ اِن درختوں کے درمیان میں ایک بڑا پتھر رکھا ہوا تھا۔ آپ اُس پر بیٹھکر عبادت کیا کرتے تھے۔ اور چند روز قیام فرماتے تھے۔ [2] ان دنوں نواب خاں جہانی عرف قیام خاں کو، جن کی اولاد قایم خانی کہلاتی ہے، بادشاہِ وقت سید خضر خاں نے دریائے جمنا میں غرقاب کروا دیا تھا یا قتل کروا دیا تھا۔ اور حصار کی حکومت چھین لی تھی۔ اُن کے بڑے لڑکے نواب محمد خاں دوڑتے پھرتے تھے اور پریشان حال تھے۔ وہ آپ کی

---

[1] سلطان [illegible] ین صفحہ ۳۷۴

[2] ۲۰ [illegible] الاول ۸۲۲ھ مطابق ۱۴۱۹ء میں یہ واقعہ پیش آیا (واقعات قوم قایم خانی صفحہ ۳۳)

خدمت میں آئے اور سلام کیا۔ آپ نے جواب سلام کے بعد فرمایا آؤ میرے بھومیو (جاگیردار)۔ نواب محمد خاں نے عرض کیا، حضرت ہم کہاں سے بھومیے ہوئے؟ ہمارے باپ کو بادشاہ نے مروادیا، حکومت چھین لی، اور ہم پریشانی میں ادھر اُدھر گشت کر رہے ہیں۔ ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ نے چاہا، آپ لوگ اس علاقہ کے بھومیے ہو جاؤ گے۔ اور یہاں کی حکومت مل جائے گی۔ نواب محمد خاں نے کہا حضور ہم پیاسے ہیں پانی عطا فرمائیں۔ آپ نے پانی سے بھرا ہوا آفتابہ (لوٹا) دیا، جس سے سیکڑوں آدمی سیراب ہو گئے، اور لوٹے میں جتنا پانی تھا اُتنا ہی رہا۔ آپ کی یہ کرامت دیکھکر نواب محمد خاں اور اُن کے اہل خاندان آپ کے معتقد ہو گئے۔ اور آداب بجالا کر روانہ ہوئے۔ بالآخر مخدوم ناگوری کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے الفاظ بارگاہ ایزدی میں مقبول ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاء کی برکت سے نواب محمد خاں کے خاندان کو جھنجھنوں اور فتحپور کی نوابی عطا فرمائی۔

مخدوم ناگوری کا چلہ ہندو مسلم اتحاد کا بہترین نمونہ ہے۔ آج بھی یہ طریقہ ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں جس کے گھر میں شادی ہوتی ہے تو شادی کے بعد دولہا، دلہن کو یہاں لاکر سلام کرایا جاتا ہے۔ اور نیاز دلائی جاتی ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ کے مشہور قایم خانی بزرگ حضرت قمر الدین علیہ الرحمہ جن کا آستانہ فیض کاشانہ جھنجھنوں کے کانو پیر (خانو پیر) پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ اکثر آپ کے چلہ پر حاضری دیکر مُراقب ہوا کرتے تھے۔ آپ کے چلہ پر پیرزادگان جھنجھنوں نے گنبد بنوادیا ہے اور چلہ کے احاطۂ نور میں اکثر اہل اللہ کے مزارات ہیں۔ مہاراجہ کھیتڑی نے عالیشان دروازہ تعمیر کر کے آپ سے عقیدت کا ثبوت دیا۔

آپ کی تصانیف

قرآن پاک کی عربی میں ایک تفسیر تحریر فرمائی۔ اس کا نام تفسیر نور النبی ہے۔ ہر پارہ کی علیحدہ علیحدہ تفسیر ہے۔ اور ہر اک کی جدا جدا جلدیں ہیں۔ اس میں آپ نے حل تراکیب اور قرآن حکیم کے وہی معنی جو دوسرے مفسرین نے لکھے ہیں، بڑی وضاحت سے بیان کئے ہیں۔ آٹھویں پارے کی ایک بڑی ضخیم جلد مولینا عبدالرحمن صاحب ولد پیر عبدالحمید عثمانی ناگوری علیہ الرحمہ کے پاس ہے۔ راقم الحروف نے زیارت کی ہے۔ اُس پر یہ عبارت تحریر ہے:

ابتداء في تصنيف نور النبي عليه السلام في السابع عشر من رجب المرجب قدرهٗ يوم الجمعه في الشهر المبارک اَلْمُسَمّىٰ بالناگور في الروصة المباركة المقدسة من رياض الجنة لقطب المدار العالم سلطان التاركين شيخ حميد الدين محمد بن احمد بن محمد الصوفي السعيدى عند الشيخ المعظم المكرم في جانب الوجه والمطر تقطر وقت الشروع في كتابة التسمية والحمد والصلوٰة فجاء رجل وقام علىٰ رأس المصنف رحمة الله اخذ الكساء علىٰ القرطاس والنور يخرج من القلم وكان التاريخ سنة ٨٥٦ هجرى ستة وخمسين و ثمانية مائة.

(تفسیر نور النبی علیہ السلام کی تصنیف کی ابتداء ۱۷ رجب المرجب کو (اللہ تعالٰی اس کی قدر زیادہ کرے) جمعہ کے دن شہر مبارک ناگور میں قطب مدار عالم سلطان التارکین شیخ حمید [illegible] ین محمد بن احمد بن محمد صوفی سعیدی کے روضہ مبارکہ مقدسہ میں جو جنت کے

باغوں میں سے ہے۔ شیخ معظم مکرم (سلطان التارکین کے مرقد کے) پاس چہرے کی جانب ہوئی۔ اور تسمیہ، حمد اور صلوٰۃ کی تحریر شروع کرتے وقت بارش برس رہی تھی۔ پس ایک مردِ غیب آئے اور انہوں نے مصنف (مخدوم ناگوری) رحمتہ اللہ علیہ کے سرہانے کھڑے ہو کر کاغذ پر چادر تان لی۔ تاکہ کاغذ پر بارش کے قطرات نہ پڑیں۔ اور آپ کی قلم سے نور نکل رہا تھا۔ اور یہ تفسیر ۸۵۶ھ میں لکھی گئی)

۱؎ اصول انوار درباب تذکرۂ ابرار، تصنیف فرمائی جسمیں خانوادۂ چشت کے مشائخ کے حالات اور اُن کے نسبوں کا حال اصول کے طور پر لکھا گیا ہے۔

مفتاح کی قسم ثالث کی شرح تحریر کی۔

۲؎ حضرت شیخ احمد غزالی کی سوانح کی بھی شرح قلمبند فرمائی۔

ان کے علاوہ آپ کے بہت سے رسالے اور مکتوبات بھی ہیں۔

حضرت مخدوم ناگوری کے سب سے زیادہ مشہور خلیفہ اور مُرید آپ کے ہر دو صاحبزادگان یعنی حضرت خواجہ معروف چشتی اور حضرت مخدوم الهدیہ چشتی اور حضرت شیخ احمد مجد شیبانی نارنولی تھے۔ خواجہ خانون گوالیاری جن کا چلہ جھنجھنوں کے کانو پیر (خانو پیر) پہاڑ پر ہے۔ آپ کے خلفائے اعاظم میں سے تھے۔

۱۳ محرم ۹۰۱ھ میں وصال فرمایا۔ صاحب خزینۃ الاصفیاء مولوی غلام سرور لاہوری نے یہ قطعہ تاریخ کہا ہے:

کرد رحلت چو از جہان فنا	شد بدار السلام خاص حسین
عارف متقی است تاریخش	ہم بفرما امام خاص حسین

۱؎ اذکار ابرار صفحہ ۱۹۳ ۲؎ سلطان التارکین صفحہ ۳۶۲

مرقد انور حضرت سلطان التارکین کے مزار مبارک کے پائیں جانب ناگور شریف راجستھان میں ہے۔

حضرت خواجہ نصیرالدین چشتی

پیشوائے اہل یقین، غواص دریائے دین، دُرِ بحر یقین حضرت خواجہ نصیرالدین چشتی تارکینی فاروقی المعروف پیر بھورن شاہ رحمۃ اللہ علیہ سلطان التارکین کی اولاد امجاد سے ہیں۔

اُستاذ الشعراء فخر گجرات مولانا سید فخرالدین قادری مرحوم کے خاندانِ مادری کے بزرگوں میں سے تھے۔ مزار مبارک محلہ خانپور احمد آباد گجرات میں شاہ وجیہ الدین قدس سرہٗ کے آستانہ فیض کاشانہ سے کچھ فاصلہ پر ہے۔ قدم رسول کے نام سے مشہور ہے۔ مرقد انور پر یہ کتبہ کندہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ •

لاالٰہ الااللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ

صاحب مرقد ہٰذا

[1] فاضل عصر عارف باللہ حضرت خواجہ نصیرالدین چشتی تارکینی فاروقی المعروف پیر بھورن شاہ رحمۃ اللہ علیہ از بزرگان خاندانِ مادری استاذ الشعراء فخر گجرات مولانا سید فخرالدین قادری احمد آبادی مہتمم آستانہ ھٰذا

---

[1] ما... ...سف صاحب ہاشمی منصوری لالی والوں کے شکریہ کے ساتھ

حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ

مشیخت مآب، رفعت آیات، کمالات انتساب، نتیجۂ اولیاء عظام حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ حضرت خواجہ ابوالفتح بن حضرت خواجہ معروف چشتی بن حضرت خواجہ مخدوم حسین ناگوری چشتی کے صاحبزادے ہیں۔[1] مولانا عالم کابلی (المتوفی ۹۲۲ھ) اپنے تذکرہ فواتح الولایہ میں لکھتے ہیں کہ ''میں نے اجمیر شریف میں شیخ عبدالقادر بن شیخ ابوالفتح سے شرف ملاقات حاصل کیا تھا۔ جو خواجہ معروف بن شیخ حسین بن خالد کے پوتے ہیں۔ اور نیز میں نے آپ سے تحقیق نسب بھی کی تھی۔ فرمایا کہ ہمارے بڑے باپ چار واسطوں سے شیخ حمیدالدین سوالی تک پہنچتے ہیں۔''

آپ سلسلۂ چشتیہ حمیدیہ کے اولیاء کاملین میں سے ہیں۔ جیسا کہ ضمیمہ من قب المحبوبین صفحہ ۳۳ پر ہے کہ:

شیخ عبدالقادر که ولی کامل بودند در عهد اکبر شاه دهلی

(شیخ عبدالقادر جو ولی کامل تھے وہ شاہِ دہلی اکبر بادشاہ کے زمانہ میں ہوئے ہیں)

یہی وجہ ہے کہ تخت پر بیٹھنے والے ہوں یا چٹائی پر لیٹنے والے، بادشاہ ہوں یا فقیر، سب آپ کے عقیدتمندوں میں نظر آتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے محدث وقت اور باکمال بزرگ آپ کی ولایت وعظمت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

[2] خواجہ حسین ناگوری کی اولاد میں شیخ عبدالقادر ایک بزرگ تھے جو فقیرانہ مسلک

---

[1] اذکار ابرار ترجمہ اُردو گلزار ابرار صفحہ ۱۹۳ [2] اخبار الاخیار صفحہ ۱۷۵

رکھتے تھے۔ وہ دہلی تشریف لائے تھے۔ شیخ عبدالقادر کے پاس (آپ کے جد امجد) خواجہ حسین ناگوری کے اکثر تبرکات تھے۔ اُن کی زیارت کی گئی تھی۔ پگڑی اور لباس اور پائجامہ تینوں ایک ہی قسم کے کپڑے کے تھے۔ اُن میں ہر ایک کپڑا ایک پیسہ فی گز سے زیادہ قیمت کا نہیں تھا۔

آپ نے ۹۸۸ھ میں دہلی میں قدم رنجہ فرمایا، بادشاہ دہلی جلال الدین محمد اکبر نے آپ کی بزرگی اور تقدس سے متاثر ہوکر آپ کو باکرہ نذر کیا اور جاگیر پیش کر کے یہ سند لکھی:

هوالقوی العزیز

حکم شد که داروغه و دیوان کمیل و مقدمان پرگنه جهونجهون[1] بدانند که موضع بکرا (باکره) من اعمال پرگنه مذکور دروجه مدد معاش جناب مشیخت مآب رفعت آیات کمالات انتساب نتیجه اولیاء عظام حضرت شیخ عبدالقادر نبیره حضرت سلطان التارکین خواجه حمیدالدین صوفی ازابتدائے حریف مومانیل مقرر فرمودیم باید که مذکور را متصرف بکسان مومی الیه گزارند که حاصلات آنرا سال بسال تصرف خود نمایند و هیچ احدے برآں موضع تدخل نکند و تصدیعه نرساند. دریں باب زیاده تاکید دانند. تحریر تاریخ ۹ رجب المرجب ۹۸۸ھ

مہر شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر

---

[1] ساب قلمی

(حکم ہوا داروغہ اور دیوان کفیل اور پرگنہ جھونجھوں (جھنجھنوں) کے مقدمان کو معلوم ہو کہ موضع بکرا (باکرہ) جو پرگنہ مذکور کے اعمال میں سے ہے۔ ہم نے جناب مشیخت مآب رفعت آیات، کمالات انتساب نتیجہ اولیاء عظام شیخ عبدالقادر نبیرۂ حضرت سلطان التارکین خواجہ حمیدالدین صوفی کی مدد معاش کے لئے ابتدائے خریف سے مقرر فرمایا ہے۔ موضع باکرہ پر حضرت شیخ عبدالقادر کی اسامی ہی قابض ہونی چاہیئے۔ تاکہ وہ اس کے حاصلات کو سال بسال اپنے تصرف میں لائیں۔ اور کوئی شخص اس گاؤں میں دخل اندازی نہ کرے۔ اور تکلیف نہ پہنچائے۔ اس بارے میں مزید تاکید کی ضرورت نہیں۔ تحریر تاریخ ۹ رجب المرجب ۹۸۸ھ) (مہر)

حضرت شیخ کمال الدین رحمتہ اللہ علیہ

مقتدائے دین پیشوائے اہل یقین، شمع شبستان سلطان التارکین حضرت شیخ کمال الدین، حضرت شیخ عبدالقادر چشتی حمیدی کے صاحبزادے ہیں۔ علم ظاہر و باطن دونوں کے جامع تھے۔ آپ پیرزادگان جھنجھنوں، فتحپور شیخاواٹی اور سیکر کے مورث اعلیٰ ہیں۔ نواب شمس الدین خاں [1] قایم خانی نے ۸۹۱ھ میں شہر جھنجھنوں کی بنیاد ڈالنے کے بعد یہ خیال کیا کہ جن بزرگ کی دعاء کی برکت سے علاقۂ جھنجھنوں کی حکومت ملی۔ اُن سے جھنجھنوں میں قیام کرنے کی درخواست کی جائے۔ نواب مذکور نے اپنے والد نواب محمد خاں کی معیت میں حضرت مخدوم حسین ناگوری کی کرامت دیکھی تھی۔ دوسری کرامت یہ بھی دیکھی کہ مخدوم ناگوری نے جو فرمایا تھا وہی ہوا، یعنی علاقۂ جھنجھنوں کی حکومت ملی، حضرت مخدوم حسین ناگوری کا انتقال ہو چکا تھا۔ لہٰذا حضرت شیخ کمال الدین چشتی کو مدعو کیا گیا۔ اور آپ کی پہلی

[1] واقعات قوم قایم خانی صفحہ ۷۵

اہلیہ کے انتقال کے بعد جو ناگور کی پیرزادی تھیں اپنی بیٹی بی بی مکھن [1] آپکے نکاح میں دی اور اعزاز و اکرام سے بھی نوازا۔

نواب شمس الدین خاں جو ایک دیندار، خوش عقیدہ، اولیاء کرام سے محبت رکھنے والے نواب تھے اُن کی وفات کے بعد اُن کے جانشین بھی حضرت کی اولاد سے عقیدت رکھتے رہے۔ چنانچہ صاحب واقعات قوم قیم خانی نے مؤلف شجرۃ المسلمین حضرت خواجہ نجم الدین چشتی سلیمانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نواب [2] شمس الدین ثانی نے شیخ المشائخ حضرت شیخ جمال، حضرت شیخ قطب، حضرت شیخ فیروز صاحبزادگان حضرت شیخ کمال الدین چشتی کو بطور عطائے جاگیر موضع باکرہ خرد کا پٹہ ۱۰۱۴ھ میں پیش کیا۔ اور اس پر نواب شمس خاں ثانی کی مہر اور دستخط ثبت ہیں۔ مہر کا مسجع یہ ہے (بندہ درگاہ رحمانی شمس خاں قائم خانی)

حضرت پیر منیر الدین علیہ الرحمہ

قدوۃ السالکین، امام العارفین، حضرت پیر منیر الدین علیہ الرحمہ کے والد ماجد کا اسم شریف حضرت پیر سراج الدین اور دادا حضرت کا نام نامی پیر عبدالفتاح تھا۔ آپ بھی حضرت سلطان التارکین کی اولاد میں سے تھے۔ عارف وقت اور ولی کامل تھے۔ [3] نواب امیر محمد خاں مرحوم والی ٹونک (المتوفی ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۸۳۴ء) نے اپنے ابتدائی دور میں انگریزوں کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ جہاں بھی جاتے تھے، تقریباً تین لاکھ فوج اُن کے ساتھ ہوتی تھی۔ ہزاروں ہاتھی اور گھوڑے بھی ہمراہ رہتے۔ وہ جس شہر پر حملہ کرتے وہ تباہ و برباد ہو جاتا تھا، ہندوستان کے تمام والیان ریاست اُن کی ہمت و جرأت کے قائل تھے۔

[1] از شجرہ خاندانی　　[2] واقعات قوم قایم خانی صفحہ ۸۰

[3] تذکرہ اولیاء قاکی قلمی صفحہ ۲۵

ایکبار اُنہوں نے علاقہ شیخاواٹی کے سفر کے دوران باکرہ گاؤں ہو کر جانے کا ارادہ کیا۔ جو جھنجھنوں سے جانب جنوب سات کلومیٹر ہے اور ۱۹۴۷ء سے پہلے پیرزادگان جھنجھنوں کی جاگیر میں تھا۔ براہ باکرہ جانے کا یہ مطلب تھا کہ وہ برباد ہو جاتا اور فصل تباہ ہو جاتی۔ پیرزادگان جھنجھنوں نے اس بارے میں حضرت پیر منیر الدین صاحب سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا کہ دو آدمی میرے ساتھ نواب صاحب سے ملنے کے لئے چلیں۔ چنانچہ آپ پیرزادگان کے ساتھ قصبہ اسلام پور کے قریب تشریف لے گئے جہاں نواب امیر محمد خاں مرحوم مع فوج قیام پذیر تھے۔ ہزاروں خیموں کے درمیان نواب صاحب کا خیمہ انتہائی آراستہ و پیراستہ تھا۔ اُن کو اطلاع کی گئی کہ حضرت سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری خلیفہ خاص حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی اولاد میں سے چند حضرات آپ سے ملنے آئے ہیں۔ نواب صاحب نے حضرت سلطان التارکین کی نسبت کا خیال رکھتے ہوئے آپ کو مع پیرزادگان خیمہ کے اندر بلوایا اور بڑی عزت کی۔ واضح رہے کہ والی ٹونک امیر محمد خاں مرحوم کو حضرت سلطان التارکین ناگوری سے جو عقیدت و محبت تھی، اس کا اظہار صوفی صاحب کی درگاہ کی مسجد سے ہوتا ہے جو نواب صاحب نے ۱۲۲۳ھ میں تعمیر کرائی تھی۔ مسجد کا کتبہ یہ ہے:

بحمد اللہ ولی صوفی حمید الدین	رہست سایہ ذاتش پناہ اہل یقین
امیر خان شجاع با وفای حامی دین	بنا نمودیکی مسجد بخوش آئین
به سعی کوشش عبدالغفور خاں امین	همیشه دار داز خوئے خوش کشاده جبین
سلخ جمادی الاول ز هجرة رسول امین	سنه هزار و دو صد بود هم سه و عشرین

این مسجد عالیشان خجسته بنیان در عهد سلطان زمان پناه محمد اکبر شاه خلد اللّٰه ملکه و سلطانه نواب امیر الامراء امیر الدّ وله محمد امیر

آپ کچھ تحائف لیکر گئے تھے وہ نواب صاحب کو دیئے۔نواب صاحب نے ملنے کی وجہ پوچھی، آپ نے فرمایا کہ باکرہ گاؤں ہماری جاگیر میں ہے۔ اور آپ کا آئندہ پروگرام باکرہ جانے کا ہے۔ جب آپ کی فوج وہاں جائے گی تو سوائے بربادی کے کچھ نہیں ہوگا۔ اس لئے مہربانی فرماکر کسی دوسرے مقام پر قیام کریں تو بہتر ہے۔ نواب صاحب نے میرمنشی کو بلاکر باکرہ کا قیام ملتوی کیا۔ اور آئندہ پروگرام سیسیاں کا رکھا۔ آپ نواب صاحب کا شکریہ ادا کر کے مع رفقائے کار جھنجھنوں تشریف لے آئے۔ اور پیرزادگان کے سامنے تمام کیفیت بیان کردی، جس سے سب لوگ خوش ہوئے۔

ایکبار آپ کے پاس ایک ہندو سادھو بال چند یوگی راج جتی جی[1] جو جھنجھنوں کے پہاڑ میں رہتے تھے، ملنے کے لئے آئے۔ آپ کے اور جتی جی کے اچھے تعلقات تھے۔ دورانِ گفتگو جتی جی نے آپ سے کہا کہ حضرت آج رات آپ ہوشیار رہنا، میں بگھیرا بن کر آپ سے آکر مقابلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا آجانا میں تیار ہوں۔ چنانچہ اُنہوں نے رات میں بارہ بجے آکر آواز دی۔ آپ اُس وقت عبادتِ الٰہی میں مصروف تھے۔ کچھ دیر بعد جب باہر تشریف لائے تو آپ ببر شیر کی شکل میں نظر آئے۔ جتی سے مقابلہ ہوا، یہاں تک کہ جتی جی نے بری طرح سے زخمی ہوکر راہ فرار اختیار کی۔ صبح کے وقت جتی جی کے چیلوں نے زخمی ہونے کی وجہ پوچھی لیکن جتی جی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بہت علاج کرایا گیا، فائدہ نہیں ہوا، بالآخر جتی جی نے کہا کہ پیر صاحب کے پاس سے پانی دم کرا کر لاؤ گے تو میں اچھا ہو جاؤں گا۔ ایسا ہی کیا گیا، جتی جی کا تمام حال آپ سے کہا گیا۔ آپ نے پانی

---

[1] جین کے ماننے والے کو جتی کہتے ہیں۔ بالمکند جی پانڈے

دم کر کے جتی جی کے چیلوں سے فرمایا کہ یہ پانی پلاؤ اور زخموں پر بھی لگاؤ، اللہ تعالیٰ شفاء عطا فرمائے گا۔ آپ نے جیسا فرمایا ویسا ہی ہوا۔ یعنی جتی جی کو صحت کاملہ حاصل ہوگئی۔

پیرزادہ سمیع الدین صاحب ولد حفیظ الدین صاحب مرحوم روزانہ تہجد کی نماز کے بعد آپ کے مزار پر حاضری دیتے تھے۔ اور ایصال ثواب کیا کرتے تھے۔ ایک روز حسب معمول فاتحہ پڑھ رہے تھے اچانک ایک بزرگ جوان العمر، گیسو دراز، جن کا چہرہ روشن اور تابناک تھا تشریف لائے اور آکر سلام کیا۔ پیرزادہ سمیع الدین صاحب نے سلام کا جواب دیا۔ وہ بزرگ چند قدم چلے اور غائب ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ صاحب مزار پیر منیر الدین صاحب علیہ الرّحمہ تھے۔

آپ کا مزار مبارک محلّہ پیرزادگان بیر میں مہاراجہ کھیتڑی کے تعمیر کردہ دروازے کے باہر مغربی جانب ایک بلند چبوترہ پر احاطہ کے اندر واقع ہے۔ قریب میں آپ کی اہلیہ محترمہ کی قبر انور ہے۔ قاسم ولایت سیدی پیر محمد قاسم رحمتہ اللہ علیہ ہر سال ۲۲ رجب امر جب کو آپ کے مرقد کے قریب محفلِ میلاد شریف اور فاتحہ خوانی کا اہتمام فرماتے تھے۔ راقم الحروف بچپن میں اس مجلس میں شریک ہوا ہے۔

خواجہ امام الاولیاء شاہ محمد امام علی جھنجھنوی

حضرت شیخ المشائخ قطب الاقطاب غوث الاغیاث رئیس العاشقین سند الموحدین شمس الاصفیاء امام الاولیاء خواجہ صوفی شاہ محمد امام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲۲۵ھ میں محلّہ پیرزادگان جھنجھنوں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے پوتے اور جانشین اول حضرت حاجی شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کی ولادت شریفہ کی درج ذیل تواریخ کہی ہیں.

زہے شیخ صابری	آفتاب تجلی رحمان	قطب زمانہ مشائخین	پاک مخدوم متقیا	واللہ عالی مرتبت
۱۲۲۵ھ	۱۲۲۵ھ	۱۲۲۵ھ	۱۲۲۵ھ	۱۲۲۵ھ
خواجہ تاجور	گہر بحر معرفت	شہباز شیوخ	مقدس فخر عالم	منعم تاج کرامت
۱۲۲۵ھ	۱۲۲۵ھ	۱۲۲۵ھ	۱۲۲۵ھ	۱۲۲۵ھ
		حضور مصفا		
		۱۲۲۵ھ		

آپ حضرت سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری کی اولاد پاک نہاد سے ہیں۔ نسب نامہ[1] یہ ہے۔

حضرت خواجہ شاہ محمد امام علی بن حضرت شاہ محمد مدار عالم بن حضرت محمد منیر الدین بن حضرت سراج الدین بن حضرت عبدالفتاح ثانی بن حضرت عبدالستار بن حضرت سعدالدین بن حضرت سعید الدین بن حضرت قطب الدین بن حضرت کمال الدین بن حضرت عبدالقادر بن حضرت عبدالفتاح چشتی بن خواجہ معروف چشتی بن خواجہ مخدوم حسین ناگوری بن حضرت محمد خالد بن حضرت محمد نظام الدین بن حضرت محمد بن حضرت وحید الدین بن حضرت عزیز الدین بن حضرت سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری قدس اسرارہم۔

آپ کے والد گرامی حضرت محمد مدار عالم[2] حیدرآباد دکن میں نواب سعداللہ خاں صاحب قایم خانی کے آوردہ میں دواسپہ سلحداری سے ملازم تھے۔ نواب صاحب موصوف کے نرینہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے اُن کا کارخانہ نواب محمد خاں دلاور نواز جنگ بہادر ساکن

۱؎ تذکرۃ الانساب صفحہ ۱۹-۲۰ وغیرہ ۲؎ واقعات قوم قایم خانیان صفحہ ۱۰۲

دہنوری کو ملا، صوفی محمد مدار عالم صاحب کی دونوں سلحداریاں بھی نواب محمد خاں [1] قایم خانی کے عدقہ میں آ گئیں۔ حضرت محمد مدار عالم [2] ایکبار حیدرآباد سے اپنے وطن جھنجھنوں آ رہے تھے۔ جب اورنگ آباد پہنچے تو بیمار ہو کر وہیں وفات پا گئے۔ مزار مبارک شاہ نور صاحب علیہ الرحمہ کے مرقد انور کے قریب چاردیواری میں اورنگ آباد میں ہے۔ کہتے ہیں کہ جسوقت حضرت محمد مدار عالم کا انتقال ہوا، حضرت امام علی شاہ صاحب کی عمر شریف اٹھارہ سال تھی۔ آپ اپنے نانا صوفی حسام الدین نقشبندی ابو العلائی علیہ الرحمہ کے ہمراہ حیدرآباد تشریف لے گئے اور کچھ روز اپنے والد ماجد کی جگہ ملازمت کرتے رہے۔ آپکے نانا [3] مقام ہندرگی میں رہا کرتے تھے۔ جو سابق ریاست حیدرآباد کے مضافات میں ہے۔ ایک روز آپ اُن سے ملنے کے لئے ہندرگی جا رہے تھے۔ بخت نے یاوری کی اور راستہ میں ایک عارف زمانہ سے ملاقات ہوئی۔ چونکہ آپ صوفی کی اولاد میں تھے اور آپ کو صوفیت ورثہ میں ملی تھی۔ اس لئے آپ نے اُن بزرگ سے وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (اور ہم اُس کی شہ رگ سے زیادہ اس کے قریب ہیں) پر گفتگو فرمائی۔ دُرویش کامل نے اس آیت کریمہ کی ایسی وضاحت فرمائی کہ آپ کے دل و دماغ میں ذوق وشوق الٰہی کی روشنی پھیل گئی۔ اور اُسی مقام سے واپس ہو کر ملازمت سے دست بردار ہو گئے۔ حیدرآباد دکن [4] سے اپنے جد اعلیٰ حضرت سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری کے آستانہ فیض کاشانہ پر حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ حضرت مجھے آپ کے

---

[1] المتوفی ۲۹ شوال ۱۲۷۵ھ روز جمعہ مطابق ۱۸۵۸ء

[2] بیان ماموں پیر مجیب الحق صاحب مرحوم

[3] واقعات قوم قایم خانیان صفحہ ۳۰۲ [4] از کرامات امام الاولیاء مرتبہ حاجی شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ، بشکریہ پیر الحاج عبد الجبار صاحب سجادہ نشین

دریائے فیض سے علم باطن کا حصہ تو مل گیا۔ لیکن اب میں بیعت ظاہری کس سے حاصل کروں۔ میری رہنمائی فرمائیے۔ آپ جیسا ارشاد فرمائیں گے اُس پر عمل کروں گا۔ حکم ہوا کہ آپ کنڈھام شریف[1] (پنجاب) پہنچکر حضرت عبداللہ المعروف مولانا غلام بھیک سے مرید ہو جاؤ۔ میں نے اُنہیں اشارہ کر دیا ہے۔ آپ اپنے جد امجد کے حکم پر عمل کرتے ہوئے کنڈھام (کہرام) شریف کے لئے روانہ ہو گئے۔ ابھی کنڈھام شریف کچھ ہی دور تھا کہ حضرت عبداللہ المعروف مولانا غلام بھیک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ آج ایک بزرگ بہت بڑے شیر کے بھیجے ہوئے مجھ سے بیعت ہونے کے لئے آرہے ہیں۔ لہذا اُنکے استقبال کے لئے چلنا چاہئے۔ یہ کہکر مع مریدین روانہ ہوکر خواجہ امام علی شاہ صاحب سے راستہ میں ملاقات کی۔ اور انتہائی اخلاق و محبت کے ساتھ پیش آئے۔ اور اپنے آستانہ مبارک پر اپنے ہمراہ لاکر سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں بیعت کیا۔ اور اپنے خلفاء خاص میں داخل فرمایا۔ نیز سلسلۂ سہروردیہ کی اجازت و خلافت سے بھی نوازا۔ سلسلۂ قادریہ میں حضرت مولانا سید عبدالغفور سوات بُنیری قدس سرہٗ سے نعمت خلافت قادریہ حاصل کی۔ سلسلۂ نقشبندیہ ابوالعلائیہ میں اپنے نانا خواجہ حسام الدین علیہ الرحمہ کی خلافت سے بہرہ ور ہوئے۔ آپ کو اپنے والد ماجد حضرت صوفی محمد مدار عالم علیہ الرحمہ سے سلسلۂ چشتیہ حمیدیہ کا فیض بھی حاصل ہوا ہے۔

آپ انتہائی عابد و زاہد، بزرگ وقت اور عارف زمانہ تھے۔ آپ کے پوتے حضرت علامہ پیر علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس عاصی کے جد امجد اعلےٰ

---

[1] کنڈھ[illegible]ام) ضلع پٹیالہ پنجاب میں ہے۔ آجکل یہ ویران اور کھنڈر جگہ ہے۔ اب اس جگہ پٹیالہ سے د[illegible]ہ ہوکر بس جاتی ہے (باغ اولیائے پنجاب صفحہ ۱۸۶)

حضرت شاہ کو مین امام علی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز پر اللہ تعالیٰ کا وہ انعام و اکرام ہوا اور آپ کو وہ بصارت عقل کامل عنایت ہوئی کہ آپ نوعمری ہی سے عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے تھے۔ اپنے مکان واقع محلہ پیرزادگان جھنجھنوں کا مردانہ کمرہ اکثر بند رکھتے تھے۔ تاکہ کوئی شخص آپ کی عبادت میں خلل انداز نہ ہو۔ والدہ معظمہ (رحمتہ اللہ علیہا) فرماتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ایسی محبت عطا فرمائی تھی کہ رات، دن اس کی یاد میں رویا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہر دو رخسار ہائے مبارک پر گڑھے پڑ گئے تھے۔ جب آپ کی عبادت و ریاضت کی شہرت ہوئی اور زائرین بہ کثرت آنے لگے تو جنگل میں رہنے لگے۔ جہاں اب ہم لوگوں کا مسکن (اور آپ کی خانقاہ شریف) ہے۔ یہاں بھی آپ کو لوگوں کے ہجوم نے رہنے نہیں دیا۔ تو مدتوں ادیپور وغیرہ کے پہاڑوں میں رہے۔ جو جھنجھنوں سے جانب جنوب اٹھارہ بیس کوس کے فاصلہ پر ہے۔ آپ اپنے آپ کو اتنا چھپاتے تھے کہ کپڑے بھی سیاہ رکھتے تھے۔ گیروا رنگ کے کپڑے نہیں پہنتے تھے۔ تاکہ کوئی سادھو، فقیر نہ سمجھے۔ اور آپ کے پاس نہ آئے۔ ان پہاڑوں میں بھی لاپتہ رہتے تھے۔ گھر والوں کو بڑا فکر رہتا تھا۔ دین اور اہل دنیا سے اتنا ترک تعلق کر لیا تھا کہ یہاں جنگل[1] میں جہاں اب آپ کا مزار مبارک ہے۔ ایک مہاجن نے آپ کے آرام کے لئے ایک سہ درہ اور اُس میں دو حجرے اور اُس کے سامنے بہت بڑا صحن بنوا دیا تھا، جو نہایت وسیع و خوبصورت ہے، لیکن یہ عشق کب آرام لینے دیتا ہے اور کس کو آرام سے سونے دیتا ہے۔ اس ناچیز کی پیدائش کے چار سال پہلے آپ ملک و وطن کو چھوڑ کر ملک دکن کے جنگلوں میں چلے گئے تھے۔ عبدالرحمن شاہ صاحب جو آپ کی خدمت میں رہتے تھے اُن کے بیان کے مطابق آپ نے عبادتِ

[1] اب بحمدہٖ تعالیٰ اس جگہ آپ کے نام سے محلہ امام نگر آباد ہے۔

الہی میں وہ سخت محنت کی کہ یہ ناچیز اُس کے بیان کی طاقت نہیں رکھتا۔ ہمارے تمام گھر والوں کو خصوصاً والد صاحب قبلہ (حضرت امام الدین شوقی رحمتہ اللہ علیہ) کو آپ کی گمشدگی کا بڑا رنج تھا۔ اُن کی عبادت کا بھی یہی حال تھا کہ ''کریم ابن کریم'' کا مضمون صادق آتا تھا۔ مگر اعلیحضرت کی تلاش میں بڑے متفکر تھے۔ بارہ برس کے بعد صفدر خاں صاحب رسالدار نے والد صاحب قبلہ سے بیان کیا کہ میں نے پونہ میں حضرت کی زیارت کی ہے۔ بس وہاں کب تاب تھی۔ فوراً روانہ ہو گئے۔ اُدھر حضرت والا تبار نے بھی بذریعہ کشف حضرت عبدالرحمان شاہ صاحب سے فرمایا کہ عبدالرحمان ہم اسی جگہ رہیں گے۔ کیونکہ امام الدین آ رہے ہیں۔ غرض بارہ برس کے بعد قبلہ والد صاحب بڑے حضور کو جھنجھنوں لیکر آئے۔ اُس وقت اس ناچیز کی عمر آٹھ سال تھی۔ اس کے دو سال بعد آپ نے عالم جاودانی کو اختیار فرمایا۔ میری تقدیر اچھی تھی کہ میں آٹھ سال کی عمر سے دس سال تک آپ کی زیارت سے مشرف ہوتا رہا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ میں اپنا عشق ایسا کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا کہ ذرا ذرا سی دیر میں آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری رہتے تھے۔ یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ آپ کا مزار پاک یہاں جھنجھنوں میں ہے۔ ہر روز مزار مبارک کی زیارت کے وقت اس ناچیز پر جو انعام ہوتا ہے اور جو انوار دکھائی دیتے ہیں اس کا بیان نہیں کیا جا سکتا۔ (مُبَشّرات قلمی صفحہ ۱۸۳)

قطب وقت حضرت حاجی شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب ''کرامات امام الاولیاء'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کوہ لوہار گل میں (نزد اُدیپور شیخاواٹی) جسے لوہارگر پہاڑ بھی کہتے ہیں ایک مدت تک قیام فرما کر عبادت الہی میں مشغول ہے۔ دائم الصوم و قائم اللیل رہنا آپ کا شیوہ تھا۔ روزہ افطار کے وقت درختوں

کے پتے توڑ کر افطار کیا کرتے تھے۔ اور درختوں کے پتوں پر ہی آپ کا گذر ہوتا تھا۔ ایک روز آپ غار کے قریب بہنے والے نالہ پر نہانے کے لئے غار سے باہر تشریف لائے۔ آپ اپنا سیاہ لباس نالے کے کنارے بیٹھکر دھو رہے تھے۔ اور نیلا تہبند زیب تن تھا۔ ایک گوجر پانی لینے کے لئے آیا۔ جیسے ہی آپ پر اُس کی نگاہ پڑی پروانہ وار عاشق ہوگیا۔ اور قدموں میں گر کر قیام گاہ کا پتہ معلوم کرنے لگا۔ آپ نے پہلے تو بتانے میں توقف فرمایا، لیکن جب زیادہ اصرار کیا تو قیام گاہ کا پتہ بتادیا۔ گوجر مذکور نے خدمت بابرکت میں روزانہ دودھ پیش کرنے کی خواہش کا بھی اظہار کیا، کہ آپ کا جب تک یہاں قیام ہے، دودھ لاتا رہوں۔ بہت اصرار کے بعد آپ نے اس کی یہ بات قبول فرمائی۔ گوجر ہمیشہ آپ کے لئے دودھ لاتا اور آپ کی زیارت کر کے اپنے مکان پر چلا آتا۔ جب اُسے دودھ لاتے ہوئے بہت روز ہو گئے تو ایک دن اس کی عورت نے اُس سے کہا تو روزانہ کس کے لئے دودھ لیجاتا ہے۔ گوجر نے اُسے کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس کی عورت نے اپنے خاوند کی خاموشی دیکھکر کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو نے دوسری عورت کی ہے۔ کیونکہ تو روزانہ دودھ لیجاتا ہے۔ گوجر نے مجبور ہو کر تمام قصہ سنادیا۔ حالانکہ حضرت نے اپنا راز اظہار کرنے سے منع فرمایا تھا۔ گوجر کی عورت کو جیسے ہی یہ علم ہوا کہ میرا خاوند بہت بڑے مہاپُرش (بزرگ) کی خدمت میں دودھ لیجاتا ہے۔ اُس نے اپنے خاوند سے کہا میں بھی حضور کی زیارت کروں گی۔ گوجر نے بہت چاہا کہ وہ اُسے اپنے ساتھ نہ لیجائے۔ لیکن وہ نہیں مانی اور اپنے بچوں اور کئی دوسرے آدمیوں کے ساتھ گوجر کے ہمراہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ غار سے باہر تشریف لائے تو گوجر کو مع متعلقین کھڑے ہوئے دیکھا۔ فرمایا میں نے تجھے منع کیا تھا، کہ تو کسی دوسرے شخص سے میرا حال مت کہنا۔ گوجر نے عرض کیا کہ حضور میری عورت نے

مجھے آپ کا دیدار کرنے کے لئے بہت تنگ کیا۔ اس کے ساتھ ہے آیا۔ مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی کہ میں نے آپ کا حکم نہیں مانا۔ جو لوگ اُس کے ہمراہ تھے سب آپ کی زیارت کر کے واپس ہو گئے۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ اس غار کو چھوڑ کر دوسری غار میں تشریف لے گئے۔ گوجر دوسرے دن حسب معمول دودھ لیکر آیا۔ آپ کو آواز دی، لیکن جواب نہیں ملا۔ دوسرے مقامات پر تلاش کیا۔ لیکن وہاں بھی نہیں ملے۔ مایوس ہو کر گھر آ گیا۔ اور اپنی عورت پر بہت غصہ ہوا کہ میں تیری وجہ سے بہت بڑے بزرگ کی زیارت سے محروم ہو گیا۔ مختصر یہ کہ آپ کبھی لوہا گر کے پہاڑ کی غاروں میں اور کبھی کروڑی کی پہاڑ میں رہکر عبادت و ریاضت کرتے رہے۔ لیکن گھر والوں کو اطلاع نہیں دی کہ میں پہاڑ کی غار میں عبادت کر رہا ہوں۔ تمام متعلقین خصوصاً آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ امام الدین شوقی رحمتہ اللہ علیہ جو آپ کے خلیفۂ خاص بھی تھے۔ ایک عرصہ گزر جانے کی وجہ سے ہر وقت پریشان رہتے تھے کسی کو خبر نہیں تھی کہ آپ کہاں تشریف فرما ہیں۔ حضرت مولانا حسام الدین رحمتہ اللہ علیہ جو آپ کے نانا تھے۔ اور سلسلۂ ابوالعلائیہ نقشبندیہ میں آپ کے پیر تھے۔ اُن کا انتقال ہوا۔ آپ کو از روئے مکاشفہ معلوم ہو گیا کہ آج نانا حضرت کا وصال ہو گیا ہے۔ آپ ہر روز محلہ پیرزادگان جھنجھنوں میں نانا صاحب موصوف کے مزار پر آدھی رات یا تہجد کے وقت تشریف لاتے۔ اور فاتحہ پڑھکر پہاڑ مذکور میں جا کر عبادت الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔ جب آپ کو فاتحہ کے لئے آتے ہوئے کئی روز ہو گئے تو مہر علی شاہ فقیر جو قبر کی حفاظت کے لئے رات کو سوتا تھا اور حضور اقدس کو ہمیشہ دیکھتا تھا اُس نے تمام محلہ والوں سے کہا کہ میں آپ لوگوں کو ایسی بات بتاتا ہوں جس کا شاید آپ لوگ اعتبار نہ کریں۔ وہ یہ ہے کہ ہر روز آدھی رات یا تہجد کے وقت سیاہ لباس پہنے ہوئے ایک بزرگ

تشریف لاتے ہیں اور فاتحہ پڑھکر چلے جاتے ہیں۔ جس وقت میں نے انہیں پہلی بار دیکھا تو ڈر محسوس ہوا، لیکن غور کرنے پر پتہ چلا کہ حضرت خواجہ امام الاولیاء ہیں۔ اہلِ محلہ نے مہر علی شاہ سے یہ بات سُنی تو بعض لوگوں نے اُسے صحیح بتایا اور بعض نے کہا غلط بات ہے۔ اس لئے کہ حضرت صاحب قبلہ وکعبہ کا بہت عرصہ سے پتہ نہیں ہے۔ جو آپ کے عاشق صادق تھے۔ اُنہوں نے مہر علی شاہ سے کہا کہ تو آج رات کو بلا خوف وخطر اچھی طرح سے دیکھنا کہ کون بزرگ تشریف لاتے ہیں۔ اُس کے بعد حقیقت کو بیان کرنا۔ رات کے وقت مہر علی شاہ نے حضرت صاحب کو پھر فاتحہ پڑھتے ہوئے دیکھا۔ مگر قدمبوسی کی ہمت نہیں ہوئی۔ صبح کے وقت لوگوں سے بیان کیا کہ رات کو حضرت امام علی شاہ صاحب ہی آتے ہیں اور اپنے نانا خواجہ حسام الدین صاحب کے مزار پُر انوار پر فاتحہ پڑھکر چلے جاتے ہیں۔ الغرض پھر جب شب ہوئی اور اعلےٰ حضرت تشریف لائے۔ خواجہ امام الدین شوقی کو آپ کی آمد کی اطلاع کی گئی۔ اُس وقت آپ حضرت عبدالقادر قدس سرہٗ کے چد شریف کے قبرستان (بیر) میں اپنے نانا کے مزار پر فاتحہ پڑھ رہے تھے۔ حضرت شوقی صاحب نے قدمبوس ہو کر عرض کیا حضرت کافی عرصہ سے آپ کے دیدار ہوئے ہیں اب آپ گھر تشریف لے چلیں تاکہ سب گھر والے آپ کے جمالِ باکمال سے مشرف ہوسکیں۔ ارشاد ہوا کہ اسوقت تو تم حجرہ کے قفل کی چابی لے آؤ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہم صبح کے وقت گھر جائیں گے۔ حضرت شوقی صاحب گھر جا کر فوراً حجرہ کی چابی لے آئے۔ اور آپ کے حجرہ کا تالا کھولا، آپ نے اپنی عبادت گاہ کو اندر سے بند کرلیا اور رات بھر عبادتِ الٰہی میں مشغول رہے۔ صبح کے وقت لوگوں کو آپ کی تشریف آوری کا علم ہوا تو آ آ کر پروانہ وار شمع انور کی زیارت سے مستفیض ہونے لگے۔ پھر گھر پر تشریف لائے وہاں بھی تمام خرد وکلاں آپ کے دیدار پُر انوار سے

مشرف ہوئے اور سب نے خُدا کا شکر ادا کیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو ایسی قدرت عطا فرمائی ہے کہ وہ جہاں جانے کا ارادہ فرماتے ہیں پلک جھپکتے ہی ہزاروں میل کا سفر طے کرلیتے ہیں۔ یہ کام جسم عنصری جو ظاہری جسم ہے اس کا نہیں ہے۔ بلکہ وہ جسم ہی دوسرا ہے جس سے ایسا کام لیا جاتا ہے۔

مبلغ اسلام حضرت علامہ حاجی ہاشم علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت امام الاولیاء بارہ برس تک جنگل و بیابان میں رہکر اللہ اللہ کرتے رہے۔ آپ کے سفر کرنے کا یہ طریقہ تھا کہ صبح کے وقت بعد نماز اشراق سفر فرماتے۔ جہاں ظہر کا وقت ہوتا وہیں قیام فرما لیتے۔ ایک مرتبہ آپ سفر کرتے ہوئے ایک ندی کے کنارے پہنچے۔ وہاں ظہر کا وقت ہو گیا۔ حسب معمول قیام فرمایا۔ ایک شیر اور چیتے کو، ندی کے کنارے لڑتے ہوئے دیکھا۔ عبدالرحمان شاہ صاحب گھبرائے۔ حضرت امام الاولیاء نے انگلی کے اشارے سے انہیں واپس چلے جانے کا حکم دیا۔ اور وہ واپس چلے گئے۔ ایک بار آپ کا راہ سلوک طے کرتے ہوئے ایک جنگل سے گزر ہوا۔ ایک درخت کو دیکھکر عبدالرحمان شاہ صاحب سے فرمایا کہ عبدالرحمان اس کے قریب مت جانا۔ یہ درخت کی شکل میں اژدہا ہے۔ جو اسکے قریب جاتا ہے یہ اُسے نگل جاتا ہے۔ عبدالرحمان صاحب نے حکم کی تعمیل کی۔ اسی طرح جب آپ ایک مقام پر پہنچے تو وہاں پہاڑ کے اندر ایک غار تھی۔ آپ عبدالرحمان صاحب کے ساتھ غار کے اندر تشریف لے گئے۔ اور ایک بزرگ کو حالتِ مراقبہ میں دیکھا۔ آپ نے دعاء کی۔ ان بزرگ نے مراقبہ سے سر اٹھا کر کافی دیر تک گفتگو فرمائی۔ دورانِ گفتگو آپ نے ان بزرگ سے پوچھا آپ یہاں کب سے مراقب ہیں؟ جواب دیا ڈیڑھ سو برس سے۔

...ہ شریف میں ایک لہسوڑے کا درخت تھا۔ جو اندر سے خالی تھا۔ جب کوئی

مہمان آتا تو آپ عبدالرحمان صاحب سے کھانا لانے کے لئے فرماتے۔ عبدالرحمان صاحب اُس درخت کی خالی جگہ کے اندر سے کھانا لاتے اور مہمان کو کھانا کھلا کر برتن وہیں پہ رکھ دیتے۔

[1] ایکبار آپ حیدرآباد دکن کے مستعد پورہ کی مسجد میں جو شہر سے باہر ہے، قیام پذیر تھے۔ اسی دوران آپ نے اپنے شیخ طریقت حضرت خواجہ عبداللہ المعروف مور ناغدم بھیک کوڑ ہامی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کا اہتمام فرمایا۔ آپ محفلِ سماع میں مراقبہ میں تھے۔ آپکی توجہ سے کئی اشخاص مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہے تھے۔ مسمات قاسم جو نواب دلاور نواز جنگ محمد خاں مرحوم کی ڈیوڑھی کی ماما تھی۔ سعدی خاں نے اُس سے بطور مذاق مسکرا کر کہا کہ ماما قاسم اب تم بھی حال کرو۔ حضرت امام الاولیاء نے سعدی خاں کے آہستہ کہنے کے باوجود اُس کی بات کو سُن لیا۔ اور روبہ دل سے اشارہ فرما کر ایسی عام توجہ فرمائی کہ حاضرین مجلس میں سے ہر اک شخص عشقِ الٰہی کی آگ سے ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔ یہاں تک کہ آپ کی توجہ سے قوالوں پر بھی یہ کیفیت طاری ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

شجاعت خاں شیرانی پٹھان ساکن ڈھانی چھاپراں (شیرانی آباد) نزد چھوٹی کھاٹو ضلع ناگور شریف نے بیان کیا کہ میں حضرت امام الاولیاء کے خلیفہ غریب شاہ صاحب کے ساتھ حضرت امام الاولیاء امام علی شاہ صاحب کی زیارت کے لئے جھنجھنوں حاضر ہوا۔ حضور محفل خانہ میں تشریف فرما تھے۔ اور معین الدین و نجم الدین صاحبان پیرزادگانِ جھنجھنوں جو اکثر خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتے تھے وہ اور غریب شاہ صاحب اور لال شاہ جی اور میں بھی موجود تھا۔ میں نے حضور کے داہنے ہاتھ کی آدھی آستین کہنیوں سے پہنچوں تک پانی

---

[1] مواعظِ علاؤالدین قلمی صفحہ ۹۲

سے تر دیکھی۔ حاضرین نے تعجب کیا کہ نہ یہاں پانی ہے اور نہ کسی نے پانی لا کر ڈالا ہے۔ پھر حضرت کی آستین پانی سے کیسے تر ہو گئی۔ دریافت کرنے پر آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے تین مہینوں کے بعد یہ بچشم خود دیکھا کہ ایک شخص خانقاہ شریف میں حاضر ہوا۔ اور اس وقت معین الدین و نجم الدین پیرزادگان جھنجھنوں اور لال شاہ جی اور عبدالرحمان صاحب موجود تھے۔ اُس نے عرض کیا کہ حضور جب ہماری کشتی دریائے جمنا میں ڈوبنے لگی تو میں نے آپ کی بارگاہ میں یہ عرض کیا تھا:

انکی موری نا وتھاہ جمنا شاہ امام مدد کرنا

لال شاہ جی اور معین الدین و نجم لدین صاحبان وغیرہ سنکر کہنے لگے کہ اُس روز حضور کی آستین پانی سے بھیگنے کی وجہ آج معلوم ہوئی کہ آپ کا دستِ مبارک دریاء میں کشتی کو ڈوبنے سے بچا رہا تھا۔ شخص مذکور سے تاریخ و دن معلوم کیا تو وہی تاریخ و دن تھا، جس تاریخ و دن کو حضور کی آستین پانی سے تر ہوئی تھی۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

اولیاء راہست قدرت ازالہ تیر جستہ باز گر داند زراہ

شاہ ولایت حضرت حاجی شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کراماتِ امام الاولیاء میں فرماتے ہیں کہ ایک روز میں عالم معاملہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ خواجہ امام الاولیاء کی درگاہ شریف کے مغربی جانب ایک پاک و صاف وسیع میدان ہے۔ اور اُس میدان میں جگہ جگہ اولیاء اللہ رحمہم اللہ کے بستر لگے ہوئے ہیں۔ اور اُن کے درمیان ایک خوبصورت چارپائی پر سفید چادر بچھی ہوئی ہے۔ اس پر حضرت خواجہ امام الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ رونق افروز ہیں۔ کسی نے دریافت کیا دوسرے اولیاء اللہ زمین پر بستر لگائے ہوئے ہیں اور حضور اقدس چارپائی

پر تشریف فرما ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ ایک بزرگ نے جواب دیا کہ یہ حضرت امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ عالی خاندان سے ہیں۔ امام الاولیاء ہیں۔ یعنی آپ سب اولیاء اللہ کے سردار ہیں۔ اس لئے آپ چارپائی پر رونق افروز ہیں۔ اور دوسرے اولیاء اللہ آپ کے چاروں طرف زمین پر آرام فرما ہیں۔ اس کے بعد میں نے اپنے حضرت جدی امام الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضور میری یہ تمنا ہے کہ مجھے بھی تجدید بیعت سے مشرف فرمایا جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا بہت اچھا۔ میں نے حضور کے روبرو دوزانو بیٹھکر آپ کے دست مبارک میں ہاتھ دیدیا۔ آپ نے مجھے بیعت کیا۔ حضور کی چارپائی پر بتاشے رکھے ہوئے تھے۔ آپ نے ایک شربت کا پیالہ بنا کر پینے کا حکم فرمایا۔ میں نے عرض کیا حضور اس شربت مبارک میں اپنا لعاب مبارک ڈالدیں۔ حضرت اقدس نے شربت میں اپنا لعاب مبارک ڈالدیا اور فرمایا اسے پی لو۔ میں نے اعلیٰ حضرت کے ارشاد کے مطابق شوق دل سے شربت کو پیا۔ جیسے ہی میرے پیٹ میں شربت پہنچا۔ اُس کے اثر سے میری یہ حالت ہوئی کہ میں فرش زمین سے پرواز کر کے آسمان کی جانب اُڑتا رہا۔ کئی دیر کے بعد زمین پر آیا۔ پھر کسی شخص نے مجھسے دریافت کیا کہ کیا حال ہے؟ میں نے جواب دیا کی آج مجھ پر دو راز منکشف ہوئے۔ ایک تو یہ کہ حضرت امام الاولیاء کو ایک خوشنما چارپائی پر تشریف فرما اور دوسرے اولیاء اللہ کو فرش زمین پر بستر لگائے ہوئے دیکھا۔ اس سے یہ راز کھلا کہ آپ امام الاولیاء ہیں۔ دوسرے یہ کہ جس وقت آپ سے تجدید بیعت کی اور آپ نے مجھے شربت کا پیالہ عنایت فرمایا اور میں نے اُسے نوش کیا، اس کا مجھ پر یہ اثر ہوا کہ فرش زمین سے آسمان کی جانب پرواز کر رہا ہوں۔ اسی طرح مجھ سے کئی شخصوں نے دریافت کیا۔ میں نے اُنہیں حالاتِ مذکورہ سے آگاہ کیا۔ اور پھر آسمان کی جانب پرواز کرنے لگا۔ یہ کیفیت کئی

دیر تک طاری رہی۔ جب اصلی حالت پر آیا خدا کا شکر ادا کیا۔ اور یقین کامل ہو گیا کہ آپ امام الاولیاء ہیں۔

"شنیدہ کہ نبود مانند دیدہ" یہی سبب ہے کہ ہم آپ کا اسم مبارک امام لاولیاء شاہ محمد امام علی رحمتہ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں۔ آپ کا اسم شریف ہمہ صفت موصوف ہے۔ رباعی

امام نام محمد علی ہے نام خدا | یہ کون شاہ بشر ہے کہ جس پہ غوث فدا
ہے ایک مرتبہ وحدت اور اُس پہ ہے ہاہوت | نہیں ہے نام خدا سے امام پاک جدا

ایک بار حضرت خواجہ امام الاولیاء رحمتہ اللہ علیہ اپنے عبادت خانہ سے جو مٹی کا بنا ہوا تھا اور اُس پر چونے کی لپائی کی ہوئی تھی، باہر تشریف لائے۔ اور حجرہ شریف سے باہر پیڑہ بچھا ہوا تھا اُس پر بیٹھ گئے۔ اور پانی کا بھرا ہوا لوٹا جو پیڑ کے قریب رکھا ہوا تھا اُس کو لیکر وضو کا ارادہ فرمایا۔ اور اپنے دستِ مبارک کو پانی لینے کے لئے نیچے کیا۔ ایک مُوذی جانور جسے گھیرا کہا جاتا ہے پہلے ہی سے پیڑے کے نیچے چھپ بیٹھا تھا، اُس نے آپ کی انگشت مبارک کو زور سے کاٹا۔ اور جس وقت آپنے اپنے ہاتھ کو اونچا کیا تو ساتھ ہی یہ مُوذی بھی اُنگلی کو پکڑے ہوئے اوپر چلا آیا۔ آپ نے دستِ مبارک کو حرکت دیکر زمین پر گرا دیا۔ وہ زمین پر گرتے ہی مرگیا۔ آپ نے وضو کر کے مراقبہ فرمایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور خواجہ سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری قدس سرہما کی ارواح طیبات تشریف لائیں۔ اور ارشاد فرمایا کہ اے امام علی شاہ تمہارا عشقِ الٰہی اور جذبۂ محبت رسالت پناہی اتنا زیادہ ہے اور تم عبادت الٰہی میں ایسے مستغرق ہو کہ اس مُوذی جانور

کا زہر تم پر اثر نہیں کرے گا۔ بلکہ اس بہانہ سے ہی اس کی قضا تھی۔ اس کے بعد ارواح طیبات تشریف لے گئیں۔ اور حضرت امام الاولیاء نماز ادا فرما کر تلاوت قرآن پاک میں مشغول ہو گئے۔ جس وقت آپ کو گھیرے نے کاٹا اُس وقت ایک خادم جو آپ کی خدمت میں رہا کرتا تھا وہ خانقاہ شریف سے دوڑتا ہوا شہر میں پہنچا۔ اور لوگوں سے بیان کیا کہ حضرت صاحب کو گھیرے نے کاٹ لیا ہے۔ یہ سنتے ہی قصبہ جھنجھنوں سے حضرت کے لواحقین اور مریدین اور محلے کے لوگ آپ کا حال معلوم کرنے کے لئے دوڑ پڑے۔ خانقاہ شریف پہنچکر دیکھا کہ حضور اقدس قرآن شریف کی تلاوت فرما رہے ہیں۔ اور گھیرا علیحدہ مرا پڑا ہے۔ قرآن حکیم کی تلاوت کے بعد آپ نے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ آج آپ سب کس لئے جمع ہوئے ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کو گھیرے کے کاٹ لینے کا علم ہوا تھا۔ اس لئے ہم مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے تمام لوگوں کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا بفضلہ تعالیٰ مجھے کسی طرح کی کوئی تکلیف نہیں ہے۔ اور نہ مجھے گھیرے کے زہر کا اثر ہوا ہے۔ یہ سنکر تمام حاضرین حیران رہ گئے کہ گھیرے کا کاٹا ہوا انسان زندہ نہیں رہ سکتا، کاٹتے ہی مر جاتا ہے۔ سب کو یقین ہو گیا کہ یہ حضرت امام الاولیاء کی کرامت اور آپ کے جذبۂ عشق و محبت الٰہی کی وجہ ہے۔

ایک مرتبہ شیخ مداری معمار باشندہ جھنجھنوں کی والدہ زہرہ (جوراں) اور اس کے چھوٹے بھائی کریم بخش کو ہیضہ ہو گیا۔ اور قے و دست کثرت سے ہونے لگے۔ یہاں تک کہ اُن کے گھر والوں کو اُن کے جینے کی اُمید نہیں رہی۔ یہ حال دیکھکر شیخ مداری معمار حضرت امام الاولیاء کی خدمت میں خانقاہ معلیٰ میں حاضر ہوا۔ اور اپنی ماں زہرہ اور چھوٹے بھائی کریم بخش کے ہیضہ میں مبتلا ہونے کا حال ظاہر کیا۔ اور آنکھوں میں پانی لا کر عرض

کرنے لگا حضور کچھ عنایت فرمائیں تو ان کو کھلاؤں۔ یا جیسا ارشاد فرمائیں اس پر عمل کروں۔ حضرت اقدس اُسوقت اپنے عبادت خانہ میں جو محفل خانہ کے مشرق میں ہے اور اُس کا دروازہ سہ دری ہی میں غرب رویہ ہے، تشریف فرماتھے۔ شیخ مذکور کو بے چین اور بے قرار دیکھکر تسلی فرمائی اور اپنے دست شفاء سے حجرہ کے ایک کونہ سے چند خشک لہسوے اٹھا کر دیئے۔ اور فرمایا کہ یہ دونوں مریضوں کو کھلا دو۔ شیخ مداری حضور کے عطا کردہ لہسوے لیکر گھر پہنچا۔ کریم بخش کہتا تھا کہ جس وقت میرا بھائی شیخ مداری لہسوے لیکر گھر پہنچا۔ مجھے کچھ ہوش تھا۔ میں نے اپنے بھائی سے دو تین لہسوے لئے اور بسم اللہ پڑھکر کھا گیا۔ کھاتے ہی افاقہ ہوا اور دست و قے رُک گئے اور مکمل آرام ہو گیا۔ زہرہ بیہوش تھی۔ شیخ مداری نے لہسوے پانی میں پیسکر پلائے۔ لہسوے کھانے سے اُسے ہوش آ گیا اور مرض رفع ہو گیا۔

سعدالدین صاحب بن پیر جی حفیظ الدین صاحب اولاد برادرزادہ حضرت شیخ صلاح الدین بلغاری خلیفہ حضرت شیخ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہما ساکن محلہ قصبہ پیٹ شہر پونہ نے مجھ سے (حضرت پیر الحاج محمد غوث صاحب سے) بیان کیا کہ برادر عزیز عبداللطیف مع والدہ جمیلہ بی ۱۲۸۶ھ میں حج و زیارت کے لئے حرمین شریف گئے ہوئے تھے۔ ارکان حج ادا کرنے کے چند دنوں کے بعد یہ خبر مشہور ہوئی کہ حاجیوں کا ایک جہاز عدن سے بمبئی آ رہا تھا وہ دریا میں طوفان آنے کی وجہ سے ڈوب گیا ہے۔ اس خبر وحشت اثر کے سننے سے میں بہت پریشان ہوا، کہ ممکن ہے کہ اس جہاز میں میرے بھائی اور والدہ بھی ہوں۔ دن بھر سخت بے چین رہا۔ شام کے وقت کچھ شیرنی پر حضرت خواجہ امام الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی نیا   ۔ اور عرض کیا کہ حضور مجھے میرے بھائی اور والدہ کی خبر معلوم ہونی چاہیئے کہ وہ

زندہ ہیں یا کیا؟ اور یہ مصرعہ پڑھتے ہوئے سوگیا۔

یا امام الاولیاء اُمددنی اغثنی دستگیر

اُسی شب کو خواب میں دیکھا کہ ایک دریا کے کنارے پر موجود ہوں۔ اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما ہیں۔ اور میرے آقا پیرومرشد حضرت خواجہ امام الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ حضور کے ہمراہ ہیں۔ پیر ومرشد نے مجھے دیکھکر دربار رسالت میں عرض کیا کہ حضور یہ سعدالدین حیران وپریشان ہے۔ امام المرسلین نے رشاد فرمایا کہ اس سے کہدو کہ تمہارے بھائی اور والدہ صحیح وسلامت ہیں۔ اور تم سے اُن کی بہت جلد ملاقات ہوگی۔ جب میں بیدار ہوا تو تسلی ہوئی اور خوشی ومسرت حاصل ہوئی۔ اور یقین کامل ہوا کہ انشاء اللہ عنقریب میرے بھائی اور والدہ سے ملاقت ہوگی۔ دوسرے روز میں پونہ سے روانہ ہوکر بمبئی پہنچا۔ وہاں سید عمادالدین صاحب رفاعی کے مکان پر قیام کیا۔ معلوم ہوا کہ کل ایک حاجیوں کا جہاز آنے والا ہے۔ دوسرے روز بندرگاہ پر گیا۔ پتہ چلا کہ حاجیوں کا جہاز آگیا ہے۔ میں نے وہاں جاکر تلاش کیا۔ اپنے بھائی حاجی عبداللطیف صاحب اور والدہ صاحبہ کو دیکھا کہ وہ بخیروعافیت جہاز سے اُترکر آرہے ہیں۔ میں نے فوراً اپنی والدہ کی قدم بوسی کی اور بھائی سے معانقہ کیا۔ اور میرے ساتھ جو واقعہ پیش آیا وہ اُن دونوں سے بیان کیا۔ پھر ہم سب بمبئی سے روانہ ہوکر پونہ آگئے۔ سعدالدین صاحب پیرزادہ نے مجھ (حاجی شاہ محمد غوث) سے یہ قصہ بیان کر کے کہا سُبحان اللہ! پیر بھی ہوں تو ایسے ہوں کہ جنکی وجہ سے رنج وغم دور ہوجائیں۔ اور اُن کے توسل سے امام الانبیاء کی زیارت ہوجائے۔

توسل کر نہیں سکتے خدا سے　　　　اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

یہ حضرت سعد الدین صاحب اور اُن کے بھائی عبد اللطیف صاحب اپنے پیر کے صادق الاعتقاد مرید تھے۔ یہاں تک کہ اُن کی زبان پر چلتے پھرتے یا امام الاولیاء کا ورد رہتا تھا۔

فیض محمد صاحب جو حضرت خواجۂ خواجگان معین الدین چشتی قدس سرہٗ کی درگاہ شریف کے متولی صاحب کے رشتہ دار تھے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے حضور غریب نواز کے دربار پُر انوار میں عرض کیا کہ حضرت میں کسی پیر کامل سے مرید ہونا چاہتا ہوں۔ اس لئے میری یہ گذارش ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ جس بزرگ کے لئے ارشاد فرمائیں گے کہ یہ پیر کامل ہے۔ میں اُس سے بیعت کروں گا۔ اور حضور کے ارشاد کے بغیر کسی کو پیر نہیں بناؤں گا۔ بیس سال تک آستانہ فیض کاشانہ پر حاضر ہو کر عرض کرتا رہا۔ ایک دن خواب میں دیکھا کہ حضرت غریب نواز روضۂ اقدس میں تشریف فرما ہیں۔ اور یہ بندہ بھی حاضر ہے۔ آپ نے میری جانب دیکھکر ارشاد فرمایا کہ اے فیض محمد تم کو پیر کامل کی تلاش ہے؟ تمہارے پیر یہاں جالی کے قریب والے حجرے میں فروکش ہیں۔ وہ ہمارے خلیفہ اوّل حضرت سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری کی اولاد امجاد سے ہیں۔ اور اُن کا نام امام علی شاہ ہے۔ جھنجھنوں شیخاواٹی کے رہنے والے ہیں۔ تم اُن سے جا کر مرید ہو جاؤ۔ میں حضور غریب نواز کے ارشاد کے مطابق صبح کے وقت بعد نماز فجر انتہائی خوشی کے عالم میں چنبیلی کے قریب والے حجرے میں حاضر ہوا۔ حضرت خواجہ امام علی شاہ صاحب وہاں عبادت و ریاضت میں مشغول تھے۔ جس وقت میری نگاہ آپ کے چہرے پر پڑی تو آفتاب عالمتاب کی طرح چمکتا اور دمکتا نظر آ رہا تھا۔ میں نے آپ کے ہر دو رخسار پر دو دھاریں ہوئی دیکھیں، جو آپ کی محبت الٰہی میں رونے کی وجہ سے پڑ گئیں تھیں۔ اور

آنکھیں عشق الٰہی سے مخمور و معمور تھیں۔ ان کی تعریف میں یہ شعر بہت مناسب ہے۔

آنکھوں کے نشے جنکے دنیا سے نرالے ہیں ‏ ‏ ‏ اُن آنکھوں کے اے نرگس ہم دیکھنے والے ہیں

میں اس شمع شبستان چہرہ نور پر، پروانہ وار عاشق ہوگیا۔ اور حضرت کے قدموں میں گر پڑا۔ آپ نے میرے عشق و محبت کا حال دریافت کیا۔ اور فرمایا آپ سے اس سے پہلے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ اور آپ کا مجھسے ملاقات کرنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنے قدیمی دوست سے کئی روز جدا رہا ہو۔ اور جدائی سے بےچین اور مضطرب ہوکر دوست کا متلاشی ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کسی بادشاہ کے بھیجے ہوئے آئے ہو۔ فیض محمد صاحب کو بڑی محبت سے اپنے پاس بلایا اور فرمایا یہاں آنے کا سبب بیان کرو۔ فیض محمد صاحب نے اوّل سے آخر تک اپنا قصہ سنا کر عرض کیا کہ حضور اقدس اب مجھے شرف بیعت سے مشرف فرمائیں۔ پھر آپ نے مجھے بیعت کیا۔ اور خاندانِ عالیہ کے ذکر و شغل سے فیضیاب فرمایا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ سبحان اللہ، پیر کامل کے طفیل سے سلطان الہند غریب نواز کی زیارت ہوئی۔ اور غریب نواز کی زبان حق ترجمان سے آپ کے مرشد ہونا کا ثبوت ملا۔

حضرت خواجہ امام الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے جس وقت اس دار الفنا سے دار البقاء کو کوچ فرمایا تو خواجہ غلام حسین صاحب سابق متولی درگاہ شریف اجمیر کی بیوی نے مُلّا خدا بخش صاحب سے اپنے شوہر کو یہ خط تحریر کروایا کہ دس تاریخ ماہ رمضان المبارک ۱۲۸۲ھ کو خواجہ امام الاولیاء کا وصال مبارک ہوگیا ہے۔ خواجہ غلام حسین صاحب نے جب یہ خط پڑھا تو اُس کے جواب میں میرے (حاجی شاہ محمد غوث) نام تعزیت کا خط لکھکر انتہائی رنج و غم کا اظہار کیا۔ خواجہ غلام حسین صاحب نے کچھ دنوں کے بعد پھر مجھے ایک خط لکھا۔ کہ میں اس

وقت شاہ پورہ میں ہوں۔ اور حضرت خواجہ امام الاولیاء، شاہ پورہ کی چھتریوں میں جو شہر سے باہر ہیں مقیم ہیں۔ میں نے حضرت کی زیارت کی اور کئی دیر تک آپ کی خدمت میں رہا۔ نیز دورانِ گفتگو آپ سے عرض کیا کہ حضور میری دعوت قبول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم تمہاری دعوت قبول نہیں کر سکتے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ اب یہاں سے حضور کہاں تشریف لیجانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ میں یہاں سے مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ جا رہا ہوں۔ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ حضور کی وفات کا خط میرے پاس آچکا ہے اور میں جھنجھنوں تعزیت نامہ بھی لکھ چکا ہوں۔ اور یہاں میں نے خود آپ کو زندہ دیکھا۔ اگر وفات ہو جاتی تو ملاقات کیسے ہوتی؟ معلوم ہوتا ہے کہ کسی دشمن نے وفات کا خط لکھدیا ہے۔ خواجہ غلام حسین صاحب نے معذرت کا اظہار کیا کہ میں نے آپ کو حضرت امام الاولیاء کی وفات کا تعزیت نامہ تحریر کیا یہ مجھسے بڑی غلطی ہوئی ہے۔ اور میں ابھی حضور کے جمال باکمال سے مشرف ہوا ہوں۔ آپ شاہ پورہ سے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ تشریف لے گئے ہیں۔ خواجہ غلام حسین صاحب کو پھر دوبارہ لکھا گیا ہے کہ حضرت خواجہ امام الاولیاء ۱۰ رمضان المبارک ۱۲۸۲ھ کو رحلت فرما چکے ہیں۔ یہ آپ کی خوش نصیبی ہے کہ آپ وفات کے بعد حضرت کے دیدار فیض آثار سے فیضیاب ہوئے ہو۔ جب یہ خط خواجہ غلام حسین صاحب کو ملا تب اُن کو یقین ہوا کہ حضور کی وفات ہو چکی ہے۔

۱۰ رمضان المبارک ۱۲۸۲ھ میں حضرت امام الاولیاء امام علی شاہ صاحب کا وصال ہوا۔ مزار مبارک محلہ امام نگر جھنجھنوں راجستھان میں زیارت گاہ خلق ہے۔ آپ کے بڑے پوتے حضرت حاجی شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تاریخ وصال یہ کہی ہے:

الاَ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ہ

از گنج مخفی مظہر آں نور بیچگوں — صورت گرفت و کرد تنزل بایں جہاں

ازذات شد صفت زصفت اسم کردہ شد — وار اسم فعل گشت ازو شد ظہور آں

مشہور گشت قطب زماں پیشوائے حق — غوث جہاں امام علی شیخ صوفیاں

سرجست ہمچو برق زقید تعینات — قطب المشائخین و شہ فخر واصلاں

قطرہ بہ بحر رفت نہ قطرہ نہ بحر ماند — ایں منزل است و نہ مکیں است نے مکاں

در بحر موج شد چو فنا عین بحر شد — باقی نماند موج مگر بحر بیکراں

نکتہ اتم فقر ھُو اللّٰہ معیست — ہر کس کجا قیاس کند رمز عاشقاں

چوں در مقام حجلہ قرب خدا رسید — شیخ المشائخین و امام جہانیاں

در مصرعی سروش دو تاریخ گفت غوث — خورشید سالکاں و دگر فخر عارفاں

۱۲۸۲ھ — ۱۲۸۲ھ

حضرت امام الدین شوقی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان الواصلین شمس العارفین سند المتصوفین سید الموحدین خواجہ امام الاتقیاء ولی مادرزاد مولانا محمد امام الدین شوقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت قطب الاقطاب فرد الافراد سلطان ملک معانی خاقان عالم نہانی شہباز عروج توحید عنقای اوج تفرید غضنفر نیستان معرفت ساقی خم خانہ وحدت بحر مواج وحدانیت خواجہ امام الاولیاء صوفی شاہ محمد امام علی قدس اللہ سرہٗ کے فرزند ارجمند اور مرید و خلیفہ اعظم ہیں۔

۲۴ ذی الحجہ ۱۲۳۶ھ بروز جمعہ پیدا ہوئے۔

خسرو فقرا	شمع قصر ولایت	تاج الاخیار وغیرہ
۱۲۴۷ھ	۱۲۴۷ھ	۱۲۴۷ھ

آپ کی ولادت باسعادت کے مادہ ہائے تواریخ ہیں۔ حضرت حاجی پیر محمد غوث

رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ جامع الکمالات ومنبع فیوضات تھے۔ اللہ نے آپ کی ذات عالی میں سب کمال بھر دیئے تھے۔ سخاوت، عبادت، ہمت وجرأت۔ زہد وتقویٰ، ذکر مدام، فکر تمام نفس وشیطان مثل غلام، قائم اللیل، صائم الدہر (عبادت کے لئے رات بھر جاگنے والے، ہمیشہ روزہ رکھنے والے)، کم خوردن (کم کھانا)، کم گفتن (کم بولنا)، کم خفتن (کم سونا)، عادت کامل [1] نظر بر قدم، [2] ہوش دردم، [3] خلوت درانجمن کے شاغل، نظر کیمیا اثر مشاہدہ حق کے سوا نہ تھی، نخوت وغرور کو دل میں جگہ نہ تھی، اللہ نے قلب میں صفائی بھر دی تھی، ذات اقدس نفاق سے بری تھی۔ یک عجیب حالت طاری، ہر وقت آہ وزاری، چشم مبارک مثال دو چشمہ آب رواں تھی، آثار محبت وعشق شان مقدس سے عیاں تھی۔ شعر

سینہ بریاں، دیدہ گریاں ہر گھڑی   آہ وسوزاں زار ونالاں ہر گھڑی

اگرچہ ذات بابرکات اُن اہل معنیٰ کی بے کدورت تھی۔ مگر سبحان اللہ وہ صورت تھی بیشک نور کی مورت تھی۔ اس انداز پہ نثار ایک خدائی تھی کیا شان الٰہی تھی، جسم اطہر فاقوں سے اور محنت شب بیداری سے مثل ہدل کاہیدہ مگر روح بدر کمال درخشندہ ہوگئی تھی۔ بیت

قوت اُس عاشق کی تھی یاد خدا   پیٹ اُن کا نور سے رہتا بھرا

کئی صاحبوں سے واضح (ظاہر) ہوا ہے اور حضرت عالیہ معظمہ ومکرمہ مقدسہ طیبہ دادی صاحبہ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ آپ اوّل دن (ابتداء ہی سے) یعنی سات برس

---

[1] اس کا سہل مطلب یہ ہے کہ سالک کو چاہیئے کہ وہ چلنے پھرنے میں اپنی نظر نیچی رکھے، اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔
[2] سالک کو چاہیئے کہ وہ ہر سانس میں خیال رکھے کہ کوئی سانس اللہ کی یاد سے غافل نہ رہے۔ اس کو وقوف زمانی بھی کہتے ہیں۔ [3] سالک کو چاہیئے کہ لوگوں کے مجمع میں رہتے ہوئے بھی اپنے باطن کی طرف متوجہ رہے، حق تعالیٰ کی یاد سے کسی بھی وقت غافل نہ رہے۔ (فیوضات وزیریہ صفحہ ۱۸۸)

کے سن (عمر) سے یادِ الٰہی میں رہتے، محنت و مشقت جان پر سہتے، گیارہ برس کی عمر میں خوف خدا سے ایسے روتے کہ دامن تر رہتے۔ اور بہت سی راتوں نہ سوتے۔ ان ہی ایام میں کبھی محفل اعراس میں تشریف لے جاتے تو لوگ آپ کے ذوق و شوق کا جوش و خروش دیکھکر حیرت میں رہتے۔ اور حضرت مقبول رب العٰلمین صوفی نانا صدر لدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ یہ حال دیکھکر فرماتے کہ اس بچہ کو محفل سماع میں نہ جانے دو ورنہ نعرے سے کلیجہ پھٹ جانے کا خوف ہے۔

حضرت حاجی محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس فقیر کے سامنے سید عبدالرزاق صاحب شاہوری نے بیان فرمایا کہ میں ماہ شعبان جمعرات کے دن صاحبزادہ صاحب مولانا موصوف (حضرت امام الدین شوقی) کے ہمرکاب فیض انتساب تھا۔ اور آپ موسیٰ ندی (حیدرآباد دکن) پر غسل کے لئے تشریف لے گئے تھے اور حضرت غسل فرما رہے تھے۔ اس ندی میں ایک پتھر کا ستون ایسا مضبوط تھا کہ اگر ہاتھی بھی اُسے ہلاتا تو نہیں ہلتا، مگر حضرت نے مذاق کی حالت میں اُسے جڑ سے اُکھاڑ ڈالا۔ میں نے عرض کیا حضرت اسے پھر اسی حالت میں کھڑا کر دیجئے۔ آپ نے اس پتھر کو پہلے کی طرح جاری پانی میں نصب فرما دیا۔ اور اب تک وہ پتھر کا ستون بدستور موجود ہے۔ میں (حاجی محمد غوث) نے اسے دیکھا ہے۔

منقول ہے کہ شہر حیدرآباد (دکن) کے اندر فتح دروازہ میں عبدالہادی صاحب کا مکان پر محفل سماع تھی۔ اور صوفیائے کرام جمع تھے۔ قوالوں نے راگ ملار شروع کیا۔ دوران محفل حضرت امام الاولیاء (امام علی شاہ صاحب) حضرت امام الاتقیاء (امام الدین صاحب شوقی) رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہر دو آفتاب و مہتاب رونق افزائے مجلس تھے۔ صاحبزادہ

صاحب (حضرت شوقی) کو حال آیا۔ اور وجد طاری ہوا، آپ نے زمین سے اُڑنا شروع کیا، اور سات آٹھ ہاتھ اُوپر ہو گئے۔ اس حالت میں آپکی قمیص جسم مبارک سے علیحدہ ہو گئی۔ جیسے لوہے کا تار صابن سے باہر نکلتا ہے۔ جبکہ بٹن کاج میں لگی ہوئی تھیں۔ ماموں غلام محمد صاحب کہتے ہیں کہ مجھے بہت تعجب ہوا، جب جسم عنصری سے قمیص صابن میں تار کی طرح باہر آئی۔ میں اُس وقت موجود تھا۔ حالانکہ بٹن کاج میں لگی ہوئی تھیں۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ فدوی (حاجی محمد غوث) کی عقل اور ناقص رائے میں آیا۔ میں نے کہا اس کا یہ سبب تھا۔ جس وقت واصلان حق کو وجود کی نفی حاصل ہوتی ہے۔ یہ حال اُس وقت ہوتا ہے۔ وجود عنصری نظر میں نہیں آتا ہے۔ مگر دراصل حقیقتاً وہ وجود کی نفی ہے۔ اور فنائے عبد ہے۔ اور بقائے دل ہے۔ اس مقام میں نہ بندہ بندہ ہے نہ اللہ ہے۔ حضرت حاجی محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ اپنے ماموں پیر علیم الدین رحمتہ اللہ علیہ کے حوالہ سے بیان فرماتے ہیں کہ میں پوسٹ آفس میں بعہدۂ جمعداری ملازم تھا۔ اور سرکاری کام سے چھوٹی گنگرات گیا ہوا تھا۔ وہاں بیمار ہو گیا۔ علاج سے فائدہ کے بجائے بیماری بڑھتی گئی۔ ایسی حالت میں مولانا محمد امام الدین شوقی کی روح پر فتوح کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا کہ وقت مدد ہے اور یہ شعر پڑھا

اولیاء راهست قدرت ازاله　　　　تیر جسته باز گرداند زراه

اسی وقت نیند کا غلبہ ہوا، عالم رویا میں ایک نورانی صورت شخص آئے اور کہا کہ یہ خط ولی خدا کا بھیجا ہوا ہے۔ میں نے اس مبارک خط کو شوق وعقیدت سے اپنی آنکھوں پر رکھا۔ جب میں ــــــ سے بیدار ہوا تو میں نے اپنے آپ کو تندرست پایا کہ جیسے بیماری ہی نہیں ہوا

تھے۔ آپ فارسی اور اردو کے بہترین شاعر تھے۔ آپ کے دیوان فارسی اور دیوان اُردو میں کثیر تعداد میں نعتیں اور غزلیں ہیں۔ جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں۔ آپ کا فارسی اور اُردو کا کلام فصاحت وبلاغت سے لبریز ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ کے زمانہ میں یعنی تیرھویں صدی ہجری میں آپ کے علاقہ شیخاوٹی راجستھان میں کسی شاعر کا کلام اتنا فصیح و بلیغ نہیں ملتا، جتنا آپ کا کلام ہے۔ آپ کے کلام پر کلام الامام امام الکلام کا مقولہ صادق آتا ہے۔ آپ کی نعتیں عشق رسول میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ شہر جھنجھنوں کے میلاد خواں اکثر آپ کا کلام پڑھتے ہیں۔ جس کو سامعین انتہائی ذوق وشوق سے سنتے ہیں اور محظوظ ہوتے ہیں۔

رسالہ عشق، جذبۂ شوق وغیرہ تصوف کی کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ جو موتیوں سے تولنے کے قابل ہیں۔ آپ کے مفصل حالات ''مجمع البحرین فی مناقب الامامین'' میں ہیں۔ جو کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن کے مخطوطات میں تلاش کرنے سے مل سکتی ہے۔

حضرت حاجی محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب آپ اجمیر شریف میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار پُرانوار میں حاضر ہوئے تو مراقبہ میں اپنی وفات قریب ہونے کا حال معلوم ہوا، عم مکرم حضرت صوفی محمد اللہ بخش صاحب سے جو آپ کے محب صادق اور محرم راز تھے۔ اس کا ذکر کیا اور فرمایا کہ آپ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو اس کا علم نہیں ہونا چاہیے۔ آپ کا قبل از وقت اپنی وفات سے مطلع ہونے کا حال آپ کی وفات کے بعد چچا صاحب نے بیان کیا۔ جیسے ہی وصال کا وقت قریب آیا، یہ رُباعی فرمائی

گر جان سے مرنا ہے تو مر کیوں نہیں جاتے — گردن سے گذرنا ہے گذر کیوں نہیں جاتے

کہتے ہو اگر عشق کے دربار میں شوقی — جو کچھ تمہیں کرنا ہے سو کر کیوں نہیں جاتے

۲ جمادی الثانی ۱۲۸۰ھ کی رات کو طائر روح اس شہباز بلند پرواز نے اس میدان دنیا سے پرواز فرما کر گلستان جنت میں شاخ طوبی پر آشیانہ بنایا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ مزار مبارک آپ کے والد ماجد حضرت امام الاولیاء امام علی شاہ قدس سرہٗ کے مرقد انور کے مشرقی جانب درگاہ حضرت امام الاولیاء جھنجھنوں میں واقع ہے۔

تاریخ وصال شریف حضرت قبلۂ عالم مولینا شاہ محمد امام الدین رضی اللہ عنہ

امام ابن امام و فخر پیراں — کریم ابن کریم اولاد سلطاں

امیر قدوۃ الکبریٰ وراسخ — فقیر محو حق شیخ المشائخ

محقق و عارف و واصل و عاشق — موحد و فاضل و مقبول و صادق

خلیفہ و جانشین و قرۃ العین — امام الاولیاء سلطان دارین

بگویم صاف و اظہر اسم عالی — محمد ہم امام الدین شوقی

علیہ رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ — شود یوماً فیوماً قربش اعلیٰ

چوں خالق انبیاء و اولیاء را — ز گنج مخفی ظاہر کردہ پیدا

تولد و نقل ہم پیدا و پنہاں — ایں امثال تجدد صفت حق داں

مشرف وصل حق چوں گشت آں شاہ — ز تاریخ وصالش باش آگاہ

فقال الغوث مصرعۃ جدیدہ — ھوالظاہر ھوالباطن وحیدہ

۱۲۸۰ھ

حضرت عبدالرحمان شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

مقتدائے کاملاں، پیشوائے واصلاں، قطب الزماں، وحید دوراں، حضرت شاہ عبدالرحمان کا طریقت کا نام جمال اللہ شاہ تھا۔ شاعری میں جمال تخلص فرماتے تھے۔ آپ بھی حضرت امام الاولیاء امام علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ ہیں۔ آپ اپنے پیر طریقت کی خدمت بابرکت میں اکثر وبیشتر سفر وحضر میں رہتے تھے۔ آپ کے پیرومرشد نے آپ کو اپنی حیات ظاہرہ میں کبھی اپنے سے جدا کرنا گوارہ نہیں فرمایا۔ جب وصال فرما چکے تو آپ رونے لگے۔ کچھ دیر کے بعد حضرت امام علی شاہ صاحب نے اپنی چشمان مبارک کو کھولکر فرمایا، کیوں روتے ہو؟ عرض کیا حضرت اب میں کیا کروں، میرے لئے کیا حکم ہے؟ حضرت امام علی شاہ صاحب نے فرمایا، آپ حیدرآباد دکن چلے جاؤ وہاں آپ کے لئے سب کچھ ہے۔ چنانچہ آپ اپنے پیرومرشد کے حکم کے مطابق حیدرآباد دکن تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کی شادی ہوئی۔ نسل چلی، اور سلسلۂ بیعت جاری ہوا۔ آپ کی پوری زندگی عبادت وریاضت اور تقویٰ وپرہیزگاری میں بسر ہوئی۔ حیدرآباد دکن میں آپ کا مکان بازار سدی عنبر حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہندی کے متصل تھا۔ آپ وہاں ہرسال اپنے شیخ طریقت کے عرس کی محفل کا اہتمام بھی فرماتے تھے۔ آپ نے نظم ونثر دونوں میں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ جن سے آپ کی تبحر علمی، ادب پروری اور طریقت میں اعلیٰ مقام ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

رسالہ تفصیل السلسلہ

اس رسالہ میں آپ نے اپنے پیر طریقت حضرت امام الاولیاء امام علی شاہ صاحب

کے حکم سے تمام روحانی سلاسل کو نثر میں بیان فرمایا ہے۔ یہ غیر مطبوعہ ہے۔ اس کے آخر میں آپ نے یہ نظم تحریر فرمائی ہے

اب رسالہ ہو گیا ہے تمام — پڑھ درود اں نبی پر اور سلام
بارہ سو اسّی کے سن تو سال تھے — فضل حق سے ہو گیا ہے اختتام

آپ کے خلیفہ اور فیض یافتہ حضرت حاجی شاہ محمد غوث جھنجھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے اس رسالہ کا قطعہ تاریخ یہ لکھا ہے:

عبد رحماں معدن فیاض — لکھ چکے یہ رسالہ سلسلوں کا
غوث تاریخ میں نے جب پوچھی — دل پر فکر یک بیک چونکا
کیا بیاں ہے اٹھ کے یہ بولا — خانوادوں گروہوں پیروں کا

۱۲۸۰ھ

انوار المعرفت

اس کتاب میں آپ نے اہل طریقت کے چودہ خانوادوں کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ اردو نثر میں غیر مطبوعہ ہے۔ آغاز کتاب میں حمد و نعت کے سولہ اشعار، سلام کے دس اشعار اور مناجات کے بیس اشعار تحریر فرمائے ہیں۔ ان میں سے چند شعر یہ ہیں

حمد کے دو شعر

حمد اس کی ذات کو شایان ہے — قدرتیں اور صفت بے پایان ہے
باغ وحدت کا تمامی ہے ظہور — گلشن دنیا و دیں ہے بے قصور

نعت کے دو شعر

بہترین بادشاہ اولیں — شہنشاہ آخرین و عالمیں
گر نہ پیدا آپ ہوتے در جہاں — تو نہیں بنتے زمین و آسماں

سلام کے دو شعر

السلام اے موجب ایجاد خلق — السلام اے ابتدائے انبیاء خلق
سلام اے بادشاہ دیں — السلام اے شہنشاہ آخریں

یہ کتاب ۱۲۸۲ھ میں لکھی گئی۔ جناب عنایت حسین صاحب نارنولی مرحوم و مغفور نے اس کی تواریخ کے دو قطعات کہے تھے۔ دوسرا قطعہ یہ ہے

تصنیف اس کو کر کے جسوقت عبدرحماں — سب کر چکے منور انوار معرفت سے
اب اسمیں اے عنایت سارے بھرے ہوئے ہیں — تاریخ بولا ہاتف اسرار معرفت کے

رسالہ مرغوب الفقراء

یہ رسالہ آپ نے ۱۲۸۰ھ میں منظوم تحریر فرمایا تھا۔ قلمی ہے۔ حضرت پیر حاجی شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ نے اتمام رسالہ کی یہ تاریخ کہی ہے:

یہ رسالہ فضل حق سے ہو چکا اتمام جب — مرحبا کی پھر صدا آئی اچانک از فلک
بے نظیر و بے مثال و لاجواب یہ سخن — از پے سن جبکہ پہنچی غوث میرے گوش تک
عرصہ تاریخ میں داو آکر شیر فکر — دل سے رکھو یاد اہل خرقہ بولا یک بیک

۱۲۸۰ھ

بروز دوشنبہ ۲۰ رجب المرجب ۱۳۰۸ھ کو آپ نے وصال فرمایا۔

حضرت حاجی شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ

رئیس الکاملین، امام المتصوفین، قبلۃ المحققین، سند الموحدین، حضرت حاجی شاہ محمد غوث ذوقی، امام الاتقیاء حضرت امام الدین صاحب شوقی کے بڑے صاحبزادے اور حضرت امام الاولیاء امام علی شاہ صاحب کے پوتے ہیں۔ [1] آپ ۱۲۶۷ھ مطابق ۱۸۴۸ء اور سمت ۱۹۰۵ بکرمی میں پیدا ہوئے۔

آپ کی پیدائش کے بعد آپ کے دادا حضرت امام علی شاہ صاحب آپ کو دیکھنے کے لئے گھر میں تشریف لائے۔ جب آپ قریب پہنچے تو آپ کے سانس سے پاس انفاس کی آواز سنی۔ حضرت امام علی شاہ صاحب نے فرمایا یہ لڑکا ہونہار ہوگا۔ اور مخلوق خدا کو فائدہ پہنچائے گا۔ جب آپ کی عمر شریف چھ ماہ کی ہوئی تو آپ کی زبان مبارک سے ہر وقت اسم ذات اللہ اللہ جاری رہتا تھا۔

آپ کا رُخ انوار ایسا روشن اور تابناک تھا کہ جو شخص آپ کو ایک نظر دیکھ لیتا وہ آپ کا جان و دل سے فریفتہ و عاشق ہو جاتا۔

آپ کی ابتدائی تعلیم آپ کے والد ماجد اور دادا حضرت کے سایۂ عاطفت میں ہوئی۔ پھر ریواڑی ہریانہ جا کر سید عبدالعزیز صاحب سے مزید علم حاصل کیا، اور ریواڑی سے جھنجھنوں آ کر سید عنایت حسین صاحب سے علوم ظاہرہ کی تکمیل کی۔ آپ علم تفسیر، علم حدیث علم فقہ کے مکمل عالم تھے۔ آپ نے اپنے والد ماجد حضرت امام الدین صاحب شوقی

---

[1] سوانح حضرت خواجہ محمد غوث صفحہ ۵

سے بیعت ہو کر چاروں سلاسل میں خلافت حاصل کی۔ اور حضرت عبدالرحمان شاہ صاحب سے بھی فیض پایا۔ اور خلافت سے نوازے گئے۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ کو جتنا وقت حضرت عبدالرحمان شاہ صاحب کی صحبت میں رہنے کا ملا، آپ کے والد ماجد اور دادا حضرت کی عمریں زیادہ نہ ہونے کی وجہ سے آپ ان حضرات کی صحبت سے زیادہ مستفیض نہ ہو سکے۔ اور حضرت عبدالرحمان شاہ صاحب سے بھی جو روحانی حصہ ملا، وہ آپ کے دادا حضرت امام علی شاہ صاحب کا ہی عطا کردہ تھا۔ جیسا کہ عبدالرحمان شاہ صاحب کے ذکر میں بیان کیا جا چکا ہے۔

آپ انتہائی زاہد و عابد اور متقی و پرہیزگار تھے۔ شاہ نور صاحب کی پہاڑی جو جھنجھنوں ریلوے اسٹیشن کے جنوبی جانب ہے۔ اور جہاں آپ کے بزرگوں نے چلہ فرمایا ہے۔ وہاں آپ بھی چلہ کش رہے اور اللہ اللہ کرتے رہے۔ رات اور دن عبادت الٰہی میں رہنا اور گریہ وزاری کرنا آپ کا شیوہ تھا۔ آپ تخلقوا باخلاق اللہ سے متصف تھے۔ ہمیشہ غریبوں اور مسکینوں کی مدد فرماتے۔ چھوٹوں پر شفقت کرتے اور بڑوں کی عزت فرماتے، سلام کرنے میں سبقت فرماتے، کبھی کسی شخص کو راستہ میں پہلے سلام کرنے کا موقع نہیں دیا۔ حالانکہ لوگ بہت کوشش کرتے کہ ہم پہلے سلام کریں۔ آپ کی ولایت و کرامت کا ایک زمانہ قائل ہے۔ آج بھی یعنی ۱۴۲۵ھ میں آپ کی زیارت سے مستفیض ہونے والے خوش نصیب حضرات مل سکتے ہیں۔ اور آپ کو دیکھنے والوں کے دیکھنے والے افراد تو ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ان سب سے جب آپ کی زندگی کے حالات و واقعات سنے جاتے ہیں تو آپ کی بزرگی و تقدس کا پتہ چلتا ہے۔

مولوی سید امام الدین صاحب مرحوم اپنی کتاب تذکرۃ الانساب مطبوعہ ۱۳۲۲ھ

کے صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں۔ حضرت زبدۃ المشائخین محمد غوث صابری سلمہ تعالیٰ پھلوں میں تشریف رکھتے ہیں۔ اوقات آپ کے مدام اور اوظائف میں بسر ہوتے ہیں۔ بڑے بزرگ شاغل اس زمانہ میں مشائخین کے درمیان ذات آپ کی بس غنیمت ہے۔ راقم کے حال پر نظر الطاف بزرگانہ رکھتے ہیں۔ اکثر اوقات پونہ بمبئی حیدرآباد میں بھی تشریف لاتے ہیں اور لوگوں کو فیض پہنچاتے ہیں۔ اور اپنے بزرگوں کے سلسلہ کو احیاء رکھتے ہیں۔ مولوی عطا محمد خاں مرحوم اپنی تالیف "واقعات قوم قائم خانی" میں تحریر کرتے ہیں۔ "آپ علم تصوف کے جید عالم تھے۔ آپ کو عربی اور فارسی زبان دانی میں اچھا دخل تھا۔ آپ بھاشا زبان میں بھی اچھے اشعار کہتے تھے۔ اکثر آپ کے بھجن (جن میں وحدانیت کی تعلیم ہے) شیخواٹی میں قوال گاتے ہیں۔ آپ نے کئی کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔ بلدہ حیدرآباد دکن میں جب آپ تشریف لے جاتے تھے تو ایک سال یا دو سال تک قیام رہتا تھا۔ اکثر درویش آپ کی ملاقات کے لئے آتے اور علم تصوف میں آپ سے گفتگو کرتے تو ہاتھوں کو بوسہ دیتے تھے۔ آپ کے مرید نواب عالم علی خاں دلاور نواز جنگ بہادر ثانی اور اکثر قائم خانی بھی تھے۔ حیدرآباد میں بہت سے وکلا اور ذی علم اشخاص نے آپ سے بیعت حاصل کی، پونہ میں آپ کے مرید کثرت سے ہیں۔" حضرت خواجہ عبداللطیف صاحب چشتی سلیمانی جودھپوری ایسے بزرگ نے آپ کی ولایت و کرامت سے متاثر ہو کر جودھپور سے دو رجسٹرڈ خطوط ارسال کئے۔ اُن میں آپ سے مقامِ نصیرہ کی ترکیب اور اُس کا فائدہ معلوم کیا۔ آپ اُس وقت بیمار تھے۔ لہٰذا آپ نے اپنے ولیعہد حضرت پیر خیرالدین احمد شاہ صاحب سے خطوط کا جواب تحریر کرایا۔ وہ درج ذیل ہے:

غفشریعت و طریقت و حقیقت و معرفت کاشف اسرار منزل ناسوت جبروت

منوّت و ا ہوت و ہاہوت و ہاہوت سید شاہ عبداللطیف صاحب دام اللہ شوقہ و ذوقہٗ السلام علیکم و رحمتہ اللہ برکاتہٗ۔ الحمد للہ تعالیٰ اس جگہ خیریت ہے۔ اور خیریت آپ کی مع خورد وکلاں درگاہ رب العزت سے نیک خواہاں و جویاں ہوں۔ خط فرحت نمط یعنی رجسٹری کیا ہوا پہنچا۔ کُل حال معلوم ہوا، اللہ تعالیٰ جذبہ محبت الٰہی آپ کا زیادہ کرے۔ اور ہر وقت اپنی یاد میں رکھے۔ آپ نے مقام نصیرہ کے لئے تحریر کیا کہ اس کی کیا ترکیب ہے۔ اور اس سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ ترکیب اس کی یہ ہے کہ علیحدہ جگہ میں دوزانو یا چہارزانو بیٹھکر ناک کی نوک پر خوب غور کرے۔ اور ہر وقت نگاہ اُس پر قایم رکھے۔ جب ہر روز اس کی مشق رہتی ہے تو نوک بینی سے نور کے ذرے نکلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور جائے مذکور مثل آفتاب کے روشن ہو جاتی ہے۔ اور اس نور کو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کرے۔ اور اس مقام کا نام مقام نصیرہ ہے۔ جب یہ مقام پختہ ہو گیا، اس کے بعد آنکھوں کی پتلیوں کو دونوں ابروؤں (بھووں) کے بیچ میں چڑھا کر جس مقام کا نام مقام محمودہ ہے۔ جائے مذکور کو خوب دیکھا کرے۔ تاکہ اُس پر نگاہ بالکل جم جائے۔ اور سوا نور کے اور کچھ نظر نہ آوے۔

جب دیکھ لیا کہ یہ مقام بھی پختہ ہو گیا اور قایم ہو گیا، اُس وقت آنکھوں کی پتلیوں کو اُم الدماغ (تالو) پر چڑھانے کی کوشش (کرے) اور مشق خوب کرے تاکہ شغل پختہ اور کامل ہو جاوے۔ اور اس مقام کا نام وراءُ الوریٰ ہے۔ جسوقت انسان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ تو اس جسم عنصری سے جدا ہو جاتا ہے۔ اور جہاں چاہے یعنی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی سیر کر سکتا ہے۔ اور اس صاحب شغل کو جیسا روبرو اور سامنے نظر آتا ہے۔ ویسا ہی پس پشت بھی نظر آنے لگ جاتا ہے۔ اور اُس کی برکت سے اور حالات بھی منکشف ہو جاتے ہیں۔ کہ اُس کو شاغل ہی جانتا ہے۔ اللہ بس باقی ہوس۔"

اور ایک خط آپ کا پہلے بھی پہنچا ہے۔ اُس کے جواب میں تاخیر اس سے ہوئی کہ عرصۂ دو ماہ سے میں بیمار ہوں ۔ ۔۔ ۔۔ ۔ اور برخوردار خیر الدین پونہ کی طرف گیا ہوا تھا۔ اس لئے جواب میں وقفہ ہوا۔ اور آپ ابھی ادھر (آنے کا) ارادہ نہ فرمائیں۔ اس شغل کی آپ کو اللہ تعالیٰ کے واسطے اجازت ہے۔ بخوشی کیجئے۔ اگر طبیعت صاف ہوگئی تو انشاء اللہ آپ سے ملاقات ہو جائے گی۔ از طرف عاصی خیر الدین احمد السلام علیکم قبول باد۔ واشتیاق ملاقات ظاہر ہوئے۔ فقط۔

آپ کی ذات وار صفات سے بہت سی کرامتوں کا ظہور ہو جو سوانح عمری خواجہ محمد غوث گنجینۂ اولیاء تو کی وغیرہ کتابوں میں مرقوم ہیں اور زبان زد خواص وعوام بھی ہیں۔

(۱) [۱] ایک مرتبہ آپ اپنے مریدین کے ہمراہ پونے سے تشریف لا رہے تھے۔ راستہ میں ایک اسٹیشن پر نماز کا وقت ہو گیا، آپ نے اپنے سلسلہ کے لوگوں سے فرمایا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ اسٹیشن پر اُتر کر باجماعت نماز ادا کریں۔ سب نے ریل گاڑی سے اُتر کر اسٹیشن پر وضو کیا اور نماز باجماعت کی نیت باندھ لی۔ ابھی آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی تھی اور دو رکعت پڑھنی باقی تھی۔ گارڈ نے سیٹی لگائی اور ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ پہیئے گھومتے رہے، لیکن گاڑی نہیں چلی۔ ریل گاڑی کو چیک کرنے کے بعد جب کوئی خرابی نہیں پائی گئی تو سب حیران ہوئے کہ گاڑی میں کوئی خرابی بھی نہیں ہے، پھر کیوں نہیں چل رہی ہے۔ آخر کسی شخص نے کہا جب تک یہ بزرگ نماز پوری نہیں کر لیں گے گاڑی نہیں چلے گی۔ گارڈ دوڑا ہوا آیا کہ بابا جلدی چلئے ہم وقت سے بے وقت ہو رہے ہیں۔ آپ نماز ادا فرمانے کے بعد جیسے ہی گاڑی میں قدم رنجہ ہوئے، گاڑی فوراً روانہ ہوگئی اور دوسرے اسٹیشن

---

[۱] گنجینۂ اولیاء ۔ ۔ ی صفحہ ۲۸

پر وقت مقررہ پر پہنچ گئی۔ آپ کی یہ کرامت دیکھکر گارڈ بڑا متاثر ہوا، اور اس نے عزت اور احترام کے ساتھ پناہیت آپ کے قدموں میں رکھ دیا۔

(۲) حاجی علاؤالدین خاں صاحب بٹوال ریٹائرڈ پوسٹمین ساکن نام نگر جھنجھنوں کا بیان ہے کہ میرے نانا کریم بخش خاں صاحب ایک مرتبہ رات کے وقت اپنے کھیت سے آرہے تھے۔ دل میں خیال آیا کہ سامنے مسان ہیں۔ ممکن ہے کوئی نظر آجائے۔ اتنے میں پیچھے سے حضرت حاجی شاہ محمد غوث علیہ الرحمہ نے کندھے پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جاؤ چلے جاؤ، ہم کھڑے ہیں۔ پیر کامل کی یہ نشانی ہے کہ وہ پریشانی کے وقت اپنے مرید کی مدد فرماتے ہیں اور اُس کے کام آتے ہیں۔

بندہ مست جائے نہ آقا پہ وہ بندہ کیا ہے　　　بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے

(۳) ایک ہمزاد لوگوں کو اکثر تکلیف دیتا تھا۔ لوگوں نے آپ سے آکر عرض کیا کہ حضرت ایک ہمزاد نے پورے شہر میں تہلکہ مچا رکھا ہے۔ آپ اُس کا انتظام فرمائیں۔ آپ نے اُسے اپنی روحانی طاقت کے ذریعہ بلا کر بدھنی میں بند کر دیا۔ اور جنگل میں لے جا کر دفن کرنے کا حکم فرمایا۔ لیکن وہ بدھنی کسی سے اُٹھ نہ سکی۔ آپ نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھکر اُٹھانے کا حکم دیا۔ جب اس طریقہ سے اُٹھائی گئی تو فوراً اُٹھ گئی۔ اور جنگل میں دفن کر دی گئی۔ اُس روز سے تمام شہر میں امن ہوگیا۔

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست　　　در پریشاں حالی و درماندگی

(۴) [1] ایکبار آپ بڑی کھاٹو تشریف لے گئے۔ اور وہاں کی جامع مسجد کے

---

[1] سوانح عمری حضرت خواجہ محمد غوث صفحہ ۷

حجرے میں قیام فرمایا۔ دوسرے روز شب میں ایک صاحب نے یہ خواب دیکھا کہ ٹھٹو کے پہاڑ سے ایک شیر ببر نکلا اور اُن صاحب کو دبایا۔ پھر وہ شیر ببر انسان کی صورت میں ہوکر آپ کی صورت بن گیا۔ صبح کے وقت وہ صاحب آپ کی خدمت میں آئے اور آپ کی قدمبوسی کی، پھر آپ سے مرید ہوکر آپ کے خلفاء میں شامل ہوگئے۔

(۵) [۱] حضرت قاسم ولایت پیر محمد قاسم علی صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم آپ کی خدمت میں گھر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ دیر کے بعد آپ ہماری آنکھوں سے غائب ہوگئے۔ پھر آپ وہیں بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ جب آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ کہیں تشریف لے گئے تھے؟ فرمایا کہیں نہیں گیا تھا، یہیں تھا۔

آپ کو عربی، فارسی، اُردو اور ہندی زبانوں پر پورا عبور تھا۔ آپ نے ان زبانوں میں اشعار بھی کہے ہیں۔ آپ کا اکثر کلام وحدانیت اور تصوف میں ہے۔ چھبیس نظمیں بطرز جدید ہیں۔ مناجات، حمد، نعت، منقبت بھی کہی ہیں۔ نظم و نثر میں کئی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اُن میں سے کچھ کتابیں مطبوعہ ہیں اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں۔ ہمیں ابتک جن کتابوں کا علم ہوسکا ہے وہ یہ ہیں؛

۱۔ تفسیر سورۂ اخلاص الموسوم کلمات التجید فی اسرار التوحید سورۂ اخلاص کی یہ تفسیر آپ نے اپنے برادر خرد اور مرید و خلیفۂ اعظم حضرت علامہ پیر علاؤ الدین علیہ الرحمہ کی خواہش پر فارسی زبان میں تحریر فرمائی تھی غیر مطبوعہ ہے۔

۲۔ سراج الذاکرین آپ کی یہ کتاب فارسی زبان میں غیر مطبوعہ ہے۔ یہ آپ نے

---

[۱] گنجینۂ ...، قاسمی صفحہ ۳۰

۱۲۹۵ھ میں تحریر فرمائی۔ قلمی ہے۔

۳۔ مرغوب العارفین : اس میں آپ نے اُردو زبان میں سلطان الاذکار کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ قلمی ہے۔

۴۔ سراج الطالبین : مختلف اوقات میں نوافل پڑھنے کے طریقے، ذکر و اذکار، چاروں سلاسل کے شجرے اور شجرے کے بزرگوں کی تاریخہائے وصال کو بیان کیا گیا ہے۔ اور اُن کے مزارات کی نشان دہی کی گئی ہے۔ پہلے اُردو میں طبع ہوئی تھی۔ اب چند سال پیشتر انڈیا پرنٹنگ پریس پچیل پورہ، بیکانیر کی طرف سے ہندی میں بھی چھپ چکی ہے۔

۵۔ یہ کتاب آپ نے ورد و وظائف کے بارے میں ۱۲۹۵ھ میں اُردو میں تصنیف فرمائی تھی۔ قلمی ہے۔

۶۔ منیر العاشقین، ۷۔ سی حرفی محمد غوث منظومہ مطبوعہ ہے۔ ۸۔ رسالہ کشف المقامات منظوم اُردو میں غیر مطبوعہ ۹۔ خاتون جنت کا سہاگ منظوم اُردو غیر مطبوعہ ۱۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بنا (شادی نامہ) اُردو میں منظوم ہے چھپ چکا ہے۔ ۱۱۔ بارہ ماسہ غوث المشہور عشق کی کہانی منظوم اُردو اور مارواڑی میں غیر مطبوعہ ہے۔ ۱۲۔ غوث الاوراد: یہ کتاب بھی ورد و وظائف میں ہے۔ اُردو میں غیر مطبوعہ ہے۔ ۱۳۔ مقبول البیان فی اعمال الرمضان: یہ کتاب آپ نے شہر پونے میں خواجہ شیخ صلاح الدین قدس سرہٗ کی خانقاہ میں بیٹھکر اُردو میں تصنیف فرمائی تھی۔ قلمی ہے۔ ہمارے پاس نامکمل ہے۔ ۱۴۔ مجمع البحرین فی مناقب الامامین: یہ کتاب آپ نے حضرت امام الاولیاء امام علی شاہ اور امام الاتقیاء امام الدین شوقی علیہما الرحمتہ والرضوان کے

حالات مبارکہ میں تحریر فرمائی تھی۔ وہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن کے قلمی مخطوطات میں شامل تھی۔ حضرت صوفی صابر علی صاحب قبلہ سجادہ نشین ومتولی درگاہ حضرت شیخ بن حان صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے مطالعہ میں رہی ہے۔ اور محترم صوفی ریاضت علی صاحب چشتی نے اپنی کتاب ''تذکرہ حضرت سلطان التارکین'' میں اس کا حوالہ بھی دیا ہے۔ یکم اپریل ۱۹۹۷ء میں جب یہ راقم الحروف حضرت خواجہ سید محمد محمد الحسینی صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین روضۂ منورہ بزرگ گلبرگہ شریف (کرناٹک) کی دعوت پر مع عزیزم چچازادہ محمد نور ہاشمی صوفی کانفرنس حیدرآباد دکن میں شریک ہوا۔ دوران قیام حیدرآباد کتب خانہ آصفیہ کے مخطوطات کی فہرست بھی دیکھی لیکن یہ کتاب نہیں ملی۔ ممکن ہے کہ مزید تلاش کی جائے تو مل جائے۔ ہمارے پاس اس کے چند صفحات ہیں۔

آپ کا وصال ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ کو جمعہ کے دن ہوا، درگاہ حضرت امام علی شاہ صاحب کے چھوٹے گنبد میں غربی جانب جو مزار سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے وہ آپ ہی کا ہے۔ آپ کے عرس چہلم کے موقعہ پر شہر کھانا ہوا، کھانے میں اتنی برکت ہوئی کہ شہر کے لوگوں کے علاوہ قرب وجوار کے عقیدتمند بھی کثیر تعداد میں حاضر ہو کر کھانے میں شریک ہوئے۔

سید مظفر علی صاحب چشتی مرحوم نے آپ کی تاریخ وصال کے مندرجہ ذیل قطعات کہے ہیں:

چوں حضرت غوث قطب دوراں　　رفتہ زجہاں بسوئے جنت

(جب حضرت غوث قطب دوراں دنیا سے جنت میں تشریف لے گئے)

حامی شریعت مقدس　　　　　　ہم رہبر گمرہان ملت

(شریعت مقدس کے حامی اور ملت کے گمراہوں کے رہبر)

دریاد خدا مدام شاغل　　　　　　فارغ رجہاں بکنج عزلت

(دنیا سے فارغ ہوکر ہمیشہ گوشۂ تنہائی میں یادِ الٰہی میں مشغول رہنے والے)

تاریخ وصال ان شہ چشت　　　　　　گفتم کہ ہائی فخر امّت

(ہم نے اُن بادشاہ چشت کی تاریخ وصال ''ہائی فخرِ اُمت''۔ ۱۳۳۷ھ۔ کہی)

دیگر

حضرت غوث اے شہ دوراں　　　　　　زود رفتی بسوئے باغ ارم

(اے وقت کے بادشاہ حضرت غوث آپ دنیا سے جنت میں جلد تشریف لے گئے)

رونق دیں احمد بودے　　　　　　بحر جودو سخا و نیک شیم

(آپ دین احمد کی رونق تھے جودوسخا اور نیک خصلت کے سمندر تھے)

دل ز صحبت نہ سیر شد گاہے　　　　　　بود سخنت بزخم دل مرہم

(آپ کی صحبت سے کبھی دل نہیں بھرا، آپ کی بات زخم دل کے لئے مرہم تھی)

جلوہ فرما بخواب من یکبار　　　　　　اے کہ ذات تو بود کان کرم

(ایکبار میرے خواب میں تشریف لے آئیے۔ اے حضرت آپ کی ذات کرم کی کان تھی)

سال ترحیل بادل خستہ　　　　　　خامۂ ایں حقیر کرد رقم

(آپ کا سن وصال زخمی دل سے اس حقیر قلم نے رقم کیا)

از ربیع الاول بست ودوم　　　　　　یوم آدینہ شد جہاں پُر نم

(۲۲ ربیع الاول جمعہ کے دن دنیا غمگین ہوگئی)

زار و گریاں برائے تو چشتی　　　آہ اے معدن فیوض و کرم

(افسوس اے فیض وکرم کی کان آپ کے لئے چشتی زار و قطار رو رہا ہے)

حضرت پیر علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ

زبدۃ العارفین، سراج السالکین، شیخ الکاملین، سلطان الناظرین، امام المتکلمین، حضرت علامہ علاؤالدین، حضرت امام الاتقیاء مولینٰ محمد امام الدین شوقی کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔

آپ ۲۵ جمادی الاول ۱۲۷۲ھ میں کتم عدم سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔ آپ انتہائی حسین و جمیل تھے۔ ایک بار جب آپ اپنے جد امجد حضرت سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری قدس سرہٗ کے مزار پُر انوار پر ناگور شریف حاضر ہوئے۔ اُسوقت پیر نجم الدین صاحب مخدومی کے والد، جد مرحوم کی دکان پر بھی تشریف لے گئے۔ آپ کے چلے جانے کے بعد آس پاس کے دکانداروں نے اُن سے آپ کے بارے میں معلوم کیا کہ یہ کون صاحب تھے۔ ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے فرشتہ ہوں۔ اُنہوں نے جواب دیا یہ ہمارے عزیز ہیں جو جھنجھنوں سے آئے ہیں۔

اسی طرح وکیل حاجی اظہر حسین صاحب فاروقی مرحوم نے راقم الحروف سے اپنا چشم دید منظر بیان کیا تھا کہ حضرت حاجی شاہ محمد غوث اور حضرت مولینا شاہ علاؤالدین احمد علیہما الرحمۃ والرضوان دونوں بھائیوں کی چارپائیاں برابر لگی رہتی تھیں۔ ہر دو حضرات ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے آفتاب و ماہتاب ہوں۔ آپ بچپن ہی سے ذہین و فطین تھے۔ چنانچہ حضرت میاں [illegible]م نے آپ کی صغر سنی کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ جسوقت آپ کی بارہ سال

ـے قریب عمر تھی۔ محلہ پیرزادگان کے بچوں نے ایک فرضی حکومت بنائی۔ آپ کو بادشاہ بنایا
گیا۔ آپ نے فرمایا کہ جب ہم نے فرضی حکومت کی تشکیل کی ہے تو ہماری زبان بھی الگ
ہونی چاہیئے۔ پھر آپ نے شاذی زبان ایجاد فرمائی۔ جو آپ کے تخلص شاذ کی نسبت سے
شاذی کہلائی۔ اس زبان کے گیارہ الفاظ ہیں۔ ان سے دنیا بھر کی گفتگو کی جاسکتی ہے۔ اس
کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں نام بھی بدل جاتا ہے۔ مثلاً اگر کسی کا نام زید ہے۔ یہ زبان
شاذی میں ''زِسٹیف دَم'' ہو جائیگا۔ اس کے گیارہ الفاظ یہ ہیں

افاٹر	اسٹیف	افٹیر	اسمول	اسٹیفوٹ
آ	اے	ای	او	اُو
یَف	یَٹ	چِش	نگیم	شپ۔م
برائے زبر	برائے پیش	برائے زیر	نہیں	ملانے کیلئے۔ برائے موقوف

یہ زبان جب بولی جاتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی انگریزی بول رہا ہو۔
بلکہ خود انگریز اس کو سنکر حیرت واستعجاب میں رہ جاتے ہیں۔

آپ نے معقولات ومنقولات کی تعلیم اُس دور کے دہلی کے مشہور مدرسہ میں
حاصل کی۔ اور علم ظاہر کی تکمیل کے بعد اپنے بڑے بھائی حضرت حاجی محمد غوث علیہ الرحمۃ
والرضوان سے بیعت ہو کر خلافت سے نوازے گئے۔ اور اپنے پیر طریقت کے [1] خلیفۂ
اعظم کہلائے۔ آپ عالم باعمل ولی کامل اور عارف باللہ تھے۔ سنتوں کے دلدادہ تھے۔
بدعات سے پرہیز کرتے تھے۔ مکروہات سے بچتے تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

---

[1] بیان حضرت مولینا محمد حامد صاحب فاروقی مدظلہ العالی کراچی (پاکستان)

آپ کا طریقہ رہا۔ آپ نے اپنے حلقہ ارادت شکر گو نیر، کھدیہ ، ٹھانہ، شوپڑی، پچھور، چندیری، گونہ وغیرہ میں کافی فیض پہنچایا۔ خود آپ کے شہر جھنجھنوں میں جو مسلمان بے نمازی تھے اُنہیں حسن اخلاق اور حکمت عملی کے ذریعہ نمازی بنایا۔ اور راہ راست پر گامزن کیا۔ جو مسلمان نماز پڑھنے کے لئے تیار نہیں ہوئے آپ نے اُنہیں سختی سے نماز پڑھنے کے لئے آمادہ کیا۔ یہاں تک کہ وہ پکے سچے نمازی بن گئے۔

دورانِ قیام دہلی آریا سماجیوں، عیسائیوں اور قادیانیوں سے مناظرے فرمائے اور اُنہیں لاجواب فرمایا۔

اگرچہ ولایت کے لئے کرامت شرط نہیں، اتباع نبوت ورسالت شرط ہے۔ نبوت کے لئے معجزہ شرط ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کاملین سے ایسے خوارق عادات وکرامات کا ظہور فرماتا ہے، جن کو دیکھکر منکرین اُن کی روحانی طاقت کو ماننے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور معتقدین کے اعتقاد کے باغیچہ میں عقیدت کے پھول کھل جاتے ہیں۔ اور اُن کا عقیدہ مزید پُختہ ہو جاتا ہے۔ ہمیں آپ کی حیات ظاہری و باطنی دونوں میں خوراق عادات و کرامات ملتی ہیں۔ ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

منقول ہے کہ جب آپ اپنی سابقہ ملازمت سے سبکدوش ہو گئے تو ٹھاکر ہری سنگھ جی نے جو مہاراجہ مادھو سنگھ جی والی جیپور کے زمانہ میں جیپور کی فوج اور پولس کے ڈائرکٹر جنرل تھے اور آپ کے بچپن کے ساتھیوں میں سے تھے۔ آپ کو ماجی کے باغ تھانے جیپور میں سی آئی پولس کے عہدے پر فائز کر دیا۔ آپ ایک عرصہ تک ملازمت کرتے رہے۔ اس دوران آ نے ٹھاکر ہری سنگھ جی سے اپنے ایک خاص عزیز کی سفارش کی جو پولس میں

ملازم تھے۔ اور کسی وجہ سے معطل کر دیئے گئے تھے۔ چنانچہ بحال کر دیئے گئے۔ کئی بار ایسا ہوا۔ ایکبار جب آپ سفارش کے لئے گئے تو ٹھاکر ہری سنگھ جی نے آپ کی بات نہیں مانی۔ آپ کی دل شکنی ہوئی۔ اور آپ نے بھی اپنی ملازمت سے استعفیٰ دیدیا۔ اس سے پہلے آپ نے جب بھی استعفیٰ دیا، ٹھاکر ہری سنگھ جی نے قبول نہیں کیا تھا۔ اس بار منظور کر لیا۔ آپ نے فرمایا کہ ٹھاکر صاحب آپ کا بھی ریاست جیپور سے استعفیٰ ہوگیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے متعلقین کو جھنجھنوں بھجوادیا۔ اور آپ دہلی تشریف لے گئے۔ پندرہ بیس روز کے بعد مہاراجہ مادھوسنگھ جی والی جیپور کو سی آئی ڈی کے ذریعہ معلوم ہوا کہ ٹھاکر ہری سنگھ جی نے حکومت کی دو توپیں گھاس کی گاڑیوں میں چھپا کر اپنے گاؤں روانہ کی ہیں۔ وہ توپیں پکڑی گئیں۔ اور آپ کی زبان سے نکلے ہوئے وہ الفاظ "آپ نے میرا استعفیٰ قبول کیا، آپ کا بھی ریاست جیپور سے استعفیٰ ہوگیا" بارگاہ رب العالمین میں مقبول ہوئے۔ اور ٹھاکر ہری سنگھ جی کو شہر بدر ہوکر کچھ عرصہ تک نظر بند بھی رہنا پڑا۔ کچھ گاؤں بھی ضبط ہوئے۔ بحال ہونے کی ہزار کوشش کی۔ لیکن کامیابی نہیں ملی۔ بالآخر آپ کے بڑے صاحبزادے پیر ناصرالدین صاحب علیہ الرحمہ کے ذریعہ آپ سے معافی کے خواستگار ہوئے۔ اور آپ کی دعاء کی برکت سے پھر ڈائرکٹر جنرل پولس کے اسی عہدہ پر فائز ہوئے۔ ٹھاکر ہری سنگھ جی کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ آپ کی خدمت میں نذرانہ پیش کیا۔ اور جبتک آپ حیات رہے پچاس روپے اپنی طرف سے اور پچیس روپے ٹھاکر بھور سنگھ جی کی جانب سے آپ کی خدمت میں پیش کرتے رہے۔

اللہ دین شاہ صاحب ساکن لشکر گوالیری پہلوانی کیا کرتے تھے۔ اور حمالی پیشہ تھا۔ اس سے اپنا گزر اوقات کیا کرتے تھے۔ ایک روز صبح کے وقت اکھاڑے میں اپنے

شاگردوں کو کشتی کرواکر لشکر کی مسجد کے غسلخانہ میں نہانے کے لئے آئے۔ برہنہ بدن، مٹی لگی ہوئی اور تہبند بندھا ہوا۔ آپ اسوقت مسجد میں قرآن حکیم کی تلاوت فرمارہے تھے۔ اللہ دین صاحب پہلوان کو دیکھنے کے بعد آپ نے دریافت فرمایا کہ آپ کون ہو؟ جواب دیا میں پہلوان ہوں، نہانے کے لئے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہانے کے بعد میرے پاس آنا، اللہ دین صاحب پہلوان نے غسل کیا، اور کپڑے پہننے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ سے مصافحہ کیا۔ آپ نے اللہ دین صاحب پہلوان کی ہتھیلی میں اپنی روحانی طاقت سے اس زور سے انگوٹھ ملا کر وہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکے۔ پھر فرمایا کہ یہ کیا خیال کرتے ہو کہ فلاں پیر صاحب سے مرید ہوں گے، فلاں پیر صاحب سے مرید ہوں گے۔ جس سے مرید ہونا ہے ہو جاؤ۔ اللہ دین صاحب نے عرض کیا حضرت آپ ہی مرید کر لیجئے۔ فرمایا کب ہوؤ گے۔ عرض کیا آج ہی ہو جائیں گے۔ یہ کہکر اپنے گھر گئے۔ اور اہلیہ سے کہا کہ آج ہم دونوں جھنجھنوں والے پیر صاحب سے مرید ہوں گے۔ پہلوان اللہ دین صاحب مع اہلیہ آپ سے مرید ہوئے۔ آپ نے انہیں قرآن پڑھنے، اردو سیکھنے اور نماز کی پابندی کرنے اور غیر آباد مسجد کو آباد کرنے کا حکم دیا۔ اللہ دین شاہ نے اپنے پیر طریقت کی بتائی ہوئی تمام باتوں پر عمل کیا۔ پہلوانی چھوڑ کر ذکر و فکر میں لگ گئے اور چشتی صابری کپڑے پہنکر تا حیات عبادت و ریاضت کرتے رہے۔ اور مخلوق خدا کو فیض پہنچاتے رہے۔

پیر الحاج زبیر الحق صاحب مرحوم جو آپ کے پوتے تھے۔ انہوں نے پیر نورالدین صاحب کی حویلی کی دکان میں، دکان کر رکھی تھی۔ ایک روز دکان بڑھا کر تالا نہیں لگایا اور دکان ساری رات بھر کھلا رہا، آپ شب میں ان کے خواب میں تشریف لائے۔ اور

فرمایا جلدی جاؤ تمہاری دکان کا تالا کھلا ہوا ہے۔ پیر زبیر اسحٰق صاحب اسی وقت دکان پر گئے۔ دیکھا واقعی دکان کا تالا کھلا ہوا تھا۔ وہاں پیر فتح محمد صاحب اور قاضی مسیح الدین صاحب بھی موجود تھے۔ پیر زبیر اسحٰق صاحب نے کہا "دادا حضرت نے مجھے ابھی کہا ہے کہ تمہاری دکان کا تالا کھلا ہوا ہے۔ فوراً جاؤ اور اپنی دکان کو سنبھالو۔"

حضرت پیر حافظ قاسم علی صاحب علیہ الرحمۃ آپ کے انتقال کے بعد لشکر گوالیار (ایم پی) تشریف لے گئے تھے۔ عرس کا موقع تھا۔ اہل سلسلہ نے وہاں بھی آپ کے عرس کا اہتمام کیا تھا۔ فاتحہ خوانی کے دوران جب حضرت قاسم ولایت نے شجرہ شریف پڑھنا شروع کیا تو آپ کے محبین میں سے ایک صاحب محمد بخش نامی تھے جو آپ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ انہوں نے شجرہ خوانی کے وقت آپ کی زیارت کی، اور شب میں محفلِ میلاد میں سب حاضرین کے سامنے آپ کے دیدار سے مشرف ہونے کا واقعہ بیان کیا۔

حضرت پیر علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ جہاں مفسر، محدث، فقیہ، شاعر، صوفی، خطیب، مناظر، مورخ اور مصنف تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ فلسفی سائنس دان اور موجد بھی تھے۔ یوں تو آپ نے بہت سی مشینیں ایجاد کیں۔ لیکن ہم یہاں بطور اختصار آپ کی چند اختراعات کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ <u>مشین ایجاد محمدی</u> یعنی بغیر خرچ کا انجن، یہ مشین بغیر اسٹیم پانی اور اسٹیم تیل اور بجلی اور ہوا اور انسان وحیوان کی قوت وغیرہ کے خود بخود چلتی ہے۔ دوسری مشینوں کو اسٹیم انجن اور تیل وغیرہ کی طرح چلاتی ہے۔ ایک دفعہ کے چلانے سے ہمیشہ چلتے رہتی ہے۔ جب کبھی ٹھہرائی جائے تو ٹھہر سکتی ہے۔

۲۔ عجیب اور لاثانی روشنی کا آفتاب اس آفتاب کی روشنی سے رات کے وقت کئی میل تک بجلی کی طرح روشنی ہوتی ہے۔

۳۔ کپڑے چھاپنے کی مشین اس مشین کے ذریعہ ایک دن میں ایک ہزار کپڑے کے تھان روزانہ چھپ سکتے ہیں۔

۴۔ گاڑی۔ یہ گاڑی ایک آدمی کی حرکت کرنے سے دس بارہ آدمیوں کو بٹھا کر ایک گھنٹہ میں دس میل تک جا سکتی ہے۔

۵۔ تیل نکالنے کی مشین اس مشین کے ذریعہ ایک بیل تیس من تلوں کا تیل ایک دن میں نکال سکتا ہے۔

۶۔ گنّے کا رس نکالنے کی مشین اس مشین کے ذریعہ ایک بیل پچاس بیلوں کے برابر کام کر سکتا ہے۔

۷۔ چاہ، کنویں سے پانی نکالنے کی مشین: اس مشین کے ذریعہ ایک بیل چار بیلوں کے برابر پانی نکال سکتا ہے

۸۔ مشین مسکب محمدی: اس مشین کو چار آدمی گھما کر چار بیلوں کے برابر کنویں سے پانی نکال سکتے ہیں۔

۹۔ دیا سلائی بنانے کی مشین: اس مشین کے ذریعہ ایک دن میں اسی ہزار دیا سلائی تیار کی جا سکتی ہیں۔

۱۰۔ دیا سلائی کا بکس بنانے کی مشین: یہ مشین نمبر ۹ کی تیار شدہ دیا سلائی کے

واسطے ضرورت کے مطابق بکس تیار کر سکتی ہے۔

۱۱۔ زمین پیمائش کرنے کی مشین یہ مشین ایک بلند جگہ پر رکھ کر جہاں تک نگاہ پہنچے زمین ناپی جا سکتی ہے۔ اور اس میں جریب وغیرہ سے ناپنے کی ضرورت نہیں ہے۔

آپ کی تصنیف، مبصرات، مواعظ علاؤالدین، گنجینۂ رحمت آپ کی قلمی یادگار ہیں۔

۱۷ صفر مظفر ۱۳۳۶ھ کو وصال ہوا، حضرت پیر غلام نجم الدین چشتی سلیمانی سجادہ نشین درگاہ حضرت خواجہ حاجی نجم الدین چشتی سلیمانی علیہم الرحمۃ والرضوان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور حضرت پیر غلام سرور صاحب علیہ الرحمہ نے یہ تاریخ وفات کہی

ان علاؤالدین خوش سیرت کہ بود　　ہر نفس محو جمال ذات حق

(وہ علاؤالدین جو نیک سیرت تھے۔ ہر سانس میں ذات الٰہی کے جمال کے دیدار میں محو رہتے تھے)

شد فنی فی اللہ بقا باللہ ان　　موجۂ بحر کمال ذات حق

(اللہ تعالیٰ کی ذات کے کمال کے سمندر کی لہر میں فنا فی اللہ بقا باللہ ہو گئے)

از جہاں سوئے عدم اور ابود　　اشتیاق اتصال ذات حق

(ذات حق کے وصال کا شوق اُن کو دنیا سے عدم (فنا) کی طرف لے گیا)

جنت الماوی برایش مستقر　　اے خوشا جود و نوال ذات حق

(اُن کا مقام جنت الماویٰ ہے، اللہ تعالیٰ کی کیا ہی اچھی بخشش و مہربانی ہے)

۱۳۳۶ھ

مزار مبارک درگاہ حضرت امام الاولیاء جھنجھنوں راجستھان میں جال کے درخت

کے نیچے تھا۔ ۱۷ صفر ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۲ مئی ۲۰۰۱ء کو آپ کے عرس کے موقع پر اہل محلہ قایم خانیان پچیل پورہ بیکانیر کے مریدین و محبین کی خصوصی کوشش سے اور شیخ علاؤ لدین صاحب ساکن فتح گڈھ نزد سرداز شریف کے تعاون سے گنبد تعمیر ہو گیا ہے۔ مالک دو جہاں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

حضرت پیر قاسم علی رحمتہ اللہ علیہ

شمع شبستان ہدایت، چراغ دودمان امامت، سردار سالکان طریقت، پیشوائے عارفان حقیقت، قاسم ولایت وکرامت حضرت الحاج پیر محمد قاسم علی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت پیر علاؤالدین احمد رحمتہ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ نے دہلی میں تعلیم حاصل کی۔

آپ بہترین خطاط تھے۔ آپ کے تحریر کردہ طغرے آج بھی آپ کی خطاطی کے بہترین نمونہ ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ نے حروف کی شکل میں موتی بکھیر کر رکھدیے ہوں۔ آپ نے اپنے تایا حضرت حاجی محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ سے مرید ہو کر خلافت پائی۔ پھر آپ اپنے والد ماجد حضرت مولینا پیر علاؤالدین علیہ الرحمہ کی جانب سے خلافت سے سرفراز کیے گئے۔ اور اُن کے صاحب سجادہ ہوئے۔ اور ہر سال عرس کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن صورت و حسن سیرت دونوں سے نوازا تھا۔ رُخ زیبا ایسا منور اور تاباں تھا۔ کہ جو شخص ایکبار دیکھ لیتا، بار بار دیکھنے کی خواہش کرتا۔ آپ کے چہرۂ انور کو دیکھنے سے خدا یاد آ جاتا تھا۔ قائم اللیل و صائم الدہر تھے۔ انتہائی صابر و شاکر تھے۔

شب میں دل وقت بیدار ہوکر تہجد کی نماز ادا فرماتے، پھر ذکر وفکر میں مشغول ہو جاتے۔ دن بھر اشراق، چاشت، بعد زوال، دو مین کی نوافل کی مداومت کے علاوہ تسبیح وتہلیل میں مصروف رہتے۔ جو زبان سے بے ادا ہوکر رہا۔ آپ کی ذات گرامی سے بہت سی کرامتوں کا صدور ہوا جن کو تحریر کرنے کے لئے کافی وقت درکار ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو کسی دوسرے موقعہ پر ضبط تحریر کی جائیں گی۔

آپ کا حلقہ ارادت بہت وسیع تھا۔ چنانچہ اجمیر شریف اور اس کے قرب وجوار میں ڈونڈ، رامسر وغیرہ، چورو، بیکانیر، نیچ بگھانہ، اندور، شکر گو بیر، بچھور، کھدیہ دھانہ، چندیری، بھوپال، گونا وغیرہ میں آپ کے سلسلہ کے لوگوں کی اچھی خاصی تعداد ہے۔ آپ ان لوگوں میں تشریف لے جاتے تھے اور فیض پہنچاتے تھے۔

سیدی ومولائی ووالدی حضرت مبلغ اسلام پیر محمد ہاشم علی صاحب جھنجھنوی، حضرت صوفی بابا قدرت اللہ شاہ صاحب، حضرت پیر محمد سالم علی صاحب، حضرت اللہ دین شاہ صاحب شکر گوایری، حضرت مولینا احسن صاحب، حضرت پیر زبیر الحق صاحب، حضرت حکیم دین محمد صاحب بازمیری ثم میرپوری (پاکستان) حضرت شیخ حاجی محمد اشرف صاحب ولد محمد سلطان بڑی کھاٹو، حضرت کمال الدین صاحب سلاوٹ، بڑی کھاٹو آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ حضرت مستان علی شاہ، عاشق علی شاہ صاحب مانڈل والے باپچی، حضرت حافظ عبدالکریم صاحب چشتی قادری مہونا کہ قبرستان اندور حضرت عبدالرشید صاحب ریٹائرڈ جج اجین بھی آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

۱۴ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ بروز جمعہ صبح گیارہ بجے اس دار فانی سے دار باقی کو

کوچ فرمایا۔ پیر رشیدالدین صاحب جھنجھنوی مرحوم نے آپ کی تاریخ وفات یہ کہی ہے

پیر و سید حضرت قاسم علی	شیخ دوراں عالم علم خفی
نور حق سے اُن کی روشن تھی جبیں	حق نے بخشا تھا انہیں حق الیقیں
شاہ علاؤالدین کے سجادہ تھے	پیر کامل تھے جو رہ صدق کے
روز جمعہ دن کے تھے گیارہ بجے	اور ہجری تیرہ سو اٹھاسی تھے
چودھویں تاریخ تھی رمضان کی	چلدیے فردوس میں رحمان کی

آپ اپنے والد ماجد حضرت پیر علاؤالدین رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے قریب درگاہ حضرت امام الاولیاء جھنجھنوں میں آرام فرما ہیں۔

پیر محمد ہاشم علی رحمتہ اللہ علیہ

مخدوم العالمین مختوم المحققین مبلغ اسلام مفتی ہند حضرت علامہ الحاج پیر محمد ہاشم علی رحمتہ اللہ علیہ حضرت قاسم ولایت پیر محمد قاسم علی رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے اور حضرت بحر العلوم مولینا پیر علاؤالدین احمد رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب تین واسطوں سے خواجہ امام الاولیاء امام علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے جاملتا ہے۔

حضرت مبلغ اسلام ۱۹ جولائی ۱۹۱۵ء میں حضرت قاسم ولایت کے گھر درگاہ حضرت امام الاولیاء امام نگر جھنجھنوں میں پیدا ہوئے تھے۔

آپ کی تعلیم وتربیت آپ کے والد گرامی حضرت قاسم ولایت اور جد مکرم حضرت بحر العلوم کے سایۂ عاطفت میں ہوئی۔ فارسی کی تعلیم وحید العصماء پیر زادہ وحید الدین مرحوم سے مکمل

پیرزادگان جھنجھنوں میں حاصل کی۔ جو ایک لائق و فائق مدرس تھے۔ اور آپ سے بہت محبت فرماتے تھے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ جھنجھنوں سے اجمیر شریف دربار معلیٰ حضور غریب نواز میں حاضر ہوئے۔ اور دارالعلوم معینیہ عثمانیہ میں داخلہ لیا۔ یہ دارالعلوم اس دور میں ہندوستان کے دینی مدارس میں مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔ حضرت علامہ معین الدین صاحب اجمیری، صدرالشریعہ مولینا امجد علی صاحب اعظمی، حضرت علامہ رفیع اللہ صاحب سہسرامی، حضرت علامہ محمد شریف صاحب ایسے علم و فضل کے مسند دار علوم میں مدرس تھے۔ مدرسہ کے علاوہ اوقات میں آپ نے حضرت مولینا شاہ سردار احمد صاحب محدث پاکستان سے بھی کتابوں کا درس لیا تھا۔ علم تجوید اپنے وقت کے ماہر فن اور یگانہ روزگار قاری اپنے ماموں اور خسر قاری پیر حبیب الحق صاحب سے حاصل کیا۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین دارالعلوم کے تمام اساتذہ و مدرسین حضرت مبلغ اسلام کی قدر کرتے تھے اور شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ اور آپ کی اعلیٰ نسبت کا خیال کر کے ہمیشہ ادب و احترام ملحوظ رکھتے تھے۔ اس لئے کہ سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ " [1] قریش کو اپنا تابع نہ بناؤ اور ان کی اتباع کرو، قریش پر استادی کا دعویٰ نہ رکھو اور ان کی شاگردی کرو، قریش میں ایک امین کی امانت دو مینوں کے برابر ہے۔"

آپ اپنے تمام ہم جماعت طلباء میں سب سے زیادہ ذہین و فطین تھے۔ ہر اک امتحان میں اعلیٰ نمبروں سے کامیابی حاصل کی۔ حضرت پیر عبدالحمید صاحب عثمانی ناگوری علیہ الرحمہ نے جھنجھنوں میں آپ کے مزار شریف پر حاضری کے وقت فرمایا کہ " آپ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کے سیکڑوں طلباء میں سب سے زیادہ محنتی اور ہوشیار رہتے۔

---

[1] یہاں قریش سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان قریش مراد ہے۔ دیگر قریش مراد نہیں ہیں۔

آپ ہر فن میں ماہر تھے۔ علم حدیث، علم تفسیر، علم فقہ اور تصوف وغیرہ پر کافی عبور تھا۔ تمام اساتذہ آپ پر مہربان تھے۔ مولانا رفیع اللہ صاحب سہرامی کا تو آپ پر خاص کرم تھا۔"

مولانا حکیم دین محمد صاحب باڑمیری مرحوم میرپور خاص (پاکستان) سے تحریر فرماتے ہیں۔ "ہم نے آٹھ سال اجمیر شریف میں ایک ہی کمرے میں بحیثیت اچھے رفیق کے گزارے، مرحوم کے اخلاق کا مجھ پر بہت زیادہ اثر تھا۔ تعلیمی اُمور میں اپنی حیثیت سے زیادہ مشاہمت کے جذبہ کا اظہار کرتے رہے۔" ۲۰ جمادی الاول ۱۳۴۷ھ میں حضرت قاسم ولایت سے سلسلۂ چشتیہ، سلسلۂ قادریہ، سلسلۂ نقشبندیہ اور سلسلۂ سہروردیہ وغیرہ میں جھنجھنوں میں بیعت ہوئے۔ اور ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ میں خلافت حاصل کی۔ ۵ رجب المرجب ۱۳۶۰ھ میں حضرت علامہ محمد شریف علیہ الرحمہ کے زمانہ صدارت میں دارالعلوم معینیہ عثمانیہ سے درسیات سے فراغت حاصل کی۔ اور سند تکمیل ودستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ امتحان کے وقت ہندوستان کے مایۂ ناز علماء کرام و مشائخ عظام یعنی حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب، علامہ عبدالعلیم صاحب صدیقی میرٹھی، حضرت حسین میاں صاحب قادری چشتی وغیرہ علیہم اجمعین دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں موجود تھے۔ [1] حضرت حجۃ الاسلام کو صدر ممتحن مقرر کیا گیا تھا۔ اُنہوں نے ہندوستان، افغانستان وغیرہ کے کثیر طلباء میں حضرت مبلغ اسلام کو امتحان میں سب سے ممتاز پایا۔ اور آپ کی تعریف فرمائی۔ دارالعلوم کی سند کے علاوہ اپنی طرف سے بھی ایک سند تحریر فرمائی۔ جسمیں حضرت مبلغ سلام کو تمام طلباء

---

[1] حضرت مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۷ جمادی الاول ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۴۳ء (تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ صفحہ ۴۸۲)

میں "گل سرسبد"[1] ارقام فرمایا۔ وہ سند یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

حامدًا لمن وعدہ وفی وارعدہ تقی ومصلیًا ومسلمًا علی حبیبہ المصطفیٰ الذی نال من مولاہ احمد الرضا
وعلی اٰلہ وصحبہ اولی التصدیق والتصدیق [illegible]

گدائے بے نوا سراپا تقصیر و خطا سر در گریبان فکر و زجر العصیان ابو محمد حامد رضا القادری الرضوی النوری البریلوی خادم سجادۂ رضویہ و گدائے آستانہ عالیہ نوریہ سقاہ اللہ تعالیٰ من نہر متصل کرمہ الروی وحماہ من شر الحر الذی [illegible] بحمد اللہ کہ یہ گدا آستانہ بوسی حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز معین الدین سجزی قدس سرہٗ النوری سے مشرف ہوا اور دار العلوم معینیہ عثمانیہ کے جلسہ امتحان سالانہ میں صدارت کی عزت سے معزز و مفتخر ہوا لائق فائق التحصیل عزیز مولانا الکریم فاضل محتشم جناب مولانا مولوی سید محمد ہاشم خلف جناب سید محمد قاسم نبیرہ نبیرۂ الاولیاء حضرت شاہ امام علی صاحب قدس سرہٗ ساکن قصبہ جھنجھنوں من اعمال ریاست جے پور بھی شریک جلسہ تھے اور انہوں نے سامنے امتحان دیا فقیر نے انہیں علم دین کا گل سرسبد پایا اور نہایت معزز و مکرم سر مبارک پر دستار فضیلت اس فقیر ذلیل کے ہاتھ سے بندھی مبارک استاذہٗ و بارک الیہ و منہٗ وعلیہ۔ فقیر دعا کرتا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ انہیں مذہب اہلسنت پر استقامت عطا فرمائے اور دینی خدمات کی توفیق دے اور قبول فرمائے اور انہیں سرچشمہ ہدایت بنائے اور مسلمانوں کو ان کے فیض علم سے مستفیض کرے۔ فقیر کی مخلصانہ نصیحت ہے کہ حمایت سنت و نکایت بدعت و رد اہل ضلالت کو اپنا فرض اولین سمجھیں کہ آجکل یہ اہم فرائض و اعظم قربت و باعث رضائے حضرت احدیت (عز وعلا) و خوشنودی سرکار رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ ہے۔ اور اس فقیر کو اپنے اوقات خاصہ میں دعوات صالحہ سے یاد رکھیں والسلام۔ قالہ بفمہ و امر برقمہ الفقیر محمد المدعو بحامد رضا القادری البرکاتی الرضوی النوری البریلوی غفر لہ المولی القوی
[illegible] وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین۔

---

[1] چوٹی کا پھول، رونق کی چیز، وہ شے جو اپنی ہم جنس میں عمدہ اور بہتر ہو۔ ممتاز، اچھا۔ (لغات کشوری صفحہ ۳۱۹)

آپ کا وعظ بہت مؤثر ہوا کرتا تھا۔ زمانہ طالب علمی ہی میں اجمیر شریف کے قرب جوار میں وعظ و تقریر کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ آپ کے مواعظ حسنہ میں قرآن و حدیث، بزرگانِ دین کے اقوال نصیحت آموز واقعات، مثنوی مولانا روم در ہندی اُردو کے اشعار بھی ہوتے تھے۔ آپ ایسی شیریں اور دلکش آواز میں اشعار پڑھتے کہ سامعین کے دل مسحور ہو کر رہ جاتے تھے۔ حاضرین و سامعین کی یہ تمنا ہوتی تھی کہ حضرت پیر صاحب بیان فرماتے رہیں اور ہم سنتے رہیں۔ عالم جوانی میں کھڑے ہو کر بیان فرماتے اور گھنٹوں تقریر فرماتے رہتے۔ موقعہ کی مناسبت سے لطائف بھی بیان فرماتے تھے جن سے لوگ محظوظ ہوتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم نے سب سے پہلے بیاور میں وعظ بیان کیا۔ زمانہ طالب علمی میں ہم حضرت علامہ معین الدین صاحب اجمیری کے ساتھ بیاور کے محمد علی میموریل ہائی اسکول کے جلسہ میں شریک ہوئے۔ اور وہاں ہم نے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ پر تقریر کی۔ جسے حاضرین و سامعین میں سے ہر شخص نے پسند کیا۔

صدر الشریعہ مولینا امجد علی صاحب مصنف بہار شریعت کے ساتھ احمد آباد میں آپ کی کئی تقاریر ہوئیں۔ صدر الشریعہ آپ کو صاحبزادہ صاحب کہکر مخاطب فرماتے تھے۔ پہلے آپ بیان فرماتے تھے پھر حضرت صدر الشریعہ کی تقریر ہوتی تھی۔ حضرت مفتی اعظم ہند علامہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب بریلوی اسٹیج پر تشریف رکھتے تھے۔ آپ وعظ نہیں فرماتے۔ آخر میں دعاء فرماتے تھے۔

ہندو مسلم سکھ عیسائی سب آپ سے محبت فرماتے تھے۔ ہندوستان کے مختلف شہروں اور قصبوں میں مسلمانوں کے علاوہ ہندو بھی اپنے محلوں اور بازاروں میں آپ کے

بیانات کراتے۔ جس میں ہندو اور مسلمان سب شریک ہوتے۔ آپ وعظ بیان فرماتے رہتے۔ مسلمان سبحان اللہ کہکر اور ہندو دھنے مہاراج کہکر دادتحسین دیتے رہتے تھے۔

وکیل حاجی ظہر حسین صاحب فاروقی نے راقم الحروف سے آپ کا ایک واقعہ بیان فرمایا تھا کہ حضرت مبلغ اسلام اہل محبت کی دعوت پر جولائی ۱۹۴۹ء میں قصبہ بساؤ تشریف لے گئے وہاں آپ کا پندرہ بیس روز قیام رہا اور مواعظ حسنہ ہوئے۔ جیوتش بھوشن پنڈت بھولا رام مصر جو ٹھکانہ بساؤ کے جیوتشی تھے۔ آپ سے آکر ملے۔ اور آپکی تھوڑی دیر کی صحبت سے ایسے متاثر ہوئے کہ بساؤ کے ہندوؤں کی طرف سے آپ کا وعظ بازار میں رکھوایا۔ جس میں ہندو اور مسلمان سب آپ کے وعظ سے مستفیض ہوئے۔ پنڈت بھولا رام جی کو آپ سے اتنی محبت ہوگئی تھی کہ وہ جب بھی پنشن لینے کے لئے جھنجھنوں آتے تو آپ سے ملنے کے لئے درگاہ شریف ضرور آتے۔

۱۳۶۰ھ میں دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف سے فارغ ہونے کے بعد جھنجھنوں تشریف لائے۔ تقریباً دو اڑھائی ،، مسلسل تقاریر ہوتی رہیں۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے آپ کی تقریر دلپذیر خرادیوں کے بڑے واقع محلہ مغدن جھنجھنوں میں ہوئی۔ آپ کے مواعظ حسنہ میں ہزاروں لوگ شریک ہوتے تھے۔ جلسہ گاہ کو خوب آراستہ و پیراستہ کیا جاتا تھا۔ چوہارے، کشمش، کھوپرہ وغیرہ بطور تبرک تقسیم ہوتا تھا۔ آپ کے نورانی وایمانی بیانات کا یہ اثر ہوا کہ لوگوں کے قلوب منور و مصفّٰی ہو گئے۔ بے نمازی نمازی بنے، بے دین دیندار ہوئے۔ ہر طرف قال اللہ وقال الرسول کا چرچہ ہونے لگا۔ اسی دوران [1] مدرسہ قمر العلوم کی

---

[1] بیان الحاج حکیم بدرالدین صاحب، پیر شرافت حسین صاحب، محمد حنیف صاحب ہوشی وغیرہ

تعمیر ہوئی۔ جسمیں شہر کے تمام مسلمانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اسوقت کے. ی، حول کا اندازہ درج ذیل اشعار سے ہوتا ہے۔ جو نواب زادہ میر جعفری تلمیذ نواب ناظم الہند سفیر گورنمنٹ آپ کی تقاریر سے پہلے پڑھتے تھے۔

ہے ڈنکا چار سو شام و سحر نام پیمبر کا
دل و جاں سے فدا ہے ہر بشر محبوب داور کا

یہ قبلہ مولوی ہاشم کا صدقہ ہے مسلمانو
ہر اک سو شور پانچوں وقت ہے اللہ اکبر کا

مولوی ہاشم کی طالب ساری خلق اللہ ہے
محسن مت ہے یہ عاشق رسول اللہ ہے

جس کا ہے لاتقنطوا من رحمت اللہ پر عمل
اس کا بیڑا پار ہے شاہد کلام اللہ ہے

محبوب خدا شافع محشر بھی تمہی ہو
یا شاہ عرب ساقی کوثر بھی تمہی ہو

حلال مہمات ہو یا سرور عالم
اس میر نجستہ کے پیمبر بھی تمہی ہو

ہندوستان و پاکستان کے بہت سے شہروں، قصبوں اور دیہات کا تبلیغ اسلام و سنیت کے سلسلہ میں اکثر سفر فرمایا۔ بیکانیر، جودھپور، اندور، نیچ بگھانہ، پونہ، بمبئی، رامسر، لانبہ ہری سنگھ، مکرانہ، بڑی کھاٹو وغیرہ ہندوستان کے ایسے مقامات ہیں جہاں آپ مہینہ، مہینہ قیام فرماتے تھے۔ ہر سال اجمیر شریف اور ناگور شریف حضور غریب نواز اور حضرت صوفی صاحب کے اعراس مقدسہ میں بلاناغہ حاضری دیتے۔ آپ کا اصلاح کا طریقہ اللہ والوں کا طریقہ تھا۔ فرقہ پرستی اور تیری میری سے آپ کو سخت نفرت تھی۔ آپ نے اپنی ایک غزل میں اپنے اس خیال کو اس طرح ظاہر فرمایا ہے

کسی کی پارٹی بندی سے ہم کو کیا مطلب
ہم حق پرست ہیں حق حق سنائے جاتے ہیں

بد عقیدہ مولویوں سے مناظرہ بھی فرمایا لیکن مجادلہ نہیں فرمایا۔ آپ کے مناظرہ کرنے کا طریقہ حسن کن ہوا کرتا تھا۔ آپ ایسے دلائل پیش فرماتے تھے کہ مخالف آپ کی بات تسلیم کر لیتا اور راہ راست پر آ جاتا۔

حضرت پیر صاحب نے اپنی پوری زندگی اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تعلیمات کے مطابق گزاری۔ آپ کا عمل خلوت وجلوت میں یکساں ہوتا تھا۔ ہر وقت زبان فیض ترجمان سے اللہ اللہ کی آوازیں بلند ہوتی رہتی تھیں۔ نماز باجماعت کا التزام فرماتے۔ نوافل کی کثرت کرتے۔ حضور غوث پاک، مرشد غریب نواز اور دیگر اولیاء اللہ کے مسلک پر خود عمل کرتے اور دوسروں کو اس پر عمل کرنے کی ہدایت فرماتے۔ آپ فرماتے تھے کہ مسلمانو نئے نئے پیر اور مولوی آئیں گے جو تمہیں اللہ والوں کے طریقے سے ہٹانے کی کوشش کریں گے۔ مگر تم اللہ والوں کے مسلک پر قائم ودائم رہنا۔ اس لئے کہ یہی حضرات قدسی منعم علیہم ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے طریقہ ہی کو صحیح طریقہ بتایا ہے۔

آپ مکروہات سے سخت اجتناب کرتے تھے۔ حقہ، چلم، بیڑی، سگریٹ کبھی استعمال نہیں فرمائی۔ آپ کے فیض صحبت سے بہت سے لوگوں نے بیڑی، سگریٹ وغیرہ کو ترک کر دیا تھا۔ ہمیشہ عطریات کا استعمال فرماتے تھے اور اپنے پاس آنے والے کو بھی خوشبو وغیرہ عطا فرماتے۔ آپ کی زندگی کے لمحات پر نظر ڈالنے کے بعد ہر شخص کلیم ہاشمی صاحب کی زبان میں یہ کہنے پر مجبور ہوگا

اس ساقی میکدہ کا جو بھی بادہ خوار ہے
بادۂ حب نبی سے مست ہے سرشار ہے

آپ کی حیات مبارک میں بہت سے کرامتوں کا بھی ظہور ہوا، جو آج بھی زبان زدخواص وعوام ہیں۔ سب سے بڑی کرامت تو یہ ہے کہ آپ متبع رسول تھے۔ اور حضور کی سنتوں پر عمل کرنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے تھے۔ آپ کی کرامتیں "کرامت ہاشمی" نامی کتاب میں موجود ہیں۔ یہ کتاب انشاء اللہ بہت جلد چھپ کر منظر عام پر آنے والی ہے۔

الحاج بابو سید رمضان علی صاحب بیکانیر، غلام حسین صاحب کلیم، جھنجھنوں، رسید خاں صاحب بھاگ گجرات، غلام محمد صاحب مانڈل، اللہ نور صاحب منسوری کاٹن والے ٹنڈوآدم پاکستان حاجی زین الدین خاں صاحب بنگال، مولینا محمد سلیم صاحب چمن مندسور علیہم الرحمۃ والغفران، حکیم معین الدین خاں صاحب نقشبندی اجمیری، الحاج امیر محمد خاں صاحب بھیلواڑہ، الحاج عبدالغفور خاں صاحب چشتی چتوڑگڈھ، حاجی رحیم بخش صاحب ملتانی اودیپور، الحاج حافظ عبدالغفور صاحب ملتانی نوری ہاشمی، حاجی شمس الدین صاحب ملتانی بیچ، ماسٹر اظہارالحق صاحب مرشی، عبدالعلی صاحب پیر زادہ امام مسجد درگاہ شریف امام نگر جھنجھنوں کو آپ نے اپنی خلافت سے نوازا، عزیزم پیر رحمت علی صاحب ہاشمی اور راقم الحروف پیر محمد علی ہاشمی کو جہاں اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا، اپنی جانشینی بھی عطا فرمائی۔ یہ حضرت کا کرم ہے۔

جسے چاہا اپنا بنا لیا جسے چاہا جلوہ دکھا دیا
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

یہ دنیا فانی ہے۔ ہر شخص کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ حضرت مبلغ اسلام سے

وصال کا بھی ایک وقت مقرر تھا۔ آپ نے ۲۹ صفر المظفر ۱۴۰۶ھ شب پنجشنبہ کو اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کی۔

حضرت مولوی ولی کی درگاہ کے مغربی جانب کاشانہ ہاشمی میں جمعرات کے دن بعد نماز عصر تدفین عمل میں آئی۔ ادیب الملک عبدالرحیم خان صاحب سالک عزیزی مرحوم نے ۲۸ فروری ۱۹۹۰ء کو قطعہ تاریخ رحلت یہ کہا تھا۔

قطعہ تاریخ رحلت

قبلہ پیر و مرشد حضرت مولوی ہاشم علی صاحب، سوختہ فردوس مکانی

تابش انوار یزداں سینہ اش افروختہ   عام علم لدنی عین علم آموختہ
سر حق بر دیدۂ بینائے او شد جلوہ گر   قلب پاکش گنج عرفان خدا اندوختہ
ہر چہ بود از وے فدائے جلوۂ جانانہ کرد   جان و مال خویش را در عشق او بفروختہ
می کنم امروز من روئے حقیقت بے حجاب   تا نماند عالمے چشم از حقیقت دوختہ
ایں سبب شد گلشن فردوس سالک منزلش   مولوی ہاشم علی با کار حق دل سوختہ

۱۹۸۵ء

مولانا محمد ایوب صاحب قمر واحدی جیپوری مرحوم نے آپکی تاریخ وصال کا یہ قطعہ کہا۔

ہے مزار اُن کا جو تھے دنیا میں   واقف راز ہر خفی و جلی
پنجشنبہ صفر کی تھی انتیس   جب گئے دہر سے یہ حق کی ولی
کہد و رضواں سے آرہے ہیں قمر   خلد میں آج پیر ہاشم علی

۱۴۰۶ھ

سرور الصدور و نور البدور کے مؤلف

سرور الصدور و نور البدور حضرت محی الدین عبداللہ سعیدی بزرگ کی تالیف ہے۔ جو حضرت قطب مدار عالم حضرت فرید الدین چاک پراں کے صاحبزادے تھے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور آپ کے متبعین کا یہ لکھنا کہ سرور الصدور حضرت فرید الدین چاک پراں کی تالیف ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ انہوں نے تحریر فرمایا ہے

شیخ فرید الدین نبیرۂ سلطان التارکین ابو احمد حمید الدین ناگوری صوفی مرید و خلیفہ و صاحب سجادہ بزرگوار خود است و در ظل عنایت و تربیت او پرورش یافتہ۔ سرور الصدور ملفوظات جد بزرگوار خود جمع کردۂ اوست (یعنی شیخ فرید الدین نبیرۂ سلطان التارکین ابو احمد حمید الدین ناگوری صوفی اپنے بزرگوار (حضرت سلطان التارکین) کے مرید و خلیفہ اور صاحب سجادہ ہیں۔ اور آپ نے ان کی عنایت اور تربیت کے سایہ میں پرورش پائی۔ اپنے جد بزرگوار کے ملفوظات سرور الصدور آپ کے جمع کئے ہوئے ہیں) اس سلسلہ میں خود صاحب سرور الصدور کی یہ عبارت جو انہوں نے سرور الصدور کے شروع میں لکھی ہے زیادہ وقیع و مستند ہے۔

"فوائدی کی از لفظ مبارک شیخی و والدی قدوۃ الاصفیاء وارث الانبیاء والمرسلین فرید الحق والدین [1] محمود بن [2] سعید بن [3] محمد الصوفی علیہ الرحمۃ والرضوان واسکنہ اعلی درجات الجنان شنیدہ است" (وہ فائدے جو میرے شیخ اور میرے والد قدوۃ الاصفیاء وارث الانبیاء والمرسلین فرید الحق والدین محمود بن سعید بن محمد صوفی علیہ الرحمۃ والرضوان

---

[1] حضرت فرید الدین چاک پراں [2] حضرت صوفی عزیز الدین

[3] حضرت صوفی حمید الدین قدس اسرارہم

واسکنا اعلیٰ درجات الجنان سے سنے گئے ہیں) یعنی حضرت سعیدی بزرگ نے اپنے والد اور شیخ حضرت فرید الدین چاک پراں سے جو فوائد سنے وہ سرور الصدور میں جمع کیے ہیں۔ بعد حضرت فرید الدین چاک پراں کے صاحبزادے سرور الصدور کے مؤلف ہیں۔ حضرت فرید الدین چاک پراں نہیں ہیں۔

"مولوی محمد غوثی مانڈوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب ۱؎ گلزار ابرار میں رقم طراز ہیں کہ شیخ فرید کے سات فرزند تھے۔ ان میں سے ایک شیخ عزیز بھی تھے۔ بعض کے نزدیک سرور الصدور و نور الصدور آپ کی ہی تصنیفات میں سے ہے۔ اور بعض شیخ اوحد کی تالیف میں سے سمجھتے ہیں۔ جو شیخ عزیز سے بڑے تھے۔ بعض شیخ سعید کی تالیف کہتے ہیں جو شیخ عزیز کے چھوٹے بھائی ہیں۔ بہر تقدیر کتاب مذکور لکھی ہوئی شیخ فرید الدین کی یا اُن کے فرزندوں میں سے کسی ایک کی ہے۔"

پروفیسر خلیق احمد نظامی مرحوم اپنی تالیف "تاریخی مقالات" کے صفحہ ۱۵۳ پر لکھتے ہیں "ملفوظات کا ایک اہم مجموعہ جس کا اسوقت تعارف کرانا مقصود ہے۔ سرور الصدور و نور الصدور ہے۔ یہ شیخ حمید الدین ناگوری خلیفہ شیخ معین الدین چشتی اجمیری اور اُن کے بیٹے (پوتے) شیخ فرید الدین محمود کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ جو مؤخر الذکر کے بیٹے نے ترتیب دیا ہے۔"

حضرت خواجہ حاجی نجم الدین چشتی سلیمانی رحمتہ اللہ علیہ جو راجستھان کے سلطان اہل قلم تھے۔ اور حضرت سلطان التارکین کی اولاد میں سے تھے۔ اُنہوں نے اپنی کتاب ۲؎ "مناقب التارکین" میں سرور الصدور کو حضرت سعیدی بزرگ کی ہی تالیف ہونا تحریر فرمایا

۱؎ اذکار ابرار ترجمہ اُردو گلزار ابرار صفحہ ۹۹ ۲؎ سلطان التارکین

ہے۔صاحبُ البَیتِ اَدریٰ مافی البیت کے تحت گھر والا جتنا جانتا ہے وہ دوسرا نہیں جان سکتا۔

سرور الصدور ونور البدور کے سنین تالیف

حضرت محی الدین عبدالقادر عرف سعیدی بزرگ نے اپنے والد ماجد قطب الاولیاء حضرت فریدالدین چاک پراں سے جن افادات وارشادات کو ستائیس سال کے عرصہ میں سنے وہ حضرت قطب الاولیاء کے وصال ہی کے بعد سرور الصدور میں نقل کئے ہیں۔

مولوی محمد غوثی مانڈوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب گلزار ابرار میں تحریر فرماتے ہیں

''بہت سے خاص فائدے اور لطیفے جو اپنے بزرگوار باپ (حضرت فرید الدین محمود) سے ستائیس برس کے عرصہ میں سنے تھے وہ اس کتاب میں (سرور الصدور) میں فراہم کئے ہیں۔

مولانا انوار الحق دہلوی مرحوم مقدمہ ضمیمہ سرور الصدور میں لکھتے ہیں

اور نیز جاننا چاہیے کی مؤلف نے سرور الصدور میں حضرت شیخ فرید الدین محمود کے افادات وارشادات کو ۷۲۳ھ سے ۷۳۴ھ تک نقل فرمائے ہیں۔ اور شیخ فرید الدین محمود کا انتقال بھی ۷۳۴ھ میں ہوا، جیسا کہ اس کا ذکر عنقریب آتا ہے۔اور خود ظاہر ہے کہ سرور الصدور کی تالیف کا اتفاق شیخ فرید الدین محمود کے انتقال کے بعد ہوا، جیسا کہ سرور الصدور کے خطبہ میں علیہ الرحمتہ والرضوان اور اسکنہ اعلی درجات الجنان اور قدس اللہ سرہٗ العزیز کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی مرحوم نے اپنی کتاب تاریخی مقالات صفحہ ۱۵۵ پر لکھا ہے

"سرور الصدور کی تالیف کی تاریخ متعین نہیں کی جا سکتی۔ جامع ملفوظات نے واقعات کی ترتیب میں سنین کا خیال نہیں رکھا ہے۔ جس طرح اور واقعات یاد آتے رہے۔ بلا قید تاریخ درج کر دیے گئے ہیں۔ فوائد الفواد کی طرح ہر مجلس کی تاریخ دینے کا اہتمام نہیں کیا ہے۔ غالباً یہ چیز ممکن بھی نہ تھی۔ اس لئے کہ مؤلف نے ان ملفوظات کو اپنے والد اور دادا کے انتقال کے بعد اپنی یادداشت کی بناء پر ترتیب دیا تھا۔ ور ایسی صورت میں سنین کا درج کرنا ممکن نہ تھا۔ ملفوظات میں بعض جگہ جو تاریخیں اتفاقیہ درج ہو گئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ترتیب و تالیف کا کام محمد بن تغلق کے عہد میں انجام دیا گیا تھا۔"

سرور الصدور و نور البدور میں کیا ہے؟

(۱) [۱] سرور الصدور و نور البدور حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ کے حالات و ملفوظات میں سب سے قدیم اور سب سے زیادہ اہم کتاب ہے۔

(۲) [۲] سرور الصدور و نور البدور خواجہ بزرگ اور ان کے جلیل القدر خلیفہ (حضرت سلطان التارکین) کے حالات و ملفوظات کا سب سے اہم اور قابل قدر ماخذ ہے۔

(۳) [۳] سرور الصدور و نور البدور حضرت فریدالدین چاک پراں کے ملفوظات کا قابل قدر مجموعہ ہے۔

(۴) [۴] سرور الصدور و نور البدور کا مطالعہ نہ صرف سلسلۂ چشتیہ کی تاریخ کو سمجھنے

---

[۱] نقد ملفوظات صفحہ ۲۱ از پروفیسر نثار احمد فاروقی صاحب [۲] نقد ملفوظات صفحہ ۲۲

[۳] تاریخی مقالات صفحہ ۱۵۵ از پروفیسر خلیق احمد نظامی مرحوم [۴] تاریخی مقالات صفحہ ۱۵۵

کے لئے ضروری ہے بلکہ اس عہد کے بعض اہم مذہبی، ادبی اور سیاسی واقعات کے تجزیے کے لئے بھی مفید ہے۔

(۵) [1] سرور الصدور و نور البدور شیخ ناگوری (حضرت صوفی حمید الدین ناگوری) کے علم اور آپ کی معرفت الٰہی کی یادگار ہے۔

نظم

بیان فضائل سرور الصدور و نور البدور از مولینا محمد رمضان فاروقی جھنجھنوی مرحوم و مغفور

رقیمٌ فخیمٌ فقید المثال	عدیم النظائر صحیح المقال
(بے مثال بزرگ قدر رسالہ	بے نظیر صحیح کلام)
صحیفٌ شریفٌ منیفٌ نجیح	نظام الفرائد دلیل الوصال
(بزرگ کتاب، بلندتر، درست رائے	موتیوں کی پرونے والی، وصال الٰہی حاصل کرنے والوں کے لئے رہنما)
سرور الصدور و نور البدور	کلام الامام الحمید الخصال
(سرور الصدور و نور البدور	لائق تعریف عادتوں والے امام حمید الدین صوفی کا کلام)
خزین المعارف ضمیر السلوک	معین التصوف وحید المآل
(معارف کا خزانہ سلوک کا دل	تصوف کی مددگار نتیجہ میں یگانہ
ھدیٌ بریٌ من اخلاق سوء	عجیبٌ غریبٌ حسین الجمال

[1] ذکر جمیع ا،   ۲ دہلی صفحہ ۱۹۹

(بری عادتوں سے بری کرنے والا عجیب و غریب، حسین و جمیل تحفہ)

کثیر المعانی قصیر الحروف طویل المطالب جلیل الممال

(مختصر حروف، کثیر معانی بلند مطالب بزرگی سے بھرپور)

فطوبیٰ لمن انف بلفظ بحسن العقائد و نظم الآل

(پس جن بزرگ نے حسن عقیدت اور

موتیوں کی خوبصورت لڑی سے سرور الصدور تالیف کی، اُن کے لئے خوشخبری ہے)

اذا جاء فی قلب رمضان عاصی قرائت لہذا تنبیہ حال

(تو) اس نے اسے اپنے حالات کو تنبیہ عاصی محمد رمضان کے دل میں، اچانک خیال آیا

کرنے کے لئے پرکھا)

فواللہ ادرکتہ مُصْقِلٌ صفی القلب الشدید الرجال

(پس خدا کی قسم میں نے اس کتاب کو سخت دل لوگوں کے دلوں کو صاف کرنے لے لئے صیقل پایا۔)

سرورالصدور ونورالبدور کے قلمی نسخے

دیارِ صوفی ناگور شریف راجستھان میں حضرات پیرزادگان جناب پیر صوفی محمد ایوب صاحب تارک سجادہ نشین، جناب منور عالم صاحب فاروقی سی آئی پولیس وغیرہ کے گھروں میں اور قاضی حضرات جناب پیر مولینا عبدالرحمان صاحب عثمانی ولد پیر عبدالحمید علیہ الرحمہ، جناب محمد اقبال صاحب ولد پیر رحمت اللہ رونق عثمانی علیہ الرحمہ وغیرہ کے پاس سرورالصدور ونورالبدور کے قلمی نسخے ہیں۔ فتحپور شیخاواٹی میں حضرت حاجی نجم الدین چشتی سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانہ میں بھی کئی مخطوطے ہیں۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی مرحوم کے ذاتی کتب خانہ میں بھی ایک [illegible]

ایک نادر نسخہ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے ذخیرۂ حبیب گنج میں شامل ہے [illegible]

۱۳۰۱ھ میں فتحپور شیخاوالی راجستھان کے حضرت حاجی نجم الدین چشتی سلیمانی کے کتب خانہ

ہی سے نقل کیا گیا ہے۔

حیدرآباد سندھ پاکستان میں حضرت پیر کریم بخش صاحب [illegible]

کے کتب خانہ میں حضرت سلطان التارکین سے متعلق دیگر [illegible] سرور الصدور و

نورالبدور بھی ہے۔ ایک غیر واضح نسخہ پاکستان ہسٹریکل سوسائٹی (Historical

Society) کراچی میں ہونا متیقن ہے۔

اظہار تشکر

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ (جو انسانوں کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا وہ خدا کا شکریہ ادا کرنے کا بھی اہل نہیں ہو سکتا) بڑی ناحق شناسی ہوگی اگر میں اپنے اُن بزرگوں، کرم فرماؤں اور عزیزوں کا شکریہ ادا نہ کروں۔ جنہوں نے اس کتاب کے حصول میں میری مدد کی اور کتاب ہذا کی طباعت میں تعاون کیا۔

اللہ تعالیٰ جناب پیرزادہ نور عالم صاحب فاروقی ناگوری اور جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی کی مغفرت فرمائے۔ ان ہر دو مرحومین کی کرم فرمائی نے مجھے سرور الصدور و نورالبدور کی نقل کرنے کا موقع فراہم کیا تھا۔ جناب پیرزادہ اسلام الدین صاحب فاروقی مخدومی کا بھی اس سلسلہ میں پورا پورا تعاون رہا۔ اسی طرح پیر محمد ایوب صاحب تارک سجادہ

نشین نے کتاب ہذا کے ایک قدیم نامکمل نسخہ کی زیراکس کاپی سے نوازا۔

حضرت علامہ مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ، جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن (اے پی) اور مولانا صلاح الدین قمر میاں صاحب ٹونکی نے ترجمہ پر نظر ثانی فرمائی۔ اور حافظ جمعہ خاں صاحب ٹونکی ثم جھنجھنوی نے قرآنی آیات کے بارے میں راہ نمائی کی۔

میرے برادر عزیز الحاج پیر رحمت علی صاحب ہاشمی صوفی اور عزیزم عبدالباری صاحب ملتانی ہاشمی، مک القرآن کمپنی، اجمیر شریف اگر میری حوصلہ افزائی نہ کرتے تو میرا کتاب ہذا کے ترجمہ اور اس کی طباعت و اشاعت کی منزل تک پہنچنا مشکل تھا۔

معلم جناب سید عزیز الرحمان صاحب براتی خادم خواجہ صاحب، جناب الحاج الحافظ محمد صدیق صاحب ہاشمی نوری اے کے آئرن چوری والا جواہر مارگ اندور، اور حاجی منظور بھائی پاکیزہ والے اندور اور ان کے رفقائے کار کا انتہائی شکر گزار ہوں۔ جنہوں نے سرور الصدور و نور البدور کی طباعت میں حصہ لیا۔ مالک و مولیٰ حضور غریب نواز اور حضرت صوفی صاحب علیہما الرحمۃ والرضوان کے صدقہ میں ان سب حضرات کی دینی و دنیوی مرادوں کو پورا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

نوٹ۔ راقم الحروف نے سرور الصدور و نور البدور کے اُردو ترجمہ میں اس کے مضامین کے مطابق عنوانات قایم کر کے تحریر کر دیے ہیں۔ تاکہ ناظرین کو کتاب کے مطالعہ میں آسانی ہو سکے۔ سرور الصدور و نور البدور اپنی لگ بھگ سات سو سالہ تاریخ میں پہلی بار مع اُردو ترجمہ زیور طبع سے آراستہ و پیراستہ ہونے جارہی ہے۔ کتاب ہذا کے ترجمہ میں مکمل احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ پھر بھی الانسان مرکبٌ من الخطاء والنسیان کے تحت اگر اہل علم حضرات کوئی کمی محسوس فرمائیں تو اپنے نیک مشورہ سے نواز کر مشکور فرمائیں۔

کتاب ہذا میں شیخ بزرگ سے حضرت سلطان التارکین کی ذات والا صفات اور
قطب الاولیاء وقطب مدار عالم سے حضرت فرید الدین چوک [illegible]
حضرت سلطان التارکین مراد ہیں۔ اور جہاں جہاں کسی عبارت یا شعر سے [illegible]
تحریر ہے اُسے حضرت سلطان التارکین کی کوئی عبارت یا شعر سمجھا جائے۔

مقدمہ

از جناب عبداللہ المدعو بہ محمد انوار الحق دہلوی مرحوم [1]

رب العالمین کی حمد اور سید المرسلین کی نعت اور آل واصحاب کی منقبت کے بعد جو طیب وطاہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا درود وسلام ہو آپ پر اور آپ کی تمام آل واصحاب پر۔ بندۂ مسکین عبداللہ المدعو بہ محمد انوار الحق دہلوی قادری تاب اللہ علیہ وغفرلہٗ ولوالدیہ (اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے اور اس کے ماں باپ کی مغفرت فرمائے) عرض کرتا ہے کہ میں چھ سال کے عرصہ سے سرِ فکر میں اور پاؤں کتاب سرور الصدور کی تلاش میں رکھے ہوئے تھا۔ جیسی کہ وہ حضرت سلطان التارکین شیخ حمید الدین محمد صوفی سعیدی ناگوری کے ملفوظات کے مجموعہ (کے نام) سے مشہور ہے۔ قدس اللہ اسرارہٗ وافاض علینا انوارہٗ والحمد للہ تعالیٰ جلائل احسانہ (اللہ ان کے بھیدوں پاک کرے اور ہم پر اُن کے انوار کے فیوض بخشے۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اُس کے احسان کی بزرگیوں پر) کہ ماہ ذیقعدہ ۱۳۰۱ھ کے اواخر میں تمنا کا پودا پھل لایا۔ اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی مکرم دوستاں مجموعۂ اخلاق واحسان حاجی محمد علی خاں سلمہ المنان کی دلی توجہ سے یہ خواہش پوری ہوئی۔ یعنی کتاب سرور الصدور کے نسخہ کی نقل حاصل ہوئی۔ اور جس کی اصل (کتاب) جناب شاہ نور محمد (احمد) سلمہٗ الصمد خلف الصدق وسجادہ نشین حضرت شاہ نجم الدین صوفی چشتی سلیمانی رحمۃ اللہ علیہما باشندہ قصبہ جھنجھنوں علاقہ شیخاوائی صوبۂ راجستھان کے کتب خانہ میں ہے۔ اور جناب شاہ ممدوح

---

[1] محمد انوار الحق دہلوی مرحوم، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے یا نواسے تھے۔
(تاریخ صوفیائے ناگور صفحہ ۲۳)

کی نسبت فرزندی کا سلسلہ حضرت سلطان التارکین سے ملتا ہے۔ جیسا کہ ... نے اپنی
کتاب المسمی مناقب الحبیب میں بیان فرمایا ہے۔ مختصر یہ کہ جب میں اس کتاب
مستطاب (عمدہ) کی زیارت سے مشرف ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ... کتاب ...
طریقت اور اتباع شریعت کی ہدایت پر ہے۔ اور اس سے پیچیدہ مضامین میں اس کتاب
کے مؤلف کے خاندانی عزیزوں اور بزرگوں کی بہت سی تاریخی تحقیقیں بھی جلوہ گر ہیں۔ اور
چونکہ تصوف کی حلاوت کے طالبوں نے مذاق سے لئے اس کتاب کے دستر خوان سے اول
سے آخر تک ہر لقمہ میں تازہ چاشنی ہے۔ اور ہر نوالہ میں بے اندازہ لطف مہیا ہے۔ میں نے
چاہا کہ مشائخ عظام کے حالات کے مطالعہ سے شائقین کے لذت اُٹھانے کے لئے اس
خاندان گرامی کے اوصاف کی تعریفیں اور ان تاریخی مضامین کو جس سے حضرت سلطان
التارکین اور آپ کی تشریف آوری مراد ہے۔ اور یہ مجموعہ جو مختلف مقامات اور متفرق عبارات
کے تحت پوشیدہ واقع ہوا اور ابتدائی نظر میں اُمیدواروں کی آنکھوں سے پردہ میں رہا ہے۔
جہاں پر ہے وہاں سے چنوں اور ایک جگہ جمع کر کے مقدمہ ترتیب دوں کیونکہ اولیاء اللہ سے
محبت کرنا اُن کا طریقہ ہے۔ جو اس نایاب کتاب کی کیفیتوں اور اس مبارک خاندان کی
تاریخی حقائق پر مشتمل ہو۔ تاکہ ہوش مند طالبوں کو بغیر تکلف اور بغیر تکلیف اور اس مجموعہ
شریف کے بغیر ورق اُلٹے ان حضرات کے تاریخی مضامین پر عبور حاصل ہو سکے۔ اور ان
بزرگوں کی بعض سوانح اور ولادت یا وفات کی تاریخوں کو جو مشائخ کے تاریخ ناموں میں
ناسمجھوں کی بھول یا کاتبوں کی عدم توجہ سے خواہ راویوں کی تحقیق کی کمی سے حقیقت سے دور
ہو گئے ہوں اُن کو درست فرمایا جا سکے۔ اور الحمد للہ تعالیٰ کہ میں نے اس مقدمہ کو اللہ سبحانہ کی
توفیق سے چند دنوں میں اور تھوڑی فرصت میں تین مبحث پر مرتب کیا، اور اس دستاویز سے
اپنے اخلاص وارادت کی آبرو کو بڑھایا۔ حق جل وعلیٰ ان حضرات کی برکتوں سے ان پریشان

کُن دشوار کاموں کو بھلائی کے ساتھ پورا فرمائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ اور اس عجالہ (جو جلدی میں لکھا گیا ہو) کے مطالعہ کرنے والوں کی توجہ سے یہ اُمید ہے کہ جب وہ ان دل خوش کرنے والے ورقوں کو ملاحظہ کریں۔ اس ناچیز کو دعاء خیر میں یاد رکھیں۔ مصرعہ

محتاج دعائیم بخوان فاتحه   والعاقبةُ بالخیر والعافیه

(ہم دعاؤں کے محتاج ہیں تم فاتحہ پڑھو۔ تا کہ نیکی اور عافیت کے ساتھ ہمارا خاتمہ ہو جائے)

پہلی بحث۔ اس کتاب کے نسخہ اور اس کے مؤلف اور جو اس باب سے تعلق رکھتا ہے۔ اس بارے میں ہے۔ جاننا چاہیئے کہ اس مجموعہ کا نسخہ جو فقیر حقیر کی نظر میں آیا وہ تین سو اُنسٹھ (۳۵۹) اوراق کی مقدار میں ایک کتاب ہے جس کے پینتالیس حصے ہیں۔ یہ تصوف کے چند رسائل مثلاً اصول الطریقت وغیرہ اور مکتوبات اور عبارات اور متفرق ملفوظات اور حضرت سلطان التارکین کی خاص رباعیوں اور غزلوں پر مشتمل ہیں۔ اور نیز شیخ عزیز الدین سعید بن حضرت سلطان التارکین کے صاحبزادے شیخ فریدالدین محمود اور شیخ نجیب الدین ابراہیم کے مکتوبات اور ان کے علاوہ مدحیہ قصیدے اور مرثیئے اور سلسلۂ چشتیہ کے شجرے اور سلطان محمد عادل بن غیاث الدین تغلق بادشاہ دہلی اور اس کی حکومت کے بعض بڑے لوگوں اور سرداروں کے احکام اور فرامین اور نیز حضرت سلطان التارکین کے روضۂ مقدسہ کے بنانے کی تاریخ جو ناگور میں ہے۔ اور چند دعائیں اور اعمال اور مناجاتیں اور ان کے علاوہ بھی اس مجموعہ میں داخل ہیں۔ اور ان سب کتابوں کے آخر میں کتاب سرور الصدور ہے اور بس۔ اور اس تمام مجموعہ موصوفہ میں سے حضرت سلطان التارکین کے تمام رسائل اور مکتوبات اور ملفوظات بطور نثر و نظم ایک تہائی کی مقدار میں ہیں۔ اور شیخ فرید الدین اور اُن کے عزیز بھائی کے سب مکتوبات اور دوسری مختلف عبارتیں دو تہائی کی مقدار

میں۔ اور ہر چند کہ اس مجموعہ کے مؤلف دوران کتابت اپنا نام نہیں لیتے ہیں۔ لیکن یہ
خود ظاہر ہے کہ کتاب سرور الصدور کے مؤلف شیخ فریدالدین محمود کے فرزندوں میں سے
کوئی ایک فرزند ہیں۔ جہاں انہوں نے فرمایا کہ اس کے بعد دو مدت کے بعد شیخ اور
میرے والد قدوۃ الاصفیاء وارث الانبیاء وامرسین فرید الحق والدین محمود بن سعید بن محمد
الصوفی علیہ الرحمۃ والرضوان واسکنہ اعلیٰ درجات الجنان سے سنے گئے ہیں۔ منتخبہ ختم شد۔
اور غالباً ان دونوں میں سے کوئی ایک یعنی شیخ محی الدین اور شیخ قطب الدین جو شیخ فرید
الدین محمود کے فرزندوں میں سے تھے۔ مؤلف سرور الصدور ہوں گے۔ اس بناء پر کہ
سرور الصدور میں لکھا ہے کہ کلاہ مبارک اس ضعیف کے سر پر رکھی گئی۔ اور فرمایا کہ سیدی یہ
کلاہ خلافت ہے۔ ختم شد (صفحہ ۲۶۸) اور شیخ (فریدالدین) محمود موصوف کے خطوط سے
ظاہر ہوتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ انہیں دو صاحبزادگان کو لفظ سیدی (میرے سید) سے
مخاطب اور مفتخر فرماتے تھے۔ جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور ان دو کے علاوہ
آپ نے اپنے فرزندوں میں سے کسی کو سیدی (میرے سید) نہیں لکھا ہے۔

لیکن صاحب گلزار ابرار شیخ عزیز الدین ابن شیخ فریدالدین محمود کو کہ وہ بھی ان
دونوں موصوف بھائیوں کے تیسرے بھائی ہیں۔ مؤلف 'سرور الصدور' کہتے ہیں۔ اور لفظ
سیدی پر نظر کرتے ہوئے اس قول کی صحت پر کچھ تردد نظر آتا ہے۔ واللہ اعلم۔ اور ایسا ظاہر
ہوتا ہے کہ اس مجلد میں ان رسائل ومکتوبات کے جامع اور مدون بھی شیخ فریدالدین محمود کے
فرزندوں میں سے ایک ہیں۔ اور شاید وہی سرور الصدور کے مؤلف اس مجموعہ کے جامع
ہیں۔ اس بناء پر کہ سرور الصدور میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت والد نے فرمایا کہ تم شیخ بزرگ
(سلطان التارکین) کے جو شعر یا جو اقوال لکھو اس کے اوپر "القطب الاولیاء جدی اعلیٰ"
تحریر کیا کرو۔ (منتخبہ ختم شد) (ص ۲۹۱) اور اسی وصیت کے موافق ہے کہ مؤلف نے اس

مجموعہ میں آپ کے رسائل و مکتوبات پر انہیں الفاظ و عبارت کو بطور عنوان لکھا ہے یعنی رسالہ قطب الاولیاء جدی الاعلیٰ خواجہ حمید الدین محمد صوفی (ص ۲۱، ۳۳، ۵۴ و ۶۱) اور دوسری جگہ تحریر فرمایا کہ ایضاً من کلام قطب الاولیاء جدی الاعلیٰ (ص ۴۸) اور دوسرے مقام پر لکھا کہ از خط مبارک قطب الاولیاء جدی الاعلیٰ نقل اُفتاد (۵۰) اور دوسری جگہ پر لکھا کہ قطب الاولیاء جدی اعلیٰ کا خط (ص ۷۱) اور اسی طرح آپ کی خاص نظموں کی ابتداء پر تحریر کیا لقطب الاولیاء جدی اعلیٰ (ص ۸۹) اس کے علاوہ دوسری عبارتیں۔ اور بالفرض اگر اس مجموعہ کے مؤلف صاحب سرور الصدور نہیں ہیں۔ خود اس میں کوئی بات نہیں ہے۔ کیوں کہ مؤلف شیخ فرید الدین محمود کے فرزندوں میں سے ہیں۔ اور وہ خود اس حال کی اسی طرح پر خبر دیتے ہیں۔ جہاں انہوں نے فرمایا کان مکتوباً بخط مخدومی و شیخی و والدی (الشیخ فرید الدین محمود) سَمِعتُ عن شیخی وَجدی و أستاذی حمید الملتہ والدین انتہی مختصراً (میرے مخدوم اور میرے شیخ اور میرے والد (شیخ فرید الدین محمود) نے لکھا تھا (کہ) میں نے میرے شیخ اور میرے دادا اور میرے استاذ حمید الملتہ والدین سے سنا، مختصر ختم ہوا۔ (ص ۴۷) اور نیز اس مجموعہ کے مؤلف شیخ نجیب کو اپنا چچا کہتے ہیں (ص ۱۷۱۔۱۷۸) اور اسی طرح ایک خط کے عنوان پر جو خود شیخ (حضرت فرید الدین محمود) کی گھر والی کی وفات کے واقعہ پر مشتمل ہے۔ لکھتے ہیں کہ یہ خط والدۂ محترمہ علیہا الرحمہ کے انتقال کے بارے میں ہے۔ الیٰ آخرہٖ۔ (۱۳۷) ہاں اتنا ہے کہ جب اُن خطوط کے عنوان پر جو اصل نسخہ کے ورق ۱۱۲ پر درج کیے گئے ہیں۔ یہ عبارت لکھی ہے کہ وہ مکتوبات جو شیخ فرید الدین محمود نے دار السلطنت دہلی سے حضرت شیخ محی الدولہ والدین کی جانب بھیجے تھے۔ دولت اور خدمت کے الفاظ اس پر ناظر ہیں کہ یہ مجموعہ شیخ فرید الدین کے بڑے فرزند یعنی محی الدین کا نہیں ہے۔ اور نیز اس عبارت کے ملاحظہ کرنے سے جو شیخ فرید الدین محمود کی سلطان محمد تغلق کے ساتھ ملاقات

کے ذکر پر مشتمل ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ عبارت بھی ان تمام مکتوبات سے جامع کی
ہے۔ پس اس مجموعہ کے جامع اور مؤلف وہ فرزند ہیں جو شیخ کے تمام فرزندوں میں سے
چھوٹی عمر کے تھے۔ یا وہ فرزند جو شیخ اور بادشاہ کی ملاقات کے زمانے میں تمام موجودہ
فرزندوں میں کم سن تھے۔ ان خطوط کے جامع ہیں۔ اور اگر اتنی عبارت شیخ کی اولاد میں
سے کسی دوسرے فرزند کی ہے۔ پس جامع مکتوبات دوسرے فرزندوں سے۔ اور اس قدر
عبارت والے کوئی دوسرے واللہ اعلم۔ اور وہ عبارت یہ ہے کہ شیخ (بادشاہ سے دربار سے)
اُٹھتے وقت بادشاہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ اور آپ کے وہ فرزند جو موجود تھے آپ نے ان
میں سے ہر اک فرزند سے فرمارہے تھے کہ آداب بجالائیں۔ جب بندوں کی باری آئی فرمایا
کہ یہ میرے سب سے چھوٹے لڑکے ہیں۔ ختم شد بقدر ضرورت (ص ۱۸۴) اور شکوک و
شبہات سے قطع نظر کلام کا مفصل خلاصہ یہ ہے کہ کتاب سرور الصدور درایت یہ تمام رسائل
ومکتوبات شیخ فریدالدین محمود ناگوری کے فرزندوں میں سے کسی ایک فرزند کے جمع کیے
ہوئے اور ترتیب دیے ہوئے ہیں۔ بڑے ہوں یا چھوٹے ہوں۔ اور دونوں کے جامع
ایک ہوں یا دو اور نیز جاننا چاہیئے کہ مؤلف نے شیخ فریدالدین محمود کے کتاب سرور الصدور
میں (بیان فرمائے ہوئے) فائدے اور ارشادات ۷۲۳ھ سے ۷۳۴ھ تک نقل
فرمائے ہیں۔ اور شیخ فریدالدین کا انتقال بھی ۷۳۴ھ میں ہوا۔ جیسا کہ عنقریب ذکر آتا
ہے۔ اور خود ظاہر ہے کہ سرور الصدور کی تالیف اور ان ملفوظات و مکتوبات کے مجموعہ کی
تدوین کا شیخ فریدالدین محمود کی وفات کے بعد اتفاق ہوا ہے۔ جیسا کہ سرور الصدور کے
خطبہ میں علیہ الرحمۃ والرضوان اور اسکنہٗ اعلیٰ درجات الجنان کے الفاظ اور قدس اللہ سرہٗ
العزیز کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں (ص ۴۷) اور اس کے علاوہ دوسری عبارتوں کے
شمار اور (ضیاء الدین) نخشبی رحمۃ اللہ علیہ کے مرثیہ میں۔ پس اس حساب سے اس کتاب کی

تایف کا سال بطور اندازہ آٹھویں صدی ہجری کا درمیانہ زمانہ شمار کیا جا سکتا ہے۔ اور لیکن بعض دوسری عبارتیں چنانچہ رسالہ عشقیہ کی عبارت جو اس مجموعہ میں کتاب سرور الصدور سے نقل کی گئی ہے۔ اس مجموعہ کے مؤلف کی نہیں کہی جا سکتی۔ اس لئے کہ خود مرآت اسرار اس مجموعہ اور سرور الصدور کی تالیف و تدوین کے تقریباً تین سو سال بعد یعنی ۱۰۶۵ھ میں تالیف کی گئی ہے۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ حضرت سلطان التارکین کی اولاد امجاد میں سے کسی ایک صاحب نے بھی ایسی ہی عبارتیں لکھی ہیں۔ کیونکہ رسالہ عشقیہ کی عبارت کی نقل کو نیز جدی الاعلیٰ کے لفظ سے منسوب کیا گیا ہے۔ اور ان حالات پر نظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اس مجموعہ کا اصل نسخہ آغاز تالیف میں سلطان التارکین کے خاندان میں ایک بیاض رہی ہے۔ جو سرور الصدور اور دوسرے رسالوں کی تالیف کے بعد، نیز جسوقت کہ حضرت (سلطان التارکین) کی عبارتوں اور شعروں اور مرثیوں اور قصیدوں میں سے کوئی حصہ اور اس کے علاوہ جو کچھ شیخ (فریدالدین محمود) کے عزیزوں اور پوتوں اور فرزندوں کو ملا، وہ اس بیاض میں لکھدیا گیا۔ اور ان میں سے جو بزرگ آئے انہوں نے اس پر اضافہ کیا۔ یہاں تک کہ یہ مجموعہ جو بندہ نے دیکھا ہے اس نے تدوین و تخفیم کی صورت اختیار کر لی۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ کتاب سے حسن ترتیب انتہائی دور ہو گیا ہے۔ دوسرے لوگوں نے اس اصل بیاض میں جس صورت پر پایا اُس سے نقل کر لیا۔

اور جاننا چاہیئے کہ کتاب سرور الصدور اس بناء پر کہ وہ مشہور ہے۔ ہر چند حضرت سلطان التارکین کے ملفوظات میں سے اور آپ کے پوتے شیخ فریدالدین کی تالیف میں سے شمار کی جاتی ہے۔ لیکن کتاب کے مطالعہ کے بعد واضح ہوا کہ اس تالیف کی بنیاد حضرت شیخ فریدالدین کے ارشادات اور افادات کے جمع کرنے پر ہے۔ اور اس کے جامع و مؤلف شیخ کے فرزندوں میں سے کوئی ایک فرزند ہیں۔ جیسا کہ گزرا۔ اور لیکن وہاں اس کتاب یعنی

سرور الصدور کے شروع میں حضرت سلطان التارکین کے ملفوظات مبارک میں سے خالص کر مستقل مقدمہ نے سطر بندی کی روش کو قبول نہیں کیا۔ اور حمد و نعت کے بعد کتاب کے مقدمہ نے ان الفاظ میں صورت اختیار کی۔ کہ قال الشیخ العالم الربانی الامام الہمام العالم الصمدانی قدوۃ المتصوفۃ أسوۃ الصوفیۃ حمید الملۃ والدین وارث الانبیاء والمرسلین محمد بن احمد بن محمد الصوفی السعیدی قدس اللہ روحہ ونور ضریحہ الی آخرہا۔ اس بناء پر دیکھنے والے کو پہلی نظر میں ایسا دکھائی دیتا ہے کہ یہ کتاب سرور الصدور حضرت سلطان التارکین کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ دوسرے کے نہیں۔ اور اس کے علاوہ اس مقدمہ کے اختتام کے بعد حضرت شیخ بزرگ سلطان التارکین کے احوال برکت اشتمال کو بھی چند صفحات تک نقل کیا ہے۔ اور اس کے بعد اسی طرح کتاب کے شروع سے آخر تک جا بجا حضرت سلطان التارکین کے ملفوظات اور مقالات اور حالات مذکور اور مسطور ہیں۔ ورنہ تمام ملفوظات حضرت شیخ فرید الدین کی زبان سے نکلے اور آپ کے بیان کے حوالہ سے لکھے گئے ہیں۔ ان وجوہات کی بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ کتاب سرور الصدور کا موضوع حضرت سلطان التارکین کے ملفوظات ہیں۔ اور اس کے مؤلف حضرت کے پوتے یعنی شیخ فرید الدین ہیں۔ اور اسی نظر و اعتبار کا سبب ہے کہ نہ تنہا صاحب اخبار الاخیار اور مرأت الاسرار اور مشائخ کبار کے حالات کے دوسرے مؤلفین نے کتاب سرور الصدور کو سلطان التارکین کے جملہ ملفوظات میں سے شمار کیا ہے۔ بلکہ اصل کتاب کے نسخہ کے عنوان پر بھی جو حضرت کی اولاد امجاد کے کتب خانہ میں ہے۔ سرخ روشنائی اور جلی قلم سے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے کہ کتاب سرور الصدور و نور البدور ملفوظ الشیخ حمید الدین الصوفی قدس اللہ سرہٗ انتہی۔ دوسری بات یہ جاننی چاہیئے کہ اس مجموعہ کا نسخہ جو فقیر کے سامنے آیا وہ غلطیوں سے پُر تھا۔ کیونکہ کثرت اغلاط میں اس کی نظیر کم ہی دیکھی گئی ہے۔ میں حیران ہوا کہ اس نایاب کتاب کو بغیر

دوسرے نسخہ کے مقابلہ کئے صحیح کرنا مجھ ایسے کم علم اور کم استعداد کے لئے بہت دُشوار ہے۔ اور بخصوص جسوقت حروف رابطہ اور الفاظ صلہ کو بھی میں آداب کی حفاظت کی نگاہ سے اسائت کے شبہ سے خالی شمار نہیں کرتا۔ ایسے بزرگوں کے خاص اشاروں اور عبارتوں کی تصحیح جو اوتیت بجوامع الکلم کے چشمہ سے گھونٹ پی چکی ہیں۔ بہت مشکل ہے۔ مجبوراً یہ مصلحت دیکھی کہ نسخہ موصوفہ میں سے اُن تمام رسالوں اور خطوں اور عبارتوں اور رباعیوں کو جو خاص حضرت سلطان التارکین کی ہیں۔ اس منقولہ جدیدہ کے شروع میں مکمل درج کردوں اور ان میں سے کوئی بات بغیر لکھے باقی نہیں چھوڑوں۔ اور آپ کے روضۂ متبرکہ کی تاریخ اور بادشاہی فرامین اور مختلف عبارتوں اور تحریروں کے اکثر مکررات کو حذف کر کے اُس کا ضمیمہ بنادیا اور پھر میں نے ان میں سے شیخ فریدالدین محمود اور شیخ نجیب الدین ابراہیم حضرت سلطان التارکین کے پوتے اور جس نے اس طبقہ سے تعلق رکھا اُن کے خطوط اور غزلوں اور مختلف عبارتوں کو انتخاب والتقاط کے طریقہ پر نقل کیا۔ یعنی اس مجموعہ میں جسقدر تصوف کے مضامین اور سلوک کے حقائق اور شریعت وطریقت کے مسائل اور مشائخ کے اقوال واحوال اور وظیفے اور دعائیں اور نصیحتیں اور وصیتیں بطور نظم ونثر شامل تھیں۔ اور اسی طرح فن تاریخ سے متعلق جو حقیقتیں تھیں وہ چھانٹ کر اُس کی نقل حاصل کی۔ اور جہاں تک ہو سکا ہمت و توفیق سے مدد طلب کرنے کے بعد الفاظ کی صحت کے بارے میں پوری کوشش کی گئی کیونکہ وہ خود اپنی غلطیوں پر شاہد تھے۔ اور بہ ظاہر غلط نظر آرہے تھے۔ اور باقی تمام عبارتیں اپنی حالت پر ہیں۔ جیسا کہ کتاب کے مطالعہ کرنے والے پر عنقریب ظاہر ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ درست بات غیب سے دل میں ڈالنے والا ہے۔ اور اُمید ہے کہ اس کے بعد اللہ سبحانہٗ کی مہربانی سے اس کتاب کا صحیح نسخہ میسر آئیگا۔ تاکہ مکمل طور پر اس کی درستگی کی صورت پیدا ہو جائے۔ اور اللہ توفیق دینے والا ہے۔

اور اس کتاب کی دوسری قسم کے انتخاب والتقاط میں میرے نظر میں دو فائدے

آئے۔ اوّل یہ کہ جب کتاب کی اکثر عبارتیں غلطیوں سے پُر ہیں۔ تو اس انتخاب میں زیادہ

اغلاط کی تصحیح کی فکر کی مشکل سے چھٹکارا پانا۔ دوسری بات یہ ہے۔ شیخ فرید الدین اور ان

کے پیارے (بھائی) شیخ نجیب الدین کے خطوط اکثر عبارتیں ان کے منتخب ہونے کے

اعتبار کے باوجود ان کا ہر نقطہ انتخاب اور ہر لفظ کتاب کے برابر ہے۔ اور لیکن ان میں سے

دو حصے ایسے مطالب پر مشتمل تھے جو امور خانہ داری وغیرہ مثلاً عزیزوں کے حالات کی

پرسش اور دوستوں کے فراق کا درد اور بیماروں کی تیمارداری اور غریبوں کے حال کی دیکھ

بھال اور فرزندوں کی تربیت اور تعزیت وتہنیت اور کھیتی کے کام کا انتظام اور اس کی خدمتیں۔

میں نے ان چیزوں میں سے اکثر کو چھوڑ دیا۔ اور کتاب کے آخر میں اصل نسخہ کی پیروی

کرتے ہوئے پوری سرور الصدور کو جتنی کہ وہ اصل میں تھی نقل کی۔ اور اس ترتیب سے اصل

نسخہ سے جس میں پینتالیس حصے تھے۔ یہ منقول منتخبہ جدیدہ اٹھارہ حصوں میں مرتب ہو۔

والحمد للہ علیٰ الاتمام۔

دوسری بات یہ جاننی چاہیئے کہ اس مجموعہ میں جس جگہ خاصہ کے لفظ کو سرخی سے لکھا

گیا ہے۔ اس سے وہ نظم مراد ہے جو خاص بڑے پیر کی قلم سے لکھی ہوئی ہے۔ اور اس کتاب

میں بڑے پیر سے جامع البرکات حضرت سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی قدس اللہ

اسرارہٗ وافاض علینا انوارہٗ مراد ہیں۔

دوسری بحث۔ حضرت سلطان التارکین اور آپکی بزرگ اولاد رحمتہ اللہ علیہم اجمعین

کے تاریخی حالات میں آپکا نام نامی محمد ابن احمد ابن محمد ہے۔ اور لقب حمید الدین، سلطان

التارکین صوفی، سعیدی ناگوری سے مشہور ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار جن کا نام احمد تھا۔ کفر

کے کمزور ہونے کے زمانہ میں جب لاہور سے دہلی تشریف لائے۔ تو انہوں نے ایک عرب صاحب جو بظاہر علوم نجوم میں کافی دسترس رکھتے تھے۔ اُن کی صاحبزادی سے نکاح کیا۔ حضرت بڑے پیر (سلطان التارکین) ماں کے پیٹ میں تھے۔ آپ کے نانا نے خبر دی تھی کہ یہ فرزند نرینہ ہے۔ اور ان کا سینہ باہر نکلا ہوا علم کا خزانہ ہوگا۔ اور اُن کا نصف جسم سبز ہوگا۔ ور یہ میرے انتقال کے بعد پیدا ہوں گے۔ آخر جیسا انہوں نے نشان فرمایا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا۔ اور بڑے پیر سب سے پہلے بچے ہیں جو اسلام کی فتح کے بعد دہلی میں پیدا ہوئے۔ اور اس دلیل سے جب دہلی فتح (ہوئی) یعنی کہ پرتھی راج چوہان سے حکومت کو چھینا گیا اور شہاب الدین غوری کی حکومت کے نام کا سکہ رائج کیا گیا۔ ۵۸۸ھ میں واقع ہوا۔ اگر کہا جائے کہ حضرت بڑے پیر (سلطان التارکین) کی ولادت تقریباً ۵۹۰ھ میں ہوئی ہے (حقیقت سے) دور نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ بڑے پیر کی جائے پیدائش دہلی ہے۔ اور آپ اکثر وطن کی محبت زیدہ ہونے کی وجہ سے دہلی جانے کی خواہش کا اظہار کرتے تھے۔ شیخ کی والدہ ماجدہ بہت بزرگ تھیں۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا کہ میں جسوقت پیدا ہوا اگر اس زمانہ میں کوئی عورت میری والدہ سے بہتر ہوتی تو میں اُس کے پیٹ سے پیدا ہوتا (ص ۲۱۹) مولانا شمس الدین حلوائی علیہ الرحمہ بڑے پیر (سلطان التارکین) کے اُستاد تھے (ص ۲۱۸) اور شریعت وطریقت میں شیخ (سلطان التارکین) کے مدارج کی ترقی (کا حال) آپ کی تصنیفات مثلاً رسالہ اصول الطریقہ اور اس کے علاوہ جو بطور نظم ونثر اس مجموعہ میں ہے اُس سے علیٰ وجہ الکمال ظاہر ہے۔ اور آپ کی کرامت وولایت کی فضیلتوں کا شہرہ کالشمس فی وسط السماء (آسمان میں سورج کی طرح) ہے۔ اگر چہ آپ نے تین بڑے پیروں سے استفادہ کیا ہے۔ جن میں سے ایک مولانا شمس الدین حلوائی ہیں۔ اور دوسرے

شیخ حمید الدین محمد خوئی اور تیسرے خواجہ بزرگ شیخ معین الحق والدین حسن چشتی اجمیری قدس اللہ اسرارہم وافاض علینا انوارہم ہیں اور لیکن آپ خواجہ بزرگ سے مُرید ہیں۔(ص۴۸)اور آپ کا سلسلۂ چشتیہ خواجہ بزرگؒ سے ملتا ہے(ص۲۰و۲)۔آپ کی اہلیہ محترمہ ایک بزرگۂ یگانہ اور زبدۂ صالحات زمانہ میں سے تھیں اور صاحبۂ ہمت وکرامت تھیں۔ چنانچہ خود حضرت بڑے پیر (سلطان التارکین) نے اپنے پوتے (حضرت فریدالدین محمود) سے فرمایا تھا کہ جس زمانہ میں میری شادی ہوئی اگر اُسوقت کوئی عورت تمہاری دادی سے بہتر ہوتی تو میرا نکاح اُس سے ہوتا (ص۲۱۹) اور حضرت سلطان التارکین حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے ہیں۔(ص۲۲۹)اور آپ سے اس سفر میں بھی رب العزت کی مہربانی سے کرامت ظاہر ہوئی۔حضرت سلطان التارکین کی دوسری کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ جب آپ نے اپنی حین حیات میں اپنی پگڑی اپنے فرزند شیخ عزیزالدین کے چاہنے اور درخواست کرنے کے باوجود اُن کو عطا نہیں کی اور شیخ عزیز الدین موصوف باپ کے ہوتے ہوئے اُن کے فرزند کو یعنی اپنے پوتے فریدالدین محمود کو بخشی۔کیونکہ آپ قدس سرہٗ کو علم تھا کہ شیخ عزیزالدین آپ کے سجادہ نشین نہیں ہوسکیں گے۔ ور ایسا ہی ہوا کہ شیخ عزیزالدین اپنے بزرگ باپ کی زندگی میں وفات پاگئے۔دوسری کرامت یہ ہے کہ جب آپ کے نیک فرزند شیخ عزیزالدین نے اس دارفانی سے کوچ فرمایا۔آپ کی بارگاہ میں اس بات کی خواہش کی گئی کہ شیخ عزیزالدین کی پگڑی اُن کے بڑے فرزند شیخ وحیدالدین کے سر پر باندھ دی جائے۔لیکن بڑے پیر نے اُن کی دستار اُن کے دوسرے فرزند شیخ فریدالدین کے سر پر باندھی اور شیخ وحیدالدین کو اپنے باپ کا جانشین مقرر نہیں فرمایا(ص۲۲۱و۲۲۲) کیونکہ بڑے پیر اپنی کرامت سے اُن کی خداداد

سعادت وطول عمر واستعداد وقابلیت وحسن لیاقت سے باخبر تھے۔ اور آپ کی تمام کرامتوں اور فضیلتوں میں افضل کرامت وفضیلت یہ ہے کہ آپ اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ بزرگ اجمیری کی امامت سے مشرف تھے۔ اور خواجہ نماز میں آپ کی اقتداء فرماتے تھے۔ (ص ۲۲۷) اور حضرت بڑے پیر نے لمبی عمر پائی ہے۔ چنانچہ خود آپ نے ایکبار اپنی عمر کا حساب اسی سال لگایا تھا۔ (ص ۲۳۱) حضرت سلطان التارکین کی وفات ۲۹ ربیع الآخر میں ہوئی۔ جیسا کہ آپ کے پوتے اور خلیفہ شیخ فریدالدین محمود نے اس کا اظہار فرمایا ہے۔ جہاں انہوں نے فرمایا "اتوار کے دن ۲۹ ربیع الآخر کو شیخ (سلطان التارکین) کا عرس ہے" ختم شد (۱۶۱) لیکن اس مجموعہ میں آپ کی وفات کا سال بقول اصح ۶۷۳ھ غیاث الدین بلبن کی حکومت کا زمانہ تحریر کیا گیا ہے۔ یہ اقتباس اور نقل کتاب مرآۃ الاسرار کی ہے۔ جو بہت مشہور اور قابل اعتماد کتاب ہے۔ اور اس مجموعہ سے اتنا ظاہر ہے کہ آپ قدس سرہٗ اپنے فرزند شیخ عزیزالدین کی وفات کی تاریخ تک حیات تھے۔ اور شیخ عزیز الدین جمادی الاولیٰ ۶۶۲ھ کے شروعات میں زندہ تھے۔ اور اُن کے بعد میں آپ نے وفات پائی۔ جیسا کہ عنقریب آتا ہے۔ اور حضرت بڑے پیر نے شعبان ۶۷۷ھ سے پہلے عالم قدس میں آرام فرمایا تھا۔ (ص ۲۰۲) پس متعین ہوگیا کہ بڑے پیر (سلطان التارکین) کی وفات ۶۶۲ھ اور ۶۷۷ھ کے درمیان ہوئی ہے۔ اور یقین کے بہت قریب ہے جو کچھ صاحب مرآۃ الاسرار نے آپ کی وفات کی (تاریخ) کی صحت کے بعد ۶۷۳ھ لکھا وہ صحیح ہو واللہ اعلم۔ اور اگر آپ کی ولادت کا سال ۵۹۰ھ مان لیا جاتا ہے۔ اس حساب سے اُس بناء پر جو پہلے گزر چکا۔ آپ کی عمر شریف چوراسی سال کے قریب ہوتی ہے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی ہے کہ جب آپ کی فاتحہ دی جائے تو گوشت پر نہ دی

جائے۔ (ص ۲۲۱) آپ کا روضہ مبارکہ جو شہر ناگور کے شمال میں زیارت گاہ خلق ہے۔ ایک سنگین احاطہ پر مشتمل ہے۔ اور (خانقاہ) کا دروازہ انتہائی بلند و مضبوط ہے۔ جو شیخ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی عمارت کی بنیاد کے مکمل ہونے کی تاریخ ۷۵۱ھ شعبان ۸۵۱ھ ہے۔ محمد عادل بن غیاث الدین تغلق بادشاہ دہلی کے عہد میں۔ اور دروازہ کی تعمیر جیسا کہ تغلق کے فرمان کے عنوان میں سرخ روشنائی سے لکھا ہے۔ یا مقبرہ کی تعمیر چنانچہ فرمان کی عبارت میں ہے۔ کسی صورت میں ہو، سلطان محمد تغلق کے حکم سے اور ناگور کے ٹیکس کے خرچ سے تیار ہوا ہے۔ (ص ۱۲۵) اور میں فقیر کہتا ہوں کہ حضرت شیخ اجل محدث دہلوی قدس اللہ سرہٗ نے خبار الاخیار نے صاف طور پر لکھا ہے کہ شیخ حمید الدین کے روضہ کے دروازہ کی عمارت جو ناگور میں ہے خواجہ حسین ناگوری کی بنوائی ہوئی ہے۔ اور ناگور کے مقبرہ کی چاردیواری سلطان محمد تغلق کی بنوائی ہوئی ہے۔ اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ اس لئے کہ اصل فرمان کی عمارت میں دروازہ مذکور کی عبارت کا حکم لکھا ہوا نہیں ہے چونکہ آپ کی قبر مقدسہ پر گنبد تعمیر نہیں کیا گیا ہے اور آپ کی قبر شریف نیلے آسمان کے نیچے کشادہ فرش پر بنی ہوئی ہے۔ کیونکہ خود بندہ بار بار زیارت سے مشرف ہوا ہے۔ اس پر نظر کرتے ہوئے بادشاہ دہلی تغلق کے فرمان میں جو مقبرہ کی تعمیر کا حکم ہے۔ اس سے یہی احاطہ مراد ہے۔ اور بس۔ اور دروازہ کی عمارت شیخ (مخدوم) حسین ناگوری کی بنوائی ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ آپ کی بزرگ اولاد میں سے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ ورضی اللہ عنہ۔

لیکن آپ کا لقب جو سلطان التارکین مشہور ہے اس لقب کی وجہ اس مجموعہ میں درج نہیں ہے۔ اور لیکن اخبار الاخیار وغیرہ میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے۔ اور جناب کے ترک وتجرید اور زہد وتفرید کی کیفیتوں میں سے جو کچھ مجموعہ میں موجود ہے۔ اس پر نظر کرتے

ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ آپ کو سلطان التارکین کا لقب انتہائی حد درجہ زیبا ہے۔ بلکہ اگر سلطان السلاطین التارکین (دنیا ترک کرنے والوں کے بادشاہوں کا بادشاہ) کہا جائے تو مستحسن و بجا ہے۔ لیکن آپ کا نسب شریف اگر چہ اس مجموعہ میں آپ کے جد نامدار اور والد بزرگوار کے ناموں کے علاوہ کچھ نہیں لکھا گیا ہے۔ لیکن دو جگہ پر سعید کی الفاروقی بھی لکھا ہوا ہے۔ (ص ۱۲۱ و ۱۲۵) اس سے مستنبط ہوتا ہے کہ حضرت (سلطان التارکین) حضرت عمر بن الخطاب (فاروق اعظم) رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔

ذکر شیخ عزیز الدین سعید آپ حضرت سلطان التارکین کے فرزند رشید ہیں۔ صاحب معارف وجذبات اور خداوند زہد وریاضت تھے۔ آپ نے اپنے عالی قدر باپ کی موجودگی اور حین حیات میں اس سرائے فانی سے رخت اقامت باندھا۔ اور آپ کی وفات کا واقعہ یہ ہے کہ لیلتہ الرغائب یعنی ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی رات تھی بعد نماز عشاء قوال سماع کر رہے تھے اور یہ اشعار گا رہے تھے۔ غزل.

مست شدی جستن خمار چیست	پست شدی گفتن اسرار چیست
جاں بدہ و جاں بدہ و جاں بدہ	فائدہ گفتن بسیار چیست

قوال بار باران اشعار کی تکرار کر رہے تھے۔ شیخ فرماتے تھے کہ میں نے جان دی اور میں نے جان دی اور میں نے جان دی۔ اسی حالت میں گھر تشریف لائے۔ تکلیف ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس مرض سے شفا نہیں پاؤں گا۔ یہاں تک کہ پیر کے دن ۲۲ رجب کو انتقال فرمایا۔ (۳۰۱)

چونکہ وہ رات کا نشہ جو محبوب کے فراق کی شرابوں اور لیلتہ الرغائب کی سماع کی

بیخودیوں میں سے تھا۔ رحلت کی صبح تک ختم نہیں ہو تھا۔ پس یہ چند دنوں کی مہلت جو ظاہری نگاہ میں اُن کی وفات میں واقع ہوئی۔ کس حساب میں تدرج جا ییں۔ کیونکہ مشائخ کے حالات کے تذکروں میں آپ کی وفات کو اسی حالت وجد میں ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اور خود آپ کے فرزند شیخ فریدالدین محمود بھی یہی کہتے ہیں کہ میرے والد نے سماع میں جان دی۔(۳۰۱) اوراس مجموعہ سے یہ بات ظاہر نہیں ہوتی کہ یہ غزل کس کی ہے؟ اور لیکن سیدی ابکل سلمہٗ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ غزل بھی سلطان التارکین کی ہے۔ اس کا مقطع یہ ہے

تا نخوری عشق مجانی حمید رفتن بیہودہ بہ بازار چیست

واللہ اعلم۔ آپ کی وفات کا سال اس کتاب میں نظر نہیں آتا ہے۔ اور لیکن جب اتنا ہے کہ ۵ جمادی الاول ۶۶۶ھ میں آپ حیات تھے۔ (ص ۴۸) اور اپنے والد بزرگوار کی وفات سے پہلے گذر گئے۔ اور سلطان التارکین کی رحلت ۲۰ ربیع آلآخر ۶۷۳ھ میں ہوئی ہے۔ پس شیخ عزیزالدین کی وفات ۲۲ رجب ۶۶۶ھ یا اس کے بعد ۲۲ رجب ۶۷۳ھ انہیں چھ برسوں کے درمیان متیقن ہے۔ اوراس بناء پر آپ کی وفات کا سال خزینۃ الاصفیاء میں جو ۶۸۱ھ لکھا ہے صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں آپ کی وفات آپ کے والد کے وصال کے بعد ہونا قرار پاتی ہے۔ اور وہ خلاف الثابت ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت شیخ عزیزالدین کے تین صاحبزادے تھے۔ آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے شیخ وحیدالدین احمد تھے۔ اور آپ کے دوسرے صاحبزادوں سے اُن کا بڑا ہونا اس قرینہ سے جو شیخ فریدالدین کی دستار بندی کے ذکر میں گذرا واضح ہوتا ہے۔ (۲۲۱ و ۲۲۲) شیخ وحیدالدین رحمۃ اللہ علیہ کو اخبار الاخیار میں بھی اُنکے دوسرے بھائیوں سے بڑا

لکھا ہے۔ انہوں نے ۷۴۲ھ ماہ ذوالحجہ سے پہلے وفات پائی تھی۔ جیسا کہ سلطان محمد تغلق کے فرمان سے ظاہر ہے۔ (ص ۱۲۶) دوسرے صاحبزادے (شیخ فریدالدین محمود) کے بھی کئی صاحبزادے تھے۔ جن کے ناموں کی (صاحب مضمون کو) تحقیق نہیں ہو سکی۔ شیخ نجیب الدین رحمتہ اللہ علیہ جو آپ کے تمام صاحبزادوں میں چھوٹے تھے۔ انہوں نے (اپنے بڑے بھائی) شیخ وحیدالدین کو اپنے خط میں ''خداوند مخدوم العالم دامت برکاتہم'' کے لفظ سے مخاطب کیا ہے (ص ۱۷۹) اور آپ کے تیسرے فرزند شیخ نجیب الدین ابراہیم کی خداداد قابلیت وصلاحیت اور فضیلت کا حال اُن کی نثر و نظم سے جو اس مجموعہ کے کثیر حصہ میں سے کچھ منقول ہے، ظاہر ہے۔ اور اُن کے گفتار و کردار کی درستگی اور صلاح و تقویٰ محتاج بیان نہیں ہے۔ اُن کو اپنے بڑے بھائی شیخ فریدالدین سے ایک خاص محبت اور بہت زیادہ تعلق تھا۔ اپنے وطن (ناگور) سے دہلی گئے تھے اور حضرت سلطان المشائخ (نظام الدین اولیاء) قدس سرہٗ سے مستفید[1] ہوئے تھے۔ (ص ۱۲۹، ۲۹۸) محمد تغلق بادشاہ کی عطا کردہ جاگیر میں اپنے بھائیوں کے حصہ دار تھے۔ اور شیخ فریدالدین سے عمر میں چھوٹے تھے۔ جیسا کہ اُن کے خطوط اور مراسلوں سے ظاہر ہے۔ اور دوسری عبارتیں بھی اس مدعا پر شاہد ہیں (ص ۳۰۱) اور اُن کے بھی فرزند تھے اُن کے نام (صاحب مضمون کو) محقق نہیں ہوئے۔ واللہ اعلم۔

شیخ عزیزالدین سعید کے دوسرے فرزند حضرت شیخ فریدالدین محمود صوفی ناگوری

---

[1] ضمیمہ سرور الصدور صفحہ ۱۲۹ اور سرور الصدور صفحہ ۲۹۸ سے یہ علم نہیں ہوتا کہ حضرت شیخ نجیب الدین نے حضرت محبوب الٰہی سے استفادہ کیا ہو، البتہ ان حضرات کی باہمی ملاقات اور محبت و یگانگت اظہر من الشمس ہے (از مترجم)

ہیں۔ جو صاحب ورع وتقویٰ وزہادت اور خداوند علم وفضل وہدایت تھے۔ آپ حضرت سلطان التارکین کے پوتے اور شاگرد اور مرید خاص اور خلیفۂ راستین اور آپ والد کے جانشین تھے۔ (ص ۱۹۱) آپ جامع برکات وشہرت ورمرتبہ ہوئے ہیں۔ متوتر سے سوم میں آپ کے فضائل درتصوف میں آپ کے کمالات تحریر وتوصیف سے محتاج نہیں ہیں۔ عربی وفارسی نثر میں مضمون لکھنے کے علاوہ ان دونوں زبانوں کی نظموں میں بھی قدرت تھی۔ اور آپ کے کچھ اشعار اس مجموعہ میں بھی بطور نمونہ منقول ہیں (ص ۲۷۷ وغیرہا) ہر چند کہ آپکی ولادت کی تاریخ اس مجموعہ میں صراحت کے ساتھ درج نہیں ہے۔ اور لیکن اتنا لکھا ہے کہ خود آپنے ماہ صفر ۷۲۹ھ میں فرمایا کہ ہم نے سات سال کی عمر میں منبر پر قدم رکھا۔ اور ستر سال کی عمر تک وعظ بیان کیا۔ (ص ۲۷۰) اس حساب سے شمار کیا جا سکتا ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت تقریباً ۶۴۵ھ میں ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ومہربانی سے کہ واللہ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَشَاءُ آپ کی عمر سات سال تھی یعنی کہ ۶۵۲ھ میں آپ نے وعظ کے منبر پر قدم رکھا اور اُس وقت سے ستر (۷۷) سال تک کہ ۷۲۹ھ تھا۔ اور آپ کی عمر کا سن چوراسی برس کو پہنچ گیا تھا۔ اور آپ وعظ ونصائح اور دین پروری کرتے رہے۔ کہ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ (دین نصیحت ہے) اور آپ کو کتابوں کے مطالعہ اور تصحیح اور مقابلہ اور درسِ کتب کا بہت زیادہ شوق تھا۔ چنانچہ کتابوں کے بارے میں جیسے مجلدات صحاح ومجلدات کشاف وشرح منتخب تعرف وشرح اعانہ ومدارک العلوم ومنازل السائرین و آداب المریدین وفلک المشحون وبزدوی اصول اور اس کی شرح ومشارق الانوار ومصابح الدجیٰ جو کچھ تحریری سند ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے (ص ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۳، ۱۴۶، ۱۴۹، ۱۵۰، اور ۱۵۱) اور آپ کی خانقاہ ناگور میں ترتیب دی ہوئی اور آباد تھی۔ اور وعظ وتذکیر کے ذریعہ

مدتوں مردہ قلوب کو زندہ اور رنجیدہ دلوں کو مسرور فرماتے رہے۔ (۱۳۹) اور آپ کے وعظ کی مدت ستر (۷۷) سال خود اس سے پہلے مذکور ہوئی اور اس کے بعد آپ نے ۳۴ے ھ میں فرمایا کہ آج ہمیں وعظ کہتے ہوئے تین قرن ہو چکے ہیں (۲۶۸) اور جب آپ نے ۲۹ے ھ میں ستر (۷۷) برس فرمائے ہیں یقیناً ۳۴ے ھ میں وعظ کی مدت کو بیاسی سال کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ انہیں تین قرن بیان کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

اور وعظ کا شغل جاری رکھنے کے لئے اپنے فرزندان گرامی کو بھی تاکید فرماتے تھے (ص ۱۵۷ وغیرہ) آپ کا طریقہ قوالی سننا تھا۔ خواہ قوالوں سے ہو یا دوسرے لوگوں سے۔ اور حلقۂ سماع میں اپنے سلسلہ کے مریدوں کے ساتھ ذوق و شوق کو بڑھاتے تھے۔ (ص ۱۳۱، ۱۴۶، ۱۵۵) اور اپنے جد بزرگوار حضرت سلطان التارکین کے عرس کی خدمت انجام دینے کے لئے تعریف سے باہر اہتمام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے ماہ ربیع الاول کے ابتدائی دنوں سے عرس کا کھانا پکانے کی جنسوں کو فراہم کرنے وغیرہ کی تاکید فرمائی۔ حالانکہ (حضرت سلطان التارکین) کا عرس شریف ماہ ربیع الآخر کے آخر میں مقرر ہے۔ جیسا کہ گذرا۔ اور بڑے پیر کی وصیت کے مطابق آپ عرس شریف کے (لنگر) میں گوشت پکانے سے منع فرماتے تھے۔ (ص ۱۴۱) اور اس کے علاوہ دوسرے بزرگوں اور عزیزوں کے عرس کا انتظام بھی فرماتے تھے۔ جیسا کہ اپنے والد ماجد (شیخ عزیز الدین قدس سرہٗ) کے عرس کے بارے میں اپنے فرزند کو حکم دیا۔ جس کی تاریخ ۲۲ رجب ہے۔ (۱۴۹)

اور خود آپ نے اپنے مقدس بھائی شیخ وحید الدین احمد اور شیخ شہاب الدین بلخی رحمتہ اللہ علیہما کے عرس کے اہتمام پر عمل کیا۔ (۱۵۰) اور اپنے فرزندوں کو دعاء اور ختم قرآن

کے ذریعہ مردوں کی امداد کرنے کا حکم فرمایا (ص ۱۳۷) اور آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کی وفات کے بعد فاتحہ خوانی اور تقسیم طعام پر بھی عمل کیا تھا۔ اس سے ثابت ہے کہ یہ طریقے اُس زمانہ میں بھی رائج تھے۔ اور نیز ارشاد فرمایا کہ صدقات (نذر) مُردوں کو پہنچائے جائیں۔ اور گذرے ہوئے لوگوں کا نام بنام یاد کرکے ایصال ثواب کیا جائے (۱۳۸، ۱۴۱) اور جس وقت حضرت سلطان التارکین کے مرقد مطہر کی عمارت تیار کی جارہی تھی۔ اس زمانہ میں شیخ فریدالدین محمود دہلی میں مقیم تھے۔ فرط محبت و عقیدت سے ان تمام فاصلوں کی دوری کے باوجود اپنے جدامجد کے روضہ کی تعمیر کے کام کے حسن انتظام و انصرام میں سرگرم رہے۔ اور اپنے فرزندوں کو اس بارے میں اور شیخ اور دوسرے عزیزوں کی قبروں کے معاملہ میں اور انار کے تازہ پودے اگانے اور باغ اور درختوں کو سنوارنے وغیرہ کے اہتمام کی تاکید فرماتے رہے۔ (ص ۱۵۶، ۱۵۸) اور حضرت سلطان التارکین کی روح پُرفتوح سے مدد طلب کرنا آپ کا پسندیدہ طریقہ تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنے عزیز فرزند کو لکھا ہے کہ بادشاہ کی جو تمام مہربانیاں ہیں۔ وہ بڑے پیر (سلطان التارکین) کی روح کی مدد سے ہیں۔ اور پھر تحریر فرمایا کہ جب اُن کے روضہ مطہرہ کی زیارت کے لئے جانا ہو تو اس غلام کا سلام و دعا عرض کرنا۔ اور یہ شعر پڑھنا۔ شعر

اگرم بر آورد بخت بر تحت پادشاهی — نه چنانکه بنده باشم همه عمر در رکابت

(اگر مجھے قسمت بادشاہی تخت پر پہنچادے

تب بھی یہ چیز تمام عمر آپ کی غلامی میں رہنے کی طرح نہیں ہوسکتی۔)

دوسری بات یہ لکھی کہ ہر بار جب اُن بزرگوار کے مزار پر جانا ہو تو بے شمار مدد طلب

کی جائے۔ کیونکہ حضرت والد سے اس عافیت اور مطلوب کا عہد کیا ہوا ہے (ص ۱۴۳)
اسی طرح دوسرے مقامات میں (۱۴۸، ۱۵۶ و ۱۷۳) اور اپنے فرزندوں کو بار بار وصیت و نصیحت فرمائی ہے کہ جہاں تک ہو سکے حضرت بڑے پیر کے ملفوظات اور کلمات کے فراہم کرنے اور ان کو یاد کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ اور اُن کو اپنے مطالعہ میں رکھیں اور اُن سے فائدے اُٹھائیں۔ یہاں فرمایا کہ شیخ قدس اللہ روحہ العزیز کے اقوال کو روزانہ مریدوں کے سامنے سیپارہ کی مقدار پڑھیں (ص ۱۴۱) اور نیز بڑے پیر (حضرت سلطان التارکین) کے کلمات حیات کی پوری کوشش کے ساتھ حفاظت کریں اور اُن کے فراہم کرنے میں کوشش کریں۔ اور ان کو غیروں کی نگاہوں سے محفوظ رکھیں۔ وَلَا تطرحوا الدُّرر فِیْ اَقْدامِ الخنازیر (اور خنزیروں کے پیروں میں موتی مت ڈالو) اور شیخ کے اقوال کا پورے احترام کے ساتھ مطالعہ کریں (ص ۱۴۵) اور نیز بڑے پیر کے اقوال کو عزیز رکھیں اور اُن میں فکر کر کے دھیان دیں (ص ۱۴۸) اور نیز شیخ کے فرمودات میں سے جتنا ہو سکے یاد کر کے بیان کیا جائے۔ اور اُن کو غیروں سے پوشیدہ رکھا جائے۔ (ص ۱۵۷)
اور بعض درویشوں اور طالبوں کو بلکہ بعض بادشاہی حکومت کے عہدہ داروں کو بھی جو خلوص و اعتقاد کی صفت سے موصوف تھے۔ آپ نے کلاہ تبرک اور اُس جیسی چیزیں عطا فرمائیں۔ چنانچہ وہ کلاہ تبرک جو حضرت خواجہ بزرگ اجمیری اور حضرت شیخ بزرگ ناگوری قدس اللہ اسرارہما کی تھی۔ (ص ۱۳۵) اور خرقہ و کلاہ و دستار شرف الدین قنوجی کو (۱۶۰) اور چند کلاہ ملک شہاب الدین کو جو بظاہر اس عہد کے امراء میں سے تھے۔ بخشش کیں۔ (ص ۱۶۵) اور اپنے پیران عظام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مبارک ناموں کا شجرۂ طیبہ اپنے مریدوں کو بخشا۔ جیسا کہ شجرات طیبات اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء مرقومہ ماہ رجب ۱۰ ےھ سات

سوایک ہجری اور مکتوب چودہ ذی الحجہ ۷۲۹ھ سات سو انتیس ہجری اور مجموعہ واقعات وہ
رجب ۷۳۲ھ سات سو بتیس ہجری سے ظاہر ہے۔ (ص ۱۹۸، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲) اور ان
شجروں اور دوسرے حالات کے دیکھنے سے ظاہر ہے کہ شیخؒ پیدا ہوئے ہوں گے آپ جب خواجہ دار
اور شیخ نامدار کی رحلت کے بعد جو ۶۷۳ھ میں ہوئی۔ جیسا کہ پہلے ذکر ۷۳۲ھ میں ہوئے
آپ خود رحمت الٰہی کو پہنچے۔ باسٹھ سال کی مدت تک اپنے تک کی سنت ارشاد کے
مسند پر متمکن رہے ہیں۔ اور اس سے پہلے آپ نے خود نصیحت فرمانے کا زمانہ بیاسی سال
کے قریب بیان کیا جا چکا ہے۔ یاد کیجیے۔ اور نیز درویشوں کے حال کی طرف بھی سے
سفارش نامہ لکھا جو عام مسلمانوں نے دیکھا کہ اپنی توفیق کے مطابق سادات و خیرات کے
ساتھ پیش آئیں۔ چنانچہ وہ سفارش نامے جو عبداللہ ربانی اور محمد حیات ہانسوی علیہما
کے لئے ۷۲۵ھ اور ۷۲۸ھ کے لکھے ہوئے ہیں۔ اس پر گواہ ہیں۔ (۱۵۱، ۵۲) اور جاننا
چاہیئے کہ جناب شیخ فریدالدین محمود کو دہلی آنے جانے کا بار بار اتفاق ہوا ہے۔ حضرت
سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ الشریف سے آپکی کئی ملاقاتیں ہوئیں۔
اور آپس میں باہمی الفت و محبت کا عہد قائم ہوا اور اتحاد کا راستہ پیدا ہوا۔ شیخ کے فرزند اور
بھائی جو دہلی جاتے تھے وہ سلطان المشائخ کے پاس بھی جاتے تھے۔ شیخ فریدالدین محمود
ناگوری اپنے بھائی شیخ نجیب الدین ابراہیم کو لکھتے ہیں۔ کہ جو خطوط بھیجے جائیں ان میں شیخ
الوقت نظام الملۃ والدین کو سلام تحریر کیا جائے۔ اور تمام مریدوں کی جانب سے اُن کو سلام
لکھیں۔ غلطی نہ کریں۔ میں نے پوری دہلی میں اُن کے علاوہ کسی شخص کو صاحب درد نہیں پایا۔
اوصل اللہ برکاۃ انفاسہ الی کافۃ المسلمین ختم شد (ص ۱۷۱) اور نیز دوسرے خط میں لکھتے ہیں کہ
شیخ شہاب الدین دہلی سے آئے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت شیخ الوقت نظام الدین

انتہائی احترام وعظمت کے لحاظ سے ہزاروں میں ایک ہیں۔ پنجشنبہ کو تشریف آوری ہوئی مہربانی فرمائی اور ایک کلاہ پہنائی۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا اثر ظاہر ہوگا۔ مختصر مضمون ختم ہوا۔ (ص ۱۷۲) اور دوسرے خط میں لکھا کہ شیخ الوقت نظام الدین سلمہ اللہ تعالیٰ وعظ بیان کرنے کا بہت تقاضہ کرتے ہیں۔ اور جب کہ اُن کا الطاف وکرم تمام لوگوں سے زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ یہ ضعیف اُن کے تقاضہ کو رد نہیں کرسکتا۔ شیخ نظام الدین نے اس ضعیف کے پاس دو بار آکر فرمایا اور نہایت تعجب کیا کہ آپ اس حجرے میں کیسے رہتے ہیں۔ پھر کہلایا کہ اگر آپ میرے حجرے کے اوپر آجائیں تو کرم ہوگا۔ اسکے ساتھ جہاں اُن کو دعوت میں بلایا جاتا ہے وہ اس ضعیف کو بلالیتے ہیں۔ اور جو کچھ اُن کی سخی طبیعت کے لائق ہے وہ بخشش کرنے میں تامل نہیں فرماتے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ اُن کی عنایتوں کے حق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ ختم شد مختصراً (ص ۱۷۳) اور حضرت امیر خسرو دہلوی رحمتہ اللہ علیہ جو حضرت سلطان المشائخ کے خاص مرید ہیں۔ انہوں نے وہ خط جو جناب شیخ فریدالدین محمود کو ہدیہ کے ساتھ بھیجا۔ اس کا انتخاب یہ ہے کہ جس زمانہ میں خدمتگار ناگور کے علاقہ میں پہنچا عزیزوں کی قدمبوسی کے وقت مختصر یادگار گفتگو ہوئی۔ انتہائی شرمندگی ہوئی۔ اور جس وقت مخدوم زادہ شہر (دہلی) میں تشریف لائے۔ ایک ملاقات غیاث پور میں شیخ الشیوخ العالم (نظام الدین اولیاء) ادام اللہ برکاتہٗ کے مکان میں ہوئی تھی۔ اور پھر جناب مولانا نجیب الدین سلمہٗ اللہ بھی نہیں دیکھے گئے ختم شد مختصراً (ص ۱۲۵) اور حضرت امیر خسرو کی غزل کے اشعار حضرت شیخ فریدالدین محمود کی مجلس میں سنے جاتے تھے۔ اور آپ کے مریدوں کی لذت اور خوشی کا سامان ہوتے تھے۔ اور اس غزل کے یہ دو شعر انہیں اشعار میں سے ہیں:

نسیم عشق چوں نالہ ز کوی وحشہ می خیزد — [illegible]

خیالش [illegible] می گشت [illegible] می خیزد — [illegible]

(ص ۱۵۵)

اور نیز حضرت شیخ فریدالدین محمود کو قاضی نظام الدین کے ساتھ محبت و اخلاص

تعریف سے باہر تھا اور اس مجموعہ سے فوراً یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ وہ حضرت قاضی حمید

الدین ناگوری کے صاحبزادے قاضی کمال الدین کے فرزند تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

اور ۶۹۵ھ میں ان دونوں بزرگوں کے درمیان مہر آمیز مراسلت اور محبت انگیز مکاتبت کا

بھی اتفاق ہوا ہے۔ (ص ۱۳۲) لیکن حضرت شیخ فریدالدین ناگوری کی رشتہ داری کا تعلق

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپکی والدہ ماجدہ کا گھر قصبۂ لاڈنوں میں تھا جو ناگور کے آس پاس

ملک مارواڑ (راجستھان) کے مشہور قصبوں میں سے ہے۔ اور شیخ نے ناگور سے دہلی قاضی

جمال الدین کی خدمت میں جو کچھ لکھا ہے وہ اسکا ثبوت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اسوقت

والدۂ ماجدہ لاڈنوں جانے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ (ص ۱۶۹) اور آپ نے خود ایک دوسرے

مقام پر جو فائدہ فرمایا کہ گیارہ ماہ شعبان کو قصبہ لاڈنوں میں فاطمہ خالہ رحمۃ اللہ علیہا کے گھر

کے سامنے الخ (ص ۲۰۳) اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قاضی جمال الدین موصوف اور قاضی

ناصح الدین جن کا ذکر خیر صفحہ ۲۰۳ پر تحریر ہے اور شیخ کی والدۂ ماجدہ ان بلند مرتبہ قاضیوں کی

بہنوں اور بیٹیوں میں سے زندہ تھیں۔ اور شیخ فریدالدین کی اہلیہ محترمہ بھی غالباً لاڈنوں کے

قاضیوں کے اسی خاندان سے تھیں۔ کیونکہ اُن کے مرض موت میں اُن کے بھائی قاضی

منہاج الدین جو مغفورہ کے بھائی تھے۔ اُن کے انتقال کے وقت اُن کے پاس آئے اور

مرحومہ کو اپنے آخری دیدار سے خوش کیا۔ (ص ۱۳۷) رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اور جناب شیخ

نے قصبہ لاڈنوں کی تعریف فرمائی ہے۔ کہ لاڈنو بابرکت بزرگوں کی جگہ ہے۔ ختم شد (ص ۱۷۲)

اور شیخ کے بعض رشتہ دار گجرات میں بھی رہتے تھے۔ جیسا کہ آپ نے ایک خط میں لکھا ہے کہ گجرات سے جو خطوط آئیں اُن سے ضرور مطلع کریں۔ (ص ۱۴۲) اور اسی طرح دوسری جگہ نظر آیا کہ آپ گجرات کے عزیزوں کے حالات معلوم کیا کرتے تھے۔ اور آپ کے بعض رشتہ دار مقام اوچ شریف میں بھی رہتے تھے۔ جو ملتان کے آس پاس مشہور جگہ ہے۔ اس لئے کہ آپ اپنے بڑے فرزند کو ایک خط میں لکھتے ہیں کہ اگر فرزند یحیٰی اُوچ جاکر اپنی والدہ کا دیدار کرنا چاہیں تو چلے جائیں۔ (ص ۱۴۱) اور فرزند یحیٰی سے شیخ عزیز الدین یحیٰی مراد ہیں۔ جیسا کہ عنقریب اُن کا ذکر آرہا ہے۔ اور یہ حُسن اتفاق ہے کہ سلطان محمد عادل بن غیاث الدین تغلق بادشاہ دہلی جو بادشاہی کی متضاد چیزوں کا جامع تھا۔ چنانچہ اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ اس (بادشاہ) نے دھن دولت اور خزانے مخلوق پر قربان کئے اور جودوسخا میں اس کی ہمت قیاس سے باہر تھی۔ اُس کی زبان پر کروڑ اور لاکھوں کے سوا جاری نہیں ہوتا تھا۔ اور اس کی نظر میں جواہر اور مروارید پتھر اور مٹی کے ڈھیلے سے کم تھے۔ اور خاص وعام کا خون بہانے میں اور علماء عظام ومشائخ کے کُشت وخون اور سادات کے قتل میں بھی ضرب المثل تھا۔ وہ شاہی تخت پر بیٹھنے کے آغاز سے شیخ فرید الدین محمود ناگوری کے ساتھ ادب وتواضع اور اعتقاد وامداد کے مقام میں رہتا تھا۔ اور اُس نے آپ کے سامنے بخشش وایثار اور نذرانوں کے دروازے کھول رکھے تھے۔ چنانچہ موضع ڈیہہ جو ناگور کے ماتحت ہے۔ شیخ فرید الدین محمود اور اُن کے بھائی شیخ نجیب الدین ابراہیم کو اور خداترس شیخ وحید الدین احمد کے فرزندوں کو انعام فرمایا۔ بادشاہ کے فرمان کی وہ عبارت جو اس موضع کی معافی کے حکم پر مشتمل ہے۔ اُس سے شیخ کی بارگاہ میں انتہائی تعظیم واحترام ظاہر ہے۔ اور وہ

عبارت یہ ہے۔ شیخ امام ہمام عالم عابد متقی متدین ناسک سالک فرید الملۃ والدین شیخ
الطریقۃ نصیر الشریعۃ معدن الزہد منبع الجود، قدوۃ المفسرین محمود سعید صوفی دامت فضائلہ
کہ در ہمہ احوال در تحری مرضات ایزد عزوعلا ایام عمر بسر رسانیدہ و در مخالفت [illegible]
توسن نفس امارہ را لگام ریاضت و اما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الہوی
برسر نہادہ و در خلوت سرائے مع اللہ وقت جلوۂ عروس معرفت را بچشم یقین دیدہ
اند بعواطف بادشاہانہ وعوارف خسروانہ اختصاص دارد آمد کہ دہ ذبیحہ کہ از املاک حصہ [illegible]
است بحکم فرمان ہمایوں بہ سید المشائخ و برادر وافر التقوی واجب الاحترام نجیب الملۃ والدین
ابراہیم سعید صوفی و ابنائی شیخ مغفور مرحوم، حمید الدین احمد صوفی بوجہ نفقہ در تصرف دارند مسلم
شد مختصراً (ص ۱۲۵) لیکن اس بادشاہی فرمان کی تحریر کی تاریخ جو ذی الحجہ ۷۲۴ھ ہجری
کتاب میں درج ہے اس کے عنوان کے ساتھ کہ اس میں سلطان محمد عادل کا نام لے دیا گیا
ہے۔ درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ محمد عادل نے ماہ ربیع الاول ۷۲۵ھ میں باپ کی جگہ
حکومت کے تخت پر جلوس فرمایا تھا۔ اگر یہ فرمان یقیناً ذی الحجہ ۷۲۴ھ ہجری کا لکھا ہوا ہے
(تو) اُس کے باپ سلطان غازی غیاث الدین تغلق کی طرف سے ہوگا۔ اور اگر سلطان محمد
عادل بن تغلق کا فرمان ہے تو اس کی تاریخ ضرور ذی الحجہ ۷۲۵ھ یا اس سے ایک سال بعد
ہوگی۔ پس غور کرو۔ واللہ اعلم۔ موضع ذبیحہ کی معافی کے (فرمان) کے علاوہ محمد عادل بادشاہ
کا حضرت شیخ فرید الدین ناگوری پر انعام واحسان کا ذکر اکثر جگہ آپ کے مکتوبات شریف
سے ظاہر ہے۔ اُن تمام مکتوبات میں سے یہ ہے کہ آپ نے فرمایا۔ خلیفہ برحق خلد اللہ خلافتہ
(اللہ اس کی خلافت ہمیشہ رکھے) کی پرورش آنے والوں کے حق میں اتنی ہے کہ اس کا بیان
نہیں کیا جاسکتا۔ اور آئمہ وسادات اور اُن کے قافلے مختلف مقامات سے آتے ہیں اور ہر

ایک شخص اپنے حق کے مطابق انعام پاتا ہے۔ اور اُسے گھر اور جگہ دی جاتی ہے۔ جیسے (خود حضرت شیخ کا) اس جگہ (دہلی) آنا ہوا اور نذرانہ قبول کرکے واپسی ہوئی۔ جیسا کہ حکم ہوگا ویسا ہی ہوگا۔ ماصنع اللہ فھو خیر" (جو اللہ نے کیا پس وہ بہتر ہے) تیس آدمیوں کی خلعت ۱؎ اور پانچ ہزار نقد ملے ہیں۔ اور ایک ہزار من آٹا اور پانسو بکریاں اور پچاس من گھی اور باغ اور باغ کی زمین مقرر ہوئی۔ اور دارالعلوم میرے سپرد ہے۔ اور بارہ ہزار روپے وظیفہ متعین ہو۔ (ص ۱۳۶) اور اُن تمام (مکتوبات) میں سے ہے کہ آپ نے تحریر فرمایا کہ اس وقت بادشاہ نے زبان مبارک سے کہکر دستخط فرمائے ہیں۔ دو لاکھ روپے قافلوں کو دیئے جائیں۔ اور ان کا چوتھا حصہ (حضرت شیخ فریدالدین محمود) ناگوری کے قافلوں کو (ص ۱۴۳) منجملہ اُن کے یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خلیفہ برحق کی ہر طرح کی مہربانیاں اتنی ہیں کہ بیان میں نہیں آسکتیں۔ ایک یہ کہ فرمان عالی شان صادر ہوا کہ بارہ ہزار روپے انعام دیئے جائیں۔ (ص ۱۴۷) اور اُن تمام میں سے ہے کہ خلیفہ خلدت خلافتہ (اللہ اس کی خلافت ہمیشہ رکھے) کی مہربانیاں اِس ضعیف کے حق میں اتنی ہیں جو احاطہ اور شمار میں نہیں آتیں۔ اور اُس نے آمنے سامنے فرمایا کہ آپ کی جو مُراد ہو وہ کاغذ پر لکھکر بھیج دیں۔ الخ (۱۶۵) اور ان تمام میں سے وہ ہے جو آپ نے فرمایا کہ خلیفہ برحق کی نوازش اور مہربانی کی کوئی حد نہیں ہے۔ الخ (ص ۱۶۷) اور اُن تمام میں سے ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جناب خلیفہ کی مہربانی روز ترقی پر ہے۔ جزاء اللہ عنہ الفقراء خیراً (اللہ تعالیٰ اُنہیں فقرا کی بھلائی کی جزا عطا فرمائے) (ص ۱۶۸) اور اُن تمام میں سے ہے کہ شیخ فریدالدین کے فرزند شیخ اوحدالدین کو علاقہ ناگور کی حکومت کے لئے بھیجا۔ (ص ۱۶۸) اور اُن تمام

۱؎ وہ لباس جو بادشاہ یا امراء کی طرف سے بطور عزت افزائی ملے۔ (فیروز اللغات صفحہ ۵۹۴)

مہربانیوں میں سے یہ بڑی مہربانی ہے کہ سلطان محمد بن تغلق نے اپنی شہزادی جس کا نام بی بی راستی تھا۔ شیخ فتح اللہ بن شیخ اوحدالدین احمد بن شیخ فریدالدین محمود ناگوری سے منسوب کی۔ اوراس کی تفصیل یہ ہے کہ سلطان محمد نے شیخ کی خدمت میں عرضداشت بھیجی کہ روئے زمین کے بادشاہوں نے ہماری شاہی بارگاہ کے سامنے سر جھکا رکھا ہے۔ اور کسی میں طاقت نہیں کہ وہ ہماری ادنیٰ نوکرانی کا بھی نام لے سکے۔ میں اپنی بیٹی کا پیغام خود پہنچ رہا ہوں۔ مہربانی فرماکر قبول فرمائیں۔ حضرت شیخ نے جواب میں یہ شعر کہا۔ شعر

انصاف دہ فریدا با او تراچہ نسبت	تو مفلس و بے دگر او شاہ بے فقری
(اے فرید تو انصاف کر تجھے بادشاہ سے کیا مطابقت	تو مفلس وہ مالدار وہ بادشاہ تو فقیر)

جب بادشاہ نے دوبارہ لکھا، شیخ نے (یہ رشتہ) قبول فرماکر یہ شعر تحریر فرمایا۔ شعر

مائیم نوائے بی نوائی	بسم اللہ، اگر حریف مائی
(جس کا کوئی ساز وسامان نہیں اُس کا ہم سامان ہیں	اگر آپ ہمارے ہم کار ہیں تو بسم اللہ)

اس نسبت کے قول وقرار کے بعد بادشاہ نے حضرت شیخ کو دہلی سے دولت آباد روانہ کیا۔ کیونکہ بادشاہ کی والدہ ماجدہ اوراس کے تمام اہل وعیال وہاں تھے۔ اور تاریخ کی کتابیں اس کی اطلاع دیتی ہیں۔ اور شیخ فتح اللہ کا نکاح بادشاہ کی دختر نیک اختر کے ساتھ دولت آباد میں پڑھایا گیا۔ (ص ۲۷۴) اور جاننا چاہیئے کہ سلطان محمد تغلق ۷۲۷ھ میں جس میں اس کی حکومت کا آغاز تھا۔ دہلی سے دیوگیر دکن کی طرف گیا۔ اور اپنی عملداری اور حکومت کے درمیان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دیوگیر کا نام دولت آباد رکھا۔ اور اُسے اپنا دارالخلافہ قرار دیا۔ اوراپنی ماں مخدومۂ جہاں کو اپنے اہل وعیال اور امیروں اور رئیسوں اور فوجیوں اور نوکروں اور خزانوں اور مالوں کے ساتھ دہلی سے دولت آباد بلوا کر جاگزیں کیا۔

اور لیکن کچھ مدت کے بعد خود بادشاہ بعض ہنگاموں کی وجہ سے جو ملتان اور پنجاب میں پیش آئے۔ ۷۴۵ھ میں دہلی میں آ گیا تھا۔ جیسا کہ بدایونی کی منتخب التواریخ میں ہے۔ پس چونکہ بادشاہ کی گزربسر وہاں تھی۔ شیخ کو چار اس طرف بھیجا۔ اور شیخ اپنے پوتے کے نکاح سے فارغ ہونے کے بعد شہر دہلی میں واپس آ گئے۔ اور مختلف مہربانیاں اور انعامات حاصل کئے۔ اور آپ کے فرزند اوحدالدین کو ناگور کی حکومت عطا ہوئی۔ (۲۷۴) اور دولت آباد کے سفر کے وقت شیخ اوحدالدین اور دیگر اعزہ اور شیخ کے پیروکاروں کا شیخ کے ہمراہ جانا واضح ہے۔ (ص ۱۲۸ و ۱۶۶) ور شیخ فتح اللہ شادی کے بعد دہلی میں رہے۔ اور انہوں نے وہاں چند دن عیش و عشرت کے ساتھ گذارے۔ کیونکہ فقیرزادہ تھے۔ رات اور دن بڑے پیر (سلطان التارکین) کی زیارت کے شوق اور ناگور کے فراق میں روتے تھے۔ جیسے ہی بادشاہ کو معلوم ہوا شیخ فتح اللہ کو مع اپنی بیٹی کے روانہ کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ ناگور آئے۔ اور ڈیہہ میں رہنے لگے۔ کہتے ہیں کہ بی بی راستی کی قبر ڈیہہ میں ہی ہے۔ واللہ اعلم۔ (ص ۱۲۷) ہر چند کہ سلطان محمد بن تغلق بادشاہ کی لڑکی کے نکاح کا مضمون شیخ فتح اللہ کے ساتھ بندہ ضعیف راقم الحروف کی نگاہ سے تاریخ کی کتابوں میں اب تک نہیں گذرا ہے۔ اور لیکن شمس سراج عفیف کی تاریخ فیروز شاہی سے ظاہر ہے۔ کہ سلطان محمد بن تغلق سے فقط ایک لڑکی یادگار رہی تھی۔ جو اپنے دادا غیاث الدین تغلق کے عہد حکومت میں پیدا ہوئی۔ اور نیز یہ کہ سلطان محمد بن تغلق کے دونوا نے فیروز شاہ کی حکومت کے زمانہ میں موجود تھے۔ ان کا نام محمد اور مودود تھا۔ اور پہلے جن کا نام محمد تھا اُن کا عزیز الملک خطاب تھا۔ حکومت ہند کی آڈیٹر کی خدمت اُن سے متعلق تھی۔ ممکن ہے یہ دونوں شیخ فتح اللہ کے فرزند ہوں واللہ اعلم۔ اور بہر حال اس نکاح کے درست ہونے میں اس بناء پر جو اس مجموعہ میں صراحت کے ساتھ

درج ہے۔کوئی کلام نہیں ہے۔اور شیخ فرید الدین کے مکتوبات بھی اس کے درست ہونے پر اشارہ کرتے ہیں۔جیسا اس خط میں جو دولت آباد کے سفر کے ارادہ پر مشتمل ہے۔آپ یہ فرماتے ہیں کہ چونکہ بادشاہ کے حظ انتہائی حد سے باہر ہے۔اس فرمان سے حکم سے جو ہمیشہ اعلیٰ رہے۔میں نے ایک بڑی مصلحت کی وجہ سے کہ دوستوں کے دل اس سے باغ و بوستان ہوتے ہیں۔دولت آباد کا قصد کیا۔(ص ۱۴۷) اور وہ بڑی مصلحت یہی شادی کا قول وقرار ہے۔جیسا کہ ظاہر ہے۔اور دوسرے خط میں لکھا کہ اسوقت حضرت خلافت (یعنی بادشاہ محمد تغلق) نے وحدالدین کے فرزند کو گور کے علاقہ پر حکومت کے لئے بھیجا۔ انشاء اللہ تعالیٰ تمام معاملات منشاء کے مطابق پورے ہو جائیں گے۔اور جب خلیفہ عالم پناہ کے مہربانیاں ملک فتح اللہ عم مخدوم کے حق میں ان گنت ہیں۔اور (ناگور) کے سب گاؤں (بادشاہ) نے اُن کے سپرد فرما دیئے ہیں۔اُمید ہے کہ انجام بخیر ہوگا۔ضرورت کے مطابق مضمون ختم ہوا۔(ص ۱۶۸) اور اس خط میں شیخ فتح اللہ کے نام پر جو لفظ ملک کا اضافہ کیا گیا ہے اور اسی طرح دوسرے خطوں میں (ص ۱۶۰و۱۶۱) سلطان محمد تغلق کے ساتھ آپ کے اسی عہد اور تعلق کی خبر دینے کی وجہ سے ہے۔جیسا کہ وہ ظاہر ہے۔اور نیز آپ نے اپنے دوسرے خط میں شیخ فتح اللہ کو لکھا کہ سید شمس الدین واسطی کی دلداری کرنا۔اور حضرت خلافت (یعنی سلطان محمد تغلق) سے اُن کا حال بیان کر کے بخشش حاصل کرنا۔(خط کا مضمون) ختم ہوا۔(ص ۱۶۰) اور ایسے ہی دوسرے خط میں شیخ فتح اللہ کے نام پر لکھا ہے کہ ماہ ربیع الآخر کی ۲۹ (تاریخ) کو شیخ (حضرت سلطان التارکین) کا عرس ہے۔اگر مصلحت ہو (مخدومہ) جہاں دام عصمتہا کے فرزند سے عرض کرنا کہ یہ سعادت اُنکے حصہ میں ہے۔وہ درویشوں کی دعوت کریں۔(خط کے آخر تک ۱۶۱) اور یہ عبارت علی الاعلان

خبر دیتی ہے کہ اگر زدہ (مخدومہ) جہاں سے جس سے سلطان محمد بن تغلق مراد ہے آپ کو کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ شیخ کو کب لائق تھا کہ وہ اپنے جداعلی (حضرت سلطان التارکین) کے عرس کے انعقاد کے لئے بادشاہ کو پیغام پہنچاتے۔ جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ اور نیز دوسرے خط میں لکھتے ہیں کہ فرزند ملک فتح اللہ دام فتوحہٗ کے حق میں بادشاہ کی بہت مہربانی ہے۔ (ص ۱۵۸) اور دوسرے شخص کی جگہ ناگور کے گورنر کا تعین شیخ فتح اللہ کے نام سے کیا گیا اور یہ مثنوی اس جگہ نقل کی۔

مصراع بھر ناگور باش ساختہ ھاں الخ

(ہوشیار ناگور کے واسطے مستعد رہو الخ) (ص ۱۸۵)

اُن کا نام ملک فتح اللہ کے لفظ سے تحریر کیا گیا ہے۔ اور دوسرا قرینہ جو اس نکاح کے ثبوت کا مقتضی ہے۔ یہ ہے کہ سلطان محمد بن تغلق کی والدہ، جدہ مخدومہٗ جہاں کو مشائخ کرام اور سادات عظام کے حال پر مکمل توجہ تھی۔ اور وہ محترمہ بہت زیادہ نیکیاں اور بھلائیاں کرنے والی تھیں۔ جیسا کہ حضرت شیخ اجل ابوالمجید شاہ عبدالحق محدث دہلوی بخاری قدس اللہ سرہٗ نے ذکر ملوک میں اُن کو تمام نیک اور فرماں بردار عورتوں میں سے لکھا ہے۔ اور مُلّا عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے منتخب التواریخ میں بیان کیا کہ مخدومہٗ جہاں کی وجہ سے بہت سے مشائخ سادات اور علماء کو دولت آباد جانا ضروری ہوا۔ اور بادشاہ نے ہر اک شخص کے وظیفہ اور انعام کو دوگنا اور تین گنا فرمایا۔ ضرورت کے مطابق مضمون ختم ہوا۔ پس غالباً مخدومہٗ جہاں رحمۃ اللہ علیہا وطاب اللہ ثراہا نے فرمایا ہوگا۔ اور خان اعظم قتلغ خاں کے خط کی وہ عبارت جو سلطان محمد تغلق کے امراء کبار میں سے ہوا ہے۔ بادشاہ کے دولت

آباد میں موجود نہ ہونے کی حالت میں ان قتلغ خاں نے چند دن بطور نائب سلطان کی کام کیا تھا۔ جو کچھ اس نے شیخ فریدالدین ناگوری کے نام پر لکھا۔ جو وقت کہ آپ دوران سفر دولت آباد میں تھے۔ وہ اس دعوے کی روشن دلیل ہے۔ اور اس (خط) کی یہ عبارت ہے۔ علیا حضرت خداوند مخدوم جہاں عصمہا اللہ تعالیٰ کی خداوند خدمت (یعنی جناب شیخ) کے بارے میں ہر وقت اتنی زیادہ مہربانیاں ہیں جو تحریر میں نہیں آسکتیں۔ فرمائش یہ ہے کہ جتنی جلدی ہو سکے۔ تشریف لے آئیں۔ مختصر مضمون ختم ہوا۔ (ص۱۸۲) لیکن وہ سفر کہ جسمیں شیخ فریدالدین محمود ناگوری نے گھوڑے پر سامان رکھ کر اپنے وطن سے ترک سکونت کا اتفاق ہوا۔ چند مقامات کی طرح مقرر کیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ان تمام (سفروں میں سے) قصبہ لاڈنوں کا سفر ہے کہ جہاں شیخ کے رشتہ داروں کا خاندان آباد رہا ہے۔ (ص۱۶۰، ۲۰۳)

اوران تمام سفروں میں موضع ڈیہہ کا سفر ہے کیونکہ وہ آپکی جاگیر میں تھا۔ (۳۹) اوران دونوں مقامات میں سفر کرنے کا آپ کو کئی بار اتفاق ہوا ہے۔ جیسا کہ آپ کے مکتوبات سے ظاہر ہے۔ اوران تمام سفروں میں دہلی کا سفر ہے۔ کہ آپ ناگور سے کئی بار دہلی تشریف لے گئے۔ اور پھر اپنے وطن (ناگور) میں واپسی ہوئی۔ چنانچہ ماہ صفر ۶۸۱ھ میں آپ دہلی میں مقیم تھے۔ (ص۲۰۲) اور غالباً وہ آپ کا دہلی کا پہلا سفر تھا۔ واللہ اعلم۔ اور آپ کی سفر دہلی سے دوبارہ واپسی ماہِ محرم ۶۸۷ھ میں ہوئی تھی۔ (ص۱۷۶) پس اخبار الاخیار وغیرہ میں جو کچھ لکھا ہے کہ شیخ محمد تغلق کے وقت میں ناگور سے دہلی تشریف لائے اور رہنے لگے۔ الیٰ آخرہ۔ اس سے آپ کا آخیر سفر مراد ہے۔ کہ شیخ اپنے اہل خانہ اور فرزند اور عزیزوں کے ساتھ پیر کی رات ۲۱ ماہ رمضان المبارک ۷۳۰ھ اپنے وطن مالوف (ناگور) سے روانہ ہوکر وہاں مقیم ہوئے اور دہلی کو اپنا وطن بنایا۔ (ص۲۶۷) اور غالباً دہلی

ے اسی قیام میں آپ کی بی بی خانہ نے بتاریخ ۹ ماہ ذی الحجہ بدھ کی رات بعد عشاء ۷۳۰ ھ میں جنت میں تشریف لے گئیں۔ اور شیخ نے اُن کو اُسی جگہ پر سپرد خاک کیا۔ رحمت اللہ علیہا (ص ۱۳۷) وران سفروں میں سے ایک دولت آباد کا سفر ہے۔ کہ آپ سلطان محمد تغلق کے حکم سے اپنے پوتے شیخ فتح اللہ کی شادی میں دولت آباد تشریف لے گئے۔ اور دولت و اقبال کے ساتھ آپکی واپسی ہوئی۔ یہ سفر ۷۳۱ ھ کے آخر میں ہوا۔ (ص ۱۲۸) اور آپ نے ظفر آباد کے راستہ سے جو ہندوستان کے مشرقی شہر جونپور کے اطراف میں ایک مشہور مقام ہے۔ (سفر کا) ارادہ فرمایا تھا۔ اور دولت آباد سے دہلی واپسی جسے دوسرا سفر شمار کیا جائے یا اس سفر کا ضمیمہ سمجھا جائے۔ بہت سے سواروں اور پیروکاروں کے ساتھ ماہ شعبان ۷۳۲ ھ میں ہوا ہے۔ اور آپکی واپسی کے وقت ایک عہدہ دار کے نام بادشاہی فرمان جاری ہوا کہ شیخ کو پورے احتیاط و رعایت کے ساتھ ہنڈون تک پہنچایا جائے۔ (۱۲۸) اور یہ ہنڈون[1] بھرت پور اور آگرہ کے اطراف میں (راجستھان) میں ایک مشہور مقام ہے۔ اور آپ کے تمام سفروں میں آخری سفر جنت ہے۔ کہ اس دنیاء فانی میں کسی کو اس گریز کی گنجائش نہیں اللہ تعالی کا فرمان ہے والیہ ترجعون۔ حضرت شیخ فریدالدین (چاک پراں) کو ماہ ربیع الاول ۷۳۴ ھ کے اواخر میں ایک تکلیف ہوئی۔ اور اسی بیماری میں آپ رحمت الٰہی کی جوار میں آرام فرما ہوئے۔ (ص ۱۴۹) اور یکم جمادی الاولی ۷۳۴ ھ اتوار کے دن بوقت ظہر آپ کی وفات ہوئی۔ (۲۷۳) اور اس وجہ سے صاحب خزینۃ الاصفیاء نے آپ کی وفات جو ۷۵۲ ھ میں لکھی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ قدس اللہ تعالیٰ سرہ الشریف۔ شیخ فریدالدین محمود ناگوری کا مزار مبارک پرانی دہلی میں مشہور ہے۔ اور اخبارالاخیار میں

---

[1] صوبہ راجستھان کا ایک ضلع ہے۔

بجے منڈل کے مشرقی جانب اس کا نشان بتایا گیا ہے جو پرانی دہلی میں ایک مشہور مقام ہے۔ اور بیان کیا کہ شیخ کا مکان بھی وہیں تھا۔ اور لکھا ہے کہ چاک والا پتھر جو شیخ کے مقبرہ کے قریب پڑا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ شیخ نے حالت وجد میں اسے گردن میں ڈالا اور اسی حالت میں ناگور سے دہلی تشریف لے آئے۔ واللہ اعلم۔ (اخبار الخیر کی عبارت ختم ہوئی) بندہ کہتا ہے کہ آپ کا لقب جو عرف عام میں شیخ فریدالدین چاک پراں مشہور ہے۔ اور اس مجموعہ میں بھی آپ کو چاک پراں لکھا ہے۔ (ص ۲۷ و ۱۷۳) شاید یہ لقب اسی چاک کے پتھر کے لانے کی وجہ سے مشہور ہے۔ کیونکہ آسیا خراس کے پتھر کو ہندی زبان میں چاک کہتے ہیں۔ اور فارسی میں اس کا نام چرخ کلال ہے۔ اور جاننا چاہئے کہ آپ کا روضہ متبرکہ جو دہلی میں ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ وہ بھی سلطان محمد تغلق کی حکومت کے زمانہ میں ۷۳۵ھ میں ناگور کے لگان میں سے بادشاہی روپیوں کے خرچ سے تعمیر ہوا ہے۔ جیسے کہ بادشاہ کے نائب کے پروانہ کی عبارت اس پر گواہ ہے۔ اور وہ یہ پروانہ ہے

ملک الشرق والغرب قوام برہان واعظم اتابک فیروز سلطان مکنہ اللہ بہ حکم فرمان کامگار ہمایوں اعلی الازاں اعلی ایں پروانہ اصدار یافت تا کارکناں صدر ناگور مبلغ دو ہزار تنکہ رائج الوقت در وجہ عمارت مقبرۂ شیخ مرحوم فریدالدین علیہ الرحمہ والغفران بدہند وچوں مبالغ مذبور خرچ شود۔ مبلغ دو ہزار تنکہ رائج دیگر بدہند۔ دہر بار ہم بریں وجہ بدہند والسلخ من جمادی الاول ۷۳۵ھ خمس وثلثین وسبعمائۃ (ص ۱۲۸) لیکن آپ کی تالیفات اس مجموعہ میں یہی مکتوبات برکت آیات ہیں۔ جو غزلوں اور شعروں اور فارسی وعربی نثر ونظم اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کے اُن رسالوں پر مشتمل ہیں جو آپ نے اپنے بعض مریدوں اور فرزندوں کو بھیجے ہیں۔ اور اس کا نسخہ اس منتخب میں موجود ہے۔ اور آپ کے ملفوظات سرور الصدور میں ہیں۔

اور اگر اس کے علاوہ آپ کی تالیفات میں سے آپ کی کوئی دوسری کتاب ہو۔ حق تعالیٰ بندۂ فقیر رقم الحروف کو اس کی زیارت سے مشرف فرمائے۔

لیکن آپ کے فرزندان گرامی کئی افراد تھے۔ اور وہ خود زیادہ اولاد والے تھے۔ آپ کے رشتہ داروں اور خاندان والوں کے علاوہ آپ کے بیٹوں اور بیٹیوں کی بہت بڑی جماعت ہوئی ہے۔ اور شیخ اپنے سگے بیٹوں اور پوتوں کو اور نیز بھتیجوں اور بھانجوں کو اور ان کے پوتوں کو اور اپنے بچاؤں کے پوتوں کو عموماً فرزند کے لفظ سے لکھتے ہیں۔ اس بناء پر اصلی بیٹوں اور بھائیوں کے بیٹوں اور ان کی بہنوں کی اولاد میں ان مکتوبات میں فرق اور تمیز کرنا بہت دشوار نظر آتا ہے۔

میں یہاں ان کے نام لکھتا ہوں۔ آپ کے تمام فرزندوں میں سے ایک (فرزند) شیخ محی الدین عبد القادر جو سیدی بزرگ سے مخاطب ہیں۔ کیونکہ شیخ ان کا نام انتہائی تعظیم و احترام کے ساتھ لیتے تھے۔ اور مفتخر المشائخ و صدر المشائخ و امجد و اشرف و وارث انبیاء و مرسلین سے مخاطب فرماتے ہیں۔ (ص ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۳، ۱۴۹ و ۱۴۹) وہ شیخ کے خلیفہ ہوئے ہیں اور ان کا خلافت نامہ ۱۵ ماہ مبارک رمضان ۸۲۱ ہجری کا لکھا ہوا اس مجموعہ میں تحریر ہے۔ (ص ۱۴۴)

اور دوسرے فرزند شیخ قطب الدین کہ شیخ نے ان کو سیدی خرد کہکر مخاطب فرمایا ہے۔ (۱۳۶، ۴۴) اور پھر شیخ اوحدالدین احمد ہیں۔ کہ ان کو آپ نے ملک المشائخ تحریر فرمایا ہے۔ (ص ۱۵۶ و ۱۵۷) اور ان کے بیٹے شیخ فتح اللہ جو سلطان محمد عادل کے داماد ہوئے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔ اور انہی شیخ اوحدالدین کے ایک دوسرے بیٹے پیدا

ہوئے تھے۔ حضرت شیخ نے ان کا مشہور لقب ورنام اکرام تجویز فرمایا۔ (ص ۵۹) اور چہ
شیخ ناصح الدین محمد ہیں۔ (ص ۱۵۳، ۱۵۴ و ۱۵۶) ورلیکن کا تبوں نے غلط بحث کی ہے۔
انہوں نے بعض جگہ پر شیخ ناصح الدین اور ملک فتح کو ایک مجدد یا ہے۔ (۵۸، ۱۴۰) اور
لیکن تنہا شیخ ناصح الدین نام دوسرے مقامات سے ظاہر ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔
(ص ۱۵۵ وغیرہ) پھر شیخ معین الدین ہیں۔ (ص ۵۵ و ۱۵۶ و ۱۵۷) اور چہ شیخ
عزیزالدین یحییٰ کی کہ ان کی کنیت بو وقت ہے۔ ور ان کا ذکر (۱۳۶، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۱،
۱۵۱ صفحات پر تحریر ہے۔ اور ان کے علاوہ شیخ اپنے بیٹوں اور خاندان کے عزیزوں پر بہت
زیادہ مہربانی کی وجہ سے اُن کو فرزند کے لفظ سے یاد کرتے ہیں۔ جیسے کہ فرزند مظہرالدین،
فرزند مجدالدین اسمٰعیل وفرزند اعزازالدین وفرزند وجیہ الدین وغیرہم۔ اور شیخ سے اُن کی
رشتہ داری کے حال کی تحقیق نہیں ہو سکی۔ اور ملک الشرق شہاب الدین ، می کو بھی فرزند کے
لفظ سے تحریر کیا۔ شاید کہ وہ بھی حضرت شیخ سے تعلق رکھتے ہوں گے۔ واللہ اعلم رحمۃ اللہ تعالیٰ
علیہم اجمعین۔

اور سلک السلوک کے مصنف شیخ ضیاء الدین نخشبی (بدایونی) علیہ الرحمہ نے جن کا
ذکر مشائخ کے تذکروں کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ حضرت شیخ فریدالدین محمود ناگوری کے
مرید تھے۔ وہ مرثیہ جس کا مطلع[1] یہ ہے۔

اے دریغا وصد ہزار دریغ	افتاب علوم شد در میغ

(اے! افسوس اور ایک لاکھ بار افسوس، علوم کا آفتاب بادلوں میں چھپ گیا)

---

[1] اور مقطع یہ ہے:
ہر کسی را بہ کونی کس روئی است　نخشبی ار سگان این کوئی است　(از مترجم)

آپ کی وفات کے سوگ میں لکھا اور ان میں جناب شیخ سے اپنی ارادات کا اقرار کیا۔ جیسا کہا

نا کہ بندہ مرید ایں در شد		حملہ مس عقیدہ ام در شد

نیست ما کس رغبر او کارم		ہر چہ دارم زیمن اودارم

(ترجمہ بندہ اس در کا مرید ہو۔ میرے عقیدہ کا تمام تانبا موتی ہو گیا۔ مجھے ان کے علاوہ کسی شخص سے کوئی کام نہیں ہے۔ میرے پاس جو کچھ ہے۔ وہ ان کی برکت سے ہے۔)

اور وہ پورا مرثیہ اس مجموعہ میں ہے۔ (ص ۱۸۸) اور آپ کی شان میں بعض مدحیہ قصیدے جو اس کتاب میں ہیں۔ (ص ۱۸۷) ممکن ہے کہ وہ بھی نخشبی علیہ الرحمہ کے ہوں واللہ اعلم۔

تنبیہ وہ تمام تاریخی حقیقتیں جو میں نے اس مقدمہ میں درج کی ہیں۔ اسی مجموعہ کا انتخاب و اقتباس ہیں۔ مگر کسی خاص ضرورت سے کچھ دوسری کتابوں سے بھی نقل کی ہیں۔ جو اُس وقت بندہ کے پاس تھیں۔

تیسری بحث: مختلف فوائد کے بیان میں بعض مختلف فائدے اور بزرگ دعائیں جو میں نے اس مجموعہ میں پائی ہیں اُن کی فہرست یہاں تحریر کی جا رہی ہے۔ اول مسبعات عشر ہیں (۱۵۰) دوم و اُفوِّضُ امری الی اللہ (ص ۱۵۴) سوم دعائے آخر الزماں وغیرہ (ص ۱۶۷) چہارم نماز ہلال (ص ۱۸۰) پنجم ٹیڑی دفع کرنے کا عمل (ص ۱۸۰) ششم عمل شفاء تعویذ امن حاجتیں پوری ہونے کی نماز، اور دعائے طہر (ص ۱۸۱) ہفتم دفع جزام فار، لقوہ

اور قوتِ خ (۱۸۲) ہشتم دعائے سفر (ص ۱۸۳) نہم شریعت وطریقت کے مسائل کے بارے میں مختلف اقوال (ص ۱۸۵، ۱۸۶) دہم حضرت مولانا شمس الدین ۔۔۔۔ مقتدی کی مناجات (۱۹۰) یازدہم اذا تحیرتم فی الامور الی آخرہا (ص ۲۹۲) اور روپے پیسے کی بابت کاغذ جسے ہُنڈی کہا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں بھی مروج ومعمول تھا۔ (ص ۱۳۹، ۱۴۰) حضرت خواجہ بزرگ سلطان الاولیاء برہان الاصفیا خواجہ معین الحق والدین حسن چشتی سنجری قدس اللہ اسرارہ وافاض علینا برکاتہ وانوارہ کی سلطان شمس الدین انار اللہ برہانہ کے زمانہ میں دہلی تشریف آوری اور حضرت خواجہ بزرگ کے شادی کرنے اور ان کی اولاد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے پیدا ہونے کے ذکر میں (ص ۴۷ و ۲۲۷)

فقط خاتمہ۔ خطوط کے انتخاب اور کتاب کے کئی حصوں کو میں نے خود لکھا ہے۔ اور باقی اجزاء کی نقل میں بندہ کے بعض دوستوں اور عزیزوں نے مجھ پر لطف واحسان فرمایا ہے۔ اور امداد کی۔ اس لئے ان ناموں کی تفصیل بطور یادگار یہاں لکھی جاتی ہے۔ دو پہلے صفحوں کو خاکسار نے لکھا اور وہاں سے ۱۶ صفحوں تک مکرم دوست حافظ سید محمد حسین خاں بسمل وکیل ریاست ٹونک نے اور صفحہ ۳۴ کے شروع سے ۴۷ صفحہ کے آخر تک اور صفحہ ۱۹۷ سے ۲۱۰ صفحہ تک شفیق مخلصاں ملک شاہ محمد خاں وکیل ریاست دھولپور نے اور ۱۸۹ سے صفحہ ۱۰۴ تک کرم فرمائے مخلصاں احمد علی خاں وکیل ریاست جھالاواڑ نے اور صفحہ ۶۱ سے صفحہ ۸۷ تک اور ۱۰۵ سے ۱۲۴ تک اور ۲۱۴ سے ۳۰۴ تک خال المکرم الامجد مولانا ضیاء الدین احمد نے اور صفحہ ۱۷ سے صفحہ ۳۰ تک میرے لڑکے محمد رکن الدین نے اور صفحہ ۵۴ سے صفحہ ۵۹ تک کے آخر تک فرزند محمد سلاء الحق نے اور صفحہ ۶۰ میرے فرزند دلبند ارجمند نے لکھا ہے۔ جزاہم اللہ تعالیٰ فی الدارین احسن الجزاء آمین۔ اور تتمہ یعنی صفحہ ۱۳۳ اور ۴۸، ۵۲ تک اور

۶۲، ۸۹ تک اور ۱۲۵، ۱۹۱ تک ان سطروں کی لکھنے والی نا تجربہ کار قلم سے لکھا گیا ہے۔ اور ۳
محرم الحرام ۱۳۰۲ھ بدھ کے دن آبو پہاڑ پر قیام کے دوران اس مقدمہ کے مسودہ ور
انتخاب سے فارغ ہوا۔ اور میں بندہ فقیر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اُمیدوار، عبداللہ المدعو محمد
انوارالحق دہلوی اللہ درگی ہللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے والدین کی مغفرت فرمائے اور اس
کے پورا ہونے پر اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے۔ اور درود و سلام ہوں اس کے رسول سیدنا محمد پر اور
آپ کی آل واصحاب پر، جو نیکوکار اور بزرگ ہیں۔ فقط۔ [1]

---

[1] فارسی عبارت کا ترجمہ۔

سرور الصدور و نور البدور

سرور الصدور و نور البدور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمدُ لِلّٰہ الّذی سبقت اصطفایته فی الازل لِسّابقین واثبتت عنایتهٔ اسامی الظالمین فی دیوان المقتصدین وجمعهم کلهم فی محل کرامته علی تفاوت مراتبهم فی الصدق والیقین واختار زمرة الموحدین من جملة الکافرین حتّٰی کانوا عباداللّٰه المخصوصین وصلی اللّٰه علیٰ افضل السّابقین محمدن المبعوث اِلیٰ الخلائق اجمعین وعلی اٰله واصحابه الطّیبین الطاهرین وبعد قال الشیخ الامام العالم الرّبانی الکامل العامل الصمدانی قدوة المتصوفه اسوة الصوفیه حمید الحق والملت والدین وارث الانبیاء والمرسلین محمد بن احمدبن محمدالصوفی السعیدی قدس اللّٰه سرهٗ و نوّر ضریحه خاصه

سرور الصدور و نور البدور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للّٰہ الذی سبقت اصطفایتہ فی الازل لسابقین واثبت عاطفۃ اسامی الظالمین فی دیوان المقتصدین و جمعہم کلہم فی محل کرامۃ علی تفاوت مراتبہم فی الصدق والیقین واختار زمرۃ الموحدین من جملۃ الکافرین حتّٰی کانوا عباداللّٰہ المخصوصین وصلی اللّٰہ علی افضل السابقین محمدن المبعوث الیٰ الخلائق اجمعین وعلی الہ واصحابہ الطّیبین الطاہرین (تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ جس نے (نیکیوں میں) سبقت لینے والوں کو ازل میں سب سے پہلے چن لیا۔ اور ظالموں کے ناموں کو اعتدال پسندوں کے رجسٹر میں لکھ کر اپنی مہربانی کو ثابت کیا، اور ان سب کو صدق و یقین میں اُن کے مراتب کے فرق پر اپنے مقام عظمت میں جمع کیا۔ اور تمام کافروں میں سے خدا کو ایک ماننے والوں کی جماعت کو پسند کیا۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندے بن گئے۔ نیکیوں میں سبقت لینے والوں میں سب سے افضل حضور محمد مصطفےٰ پر اللہ کی رحمت ہو۔ جو تمام مخلوق کی طرف بھیجے گئے ہیں اور اُن کی آل واصحاب پر جو طیب و طاہر ہیں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد شیخ امام عالم ربانی، کامل عامل صمدانی، اہل تصوف کے پیشوا، صوفیوں کے لئے نمونہ حمید الحق والملت والدین ورث الانبیاء والمرسلین محمد بن احمد بن محمد صوفی سعیدی (اللہ تعالیٰ اُن کے بھید کو پاک فرمائے اور اُن کی قبر کو روشن کرے) نے فرمایا۔ خاصہ

جانیکه حدیث عشق راند حالم
آنجا نرسد مرغ شود گر قالم
درقال ممان کزاں فراتر کاریست
درمن بنگر که من براننت دالم

الدّالُ عَلی الْخیرِ کفا علہ یکی راہ رود و یکی راہ نماید چوں دراصل بببیی ہر دوراکار بر آید فرق دریں میاں چہ باسد آنکہ راہ رود اُو مقصود بود و راہ نما طفیلی کہ اَلدّالُ علی الخیر کفا علہ پیغمبراں صلوۃ اللّٰہ علیہم اجمعین راہ نما بودند چہ گویم مقصود بودند یا طفیلی جواب اگریکی رادعوت یکی فرستند داعی طفیلی بود یعنی، ما دعوت امادہ کردہ ایم و مقصود اُوست تو بروباوی بیا کہ طفیلی اوئی، چنانچہ جبرئیل راصلوٰت اللّٰہ علیہ بدعوت محمد مصطفےٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فرستادند محمد مقصود بود وجبرئیل قاصدو اگریکی رابقومی فرستند کہ ایشاں رابیار مقصود آں یکی بود آں قوم طفیل اُو، چوں مہماں عزیز بود طفیلی بیشتر خواہد. چنانچہ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم کہ مقصود آفرینش

جانیکه حدیث عشق راند حالم | آنجا [illegible] گو [illegible]
درقال مماں کزاں فراتر کاریست | درمی [illegible] گ [illegible]

(عشق کی بات میرے حال کو جس مقام پر پہنچا دیتی ہے [illegible] ([illegible])
مرغ بنکر اُڑے وہ کمال حاصل نہیں کرسکتا ہے۔ زبانی باتوں میں [illegible] سے نیچے
درجہ کا کام ہے۔ مجھے دیکھو کہ میں اس پر تمہاری رہنمائی کررہا ہوں)

مقدمہ از حضرت سلطان التارکین

اَلدَّالُ عَلَی الْخَیرِ کَفَا عِلِہٖ[1] (نیکی پر رغبت دلانے والا ایسا ہی ہے

جیسا کہ خود کرنے والا) ایک شخص راستہ چلتا ہے اور ایک شخص راستہ [illegible] تا ہے۔ درحقیقت جب تم غور کروگے دونوں کا مقصد پورا ہوجائیگا۔ ان میں کیا فرق رہا؟ جو شخص راستہ چلنے والا ہے وہ مقصود ہوتا ہے اور راستہ بتانے والا طفیل۔ کیونکہ الدالُ علی الخیر کفا علہ (نیکی پر رغبت دلانے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ خود کرنے والا) تمام پیغمبر صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین رہنما ہوئے ہیں۔ کیا میں بتاؤں وہ مقصود تھے یا طفیلی؟ جواب اگر کسی کو کسی کی دعوت کے لئے بھیجی جائے، دعوت دینے والا طفیلی ہوتا ہے۔ یعنی ہم نے دعوت تیار کی ہے اور وہ مقصود ہے۔ جاؤ اُسے بلا لاؤ کیونکہ تم اُس کے طفیلی ہو۔ جیسا کہ جبرئیل صلوٰت اللہ علیہ کو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے لئے بھیجا گیا محمد مقصود تھے اور جبرئیل قاصد۔ اور اگر کسی کو کسی قوم کے بلانے کے لئے بھیجا جائے وہ ایک شخص ہی مقصود ہوگا۔ اور وہ قوم اُس کا طفیل، جب مہمان صاحب مرتبہ ہوتا ہے (تو) طفیلی زیادہ ہونے چاہئیں۔ چنانچہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کائنات کے مقصود تھے۔ (چنانچہ اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے کہ)[2] لولاک

---

[1] مختار الاحادیث النبویہ صفحہ ۷۷ بروایت ابن ابی الدنیا [2] انوار احمدی صفحہ ۳۳ بروایت حضرت علی رضی اللہ عنہ

بود که لو لاک کما خلقت الافلاک با محمد ، مہمان خانہ ساختہ ایم و دعوتی پرداختہ و مقصود ازاں تونی و در دعوتی کہ چوں توبی مہمان بود طفیلی بیشتر باید برد۔ گر سنگان کوھستان عجم و تشنگان بوادی عرب را با خود بیار کہ فتوت پیشۂ تست و جوداند یشۂ تو کہ جواں مردی نبود تنہا برخوان کریماں نشستن اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًاوَّ مُبَشِّرًاوَّنَذِیْرًاوَّدَاعِیًااِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًامُّنِیْرًا (پ۲۲ع۳)

این یکمقدمه از کلمات طیبات شیخ بزرگ قدس اللّٰه روحه العزیز ابتدائی برای تیمن و تبرک نبشته شد۔ بعد ازیں فواندی که از لفظ مبارك و نفس تبرك شیخی و مخدومی و والدی سلطان سلاطین المشائخ قطب الاولیاء قدوة الاصفیاء اسوة السالکین امام المحققین هادی المریدین ملک المفسرین ختم المذکرین ناصح الملوك والسّلاطین وارث الانبیاء والمرسلیں فریدالحق والملة والشرع والدین محمود بن سعید بن محمدن الصوفی السعیدی افاض اللّٰه علیه الرّحمته والرضوان واسکنه اعلیٰ درجات الجنان مع النبیین والصّدیقین والشهداء والصالحین

کما خلقت الافلاک (اے محبوب اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ فرماتا) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے مہمان خانہ بنایا ہے۔ ضیافت تیری ذات کی ہے۔ اور اس سے آپ ہی مقصود ہیں۔ اور جس ضیافت میں آپ جیسے مہمان ہوں طفیلی زیادہ ہونے چاہئیں۔ عجم کے پہاڑوں کے بھوکوں کو اور عرب کی وادی کے پیاسوں کو آپ اپنے ساتھ لائیے۔ اس لئے کہ مروت آپ کا کام ہے۔ اور بخشش آپ کی فطرت، سخاوت کرنے والوں کے دسترخوان پر تنہا بیٹھنا جوانمردی نہیں ہے۔ (اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے) اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاہِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا [1] (اے نبی بیشک ہم نے آپکو مشاہد و بشارت دینے والا اور (عذاب) سے ڈرانیوالا بنا کر بھیجا اور اللہ کی طرف اُسکے حکم سے بلانے والا اور روشن کرنے والا آفتاب)

وجہ تسمیہ سرور الصدور و نور البدور

بڑے پیر (حضرت سلطان التارکین) قدس اللہ روحہ العزیز کے کلمات طیبات میں سے یہ ایک مقدمہ بطور تیمن و تبرک شروع میں لکھا گیا ہے۔ اس کے بعد وہ فائدے جو میرے شیخ اور میرے مخدوم اور میرے والد سلطان سلاطین المشائخ قطب الاولیاء قدوۃ الاصفیاء اسوۃ السالکین امام المحققین ہادی المریدین ملک المفسرین ختم المذکرین ناصح الملوک والسلاطین وارث الانبیاء والمرسلین فرید الحق والسنۃ والشرع والدین محمود بن سعید بن محمد ان الصوفی السعیدی افاض اللہ علیہ الرحمۃ والرضوان واسکنہ اعلیٰ درجات الجنان مع النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین (پیروں کے بادشاہوں کے بادشاہ، ولیوں کے قطب، صوفیوں کے پیشوا، سالکوں کے لئے نمونہ، محققوں کے امام مریدوں کے رہنما، مفسروں کے سلطان،

---

[1] پ ۲۲ ع ۳ ترجمہ کاظمی علیہ الرحمہ

که شنیده شده است. از نصائح و واعظات و امثال او حکایات و لطائف و نکات و رموز و اشارات و صریح و کنایات نه چندان که شنیده شده است توان نبشت اما ان همان مقداری که در خاطر قاصر گنجیده است در فهم مختصر آنجا رسیده است و معلوم شده و در دل یاد مانده بود. نبشته شد. تا یادگار ماند و فوائد و برکات انفاس مطیبات ایشان تا قیامت برقرار ماند بمنت اللّه تعالی وعونه و این مجموعه را "سرور الصدور و نور البدور" نام نهاده آمد. تا خواننده و بیننده و شنونده را سرور دلها و نور دیدها باشد و دالّ این خیر را نیز ازین. سعادت نصیبها باشد بفضل اللّه تعالی و کرمه.

بفیضی جاهم براشارت بسنده شده است برائی محرمان خاص و چیزی بر لفظی که شنیده شده است زیادت بیان کرده نیامد. چه اگر محرم است بد اندیا بپرسد که بچه محل فرموده اند. و دیگر بیشتر شان و محل نصائح و لطائف چنانکه حکایات تمام نبشته شده که در کدام محل فرموده اند. تا فائده عام باشد. و هریک بقدر اعتقاد خود نصیب برگیرد. و نصاب بردارد. انشاء اللّه العزیز

واعظوں کی انتہاء، بادشاہوں اور سلطانوں کے ناصح نبیوں اور رسولوں کے وارث ہدایۃ الحق
والملۃ والشرع والدین محمود بن سعید بن محمد صوفی سعیدی (اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور
رضامندی کو جاری فرمائے اور ان کو نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیک لوگوں کے
ساتھ جنتوں کے اعلیٰ درجوں میں ساکن کرے) کی زبان مبارک اور وقت مقدس سے
سنے گئے ہیں۔ نصیحتوں اور وعظوں اور مثالوں اور حکایتوں اور لطیفوں اور نکتوں اور پوشیدہ
باتوں اور اشاروں اور صریح وکنایات میں سے جتنا سنا گیا ہے، تو نہیں لکھا جا سکا لیکن اس
قدر جو خاطر قاصر میں سمایا ہوا ہے۔ اور ناقص عقل جہاں پہنچی ہے۔ اور جو معلوم ہوا اور دل
میں یاد رہا وہ لکھدیا گیا۔ تاکہ یادگار رہے۔ اور ان کے پاکیزہ نفوس کی برکتیں اور فائدے
قیامت تک باقی رہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اُس کی مدد سے۔ اور اس مجموعہ کا نام "سرور
الصدور و نور البدور" رکھا گیا ہے۔ تاکہ پڑھنے والوں اور دیکھنے والوں اور سننے والوں کو
دلوں کا سرور اور آنکھوں کا نور حاصل ہو۔ اور اس نیکی پر رغبت دلانے والے کو بھی اس
سعادت میں سے حصے میسر آئیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کے کرم سے۔

اشارہ پر اکتفاء

قطب الاولیاء[1] کے فیض سے محرمان خاص کے لئے اشارہ پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ اور جو کچھ زبان (مبارک) سے سنا گیا ہے اس سے زیادہ بیان نہیں کیا گیا ہے۔ کیونکہ اگر خاص واقف کار ہے وہ جان لے گا یا معلوم کرلیگا کہ (یہ بات) کس موقعہ پر فرمائی گئی ہے۔ پھر ان (اشاروں) سے پہلے اور نصیحتوں اور لطیفوں کی جگہ مثلاً مکمل حکایتیں لکھدی گئی ہیں کہ (یہ) کس وقت میں فرمائی گئی ہیں تاکہ عام فائدہ ہو۔ اور انشاء اللہ العزیز ہر ایک شخص اپنے اعتقاد کے مطابق (اس کتاب سے) حصہ پائیگا

[1] حضرت سید فرید الدین چاک پراں نبیرۂ و سجادہ نشین اول حضرت سلطان التارکین قدس سرہما (دیکھئے اردو ترجمہ سیر الاولیاء صفحہ ۱۰۷)

وصلّی اللّهٔ تعالی علی خیرِ خلقه مُحمّدوّ آله واصحابه اجمعین وَسَلّمْ تسلیما کثیرا.

و در بزرگی شیخ بزرگ قدس اللّه روحهٔ و در ترک و تجرید ایشان و قطاع علائق و عوائق خلائق و کشادن معنیٰ که از عالم غیب ایشان را کساده بود. بیان می فرمودند. دراں میاں فرمودند که شیخ بزرگ قدس اللّه روحهٔ العزیز راه حق از اوّل تا آخر دریں بیت تمام بیان کرده است، خاصه.

اوّل زصفات حق برانگیز و بگو
پس راه سوئی ذات اگر هست بجو
آنگاه دل از غبار اغیار بروب
جاں راز صفت به آب تنزیه بشو

بعد ازاں در کاغذی نبشتند ایں فائده در دست ایں ضعیف دادند که بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وکفیٰ والصلوٰة علی نبیه المصطفی و بعد فان العلوم جمةٌ منافعها عمةٌ فاختر منها ماهو الاهم فالاهم اول العلوم الواجب علی العبد معرفة الرّب او الطر الموصل الیهاء

اور (آخرت) کا سرمایہ حاصل کرنا۔ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہ مُحَمّدٍ وّ آلہٖ و اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن وسلّم تسلیماً کثیراً کثیر

سلطان التارکین کی بزرگی

اور بڑے پیر (سلطان التارکین) قدس اللہ روحہ کی بزرگی اور آپ سے ترک و تجرید اور دنیاوی تعلق کے منقطع ہونے اور لوگوں کو (خود سے) باز رکھنے اور عشق کی شرائط کے بارے میں جو علم غیب سے آپ پر منکشف ہوئے تھے بیان فرما رہے تھے۔ اس دوران فرمایا کہ شیخ بزرگ قدس اللہ روحہ العزیز نے راہ حق کو از اوّل تا آخر اس بیت میں بیان کر دیا ہے۔

اوّل زصفات حق برانگیز و بگو　　　پس ذات الٰہی را اگر هست بجو

آنگاه دل از غبار اغیار بروب　　　جان راز صفات بشریه بشو

(کہہ دو پہلے آپ میں حق تعالیٰ کی صفات پیدا کرو، پھر اگر ذات الٰہی سے محبت ہے تو اُس کی جستجو کرو۔ اس کے بعد دل کو غیر اللہ کے غبار سے صاف کر کے روح کو آب تنزیہہ (پاکی کے پانی سے) سے دھوڈالو) اس کے بعد یہ فائدہ ایک کاغذ پر تحریر کر کے اس ضعیف [1] (سعیدی بزرگ) کے ہاتھ میں دیا۔

فائدہ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم الحمد للّٰہ وکفی والصلوٰۃ علی نبیہ المصطفیٰ و بعد فان العلوم جمۃ و منافعھا عمۃ فاختر منھا ماھوالاھم فالاھم اول العلوم الواجب علی العبد معرفتہ الرّب او النّظر الموصل الیھا (حمد و صلوٰۃ کے بعد بیشک تمام علوم بہت پانی والے کنویں کی طرح ہیں۔

---

[1] حضرت محی الدین عبدالقادر المخاطب بہ سعیدی بزرگ مؤلف کتاب ہٰذا

و فی هذا النوع قال الشیخ جدی قدس اللّه روحهٔ و نور صریحهٔ خاصه المشهور علی المصدور خاصه

اوّل زصفات حق برانگیز و بگو
پس راه سوئی ذات اگر هست بجو
آنگاه دل از غبار اغیار بروب
جاں راز صنت به آب تنزیـهه بشو

وقـال حـجـت الاسـلام زیـن الحق محمد غزالی رحمته اللّـه عـلیـه فی کتابه الموسوم بمقصد الاقصی : بـاب معرفته الذات مسدودٌ والـی هذا اشاره شیخـنا قدس اللّه روحهٔ ۔ پس راه سـوئـی ذات اگـر هست بجو ۔ اَللّٰهُـمَّ ارْزُقْـنـا هٰذِهِ الدَّرَجَةَ الرَّفِیْعَةَ بِفَضْلِکَ وَجُوْدِکَ یَا مَعْبُودُ،

در خـوانـدن تـحـریـص و تـرغـیـب مـی کـردنـد۔ دراں فـرمـودنـد که ما تمامت روز بخدمت شیخ در خواندن مشغول می بودیم و یک ساعت بیکارنمی بودیم۔

و از اوّل تـا اخـر کـه در خدمت شیخ بوده می شد۔ هر گز در مجلس ایشاں ذکر دنیا نبودی۔

و اصـلاحـکـایـت دنیا شـنیـده نشدی عرض اُفتاد که عم

اور اُن کے فوائد عام ہیں۔(یعنی جیسے زیادہ پانی والے کنویں سے ہر خاص و عام مفید ہو سکتا ہے۔اسی طرح ہر شخص تمام علوم سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔) جو علم تمام علوم میں سب سے زیادہ اہم ہو وہ اختیار کرو پھر جو اہم ہو وہ۔تمام علوم میں سب سے پہلے بندہ پر رب کی معرفت کا علم واجب ہے یا وہ نظر جو اس کی طرف پہنچانے والی ہو) اور اس بارے میں میرے دادا شیخ (حضرت سلطان التارکین) قدس اللہ روحہٗ و نور ضریحہٗ نے جو فرمایا المشہور علی الصدور (زبان مبارک سے نکلے ہوئے وہ اشعار مشہور و معروف ہیں۔) خاصہ

اوّل زصفات حق برانگیز و بگو پس راہ سوئی ذات اگر ہست بجو
آنگاہ دل از غبار اغیار بروب جاں رار صفت باب تنزیہہ بشو

اور حجت الاسلام زین الحق [1] محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مقصد الاقصیٰ نامی کتاب میں فرمایا: باب معرفت الذات مسدودٌ (ذات الٰہی کی معرفت کا دروازہ بند ہے) یعنی بغیر جستجو اور کوشش کے خدا کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔اور ہمارے شیخ (حضرت سلطان التارکین) قدس اللہ روحہٗ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔پس راہ سوئی ذات اگر ہست بجو۔اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا هٰذِهِ الدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ بِفَضْلِكَ وَجُوْدِكَ يَا مَعْبُوْدُ (اے اللہ یہ بلند درجہ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو عطا فرما)

حصولِ علم کی رغبت

علم حاصل کرنے کی رغبت اور شوق پیدا فرما رہے تھے۔اس دوران فرمایا کہ ہم پورے دن شیخ (حضرت سلطان

---

[1] حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کے بہت بڑے عالم،فقیہ اور صوفی گزرے ہیں۔تصوف کی مشہور اور معرکۃ الآراء کتاب احیاء العلوم آپ کی ہی تصنیف ہے۔۴ جمادی الآخر ۵۰۵ھ میں وفات ہوئی اور طاہران میں دفن ہوئے۔

ایشان ذکر دنیانکردندی یا یاران دیگر هم، فرمودند کرامجال بود۔ که ذکر دُنیا کردی۔همیں بودی که از خدا و رسول می فرمودند و یاران می شنیدند

وقتی همچنان نشسته بودند۔ درخانه شیخ عبداللّٰه علیه الرّحمه، و یاران بخدمت ایشان حاضر، تادراثناء سخن گفتن برزبان مبارك ایشان رفت با ایں همه که خدمت ایشان رابا کسی اعراضی و اعتراضی نمانده بود۔ اینچنیں فانی الصفت شده بودند۔ فرمودند که کجا است رونده که اُو دعوی می کند که من تمام مراتب و منازل سلوك پس پشت انداخته ام تامن و یرابگو یم که هنوز اول قدم ازراه خدا بر نداشته است۔ یاران چوں ایں سخن بشنیدند عجب داشتند و حیران ماند ند۔ که مثل ایں سخن وقتی برزبان ایشان نرفتی همه سرفرود کرده ماندند۔ کسی رامجال سخن نبود۔والد نیز علیہ الرّحمه فرمودند دراں مجلس حاضر بودم۔بعد ازدهری سر بر آورد ه پر سید باباچگو نه؟ فرمودند پ ای برادر ایں لفظ مبارك ایشان است همچنیں که پ ای برادر اول

التارکین) کی خدمت میں پڑھنے میں مشغول رہتے تھے۔ اور ایک گھڑی بیکار نہیں رہتے تھے۔

سلطان التارکین کی مجلس

اور اوّل سے آخر تک جب تک شیخ کی خدمت میں رہنا ہوتا، آپ کی مجلس میں دنیا کا ذکر بالکل نہیں ہوتا۔ اور دنیا کی باتیں مطلق نہیں سنی جاتیں۔ عرض کیا گیا (حضرت سلطان التارکین) ہی دنیا کا ذکر نہیں فرماتے تھے یا دوسرے مرید بھی (ذکر نہیں کرتے تھے) فرمایا کس کی ہمت تھی جو (آپکے سامنے) دنیا کا ذکر کرتا۔ (آپ کی مجلس میں) یہی فائدہ ہوتا تھا کہ آپ خدا اور رسول کی (باتیں) بیان فرماتے تھے اور مریدین سنتے تھے۔

پہلا قدم

ایکبار آپ [1] اسی طرح شیخ عبداللہ علیہ الرحمہ کے مکان میں تشریف فرما تھے۔ اور مُریدین آپکی خدمت میں حاضر (تھے)، یہانتک کہ دوران گفتگو آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔ فرمایا کہاں ہے؟ (راہ خداوندی) پر چلنے والا جو دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے سلوک کی تمام منزلوں اور مرتبوں کو طے کرلیا ہے تاکہ میں اس سے کہوں کہ اُس نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں پہلا قدم (بھی) نہیں اُٹھایا ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود حضرت (سلطان التارکین) پر کسی شخص کو کوئی اعراض واعتراض نہیں ہوا۔ آپ ایسے فانی الصفت تھے۔ جب آپ کی یہ بات مریدوں نے سنی تعجب کیا اور حیران رہ گئے کہ آپ کی زبان پر پہلے کبھی ایسی بات نہیں آئی۔ تمام سر جھکائے رہے۔ کسی کی بولنے کی ہمت نہیں تھی۔ [2] والد علیہ الرحمہ نے فرمایا میں بھی اس مجلس میں موجود تھا۔ کچھ دیر کے بعد اُنہوں نے سر اُٹھا کر عرض کیا بابا! کیسے؟ فرمایا پ اے برادر (طریقت) یہ حضرت

[1] حضرت سلطان التارکین قدس سرہٗ [2] حضرت صوفی عزیز الدین قدس سرہٗ

قدم این راه ترک دنیا است پس کیست که ترک دنیا کرده است تا دعوی روش این راه کند یا اورا راه خدا رفته آید. فرمودند هم خدمت ایشان بودند که حق تعالی این قدم ایشان را میسر کرده بود. که اصلا نه وقتی ذکر دنیا و کار دنیا کردند نه کسی را فرمودند، اینچنین به یکبار از کار دنیا فارغ بوده اند. که هرگز ما یاد نداریم که یکدانگ را نصرف کردند.در دنیا کوزه هم از بازار نیاوردند. وقتی نگفتندی که می باید خرید و اگر وقتی فتحی و فتوحی برسیدی اران نیز خبر نداشتندی که دران نیز هیچ تصرف نکردندی چیزی که برسیدی هر آنکه بودی برداشتی و جانیکه خرج مصلحتی بودی بکردندی ایشان هیچ نگفتندی.

و در کار فتوح قبول کردن نیز بفرمودندی که اگر من بدانم که خاطر ارنده و آننده در قبول نا کردن نخواهد رنجید خود هرگز چیزی از کسی قبول نکردمی.اما چون میدانم که دل آرنده و آننده از قبول ناکردن البته آزرده می شود. و گرفته خاطر می ماند. ازان سبب قبول کردن می آید. اینچنین حق تعالیٰ ایشان را از کار دنیا و اهل دنیا انقطاع میسر گردانیده بود. که ذکر اینچنین چیزها برزبان ایشان نرفتی و چگو نه رود که فرموده اند خاصه:

دنیاز خیال خود برون بردستم
عقبیٰ همه وقت یا دنیا ور دستم
روزیکه روندگان برویت برسند
من بی من و دامن وصال دردستم

سلطان التارکین کا ارشاد مبارک ہے۔ایسے ہی کہ پ اے برادر (طریقت) اس راہ میں پہلا قدم ترک دنیا ہے۔پس کون ہے؟ جس نے دنیا کو ترک کیا ہے کہ وہ (راہ خداوندی) پہ چلنے کا دعوی کرتا ہے یا اُسے راہ خدا میں چلنا آتا ہے۔فرمایا حضرت (سلطان التارکین) ہی تھے جن کو حق تعالیٰ نے یہ قدم میسر کیا تھا۔کیوں کہ نہ کبھی کسی وقت آپنے دنیا کا ذکر اور دنیا کا کام کیا اور نہ کسی کو حکم دیا۔دنیا کے کاموں سے اکدم ایسے فارغ ہوگئے تھے کہ ہمیں ہرگز یاد نہیں آتا کہ آپنے ایک دانگ (چھ رتی کا وزن) بھی خرچ کیا ہو۔دنیا میں با زر سے آبخورہ بھی خرید کر نہیں لائے۔نہ کسی وقت خریدنے کے لیے کسی شخص کو حکم دیا۔اور اگر کبھی کوئی نذر دنیاز آتی، اُس کا بھی خیال نہیں کرتے تھے اور اس میں بھی کچھ تصرف نہیں فرماتے تھے۔جو کچھ آتا تھا تو جو شخص موجود ہوتا وہ اُٹھالیتا اور جس جگہ خرچ کرنے کی مصلحت ہوتی (وہاں خرچ) کر دیتا۔آپ کچھ نہیں فرماتے تھے۔

نذرانہ اور نذرانہ قبول کرنے کے معاملہ میں فرماتے کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ (نذرانہ) لیکر آنیوالا قبول نہ کرنے سے ناراض نہیں ہوگا تو میں خود کسی شخص سے کبھی کوئی چیز قبول نہیں کرتا۔لیکن میں جانتا ہوں کہ نذرانہ لیکر آنیوال (نذرانہ) قبول نہ کرنے سے رنجیدہ ہوتا ہے اور غمگین رہتا ہے۔اس لئے نذرانہ قبول کرلیا جاتا ہے۔حق تعالیٰ نے آپکو دنیا والوں اور دنیا کے کاموں سے ایسی بے اعتنائی عطا فرمائی تھی کہ آپکی زبان پر ایسی چیزوں کا ذکر (بھی) نہیں آتا تھا اور کیسے آتا جب کہ آپنے (خود) فرمایا ہے۔خاصہ:

دنیاز خیال خود بروں بردستم   عقبی همه وقت یا دنیا ور دستم
روزیکه روندگاں برویت بر سند   من بی من و دامن وصال در دستم

فرمودند یکی از بزرگان مولانا شمس الدین حلوائی را

که اُستاد شیخ بود. درخواب دید می گفت هر پیغمبری که

اُمت او بعد او بماندالبته بدنیا میل کرد. مگر حمیدما که مَامَالَ

اِلی الدُّنیَا قَطُّ همان معنی است اینکه ایشان فرموده اند

دنیاز خیال خود بردستم

جائی که خیال او نباشد میل از کجا باشد

فرمودند یسین نام مریدی بود هم از خدمهٔ شیخ بزرگ

قدس اللّٰه روحهٔ مردی مالدار بود. در سفر رفته بود با اسپان و

سلاح و خدمتگاران بسیار، دران سفر اور احادثه اُفتاد.

چنانکه مال او ازو رفته بود مُقل حال شده بخانه رسید.

می گویند که دروقت پگاه بخانه بیامد. و دروازهٔ درزد که

بکشانید که من فلان کسم، خدمتگاران که مانده بودند،

(میں نے اپنے خیال سے دنیا کو ایکدم نکال دیا ہے۔ اور آخرت کو بھی ہر وقت یاد نہیں کرتا۔ جس دن سالکان (راہ طریقت) تیرا دیدار حاصل کریں گے مجھ ناتواں کے ہاتھوں میں (تیرے) وصال کا دامن ہوگا۔)

ایک بزرگ کا خواب

فرمایا ایک بزرگ نے شیخ (حضرت سلطان التارکین) کے اُستاد مولانا شمس الدین ا حوائی [۲] کو خواب میں دیکھا وہ فرمارہے تھے ہر پیغمبر (علیہ السلام) کہ اُن کے بعد اُن کی امت باقی رہی۔ اُس امت نے ضرور دنیا کی خواہش کی۔ مگر ہمارے حمید مَامَالَ الی الدُّنیا قطُّ (کبھی دنیا کی جانب مائل نہیں ہوئے) آپ نے یہ جو فرمایا ہے۔ مصرعہ

دنیا ز خیال خود بروں بردستم (میں نے اپنے خیال سے دنیا کو اکدم نکال دیا ہے) اس کا یہی مطلب ہے۔ جہاں دنیا کا خیال (تک) نہیں ہوگا خواہش کہاں ہوگی؟

حضرت امیر یٰسین [۳] کا تذکرہ

فرمایا آپکے ایک مرید کا یٰسین نام تھا۔ اور وہ بڑے پیر (سلطان التارکین) قدس اللہ روحہٗ کے خادموں میں ایک مالدار شخص تھے۔ بہت سے نوکروں اور ہتھیاروں اور گھوڑوں کے ساتھ سفر میں گئے ہوئے تھے۔ اس سفر میں اُنہیں حادثہ پیش آگیا۔ اور اُن کا مال اُن کے (ہاتھوں) سے جاتا رہا۔ کنگال ہوکر گھر پہنچے۔ کہتے ہیں کہ وہ صبح کے وقت گھر آئے۔ اور دستک دی کہ دروازہ کھولو میں فلاں شخص ہوں۔ وہ خادم جو (گھر میں) باقی رہ گئے تھے

---

[۱] امام الراسخین، مقتدیٰ المجتہدین شمس الائمہ الحلوائی رحمۃ اللہ علیہ [۲] حلوا ایک جگہ کا نام ہے۔
[۳] حضرت یٰسین ترک رحمۃ اللہ علیہ کی آخری آرام گاہ حضرت صوفی صاحب کی درگاہ معلی میں ہے (ت۔ص۔ر صفحہ ۱۱۳)

نشناختند و در نکشادند و گفتند که خواجهٔ ما بدین حال نرفته بود، پس از گفتگوی در خانه آمد. الغرض می آرند چون قلاش حال شده بود و اسباب دنیوی بکلی رفته، شیخ بزرگ قدس اللّٰه روحهٔ می فرمودند که بارها من می خواهم که برای امیر یسین چیزی از دنیا از خدای تعالی بخواهم، باز بر و شفقت می آید که چه اور ابدنیا گرفتار کنم؟

فرمودند که می گویند جد بابابزرگ مردی مستعرب بود. چون والد شیخ محمد صوفی درفترت کفر از لاهور در دهلی آمد. این مرد اوراد ختر خود بدادهم در دهلی چند گاه می بودند تا شیخ بزرگ فرمودی قدس اللّٰه روحهٔ اول کسی که بعد از (فتح) اسلام در دهلی زاده شد من بودم مسقط الرأس شیخ دهلی است. شیخ راهم بارها آرزو شدی که در دهلی آیند مارا میراث ایشان رسیده است مگر در دهلی بیاوردندی.

می گویند هم جدشیخ بزرگ دختر خود را گفته بود. مگر او منجم بود که ای دختر این بار تو فرزند نرینه بخواهی آورد. شیخ بزرگ که در شکم بود او نشان گفته بود که چنین فرزندی بخواهد بود. نیمه اندام اوسبز خواهد بود و سینه بیرون آمده و سینه او پُر علم خواهد بود. اما بعد از نقل من خواهی زاد.............................

اُنہوں نے اُن کو نہیں پہچانا اور گھر کا دروازہ نہیں کھولا اور کہا ہمارے آقا اس حالت میں نہیں گئے تھے (کافی) بات چیت کے بعد گھر میں داخل ہوئے۔ الغرض کہتے ہیں جب وہ مفلس ہو گئے اور اُن کا تمام دنیاوی اسباب برباد ہو گیا (تو) شیخ بزرگ (سلطان التارکین) قدس اللہ روحہٗ نے فرمایا کہ میں اکثر ارادہ کرتا ہوں کہ امیر یٹین کے لئے خدائی تعالیٰ سے کچھ مانگوں پھر اُن پر شفقت آتی ہے کہ اُنہیں کیا دنیا میں گرفتار کردوں؟

سلطان التارکین کی ولادت باسعادت

فرمایا کہتے ہیں کہ بابا بزرگ (سلطان التارکین) کے نانا عربی النسل تھے۔ شیخ محمد صوفی [1] کے والد (شیخ احمد تارک لاہوری) کفر کے کمزور ہونے کے (زمانہ) میں جیسے ہی لاہور سے دہلی تشریف لائے۔ ان (عرب) صاحب نے اپنی صاحبزادی کا عقد اُن کے ساتھ کر دیا۔ وہ کچھ عرصہ دہلی میں ہی رہے۔ چنانچہ شیخ بزرگ (سلطان التارکین) قدس اللہ روحہٗ فرماتے تھے کہ ''اسلام کی فتح کے بعد دہلی میں سب سے پہلے میری پیدائش ہوئی۔'' شیخ کی جائے پیدائش دہلی ہے۔ اور شیخ اکثر دہلی آنیکی خواہش کا اظہار فرماتے تھے۔ ہمیں آپکی میراث پہنچی ہے۔ ممکن ہے آپ (اس کے بعد) دہلی تشریف لائے ہوں۔

پیشین گوئی

کہتے ہیں کہ بڑے پیر (سلطان التارکین) کے نانا شاید (بظاہر) اختر شناس تھے۔ اُنہوں نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا تھا کہ اے بیٹی تمہارے اس بار فرزند نرینہ پیدا ہوگا۔ بڑے پیر جو شکم (مادر) میں تھے۔ آپ کے نانا نے یہ علامت بتائی تھی کہ وہ ایسے فرزند ہوں گے۔ اُن کا آدھا جسم سبز ہوگا اور سینہ اُبھرا ہوا اور علم سے پُر ہوگا۔

---

[1] سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری قدس سرہٗ [2] ۵۸۸ھ

همچناں که در ایشاں نشان داده بود که فرزند نرینه و سینه بیروں آمده و نیمی سبز همچنیں که ماهم دیدیم نیمی اندام مبارك ایشاں سبز و سینه کشاده و بیروں آمده بود رحمته اللّٰه علیه۔

فرمودند از دو سخوں شیخ بزرگ قدس اللّٰه سرهٔ العزیز که فرموده اند در تعجبیم و هنوز آں سر تا امروز معلوم نشده است که از کجا فرموده اند۔ یکی آنکه فرمودند در وقتیکه من تولد شدم اگر دراں روزگار هیچ عورتی از مادر من بهتر و بزرگتر بودی من از شکم اُو زاده شدمی۔

دوم فرمودند دراں وقتکه من نوشه شدم و کار خیر من کردند اگر هیچ عورتی دراں وقت مهتر و بهتر از جدهٔ

لیکن وہ میرے انتقال کے بعد تولد ہوں گے۔ . .

شبیہ مبارک

آپ کے نانا نے آپکی جونشانی بتائی تھی آپ اسی طرح فرزند نرینہ (تھے) اورآپ کا سینہ اُبھرا ہوا اورآدھا جسم سبز تھا۔ ہم نے بھی ایسے ہی آپ کا آدھا جسم مبارک سبز اور سینہ کشادہ اور اُبھرا ہوا دیکھا تھا۔ رحمتہ اللہ علیہ

سلطان التارکین کی والدۂ ماجدہ

فرمایا ہمیں بڑے پیر (سلطان التارکین) قدس اللہ سرہٗ العزیز کی فرمائی ہوئی دو باتوں پر حیرت ہے۔ اور یہ راز آج تک معلوم نہیں ہوا ہے کہ آپ نے (یہ باتیں) کس لئے فرمائیں ہیں۔ ایک (بات) یہ فرمائی کہ جس وقت میری پیدائش ہوئی اگر اُس زمانہ میں کوئی عورت میری والدہ سے بہتر و بزرگ ہوتی (تو) میں اُس کے پیٹ سے پیدا ہوتا۔

سلطان التارکین کی اہلیہ محترمہ

دوسری بات یہ بیان فرمائی کی میں جس وقت دولہا بنا اور میرا نکاح کیا گیا اگر کوئی عورت تمہاری دادی (1 سیدہ خدیجہ) سے مہتر و بہتر ہوتی (تو) میری شادی اُس سے ہوتی، اور

1 سیدہ خدیجہ قاضی صاحب قصبہ لاڈنو ضلع ناگور شریف کی صاحبزادی تھیں۔ جو حسینی سید عین القضات ہمدانی کی اولاد میں سے تھے۔ سیدہ خدیجہ مائی صاحبہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ۱۰ رمضان المبارک ۶۹۲ھ میں انتقال ہوا۔ مزار مبارک حضرت سلطان التارکین کے مرقد انور کے کٹہرے میں ناگور شریف راجستھان میں ہے۔ شجرۂ نسب یہ ہے۔ حضرت قاضی سید فضل (فضیل) ہمدانی بن شمس الدین بن سید امیر الدین مورث اعلیٰ قاضیان (سادات) لاڈنو بن سید اصغر بن سید مرتضیٰ بن سید جعفر بن سید مجتبیٰ بن سید کی بن حضرت امام علی موسیٰ رضا بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن حضرت امام باقر بن حضرت امام زین العابدین بن حضرت امام عالیمقام سیدنا حسین بن حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (برادرم مولٰنا سید محمد ایوب صاحب اشرفی چیف قاضی لاڈنو کے شکریہ کے ساتھ) قاضیان (سادات) لاڈنوں کے ایک دوسرے شجرے میں حضرت قاضی سید فضیل ہمدانی بن سید امیر الدین مورث اعلیٰ تحریر ہے واللہ اعلم از مترجم۔

شما بودی، کارحیر من با اُو شدی. ایں دو سخون است که سر ایں تا امروز معلوم نیست که از کجا فرموده اند؟

بعد ازاں در بزرگی جده عُلیا رحمته اللّه علیہا فرمودند که بغایتی عورتی عالی همت و صاحب کرامت بود. و سخن ضمیر هم بگفتی و حاجتمنداں را دستگیری کردی. بچه بقالی بود پسر خوانده شد. وقتی ملکی در ناگور آمد وایں بقال را ببهانه گرفت و مال از پیش او طلب نمود. ایں بقال بخدمت جده آمد و شد داشت. بخدمت ایشاں دراں حال بیامد و گفت بی بی ایں ملک مرا گرفته است و می خواهد که مصادره کند شماچه می گوئید که من از و خلاص خواهم یافت یا مال بخواهد ستد. می گویند دراں وقت بی بی بر سر جغرات نشسته روغن می کشید فرمود که خلاص نخواهد بود. بلکه همه مال بخواهد گرفت. بقال گفت بی بی از کجا می گونی. گفت نه بینی ایں ساعت چک بر جغرات می زند و چک برای آں زنند تاهر روغنی که در جغرات باشد همه را بکشند و تو همدریں حالت آمدی فال حال تو همیں باشد. چنانکه دریں جغرات روغنی نخواهم گذاشت مال تو همچناں ملک نخواهد گذاشت.

و همچنیں حال هر آئنده از وقت در آمدن او قیاس کردندی و بگفتندی و همچناں شدی که ایشاں می گفتند رحمته اللّه علیہا. بعد ازاں فرمودند شیخ بزرگ فرمودی رحمته اللّه علیه اگرچه جدهٔ شما سبب بیاں می کند و لیکن همه از کرامت می گوید.

ان دونوں باتوں کا راز آج تک معلوم نہیں ہوا کہ آپ نے (یہ باتیں) کس وجہ سے فرمائی ہیں؟

بنیے کا لڑکا

اُس کے بعد جدہ عُلیا (بلند مرتبہ دادی صاحب) رحمۃ اللہ میاں کی بزرگی کے بارے میں فرمایا کہ ''انتہائی عالی ہمت اور صاحبِ کرامت عورت تھیں۔ دل کی بات (بھی) بتادیا کرتی تھیں۔ اور ضرورت مندوں کی دستگیری فرماتی تھیں۔ ایک بنیے کا لڑکا تھا۔ اُسے انہوں نے منہ بولا بیٹا بنا رکھا تھا۔ ایکبار حاکم وقت ناگور آیا۔ بنیے کے لڑکے کو کسی بہانے سے پکڑ کے مال طلب کیا۔ یہ بنیا دادی (صاحبہ) کی خدمت میں آتا جاتا تھا۔ فوراً اُن کے پاس آیا اور عرض کیا بی بی مجھے یہ حاکم گرفتار کر کے جُرمانہ لینا چاہتا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے اس سے رہائی مل جائیگی یا مال دینا پڑیگا؟ کہتے ہیں کہ اُسوقت بی بی (صاحبہ) دہی کے بلونے کے پاس بیٹھکر گھی نکال رہی تھیں۔ فرمایا تجھے چھٹکارا نہیں ملیگا۔ بلکہ (حاکم وقت) تیرا تمام مال لے لیگا۔ بنیے نے کہا بی بی یہ آپ کس وجہ سے فرمارہی ہیں۔ فرمایا کیا تو نہیں دیکھ رہا ہے؟ کہ اسوقت رئی سے دہی بلویا جارہا ہے۔ اور رئی سے دہی اسلئے بلویا جاتا ہے تاکہ دہی میں جتنا گھی ہو وہ سب نکال لیا جائے۔ اور تو اس حالت میں آیا ہے۔ تیرے حال کا فال یہی ہے۔ جیسے میں اس دہی میں گھی نہیں چھوڑوں گی۔ اسی طرح حاکم تیرا مال نہیں چھوڑیگا۔

مائی صاحبہ کی پیشنگوئی

اور ایسے ہی تمام پیش آنے والے حالات کو وقت آنے سے پہلے قیاس کر کے بیان کردیا کرتی تھیں۔ اور (مائی صاحبہ) رحمۃ اللہ علیہا جو فرماتی تھیں ویسا ہی ہوتا تھا۔ پھر فرمایا کہ بڑے پیر (حضرت سلطان التارکین) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے اگرچہ تمہاری دادی (کسی کام کی) وجہ بیان کرتی ہیں۔ لیکن وہ تمام (باتیں اپنی) کرامت سے کہتی ہیں۔

و فرمودند وقتی پش ایشاں در خُردی می گزشتم و ایشاں بر کھٹ بودند. همیں که نزدیک ایشاں رفتم دست من بگرفتند و بزباں هندوی گفتندمی دابی جد تو کیست؟ گفتم بی بی چگو نه؟ گفت بدانکه از جد تو هیچ کس بجز پیغمبربیش بزر گ نیست صلی اللّٰه علیه وسلم ایشاں راهم بخدمت ایشاں اینچنیں اعتقاد بود که مارا بفرمودند و بیا موختند و گر نه ما چه دانیم.

فرمودند وقتی ذات مبارك شیخ را قدس اللّٰه روحهٗ العزیز ملالتی بود.و ما و یاراں همه گرد ایشاں نشستهٔ می فرمودند. اگر دریں وقت قالب مرابی رُوح یا بید در دفن کردن ما بشتاب مکنیدما عجب داشتیم. که سنت دریں کار این است که تعجیل کنند دریں چه معنیٰ خواهد بود. که می فرمایند شتاب مکنید. بعد ازاں فرمود که دریں ساعت و دریں وقت روح من چناں شده ست که ایں قالب مرا می گذرد و در عالم بالا می رود. و بعد از دیر بازمی آید. و در بدن تصرف می کنند نباید که شمادر آں حالت بیا بید و شتاب

ہندی میں گفتگو

اور فرمایا میں ایک وقت بچپن میں (دادی صاحبہ) کے سامنے سے گذر رہا تھا۔ اور وہ چارپائی پر تشریف فرما تھیں، میں جیسے ہی اُن کے پاس گیا انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر ہندی زبان[1] میں فرمایا! تم جانتے ہو؟ کہ تمہارے دادا (حضرت سلطان التارکین) کون ہیں؟ میں نے عرض کیا بی بی کیسے؟ فرمایا جان لو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی بزرگ تمہارے دادا سے بہت زیادہ بزرگ نہیں ہے۔ حضرت سلطان التارکین سے اُنہیں بھی ایسا اعتقاد تھا۔ جو اُنہوں نے ہمیں بتایا اور سکھایا، ورنہ ہم کیا جانتے؟

تدفین

فرمایا ایکبار شیخ (حضرت سلطان التارکین) قدس اللہ روحہٗ العزیز کی ذات مبارک کو کوئی تکلیف تھی اور ہم اور آپکے تمام مرید آپ کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا اگر تم اسوقت میرے جسم کو بے جان پاؤ تو ہمارے دفن کرنے میں جلدی نہ کرنا۔ ہمیں تعجب ہوا کیونکہ اس کام میں سنت یہ ہے کہ عجلت کی جائے۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ کہ آپ جلدی کرنے سے منع فرمارہے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس ٹائم اور اس وقت میری روح کا یہ عالم ہے کہ یہ میرے اس جسم کو چھوڑ کر عالم بالا[2] میں چلی جاتی ہے۔ اور دیر کے بعد واپس آکر جسم میں تصرف کرتی ہے۔ تم مجھے اس حالت

---

[1] یعنی اُردو زبان میں جسے اُس کے ابتدائی دور میں ہندی کہا جاتا تھا۔

[2] اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیائے کرام کو وہ مقام و مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ جس کی بدولت اُن کی روحیں ساتوں آسمانوں اور عرش و کرسی اور عجائبات قدرت کی سیر کرتی پھرتی ہیں۔ اور پھر واپس آکر اپنے جسم میں تصرف فرماتی ہیں۔

کنید. همچنیں شد. چوں ازاں زحمت صحت یافتند باز در مرض موتی که سفر خواهند کرد من گفتم بابادراں زحمت گفته بودید. اگر قالب مرابی روح یا بید در دفن کردن شتاب نکنید ایں ساعت چه می فرمائید. گفتند نه آں چیز دگر بود.

و هم وصیت شیخ است قدس اللّٰه روحهٗ العزیز فرموده اند. اگر بروح من چیزی بخواهید که بدهید با ید گوشت ندهید گفتیم بابا اگر ما مسلوخ از بازار گاه بخریم فرمودند هماں باشد آنقدر که شما از بازار بخرید ایشاں بجائی آں گو سفند دیگر کشند. غرض ایں بوده است که می خواست که از برای ما جان بی جان نشود.

و وقتی چنانکه عادت ایشاں بوده است که بیشتر اوقات در دشت و صحرامی بودند. چوں بخلوت روزی

میں پاکر (میرے دفن میں) جلدی مت کرنا۔ ایسا ہی ہوا (یعنی جلدی نہیں کی گئی) چنانچہ آپ نے اس بیماری سے شفا پائی۔ پھر اس مرض الموت میں جس میں آپ (دنیا سے) سفر فرمائیں گے۔ میں نے عرض کیا! بابا آپ نے اُس بیماری میں فرمایا تھا کہ اگر میرا جسم بے جان پاؤ تو دفن میں جلدی نہ کرنا، اس وقت آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا نہیں وہ دوسری بات تھی (اب اگر تم میرے جسم کو بے جان پاؤ تو دفن میں عجلت کرنا۔)

گوشت پر فاتحہ نہ دلائی جائے

اور شیخ (حضرت سلطان التارکین) قدس اللہ روحہٗ العزیز نے یہ وصیت بھی فرمائی ہے۔ اگر تم میری روح کو کوئی چیز بخشنا چاہو تو گوشت نہیں بخشنا[1] (یعنی میری فاتحہ گوشت پر مت دلانا) ہم نے عرض کیا بابا اگر ہم بازار سے ذبح کیا ہوا گوشت خرید لیں۔ فرمایا وہی (بات) ہے۔ تم جتنا گوشت بازار سے خریدو گے۔ وہ لوگ[2] اس بکری کی جگہ دوسری بکری ذبح کر لیں گے۔ مقصد یہ تھا کہ آپ چاہتے تھے کہ ہمارے واسطے کوئی جان بے جان نہ ہو۔

وجہ تسمیہ سلطان التارکین

اور ایکبار جیسی کہ آپ کی عادت تھی کہ اکثر اوقات جنگل و بیابان میں رہتے تھے۔ جب آپ ایکدن

---

[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں کئی ایسے بزرگ ہوئے ہیں جنہوں نے گوشت کھانا ترک کر دیا تھا۔ اُن میں حضرت ابو العلاء معرّی علیہ الرحمہ المتوفی ۲ یا ۱۲ اربیع الاول ۴۴۹ھ بھی تھے۔ وہ بہترین شاعر ہونے کے علاوہ باکمال بزرگ بھی تھے۔ اُنہوں نے اس خیال سے گوشت کھانا ترک کر دیا تھا کہ صرف اپنی خواہشاتِ نفسانی کی غرض سے کیوں کسی جانور کی جان لی جائے۔ یہ کمال زہد تھا، جس پر شریعت مجبور نہیں کرتی۔ (شمس التواریخ صفحہ ۱۳۶)

[2] قصاب

درخانه آمد بر سر مبارك ایشان حاضر بودیم. والدعلیه الرَّحمه بعد از دیری پرسید که بابا دستار چون کسی را بحشیده اید. فرمان با شد تا دیگرآورده شود. چون شیخ چیزی نگفت. نیز حصرت والد عرض کرد بابا دستار کسی را داده اید اگر فرمان باشد. دیگر آورده شود. فرمودند کسی رانداده ام همچنان است. گفتند سبب فردد آوردن چیست که بر سرنمی بندید. بعد ازاں چوں والد علیه الرُّحمه جهد بسیار کرد. شیخ فرمود که امشب در واقعه گوئی چناں نموده اند. وچنیں دیده شده است. که فرشتگان از آسمان فرود آمده اند و دردست صحیفه هادا رند. و مجرداں رامی نویسند. چوں بمن رسید ند یکی از ایشاں می گوید حمید راهم میان مجرداں بنو یسند دیگری گفت نه که او هنوز دربند ش چهار گزی مانده است چگو نه بنویسم گوئی چوں ایشاں همچنیں بگفتند من دست بالا کردم و دستار از سر بیندا ختم ایشاں رافرمان شد سلطان التار کین بنوشتند و بالا رفتند.

چوں بیدار شدم دستار همچناں افتاده دیدم و بر سر نبود. دانستیم که خدمت شیخ بعد ازیں دستار نخواهند بست. والدرا طمع شد که اگر شیخ جیو آں دستار مرا دهند. والد

خلوت سے گھر میں تشریف لائے۔ ہم سب آپکی خدمت مبارک میں موجود تھے۔ کچھ دیر کے بعد والد (حضرت عزیز الاولیاء) علیہ الرحمہ نے عرض کیا بابا کیا آپ نے کسی کو دستار بخشدی ہے؟ حکم ہو تو دوسری لائی جائے۔ شیخ (حضرت سلطان التارکین) خاموش رہے۔ پھر حضرت والد نے عرض کیا، بابا کسی کو پگڑی کو دیدی ہے؟ اگر حکم ہو تو دوسری لائی جائے۔ فرمایا کسی کو نہیں دی ہے۔ ایسا ہی (معاملہ) ہے۔ عرض کیا (سر) سے نیچے اُتارنے کی کیا وجہ ہے، جو آپ سر پر نہیں باندھتے ہیں۔ پھر جب والد علیہ الرحمہ نے زیادہ اصرار کیا (تو) شیخ (حضرت سلطان التارکین) نے فرمایا کہ آج خواب میں ایسا ظاہر کیا گیا ہے اور یہ دکھایا گیا ہے کہ گویا آسمان سے فرشتے نازل ہوئے ہیں اور اپنے ہاتھوں میں کاپیاں لئے ہوئے تارک دنیا بزرگوں کے (نام) لکھ رہے ہیں۔ جب وہ میرے پاس آئے اُن میں سے ایک فرشتہ نے کہا کہ حمید کو بھی تارک دنیا بزرگوں میں لکھ لیا جائے۔ دوسرے نے کہا نہیں کیونکہ یہ ابھی چار گز (کپڑے کی) بندش میں ہیں۔ میں انہیں کیسے (تارک دنیا) لکھوں؟ جیسے ہی فرشتوں نے یہ کہا میں نے اپنا ہاتھ اُوپر کر کے سر سے پگڑی اُتار ڈالی۔ اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مجھے سلطان التارکین لکھا اور آسمان پر چلے گئے۔

ایک کرامت

جب میں (خواب) سے بیدار ہوا۔ میں نے اپنے سر سے اسی طرح پگڑی پڑی ہوئی دیکھی۔ ہم سمجھ گئے کہ حضرت شیخ (سلطان التارکین) اس واقعہ کے بعد پگڑی نہیں باندھیں گے۔ [۱] والد کو خواہش ہوئی کہ کاش شیخ جیو [۲]

---

[۱] حضرت عزیز الاولیاء صوفی عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ، [۲] جیو ہندی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی جاندار کے ہیں۔ اور کسی کے نام کے ساتھ احترام و تعظیم کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ مثلاً شیخ جیو یعنی محترم شیخ۔ (ذکر جمیع اولیائے دہلی صفحہ ۱۵۸)

پسر سید بابا آں دستار چه خواهید کرد. شیخ فرمود عزیز اگر تو بگوئی دستار فرید را بدهم؟والد گفت بابا نیکو باشد. شیخ همچناں اورد مرا داد. یک کرامت شیخ جیون صاحب دریں ظاهر شد که باوجود پسر دستار بنبیسه دادند. اگر چه پسر اولی بود. اما دانستند که پسرپیش ایشاں نقل خواهد کرد. بنور باطن ایشاں را زیں معنی روشن بود. و دستار ایں ضعیف رادادند. و بعد ازاں فرمودند و ایں شکسته را گوئی می نمودند که گفتند ما که یا فتیم یاری بی طلب خواست یا فتیم، یعنی آنچه حق تعالی برای کسی چیزی خواسته است بی خواست بدو می رسا ند اگر کسی خواهد یا نخواهد.

کرامت دیگر آں بود. بعد از نقل والد علیه الرُّحمه یاراں هر کسی برای خود تفرقه شدن گرفتند همیں محمود آمد و بخدمت شیخ گفت که شیخ جیو سلامت. یاراں همه تفرقه می شوند برانی جاں خود چنانچه می خواهند می باشند. یکی بجای مولانا عزیزالدین بباید از فرزندان تا ایشاں را بفرمان و رضا آورد. شیخ جیو فرمود تا یاراں را بطلبند. محمود یاراں را طلب کرد. همه حاضر شدند چنانچه شیخ عبداللّه و سید حیدر و مولانا نظام الدین و یاران دیگر همه حاضر شدند. من نیز دریں حاضر آمدم و حیران شدم که سبب چیست که امروز یاراں رامی طلبندو مرا ازیں

(سلطان التارکین) یہ پگڑی مجھے دیدیں۔ والد نے پوچھا بابا آپ اس پگڑی کا کیا کریں گے؟ شیخ نے فرمایا عزیز اگر تم کہو تو یہ پگڑی فرید کو دیدوں؟ والد نے کہا بابا بہتر ہے۔ شیخ نے اسی طرح (پگڑی) لاکر مجھے عطا کردی۔ اس سے شیخ جیون صاحب (حضرت سلطان التارکین) کی ایک کرامت ظاہر ہوئی کہ آپ نے اپنے صاحبزادے کی موجودگی میں اپنے پوتے کو پگڑی بخشی۔ اگرچہ صاحبزادے افضل (Best) تھے۔ مگر آپ نے جان لیا تھا (اور) نور باطن سے آپ پر یہ بات روشن تھی۔ کہ آپکے صاحبزادے آپکے سامنے انتقال کر جائیں گے۔ اور اسکے بعد فرمایا اور اس خاکسار کو گویا دکھایا گیا جیسا کہ لب گیا" ہم نے جو بید بے طلب کئے یار نے دیا (تو) پالیا۔ یعنی حق تعالیٰ جب کسی شخص کو کچھ دینے کا ارادہ فرماتا ہے۔ تو وہ چاہے یا نہ چاہے۔ بغیر مانگے وہ چیز اُس تک پہنچادیتا ہے۔

دوسری کرامت

دوسری کرامت یہ تھی کہ والد علیہ الرحمہ کے انتقال کے بعد مریدوں میں سے ہر شخص نے اپنے (فائدے) کے لئے جدا ہونا شروع کردیا تھا۔ صرف محمود (علیہ الرحمہ) نے شیخ (حضرت سلطان التارکین) کی خدمت میں آکر عرض کیا شیخ جیو سلامت! تمام مرید علیحدگی اختیار کررہے ہیں۔ اور اپنی ذات کے لئے جسطرح چاہتے ہیں رہتے ہیں۔ آپکے فرزندوں میں سے کوئی صاحب مولانا عزیز الدین کی جگہ ہونے چاہئیں، جو اُن کو اپنی مرضی اور حکم پر لے آئیں۔ شیخ (حضرت سلطان التارکین) نے محمود (علیہ الرحمہ) سے فرمایا کہ مریدوں کو بلایا جائے۔ انہوں نے مریدوں کو طلب کیا۔ اور سب مرید حاضر ہوئے۔ چنانچہ شیخ عبداللہ اور سید حیدر اور مولانا نظام الدین اور دوسرے تمام مرید (علیہم الرحمہ) پیش ہوئے۔ میں بھی اُن میں حاضر آیا۔ اور حیران ہوا کہ کیا سبب ہے جو آج مریدوں کو طلب کیا جارہا ہے۔ اور مجھے اس حال کی خبر

حال خبر نشد که محمود بخدمت شیخ چنین گفته است گفتم بابا یاران را امروز برای چه طلب فرموده اید. گفت محمود مرا رسانید که یاران تفرقه می شوند. و هر کسی برای جان خود چنانچه می خواهند می باشند. و چنانچه در ربودن عزیزمی بودند نمی باشند گفتم بابا آنکه شیخ وحید است بگونیدتاجانی والد بباشد همین که من این گفتم شیخ علیه الرّحمه فرمود تو چه کارداری .بعد ازان من خاموش کردم. شیخ یاران راطلبید و گفت من می شنوم شما چنانچه بخدمت عزیز بودید نمی باشید و هر کسی برائی خود شده اید.

باید که بعد ازین فرید رابجای عزیز دانید و بر رضائی او بمانید، و حرمت او نگاه دارید. شیخ چون این بگفت مولانا نظام الدین علیه الرّحمه عرض کرد که فرید را بفرمائید تا علم خواندن ترک کند. شیخ فرمود هم خود ترک خواهد آورد. فرمودن حاجت نیست.فرمودند که این دعاگوی دران مدت چند نحو خوانده و معلوم کرده بود و لیکن هنوز رغبت داشت که دیگر خوانده شود.

روزی بخدمت شیخ قدس اللّٰه روحهٗ العزیز نشسته چیزی از نحو می خواندم. خدمت ایشان را دیدم که مسطری درپیش بود. برداشتند و چیزی دران بنوشتند و باز کوتاه

نہیں ہوئی کہ محمود نے شیخ کی خدمت میں یہ کہا ہے۔ میں نے عرض کیا بابا آج آپ نے مریدوں کو کیوں بلوایا ہے؟ فرمایا مجھے محمود نے یہ اطلاع دی ہے کہ تمام مرید الگ الگ ہو رہے ہیں۔ اور ہر ایک شخص اپنی ذات کے لئے جیسے چاہتا ہے رہتا ہے۔ اس طرح عزیز کی زندگی میں رہتے تھے نہیں رہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا بابا آپ شیخ وحید[1] سے فرما دیں کہ وہ والد (عزیز الاولیاء) کی جگہ رہیں۔ جیسے ہی میں نے یہ کہا شیخ (حضرت سلطان التارکین) علیہ الرحمہ نے فرمایا تمہیں کیا مطلب ہے؟ اس کے بعد میں خاموش ہو گیا۔ شیخ نے تمام مریدوں کو بلا کر فرمایا میں نے سنا ہے کہ تم جیسے عزیز کی خدمت میں رہتے تھے (اب) نہیں رہتے ہو۔ اور ہر ایک شخص اپنا راستہ اختیار کئے ہوئے ہے۔

قطب الاولیاء کی جانشینی

آج کے بعد ضروری ہے کہ تم سب فرید و عزیز کی جگہ سمجھو اور ان کی رضا پر راضی رہو اور ان کے احترام کا خیال رکھو۔ جب شیخ نے یہ فرمایا مولانا نظام الدین علیہ الرحمہ نے عرض کیا کہ آپ فرید سے فرما دیں کہ وہ علم حاصل کرنا ترک کر دیں۔ شیخ نے جواب دیا۔ فرمانے کی ضرورت نہیں، خود ہی چھوڑ دیں گے۔ فرمایا، اس دعا گو نے اس عرصہ میں نحو کی چند (کتابیں) پڑھکر سمجھی تھیں۔ لیکن ابھی دوسری (کتابیں) پڑھنے کا شوق تھا۔

ترغیب علم باطن

ایک روز میں شیخ کی خدمت میں بیٹھا ہوا نحو (کی کتاب) میں سے کچھ پڑھ رہا تھا، میں نے حضرت کو ایک لائن دار کاغذ کو اُٹھا کر اُسمیں کچھ لکھتے ہوئے دیکھا جو آپ کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ اور پھر آپ نے اُسے طے

---

[1] وحید الاولیاء حضرت شیخ وحید الدین جو حضرت عزیز الاولیاء صوفی عزیز الدین کے بڑے صاحبزادے اور حضرت سلطان التارکین قدس اسرارہم کے پوتے ہیں۔ پیر محمد علی ہاشمی۔

کرده نهادند. من در تعجب شدم که این چه باشد که شیخ حیو هر چه بنوشتی در دست من دادی و مرابنمودی و این معنی چه خواهد بود. بحضور شیخ حیو این مجال هم نبود. که بی دستوری ایشان برداشته و خوانده شود. درین می بودم چون خدمت شیخ برخاستند آن گاه مسطر را برداشتم تا ببینم که چه نو شته باشد که مرا ننموده اند چون دیدم دران این رباعی نبشته بود ند و این فائده فرموده خاصه:

درنحو مماں و در لغت هیچ مپیچ
رو علم خدای خواں کزیں ناید هیچ
فرداز تو معرفت خواهند طلبید
خواهی که تو زمنکر آں شوخواهی کیچ

فرمودند بعد ازاں مرا معلوم شد که حکمت درین این بود که مرا ننمودند و بر رونی من نگفتند. و در کاغذی دیده شد این ضعیف را خدمت ایشاں در زیر این رباعی نبشته اند که زجرنی جدی رحمته اللّٰه علیه علیٰ الخوض فی علم النحو بعد مارأی کثرةً ولُوعی فیه بهٰذا الرباعیة.

بخدمت شیخ جیو اول روز تا آخر در کار می بود یم.

کر کے رکھ دیا تھا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ یہ کیا (معاملہ) ہے؟ اور اس کا کیا مقصد ہے؟ اس لئے کہ شیخ جیو (حضرت سلطان التارکین) جو کچھ لکھتے تھے وہ میرے ہاتھ میں دیتے تھے اور مجھے دکھاتے تھے۔ شیخ جیو کی موجودگی میں یہ ہمت بھی نہیں تھی کہ آپ کی بغیر اجازت (وہ کاغذ) اٹھا کر پڑھ لیا جاتا۔ میں اسی خیال میں تھا۔ جیسے ہی حضرت کھڑے ہوئے۔ تو میں نے اس تحریر کو پڑھنے کے لئے اُٹھایا کہ آپ نے اس میں ایسا کیا لکھا ہے جو مجھے نہیں دکھایا گیا ہے۔ جب میں نے پڑھا اُسمیں یہ رباعی لکھی ہوئی تھی۔ اور یہ فائدہ فرمایا (گیا تھا) خاصہ:

درنحو مماں و در لغت هیچ مپیچ　　رو علم خدای حواں کریں باید هیچ
فرداز تو معرفت خواهند طلبید　　حواهی که تو زمکر آں شوخواهی ار کیج

(تم علم نحو میں مشغول نہ رہو اور علم لغت میں (بھی) مصروف نہ ہو۔ جاؤ اللہ و الاعلم پڑھو اس لئے کہ اس سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ کل (قیامت کے دن) تم سے معرفت کے متعلق پوچھا جائیگا۔ خواہ تم اس (علم ظاہر) کے فریب میں رہو (خواہ پریشان ہو جاؤ)

فرمایا مجھے اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں یہ حکمت تھی جو مجھے نہیں دکھایا گیا اور نہ میرے سامنے کہا گیا۔ اور اس ضعیف (۱ سعیدی بزرگ) نے حضرت ۲ کی قلم سے اس رباعی کے تحت ایک کاغذ میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ زجرنی جدی رحمۃ اللہ علیہ علیٰ الخوض فی علم النحو بعد ما رأی کثرۃ ولوعی فیہ بھذا الرباعیۃ (میرے دادا حضرت سلطان التارکین) رحمۃ اللہ علیہ نے جب میری علم نحو میں زیادہ مشغولیت اور گرویدگی دیکھی تو مجھے اس رباعی کے ذریعہ (علم نحو پڑھنے سے) منع فرما دیا۔

---

۱ حضرت محی الدین عبد القادر المخاطب بہ سعیدی بزرگ مؤلف سرور الصدور و نور البدور

۲ قطب الاولیاء حضرت فرید الدین چاک پراں نبیرہ و جانشین اول حضرت سلطان التارکین (قدس اسرارہم)

بارها از خدمت والد شنیده شده است که پیش یاران می گفتند علیه الرّحمه که مرا از رونی فرید شرم می آید و شرمنده می مانم. ازانکه هر بار که شب خواسته می شود. فرید رامی بینم پیش از من خواسته است ودر کار بوده. ماده گاوی بود درخانه که شیرا و برائی بابا بزرگ می دو شیدند. شیخ مرا دادی و فرمودی که این فرید راید هید این بخورد اورا حلال است میان ما.

شیخ فرمودی که گہی که طعام آید هیچ کاری دیگر نباید کرد. و همچنین از خدمت ایشان این معنیٰ معاینه شدی. هر گاه که طعام حاضر آوردندی در هر کاری که می بودندی بدان مشغول نشدندی.

چنانچه از شیخ بزرگ قدس اللّٰه روحهٗ العزیز شنیده شده بود که شیخ بزرگ فرمودند هر که خدائی را در مقام روزی دادن نشناسد در هیچ مقامی نشناسد.

شکری که بعد از آب خوردن گفته شود آن شکر خالص باشد مر خدائی را از شکر هائی دیگر.

از شیخ شنیدم رحمته اللّٰه علیه که فرمود هر کرا

قطب الاولیاء[1] کی شب بیداری

ہم شیخ جیو (سلطان التارکین) کی خدمت میں شروع دن سے آخر تک کام میں مشغول رہتے تھے۔ حضرت والد علیہ الرحمہ کو مریدوں کے سامنے یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ مجھے فرید کے چہرے سے شرم آتی ہے۔ اور میں شرمندہ ہو جاتا ہوں۔ اس لئے کہ شب میں جب بھی اُٹھنا ہوتا ہے۔ فرید کو اپنے سے پہلے اُٹھکر (عبادتِ الٰہی) میں مشغول دیکھتا ہوں۔ گھر میں ایک مادہ گائے تھی اُس کا دودھ بابا بزرگ (حضرت سلطان التارکین) کے لئے دوہا جاتا تھا۔ شیخ وہ (دودھ) مجھے دیدیتے اور فرماتے کہ یہ فرید کو پلادو۔ ہمارے درمیان اِن کو اس کا پینا درست ہے۔

کھانا

شیخ (حضرت سلطان التارکین) فرماتے تھے کہ جب بھی کھانا آجائے کوئی دوسرا کام نہیں کرنا چاہیے۔ اور اسی طرح یہ بات اپنی آنکھوں سے حضرت میں دیکھی گئی تھی کہ جسوقت کھانا حاضر کیا جاتا تھا۔ آپ جس کام میں بھی ہوتے اس میں مشغول نہیں ہوتے۔

شکرِ خالص

جیسا کہ بڑے پیر (حضرت سلطان التارکین) قدس اللہ روحہٗ العزیز سے سنا گیا تھا کہ بڑے پیر نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو روزی دینے کے مقام میں نہیں پہچانا وہ کسی مقام میں نہیں جانے گا۔ پانی پینے کے بعد جو شکر کیا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی دوسری (نعمتوں) کے شکروں کی بہ نسبت شکر خالص ہوتا ہے۔

شیخ حمید الدین خوئی سے توسل

میں نے شیخ (حضرت سلطان التارکین) رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا،

---

[1] قطب الاولیاء شیخ سید فریدالدین چاک پران قدس سرہٗ صاحب ملفوظات ہذا۔

حاجتی باشد باید که بر سر روضهٔ شیخ حمید خوئی برود و حالت خود بگوید آں حاجت وی حق تعالیٰ بر آرد

و گفت بر سر روضهٔ جدهٔ خود هم کسی را که حاجتی باشد، اشارت کنید، که جدهٔ شما رحمته اللّٰه علیها عورتی بود. که هر گز هیچ حاجتمندی را از درِ خود محروم باز نگردانیدی.

یکی از مریداں چیزی مواشی داشت آں غائب شده بود. و دزداں برده. اوپیش ایشاں بدعاء و استعانت بیامد. ایشاں برای تسلیه اُو چند حکایت فرمودنه یکی آنکه مردی را دیدند بر بالانی نشسته و گرد او شتراں مرده و استخواں ها توده شده. گفتند ایں شتراں را چه شد گفت کسی که داده بود باز ستد.

و دیگر دز دی درخانه درویشی درآمد و کالانی او برداشت تابیروں برد،هر چند طلبیده و جستجوی نموده، لیکن راه نیافت که برود. باز آمده آں کالانی او داشته رفت

جس کسی شخص کو کوئی ضرورت پیش آئے وہ شیخ حمید الدین خوئی [1] (رحمۃ اللہ علیہ) کے روضہ کے سراہنے جا کر اپنا حال کہے۔ حق تعالیٰ اُس کی اُس ضرورت کو پوری فرمائیگا۔

مائی صاحبہ سے استمداد

اور (حضرت سلطان التارکین نے ہم پیرزادگان سے) فرمایا نیز کسی شخص کو، کوئی حاجت ہو تو وہ اپنی دادی (سیدہ خدیجہ یعنی مائی صاحبہ) کے مزار کے سراہنے حاضر ہو کر اشارۃً عرض کرے، کیونکہ تمہاری دادی رحمۃ اللہ علیہا ایک ایسی عورت تھیں جو کبھی کسی حاجتمند کو اپنے دروازے سے محروم نہیں لوٹاتی تھیں۔

دعاء واستعانت

(حضرت سلطان التارکین) کے مریدوں میں سے ایک صاحب کے پاس کچھ چوپایے تھے وہ چوری ہو گئے تھے۔ آپکے وہ مرید آپ کی خدمت میں دعاؤ استعانت کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن کی تسلی کے لئے چند حکایتیں بیان فرمائیں۔ ایک یہ کہ ایک شخص کو مٹی کے ٹیلہ پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اُس کے اردگرد مرے ہوئے اُونٹوں کی ہڈیوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ کہا گیا ان اُونٹوں کو کیا ہوا؟ اُس شخص نے جواب دیا جس نے دیئے تھے اُس نے واپس لے لئے۔

اللہ والے کا اختیار

اور دوسری (یہ کہ) ایک چور ایک اللہ والے کے گھر میں داخل ہوا۔ اور اُس کا سامان باہر لیجانے کے لئے اُٹھایا۔ بہت تلاش اور جستجو کی لیکن جانے کا راستہ نہیں پایا۔ واپس آکر (اللہ والے) کا سامان رکھکر روانہ ہوا تو

---

[1] حضرت حمید الدین خوئی رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ فیض کاشانہ لوہار پورہ چوک ناگور شریف میں ہے۔ اور روضہ پیر کی درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال ۲۵، ۲۶، ۲۷ ربیع الثانی میں ہوتا ہے۔

راہ خود رابیافت چون راہ دیدہ باز در خاطر او رسیدہ کہ آں کالانی را بیارم الغرض ھمچنیں چند بار کردہ می آمد و می رفت درویش بیدار بود۔ تمام کیفیت ایں می دید۔ چوں آمد ورفت اُو بسیار شد درویش گفت ای دزد زحمت مبیں کالا بنہ و ہر طرف کہ خواہی برو۔

و بعد ازاں مرید را فرمودند بر و بر سر ایں تربت ھا بزرگوار حال خود را عرض دار و حاجتی کہ داری بگو، امید است کہ حق تعالیٰ بر آرد۔ شیخ وحید گفت دانی فرید ایں چہ حکمت بود۔ کہ بابا بزرگ گفت کہ اگر کسی را حاجتی باشد بر سر ایں تربت ھارود وحاجت خود بگوید۔ یعنی تابعد از نقل ھم کسی مرا برائی دنیا زحمت ندھد ایشاں از دنیا اینچنیں فارغ بودند۔

بزرگی بودہ است اور اصلاح الدین می گفتند او گفت من وقتی خوابی دیدم گوئی جائی گاھی خوش و پاکیزہ است۔ و آنجا منبری راست کردہ اند و ھمہ مشائخ ما تقدم حاضر شدہ۔ چنانچہ جنید بغدادی و دیگر مشائخ چنانچہ بودہ اند۔ بعد ازاں دیدم گوئی شیخ بزرگ شیخ حمید الدین صوفی رحمتہ اللّٰہ علیہبراں منبر آمدہ است۔ و روئی سوئی

اُسے اپنا راستہ مل گیا۔ جیسے ہی راستہ نظر آیا پھر خیال کیا کہ وہ سامان (دوبارہ) لے آؤں۔ مختصر یہ کہ وہ اسی طرح کئی بار آیا اور گیا۔ اللہ والا بیدار تھا۔ وہ یہ تمام کیفیت دیکھ رہا تھا۔ جب چور کا آنا جانا زیادہ ہوا، اللہ والے نے فرمایا اے چور تکلیف مت کر، سامان رکھدے اور جس طرف جانا چاہے چلا جا۔

اس کے بعد آپ نے اپنے اُن مُرید سے فرمایا کہ ان بزرگوں کی قبروں کے سرہانے جاکر اپنا حال عرض کرو۔ اور جو تمہاری ضرورت ہو وہ کہو اُمید ہے کہ حق تعالیٰ پوری فرمادے گا۔ شیخ وحید نے فرمایا کہ فرید تم سمجھے؟ کہ بابا بزرگ نے جو فرمایا کہ اگر کسی شخص کو کوئی ضرورت ہو (تو) وہ ان بزرگوں کی قبروں کے سرہانے جاکر اپنی حاجت عرض کرے۔ اسمیں کیا حکمت تھی؟ یعنی تا کہ میرے انتقال کے بعد بھی کوئی شخص مجھے دنیا کے لئے تکلیف نہ دے۔ آپ دنیا سے ایسے فارغ ہو گئے تھے۔

تلقین کلمۂ طیبہ ایک بزرگ تھے۔ اُنہیں صلاح الدین کہا جاتا تھا۔ اُنہوں نے بیان کیا کہ ایکبار میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے ایک عمدہ اور پاکیزہ جگہ ہے۔ اور وہاں ایک منبر آراستہ کیا گیا ہے۔ اور تمام مشائخ ماتقدم (The Past) مثلاً جنید بغدادی [1] اور اسی طرح دوسرے مشائخ جو گذر چکے ہیں وہ موجود ہیں۔ اس کے بعد میں نے دیکھا بڑے پیر (حضرت سلطان التارکین) شیخ حمید الدین صوفی رحمتہ اللہ علیہ اس منبر پر تشریف لائے۔ اور ان بزرگوں کی طرف رُخ کرکے

---

[1] سیدالطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلسلۂ عالیہ قادریہ کے مقتدر بزرگوں میں سے ہیں۔ اور سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیران پیر میں شامل ہیں۔ ۲۷ رجب ۲۹۷ھ کو وصال ہوا۔ مزار مبارک بغداد شریف میں ہے۔ پیر محمد علی۔

ایں مشائخ کردہ است و می گوید قولو اجمیعاً. لا اِلٰہَ اِلااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ ایشاں را کلمہ تلقین می کنند. چوں روزی شد بدر حجرۂ شیخ جیو آمدم تا شیخ جیو را بگویم کہ من شب چنیں خوابی را دیدہ ام همیں کہ خاستم خوابی کہ دیدہ بودم بخدمت ایشاں بگویم پیش ازاں شیخ بزرگ قدس اللّٰہ روحۂ العزیز آغاز کرد کہ صلاح الدین سری کہ نمودہ اند پیش کسی نباید گفت همیں کہ شیخ ایں بگفت من حیران ماندم و خاموش گشتم و هیچ نگفتم و باز گشتم۔

نصیر الدین خونی علیہ الرّحمہ مرید شیخ جیو بودہ اندا و را با ملتانیاں آشنائی و نشست و برخاست بسیار بودہ است۔ او گفت وقتی مراحمید ملتانی می پرسید کہ شما بخدمت شیخ جیو باشید و مرید او هستیداز شیخ وقتی کراماتی چیزی دیدہ اید. گفتم چیزی چہ باشد کہ احوال شیخ همہ کرامات است. چوں مرید صادق بود۔ اورا ایں جواب گفت بعد ازاں گفت بخدمت شیخ آمدم تا از ایشاں چیزی معاینہ کنم آمدم تا مرا گفت نصیرالدین هیچ می دانی کہ

فرماتے ہیں کہ آپ سب حضرات لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھیں۔ (پس) آپ ان (اکابرین) کو کلمہ کی تلقین فرماتے ہیں۔ جب صبح ہوئی میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ شیخ جیو سے کہوں کہ میں نے رات میں ایک ایسا خواب دیکھا ہے۔ وہ خواب جو میں نے دیکھا تھا جیسے ہی آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہا۔ شیخ بزرگ قدس اللہ روحہ العزیز نے اس سے پہلے ہی فرمادیا کہ صدرالدین جو راز تم پر کھل گیا ہے وہ کسی کے سامنے نہیں کہنا چاہیے۔ شیخ نے جب یہ فرمایا تو میں حیران ہو کر خاموش ہو گیا۔ اور حیرت زدہ ہوا۔

نصیرالدین خوئی ۱ کی عقیدت

نصیرالدین خوئی علیہ الرحمہ شیخ جیو (حضرت سلطان التارکین) کے مرید تھے۔ اُن کی ملتانیوں سے کافی دوستی اور نشست و برخاست تھی۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک بار رشید ملتانی نے مجھ سے پوچھا کہ آپ شیخ جیو کی خدمت میں رہتے ہو اور اُن کے مرید ہو۔ کسی وقت آپ نے شیخ سے کوئی کرامت دیکھی ہے۔ میں نے کہا، کوئی کیا ہے؟ شیخ کے تمام احوال ۲ کرامات ہیں۔ چونکہ وہ مرید صادق تھے اُن کو یہ جواب دیا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ میں اس خیال سے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تاکہ آپ سے کوئی کرامت دیکھوں۔ یہاں تک کہ آپ نے مجھ سے فرمایا نصیرالدین کیا تمہیں معلوم ہے کہ کرامت کو

---

۱ ایک مقام کا نام ہے (لغات کشوری)

۲ حال کی جمع، میدان سلوک میں صوفی کے اُوپر مختلف کیفیات کا ورود ہوتا ہے۔ وہ کیفیات اگر پائیدار نہ ہوں یعنی کبھی کوئی کیفیت اور کبھی دوسری کیفیت تو ان کیفیات کو حال کہتے ہیں۔ اور مرتبہ کو تلوین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (فیوضیات وزیریہ صفحہ ۱۸۴)

کرامت را چرا حیض الرجال می گویند. از برائی آنکه چون زن را حیض اید خود را چگونه پوشیده دارد. تانباید کسی اران حال بداند. و اگر ناگاه چیزی از حال اوظاهر شود. چگونه شرمنده شود. همچنین مردان کرامت خود را پوشیده دارند. تامیان مردان شرمنده نباشد چون شیخ این بگفت من حیران ماندم و شرمنده گشتم احوال ایشان چنین بوده است علیه الرّحمه. شیخ بزرگ فرموده است قدس اللّه روحهٔ العزیز: خاصه:

بادل گفتم که ای دل شیدائی
زنهار مروتو در ره پیدائی
هر چند که پنهان روی ازدیدهٔ خلق
در حلقهٔ مردان خدا پیدائی

پیراُستادهری گفته است علیه الرّحمه کرامت فرو ختن سگی است و کرامت خریدن خری است. پیری بیان کردن معلمی است سخن از غیب گفتن منجمی است قدر یکدیگر کردن مقومی است.

و هم پیر اُستادهری گفته است نمار گذار دن کار بیوه زنان است و روزه داشتن صرفه نان است. حج کردن کار بیکاران است. ولی دریاب که کار آن است کار آن است.

کیوں عیض الرجال کہتے ہیں؟" اس نے کہ جب عورت کو حیض آتا ہے تو وہ خود کو کتنا چھپاتی ہے۔ تا کہ کوئی اس کا حال نہ جانے ــــ اور اگرچہ تمام چھپی بات ظاہر ہو جاتی ہے (تو) وہ کتنی شرمندہ ہوتی ہے" اسی طرح اللہ والے اپنی کرامت چھپاتے ہیں۔ تا کہ وہ مردوں کے درمیان شرمندہ نہ ہو جائیں۔ جب شیخؒ نے یہ فرمایا تو حیرت میں پڑ گیا اور شرمندہ ہوا۔ (حضرت سلطان التارکین) رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے احوال ہوتے ہیں۔ خوب

بادل گفتم که ای دل شیدائی زنهار مرو به راه رسوائی

(میں نے اپنے دل سے کہا کہ اے شیدا ہونے والے دل، تو ہرگز نامعقول کے راستہ پر مت چل)

هرچند که پنهان روی از دیده خلق در حلقهٔ مردان خدا پیدائی

(تو اپنے آپ کو لوگوں کی نگاہوں سے کتنا ہی چھپائے اللہ والوں کی جماعت میں ظاہر ہو کر رہیگا۔)

پیر اُستاد ہری کا ارشاد

پیر اُستاد ہری علیہ الرحمہ[1] نے فرمایا ہے کہ کرامت کتنا بیچنا ہے۔ اور کرامت گدھا خریدنا ہے۔ ہیری معلمی (بچوں کے پڑھانے کے پیشہ) کا بیان کرنا ہے۔ پوشیدہ باتیں بیان کرنا منجمی (ستاروں کا علم جاننا) ہے۔ ایک دوسرے کی قدر کرنا مقوی (کجی کو دور کرنا) ہے۔

اور پیر اُستاد ہری نے یہ بھی فرمایا ہے کہ نماز ادا کرنا بیوہ عورتوں کا کام ہے۔ اور روزہ رکھنے سے روٹی کی بچت ہے۔ اور حج کرنا بیکار لوگوں کا کام ہے۔ اور لیکن (مخلوق خدا کے ساتھ) ہمدردی اور رحم دلی سے پیش آؤ کیونکہ کام یہ ہے کام یہ ہے۔[2]

---

[1] شیخ عبداللہ انصاری ہروی المتوفی ۴۸۱ھ مطابق ۱۰۸۸ء (تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۱۲۶)

[2] بندۂ مومن کے لئے نماز، روزہ اور حج وغیرہ نیک اعمال کے ساتھ ساتھ خدمت خلق کا جذبہ ہونا انتہائی ضروری ہے ورنہ وہ صحیح معنوں میں مسلمان کہلانے کے لائق نہیں ہو سکتا۔

و فرمود در کتاب امده است که مرید طریقت را باید هر بار که سربترا شد توبه از سر گیرد. و فرمود بر شماباد که هر گاه چیزی گم شود هزار بار ایں دعا بخواند: يَا جَامِعَ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيْهِ اجْمَعْ عَلَيَّ ضَالَّتِيْ. خدمتگاری گریخته بود.

ایں دعا بخواندند. و فرمودند که او هم کاری کرده است ماهم کاری کرده ایم تا خدای تعالی چه کند. همدریں بودند که گرفته باز آوردند.

ناصری حکیمی بوده است در دهلی در عهد سلطان شمس الدین اورا طلبی شد که در حج رود. چوں رواں شد دراں باب بیتی گفته بود. دو مصرع آخریں ایں بود بیت:

درخانه خود خدائی راگم کردم
تادر راه خانهٔ خدا افتادم

ان بزرگ که ایں بیت پیش شیخ جیو می گفت درخواست کرد که دو اول شما بگوئید که آنچه او گفته بود مرا یاد نمی آید. بعد ازاں شیخ ایں دو مصرع اول فرمودند.
بیت:

تاازدل وجان خود جدا افتادم
بنگرتو خدا را که کجا افتادم

چوں خدمت شیخ جیو ایں دو مصرع فرمود آں بزرگ

گمشدہ شے کا عمل

اور فرمایا کتاب میں آیا ہے کہ مرید طریقت میں چاہیے کہ وہ جب بھی سر منڈائے از سر نو توبہ کرے۔ اور فرمایا (کہ شیخ) کہتے

جب کبھی کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے تو وہ یہ دس ہزار بار پڑھے یا جامع النّاس لیوم لا ریب فیہ اجمع علیّ ضالّتی۔ ایک خدمتگار بھاگ گیا تھا۔ آپ نے یہ دعا پڑھی اور فرمایا اس نے بھی کام کیا ہے اور ہم نے بھی کام کیا ہے (دیکھتے ہیں) کہ اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے؟ اسی خیال میں تھے کہ وہ گرفتار کر کے واپس لے آیا گیا۔

حکیم ناصری

سلطان شمس الدین کے زمانہ میں دہلی میں ایک حکیم ناصری تھے۔ انہیں حج کرنے کی خواہش ہوئی۔ جب وہ روانہ ہوئے (تو) انہوں نے اس بارے میں ایک بیت کہی تھی۔ آخری دو مصرعے یہ تھے۔ بیت

درخانہ خود خدائی راگم کردم　　تادر راہ خانہ خدا افتادم

(میں نے اپنے دل سے دنیا کو بھلا دیا۔ یہاں تک کہ میں اللہ تعالیٰ کے گھر کے راستے میں نکل پڑا۔)

وہ بزرگ جنہوں نے شیخ جیو (حضرت سلطان التارکین) کے سامنے یہ بیت پڑھی۔ انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ (حکیم ناصری) نے جو کچھ کہا تھا وہ مجھے یاد نہیں آ رہا ہے۔ اس لئے پہلے دو (مصرعے) آپ کہہ دیں۔ اس کے بعد شیخ نے پہلے دو مصرعے یہ فرمائے۔ بیت:

تااز دل و جان خود جدا افتادم　　بنگر تو خدا را کہ کجا افتادم

(جب میں اپنے جسم و جان سے جدا ہو گیا۔ اللہ مجھے دیکھو کہ میں کہاں پہنچ گیا۔)

جیسے ہی شیخ جیو نے دو مصرعے فرمائے ان بزرگ نے قسم بیان کیا کہ یہ دو پہلے

سوگند خورد که این دو اول که شما فرمودید، بهتر از آن دو آخر است که او گفته است.

شیخ بزرگ از شیخ خودخواجه معین الدین رحمته اللّٰه علیه شنیده است که این بیت برزبان خواجه جیو بسیار رفتی چون ما از شیخ شنیده ایم شما از ما بشنوید بیت:

هان ای دل گرم بادم سرد بساز

بادیده لعل و بارخ زرد بساز

فریادرسی چو نیست فریاد مکن

درمان چونمی بینی بادرد بساز

و این هم شیخ جیو از خواجه جیو شنیده بود. وما از شیخ شنیده ایم که گفتی ـ بیت:

ای دل غم آن مخور که فرداچه شود

زیرا که همه خوشی دراں بی به شود

حکمی که بکر داست خداوند جهاں

دانم چه شود اگر ندانم چه شود

(مصرعے) جو آپ نے فرمائے اُن دو آخری (مصرعوں) سے بہتر ہیں جو (حکیم ناصری) نے کہے تھے۔

حضرت خواجہ صاحب یہ بیت اکثر گنگناتے تھے

بڑے پیر (حضرت سلطان التارکین) نے اپنے پیر خواجہ معین الدین رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ خواجہ جیو اکثر یہ بیت گنگناتے تھے۔ جب ہم نے شیخ سے سُنی ہے تم ہم سے سنو۔

هاں ای دل گرم بادم سرد بسار   بادنده لعل و بارح زرد بسار

(اے دوست! ہشیار! تو آہ سرد کے ساتھ موافقت کر۔ سُرخ آنکھوں اور زرد چہرے والے کو اپنا لے۔)

فریاد رسی چو نیست فریاد مکن   درماں چو نمی بینی بادرد بسار

(جب کوئی فریاد رس نہیں ہے تو فریاد مت کر۔ (اور) جب تجھے درد کا علاج نظر نہیں آتا ہے تو تو درد کو اختیار کر لے۔)

شیخ جیو نے خواجہ جیو سے یہ بیت بھی سنی ہے

اور شیخ جیو نے خواجہ جیو کو یہ بیت بھی پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ اور ہم نے شیخ سے سنی ہے۔ بیت

ای دل غم آں محور که فرداچه شود   زیرا که همه حوشی دراں بی بشود

(اے دل اس کا غم نہ کر کہ کل کیا ہوگا؟ اس لئے کہ اس کے بغیر بھی تمام خوشیاں حاصل ہو جائیں گی۔)

شیخ بزرگ قدس الله روحه العزیز امامت خواجه جیو هم

کردی.چوں خواجه جیودر اجمیر فرود آمد ملکی که درانوقت

بود.خواجه جیورا مرید شد و دخترکی بخدمت خواجه

فرستاد و خواجه جیو درانوقت معمر شده بود. می گویند عمر

ایشان بنود سال رسیده بود. خواجه جیو را ازاں دخترك

فرزنداں شدند.

تاوقتی شیخ بزرگ را گفت حمید چیست ایں که

هرگاه که مارا دراں جوانی که مجرد بوده ایم حاجتی که

بشدی دعامی کردیم درحال اجابت شدی و ایں ساعت که

پیر شده ایم و فرزنداں آمدند هر گاه که حاجتی می شود

حکمی که بکرد ذات حق حادث حیث   دانم چه شود گر ندانم چه شود

(اللہ تعالیٰ نے جس کام کا حکم فرما دیا ہے (وہ ہو کر رہتا ہے) مجھے جاننے اور نہ جاننے سے کیا ہوتا ہے؟)

امامت بڑے پیر (حضرت سلطان التارکین) قدس اللہ روحہ العزیز خواجہ جیو کی (مسجد میں) امامت[1] بھی کرتے تھے۔ جب خواجہ جیو اجمیر میں تشریف لائے۔ تو اسوقت جو بادشاہ تھے وہ خواجہ جیو کا مرید ہوا اور اس نے اپنی شہزادی کو (بطور نذر) خواجہ جیو کی خدمت میں بھیجا، خواجہ جیو اس زمانہ میں معمر ہو گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ کی عمر (شریف) نوے سال کی تھی۔ خواجہ جیو (حضور غریب نواز) سے (بادشاہ) کی اس لڑکی سے اولاد پیدا ہوئی۔

حضرت خواجہ اجمیری صاحب اولاد تھے یہاں تک کہ ایکبار (خواجہ صاحب) نے بڑے پیر (سلطان التارکین) سے فرمایا حمید! یہ کیا (بات) ہے کہ ہمیں اپنی اس جوانی میں جسمیں ہم غیر شادی شدہ تھے۔ جب کوئی ضرورت پیش آتی تھی جو دعا کرتے تھے فوراً قبول ہو جاتی تھی۔ اور اب جبکہ ہم ضعیف اور صاحب اولاد ہو گئے ہیں۔ جسوقت کوئی خواہش ہوتی ہے وہ

---

[1] حضرت خواجہ صاحب جامع التمش یعنی ڈھائی دن کا جھونپڑا واقع اندر کوٹ اجمیر شریف میں حضرت سلطان التارکین کی اقتداء میں نماز باجماعت ادا فرماتے تھے۔ آپ کے زمانہ میں یہ جامع مسجد تھی۔ سلطان شہاب الدین غوری نے اسے ۵۹۵ھ میں تعمیر کرائی تھی۔ اور اولیاء مسجد درگاہ شریف جو پہلے قلندری مسجد کی شکل میں تھی۔ وہاں آپ نفلی نمازیں ادا فرماتے تھے۔ (احسن السیر صفحہ ۵۶ مناقب الحبیب صفحہ ۱۶۴، معین الارواح صفحہ ۶۴)

بسیار می باید و دعا هم کرده شود. و لیکن بعد از دیر تر باجابت می رسد. و حاجت برمی آید این چه حکمت است. شیخ بزرگ فرمود گفتم یا خواجه جیو شمارا بهتر روشن است از قصه مریم (علیها السلام) دران وقت که مجرد بود بی خواست اُو میوهٔ زمستان به تابستان می رسید و تابستان بزمستان می آمد که دلش با خدا یکتا بود، چون عیسی علیه السلام بزاد، مریم علیها السلام منتظر بود که همچنان خواهد رسید، فرمان آمد وَهُزِّیْ اِلَیْکِ بِجِذْعِ النَّخْلَة (قرآن حکیم پ۱۶ع۴) چون دلت با مایکتا بود. نخواستیم که برانی نان دو دله مانی از شیخ خواجه جیو چون این بشنید پسندید.

دران وقتکه شیخ نجیب الدین نخشبی شیخ الاسلام دهلی بود. او هم از یاران خواجه جیو بوده است. ایشان چهل یار در وقت سلطان شمس الدین در دهلی آمده بودند.

بہت ہوتی ہے اور دعا بھی کیجاتی ہے۔ لیکن بہت دیر کے بعد درجہ قبولیت کو پہنچتی ہے۔ اور ضرورت پوری ہوتی ہے۔ اسمیں کیا حکمت ہے؟ بڑے پیر نے فرمایا میں نے عرض کیا کہ خواجہ جیو مریم (علیہا السلام) کا قصہ آپ پر بہت روشن ہے۔ جس زمانہ میں کہ وہ مجرد تھیں (تو) اُن کے بغیر مانگے سردی کے میوے گرمی میں پہنچتے تھے اور گرمی کے میوے سردی میں آتے تھے۔ تاکہ اُن کا دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ یکسو رہے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے مریم علیہا السلام منتظر رہیں کہ اسی طرح (سردی کے میوے گرمی میں اور گرمی کے میوے سردی میں) میسر ہوں گے۔ (اللہ تعالیٰ) کا حکم ہوا وھزّی الیک بجذع النخلۃ (۱) اور کھجور کا تنا اپنی طرف ہلاؤ) جب آپ کا دل صرف ہماری یاد میں تھا۔ ہم نے نہیں چاہا کہ آپ روزی کے لئے دو دل رہیں خواجہ جیو نے جیسے ہی یہ (جواب) سنا تو پسند فرمایا۔

چالیس یار اُس وقت شیخ نجیب الدین (۲) نخشی دہلی کے شیخ الاسلام تھے۔ وہ بھی خواجہ جیو (حضرت خواجہ معین الدین چشتی (۳)) کے ساتھیوں میں سے تھے۔ یہ چالیس یار سلطان شمس الدین کے عہد حکومت (۴) میں دہلی آئے تھے۔ کہتے ہیں

---

۱ قرآن مجید پ۱۶ ع۳ ترجمہ کاظمی

۲ شیخ نجیب الدین نخشی کو ہی نجم الدین صغریٰ کہا جاتا ہے۔ اُن کا وصال ۶۲۲ھ میں ہوا۔ (حاشیہ مجموعہ سرور الصدور قلمی ص ۲۹۷، معین الارواح ص ۶۲)

۳ خواجۂ خواجگاں حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ ۵۳۰ھ میں اصفہان میں پیدا ہوئے۔ بہت کم عمر میں قرآن شریف حفظ کیا، اور تفسیر و حدیث و فقہ میں دستگاہ حاصل کی۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ ۶ رجب المرجب ۶۲۷ھ میں وصال ہوا، مرقد انور اجمیر القدس میں زیارت گاہ خلق ہے۔ (آبشار اولیاء صفحہ ۴۷)

۴ ۶۳۳-۶۰۷ھ (نقد ملفوظات صفحہ ۳۱)

سلطان شمس الدین می گویند هر یکی را جائزه گران بداد. شیخ نجیب الدین نصیب خود همه ایثار کرد.و دعوت ساخت و هم در دهلی بماند.سلطان شمس الدین اورا پدر خوانده و شیخ الاسلامی دهلی داده، و یاران دیگر هر کسی برطرفی ، فتند.شیخ معین الدین در اجمیر فرود آمدند.چون شیخ نجیب الدین شیخ الاسلام دهلی شده بود.خواجه معین الدین نیز وقتی دیدن او بیامدی و شیخ بزرگ نیز. دهلی بیامدی، وقتی در مجلس دعوتی بود.این همه بزرگان شیخ نجیب الدین و خواجه معین الدین و شیخ جلال الدین تبریزی وشیخ قطب الدین بختیار اوشی و شیخ بزرگ نیز دران مجلس بود. شیخ بزرگ فرمودند که این بزرگان راسخون افتاد و گفتند بگوئید شیخ وقت درین روزگار که خواهد بود. وکیست هر کسی چیزی می گفت شیخ بزرگ فرمودند که من گفتم که شیخ روزگار درین وقت جیتل است. گفتند شیخ مایان سخون بجدمی پرسیم تو هزل می گوئی. گفت نه من

کہ سلطان شمس الدین نے (ان میں سے) ہر ایک بزرگ کو بیش قیمت انعام دیا تھا۔ شیخ نجیب الدین نے اپنا تمام حصہ ایثار کر کے (دوستوں) کی دعوت کا اہتمام کیا۔ اور دہلی میں ہی رہ گئے۔ سلطان شمس الدین نے اُن کو اپنا منھ بولا باپ بنایا اور دہلی کی شیخ الاسلامی عطا کی۔ دوسرے تمام ساتھیوں میں سے ہر ایک (بزرگ) الگ الگ مقامات پر چلے گئے۔ حضرت خواجہ معین الدین نے اجمیر میں قیام فرمایا۔ جب شیخ نجیب الدین دہلی کے شیخ الاسلام تھے۔ ایکبار حضرت خواجہ صاحب اور شیخ بزرگ (سلطان التارکین) بھی ان کی ملاقات کے لئے دہلی آئے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ ایک وقت ایک دعوت کی مجلس تھی۔ شیخ نجیب الدین اور خواجہ معین الدین اور شیخ جلال الدین تبریزی ۱؎ اور شیخ قطب الدین بختیار ۲؎ اور شیخ بزرگ یہ تمام بزرگ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ شیخ بزرگ نے فرمایا کہ ان بزرگوں کے درمیان (یہ) ذکر آیا اور سب نے کہا آپ حضرات بتائیں کہ اس زمانہ میں کون شیخ وقت ہے؟ اور آئندہ کون ہوگا؟ ہر اک بزرگ اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے۔ شیخ بزرگ نے فرمایا میں نے عرض کیا اس زمانہ میں شیخ وقت حنبل (پیسہ) ہے۔ اُنہوں نے کہا شیخ ہم سنجیدگی کی بات کر رہے ہیں اور آپ مذاق کر رہے ہیں۔ آپ نے

۱؎ حضرت شیخ جلال الدین تبریزی حضرت شیخ ابوسعید تبریزی کے مُرید تھے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما۔ دہلی، بدایوں ہوتے ہوئے بنگال تشریف لئے گئے۔ ۶۴۲ھ میں وصال ہوا، مزار مبارک دیوکل بندر سہٹ میں فیض بخش خاص وعام ہے۔ (آبشار اولیاء صفحہ ۱۸۵) ۲؎ قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہٗ ۵۶۹ھ میں اوش میں پیدا ہوئے۔ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری قدس سرہٗ نے آپ کی بسم اللہ پڑھائی۔ مولانا ابوحفص جو اپنے زمانہ کے جید عالم تھے آپ کے اُستاد تھے۔ آپ حضرت غریب نواز اجمیری کے مرید وخلیفہ اور جانشین ہیں۔ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ کو رحلت فرمائی۔ مزار پرانوار مہرولی (نئی دہلی) میں مرجع خلائق ہے۔ (آبشار اولیاء صفحہ ۷۸)

سر حدمی گویند که هر که را جیتل بسیار است همون شیخ وقت است. چون من این بگفتم همه خاموش گشتند و شیخ معدن الدین هم پسندیدند.

بعد از آن فرمود یکی را از اجمبریان خود بعد از چند روز دیدم که پیش اسپ شیخ جلال الدین عصاء او گرفته می دوید. گفتم ای فلان تو اینجا چه کنی گفت چون امروز جای لوة است همراه ایشان می روم چون دران وقت حال این بود درین ساعت چه باشد.

ومی گویند که در ساحل دریا خواجه سرائی بوده است که او درویشان را خدمت کردی. و آئنده و رونده را چیزی می دادی. وقتی جماعتی درویشان بدو رسیدند او گفت چرا آمده اید ایشان گفتند که تو ولی و نبی نیستی که بزیارت تو آمده ایم شنیده ایم که چیزی داری و هر کسی رامی دهی ما نیز آمده ایم تا از تو چیزی ببریم.

دیگر ملک گربه با چندین خیر که او کردی برای ادرار شیخ بزرگ ستیزه نمود. و گفت تا شیخ حمید الدین دیدن من نیاید من اورا ادرار ندهم. مریدان که پیش او بودند بخدمت

جواب دیا نہیں میں بھی سنجیدگی ہی سے کہہ رہا ہوں۔ جس شخص کے پاس جیتل (پیسہ) زیادہ ہے وہی شیخ وقت ہے۔ جب میں نے یہ کہا تمام (حضرات) خاموش ہو گئے۔

ایک اجمیری اس کے بعد فرمایا چند دنوں کے بعد میں نے خود ایک اجمیری کو دیکھا کہ وہ شیخ جلال الدین (علیہ الرحمہ) کے گھوڑے کے آگے آگے ان کا عصا پکڑے ہوئے دوڑ رہا ہے۔ میں نے کہا اے فلاں تو یہاں کیا کر رہا ہے۔ جواب دیا چونکہ آج مزیدار کھانوں کا موقعہ ہے (اس لئے) میں ان کے ہمراہ جا رہا ہوں۔ جب اُس وقت یہ حال تھا۔ اس زمانہ میں کیا حالت ہوگی؟

خواجہ سرا اور کہتے ہیں کہ ایک خواجہ سرا دریا کے کنارے رہتا تھا جو درویشوں کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اور آنے جانے والے کو کچھ دیتا تھا۔ ایکبار اُس کے پاس درویشوں کی ایک جماعت آئی۔ اُس نے کہا کہ آپ لوگ کیوں آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا تو ولی نہیں ہے جو ہم تیری زیارت کے لئے آئے ہیں۔ ہم نے سنا ہے کہ تیرے پاس مال واسباب ہے اور تو ہر شخص کو دیتا ہے۔ اس لئے ہم بھی تجھ سے کچھ لینے کے لئے آئے ہیں۔

مَلِک گُربہ اور ملک کربہ نے اتنی سخاوت (goodness) کے باوجود جو وہ کیا کرتا تھا۔ بڑے پیر (سلطان التارکین) کے وظیفہ کے واسطے ہٹ کی۔ اور کہا جبتک شیخ حمید الدین مجھ سے ملنے نہیں آئیں گے میں اُن کا وظیفہ نہیں دوں گا۔ آپکے وہ مرید جو اُس کے پاس موجود تھے۔ اُنہوں نے والد[1] کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ

---

[1] حضرت صوفی عزیز الدین قدس سرہٗ شہزادۂ حضرت سلطان التارکین قدس سرہٗ۔

والد گفتند کہ ایں ترک بسندیدہ است و ادرار منع کردہ می گویند تا شیخ دیدن می نیاید ادرار او ندھم اگر بخدمت شیخ بزرگ بگوئید کہ یکبار ایں ترک راببینند مصلحت باشد. والد گفت علیہ الرّحمہ کہ من بخدمت شیخ حیو گفتم کہ دوستاں ھمچنیں مصلحت می بینند کہ اگر شیخ یکبار اورا بہ بینند نیکو باشد تا او ادرار شیخ بستانیم کہ او سنیدہ است تا شیخ حیو را نبینم ادرار ندھم. شماھم اگر یکبار بدینید نیکو باشد. والد گفت چوں من ایں بگفتم شیخ بزرگ رحمتہ اللّٰہ علیہ دست در محاسن مبارک فرود آورد گفت عزیز دریں سنی کہ رسندہ ام. اگر پیش کسی بسند می ترامی بایستی کہ گفتی از بہر ادرار ترک راببینید. بابا ازیں ادرار ترک گرفتیم. ایں سعت چگونہ باشد کہ بگونی برائی ادرار ایں ترک راببیں. ھرچند گفتند بروی نرفتند و اُورا ندیدند، اینچنیں ھمت داشتند رحمتہ اللّٰہ علیہ فرمودند مگر اوبا خدمت شیخ بزرگ ارادت تنزہ می کرد کہ دانستہ بود کہ نبیسۂ اُوخانۂ من بخواھد خرید قضاءً للّٰہ او فقیر شدو خانۂ خود بفروخت نبیسہ شیخ بزرگ خانۂ ملک کُربہ می خریدند.

بعدہٗ می فرمودند کہ شیخ بزرگ فرمودند رحمتہ اللّٰہ علیہ در حج کہ میں رفتیم چوں بدریا رسیدیم دیدیم کہ تونگراں و بازرگاناں رابحرمت می بردند و در کشتی می نشانیدندو جائی می نمودند و ایشاں نیز خوش می رفتند و

ترک تکرار کر رہا ہے اور وظیفہ دینے سے انکار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جبتک شیخ میرے پاس نہیں آئیں گے میں اُن کا وظیفہ نہیں دوں گا۔ اگر آپ بڑے پیر کی خدمت میں عرض کردیں کہ ایکبار (شیخ) اس ترک سے ملاقات کرلیں (تو) بہتر ہے۔ والد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں نے شیخ جیو سے عرض کیا کہ دوستوں کا یہ مشورہ ہے کہ اگر شیخ اُس سے ایکبار مل لیں (تو) اچھا ہے۔ تاکہ ہم اُس سے شیخ کا وظیفہ وصول کرلیں۔ کیوں کہ وہ ضد کررہا ہے کہ جب تک شیخ جیو کو نہیں دیکھیگا وظیفہ نہیں دیگا۔ اگر آپ ایکبار اس سے ملاقات کرلیں تو اچھا ہے۔ والد نے فرمایا جب میں نے یہ عرض کیا شیخ بزرگ رحمتہ اللہ علیہ نے داڑھی مبارک میں ہاتھ ڈالتے ہوئے فرمایا عزیز میں جس عمر میں پہنچ گیا ہوں۔ اگر میں کسی شخص کے روبرو (جاکر کچھ) لیتا (تو) تُم کہہ سکتے تھے کہ آپ وظیفہ کے لئے ترک سے ملاقات کریں۔ بابا! اس وظیفہ کو چھوڑو۔ پس اسوقت تمہارا وظیفہ کے لئے اس ترک سے ملنے کے لئے کہنا کیسے مناسب ہوگا؟ بہت عرض کیا گیا نہ آپ اس کے پاس گئے اور نہ اُس سے ملے۔ (حضرت سلطان التارکین) رحمتہ اللہ علیہ ایسی ہمت رکھتے تھے۔ فرمایا شاید (ملک گربہ) حضرت بڑے پیر (سلطان التارکین) کے ساتھ اس لئے ہٹ کر رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ (بڑے پیر) کے پوتے میرا گھر خریدیں گے۔ قضاء الٰہی سے وہ فقیر ہوا۔ اور اُسنے اپنا گھر بیچا، اور بڑے پیر کے پوتوں نے ملک گربہ کا مکان خریدلیا۔

سلطان التارکین کا حج

اس کے بعد فرمایا شیخ بزرگ (سلطان التارکین) رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ جب ہم حج کو جارہے تھے جیسے ہی دریا کے کنارے پہنچے۔ ہم نے دیکھا کہ مالداروں اور بیوپاریوں کو عزت کے ساتھ لیجا کر کشتی میں بیٹھایا جارہا تھا اور جگہ کی جارہی تھی۔ اور وہ بھی خوش (خوش) جارہے تھے اور

برائی خود جائی می کردند مرا کسی التفات نمی کردی. می دیدند درویشی هست. بعد ازاں که در کشتی نشستم هر گو نه که بود می گذرا نیدم. قضارا بعد از چند روز کشتی بشکست و همه رخت و کالائی ایشاں غرق گشت. آخر کار چوں بیرور آمدیم در کلاه من یک سوزنی مانده بود. همه محتاج شدند برمن می آمدند و سوزن می طلبیدند. تاهر کسی جامه و خرقه که مانده بود، بدوز ندو پیوند کنندمی گفتند یاسیدی هات الابرة یا سیدی هات الابرة. یک سفینه هم خدمت ایشاں آورده بودند که ورقهایش تمام ترشده اورا سفینه دریائی نام کرده بودند.

فرمودند جائی رسید یم درویشاں که همراه بودند مرا گفتند چندیں روز ما درویزه می کردیم امروز تو پیش قدمی کں وبرو و درویزه کں بیار تا ما بخوریم شیخ جیو می فرمودند که من هم زنبیل برداشتم و دست کرده می بردم و هیچ نمی گفتم عورتی را دیدم که تیز تیز درمن نظر می کرد و چیزی نمی گفت. گفتم ای عورت چندیں چه نظر می کنی وچه می اندیشی گفت ای شیخ می بینم که تو ایں کاره نیستی و گهی ایں کار نکردهٔ، بیار مرا زنبیل بده. زنبیل از پیش من ببرد و شیر و برنج مبلغ پُر کرده بیاورد و گفت بستاں تاجائی دیگر خواستں حاجت نباشد من نیز آں بیاوردم و پیش درویشاں بنهادم همه خوش شدند و بخوردند.

اپنے لئے جگہ کر رہے تھے۔ میرا کسی شخص نے خیال نہیں کیا۔ وہ لوگ دیکھ رہے تھے کہ کوئی درویش ہے۔ اس کے بعد جب میں کشتی میں سوار ہوا، جس طرح ہو سکا، گزر گیا۔ چند دنوں کے بعد اتفاقاً وہ کشتی ٹوٹ گئی۔ اور اُن کا تمام مال و اسباب پانی میں ڈوب گیا۔ آخر کار جب ہم کشتی سے باہر آئے۔ تو میری ٹوپی میں ایک سوئی رہ گئی تھی۔ وہ لوگ اس کے محتاج ہو کر میرے پاس آئے اور سوئی طلب کرنے لگے۔ تا کہ جس شخص کا لباس اور گدڑی باقی رہ گئی تھی۔ وہ سی لے۔ اور پیوند لگا لے۔ سب لوگ یا سیدی ہاتِ الابرۃ (اے میرے سید سوئی دیجئے) یا سیدی ہاتِ الابرۃ (اے میرے سید سوئی دیجئے) کہ رہے تھے۔ اُن کی خدمت کے لئے ایک کشتی بھی لائی گئی تھی۔ جس کے تمام تختے پانی سے تر ہو گئے تھے۔ اُس کشتی کا نام سفینہ دریائی رکھا گیا تھا۔

فرمایا ہم ایک جگہ پہنچے۔ وہ درویش جو میرے ہمراہ تھے۔ اُنہوں نے مجھ سے کہا اتنے دن ہم بھیک مانگ کر لاتے رہے۔ آج آپ ہمت کر کے جائیے اور گدائی کر کے لائیے تا کہ ہم سب کھائیں۔ شیخ نے فرمایا کہ میں نے بھی مجبوراً وہ زنبیل اُٹھائی اور ہاتھ میں لیکر چلا جا رہا تھا۔ اور (حجاب کی وجہ سے) زبان سے کچھ نہیں بول رہا تھا، ایک عورت کو دیکھا جو مجھے گھور گھور کر دیکھ رہی تھی اور کچھ نہیں کہ رہی تھی۔ میں نے کہا اے عورت تو اتنے غور سے کیا دیکھ رہی ہے؟ اور کیا سوچ رہی ہے؟ اُس نے جواب دیا اے شیخ میں یہ محسوس کر رہی ہوں کہ یہ آپ کا کام نہیں ہے اور نہ کبھی آپ نے یہ کام کیا ہے۔ لائیے زنبیل مجھے دیجئے۔ وہ (صالحہ) عورت میرے سامنے سے زنبیل لے گئی۔ اور کھیر (دودھ اور چاول) اور زر نقد سے بھر کر لے آئی۔ اور کہا لیجئے۔ تا کہ دوسری جگہ سے طلب کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ میں نے بھی وہ زنبیل درویشوں کے سامنے لاکر رکھدی۔ سب درویشوں نے خوش ہو کر کھانا کھایا۔

می گویند درانکه شیخ بزرگ در حج می رفت یاران برای وداع ایشان برابر ایشان تا مسجد نبی رفته بودند. چنانچه قاضی کمال الدین ویاران دیگر پس پشت مسجدآنجا بلندی بوده است وداع می کردند و کناری گرفتند دران میان شیخ فرمود باید که عزیز مرا عزیز بدانید همین که شیخ این بگفت هریکی گریه ها کردند و بسیار شور ها نمودند و از انجا وداع کرده باز آمدند آن وقت اینچنین عزیزان بوده اند.

ومی گویند قاضی کمال الدین علیه الرّحمه در روز دو شنبه تذکیر گفتی و در روز سه شنبه با یاران بی ناغه در تماشه رفتی ومی گویند بالائی منبر این بسیار گفتی بیت:

ای مسلمانان مسلمانی کنید
خانه بفروشید و مهمانی کنید

مسجد نبی کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں بڑے پیر حج کو جارہے تھے۔ آپکے مرید آپکو رخصت کرنے کے لئے آپ کے ساتھ مسجد نبی [1] تک گئے تھے۔ چنانچہ قاضی کمال الدین اور دوسرے مریدوں نے مسجد کے عقبی جانب بلند جگہ تھی، وہاں سے آپ کو وداع کیا اور بغلگیر ہوئے۔ اس درمیان شیخ نے فرمایا میرے عزیز کو عزیز جاننا اور اچھا رکھنا، جیسے ہی شیخ نے یہ فرمایا ہر شخص رونے اور چلانے لگا۔ اور تمام حضرات آپ کو اس جگہ سے رخصت کر کے واپس آگئے۔ اُس زمانہ میں ایسے محبت والے تھے۔

قاضی کمال الدین علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ قاضی کمال الدین علیہ الرحمہ ہر پیر کے دن وعظ فرماتے تھے۔ اور ہر منگل کے دن بلا ناغہ اپنے مریدوں کے ساتھ سیر کے لئے جاتے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ آپ منبر پر اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ بیت:

ای مسلمانان مسلمانی کنید — خانہ بفروشید و مہمانی کنید

(یعنی اے مسلمانو! مسلمانی اختیار کرو۔ گھر بیچو اور مہمان داری کرو)

---

[1] یہ مسجد خرادیان ناگور شریف میں ستم پول کے مندر کے پاس واقع ہے۔ اسے حضرت سلطان العارفین قاضی حمید الدین ناگوری سہروردی چشتی قدس سرہٗ المتوفی ۶۴۳ھ نے تعمیر کرائی تھی۔ اور دوم ذی الحجہ ۱۰۴۷ھ میں محمد ناصر مرحوم نے اس کی چھت ڈلوائی۔ یہ کتبہ اس مسجد کی محراب میں نصب ہے: چوں ایں مقام خجستہ فرجام بی سقف از قدیم بنا نہادہ حضرت سلطان العارفین قاضی حمید الدین ناگوری قدس سرہٗ ونور مرقدہٗ بود۔ بتاریخ دوئم ذی حجہ ۱۰۴۷ھ ہزار چہل ہفت ایں حقیر ترین عباد اللہ محمد ناصر از بی بضاعتی بہ بہانہ سرانجام سقف ایں بنائی شریف خود را در پناہ باطن فیض مواطن ایشاں کشیدہ استعداد ہمت نمود اللہ باقی (افاضات حمید صفحہ ۱۲)

وقتی پارهٔ غلـه گراں شده بود و در خانهٔ ایشاں نیز عسرتی بود. بالانی منبر رفت و در اثنانی سخون رونی آسمان کردو همیں قدر می گفت خدایا تومیدانی که غله که دارد و که ندارد، دراں وقت بازرگاں از برانی سودا می آمدند. و در تذکیر او حاضرمی شدند همیں که ایں سخون بشنیدند بدانستند. چوں از تذکیر برخاستند هر کسی از خانهٔ خود کسی اندك کسی بسیارخروار با اندازهٔ همت خود چندیں غله بفرستادندی گویند که درخانهٔ قا ضی کمال الدین ازاں غله انبار شد اول اینچنیں نیازمنداں بوده اند.

شیخ ابو سعید گفتی رحمته الله علیه :رباعی

درمیدان ره با تیر و ترکش باش

سر پیچ بخود مکش بما سر کش باش

گر خواه زمانه آب و خواه آتش باش

تو شاد بزی و درمیان ما خوش باش

ایکبار اناج مہنگا ہو گیا تھا۔ اور اُن کے گھر میں بھی تنگی تھی۔ کچھ بھی اناج باقی نہیں رہا تھا۔ وہ منبر پر تشریف لے گئے اور دوران وعظ آسمان کی جانب رُخ کر کے اتنا ہی فرمایا کہ اے اللہ تو جانتا ہے۔ کس کے پاس اناج ہے اور کس کے پاس نہیں ہے۔ اُسوقت قرب و جوار سے بیوپاری اور سردار خرید و فروخت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ اور اُن کے وعظ میں حاضر ہوتے تھے۔ اُنہوں نے جیسے ہی (قاضی کمال الدین) کی یہ بات سُنی، سمجھ گئے۔ جب وعظ (سنکر) اُٹھے (تو) ہر اک شخص نے اپنی ہمت کے موافق اپنے گھر سے کسی نے کم (وزن) کسی نے زیادہ وزن اتنا غلہ بھیجا۔ کہتے ہیں کہ قاضی کمال الدین کے گھر میں اُس اناج سے ڈھیر لگ گیا تھا۔ پہلے ایسے نیاز مند تھے۔

شیخ ابو سعید رحمتہ اللہ علیہ [1]

شیخ ابو سعید رحمتہ اللہ علیہ (یہ رباعی پڑھتے تھے) رباعی:

درمیدان رہ با تیر و ترکش باش　　　سر پیچ بخود مکش بما سرکش باش

(اللہ تعالیٰ کے راستہ کے میدان میں (اپنے نفس کے لئے) تیر و ترکش کے ساتھ رہو۔ اپنے (سر سے) سر پیچ مت اُتارو اور ہماری یاد کے ساتھ مغرور رہو۔)

گر خواہ زمانہ آب و خواہ آتش باش　　　تو شاد بزی و درمیان ما خوش باش

(اگر چاہے زمانہ پانی بن جائے چاہے آگ ہو جائے۔ تم خوشی سے زندگی بسر کرو اور ہمارے

---

[1] شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ چوتھی اور پانچویں صدی ہجری کے مشہور ترین عارف ہیں۔ شیخ ابو سعید کا کلام جو فارسی میں ہے۔ صوفیہ میں کافی مقبول رہا ہے۔ اُن کی رباعیات کا مجموعہ ایران میں چھپ چکا ہے۔ خراسان کے شہر میھنہ میں جو اُن کی جائے پیدائش بھی ہے ۴۴۰ھ میں وفات پائی (ماہنامہ منادی نئی دہلی)

اَلاَ اِلَیَّ فَافْرَحُوا وَبِہٖ تَذْکِیْرِی فَتَنَعَّمُوْا۔ بذکر من شاد باشید و بمن شادی نمائید و بیاد من تنعم کنید۔

نقل است روزی برزبان خواجہ رفت صلی اللّٰہ علیہ وسلم رحمت خدای بر خلفاء من باد۔یاراں گفتند خلفای تو کیستند یا رسول اللّٰہ! آں سرور گفت کسا نیکہ چوں سنتہائی من مردہ باشد و ایشاں از بعد من آں سنتہائی را زندہ کنند۔

مقامات شیخ ابو سعید ابو الخیر بخدمت شیخ قدس اللّٰہ روحہ العزیز خواندہ می شد دراں نبشتہ است وقتی شیخ را دامی شدہ بود برائی درویشاں۔ فرمودند درخانہ فلاں مرید برویم۔ تادامی کہ شدہ است از و بستانیم چوں ایں مرید را خبر شد کہ شیخ درخانہ ما می آید جائی بیار است والوان نعمت بساخت و در رسیدن قدوم شیخ شادی ہا کرد و دعوت داد۔ بعد ازا طعام خوردن حاجتیکہ بود اجابت کرد۔ شیخ خوش شدند۔ مرید را گفتند ای فلاں برای تو از خدا درویشی

درمیان خوش رہو۔)

اَلاَ اِلَیَّ فَافْرَحُوا وَبِتَذْکِیْرِی فَتَنَعَّمُوا ۔ میرے ذکر سے خوش رہو اور میرے ساتھ خوشی کا اظہار کرو اور میری یاد سے ناز و نعمت کی زندگی بسر کرو۔

خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء

منقول ہے کہ ایک دن خواجہ (عالم) صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے خلفاء پر اللہ کی رحمت ہو۔ صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے خلفاء کون ہیں؟ سید (عالم) صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ جو میرے بعد میری سنتوں کو زندہ کریں گے (میرے خلیفہ ہیں۔)

مقامات شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ[1]

بڑے پیر (سلطان التارکین) قدس اللہ روحہٗ العزیز کی خدمت میں مقامات شیخ ابوسعید ابوالخیر پڑھی جا رہی تھی۔ اس میں لکھا ہے کہ ایکبار شیخ ابوسعید کو درویشوں کے لئے روپیوں کی ضرورت پیش آئی۔ فرمایا ہم فلاں مرید کے گھر جاتے ہیں تاکہ جتنے روپیوں کی ضرورت ہے وہ اس سے لے لیں۔ اُس مرید کو جیسے ہی خبر ہوئی کہ شیخ ہمارے گھر آ رہے ہیں اُس نے اپنے مکان کو سجایا اور طرح طرح کے کھانے تیار کرائے۔ اور شیخ کی تشریف آوری پر خوشیاں منائیں۔ اور دعوت دی۔ کھانا کھانے کے بعد

---

[1] شیخ ابوسعید کے متعلق دو اہم تصانیف اُن کے دو پوتوں نے مرتب کی ہیں۔ ایک سخنان ابوسعید بن ابی الخیر تالیف جمال الدین ابوروح لطف اللہ بن ابی سعد ابی طاہر بن ابی سعید ابی الخیر ہے۔ اور دوسری تالیف اسرار التوحید فی مقامات شیخ ابی سعید جو محمد بن منصور بن ابی سعید بن ابی طاہر بن ابی سعید بن ابی الخیر کی ہے۔ یہ دونوں کتابیں ایران میں طبع ہو چکی ہیں۔ (حوالہ مذکور)

بخواهم. گفت نی. شیخ گفتند چرا، گفت اگر من درویش بودم شیخ درخانۂ من از کجا آمدی و ایں دام درویشاں از کجا داده شدی که دادی، چوں اینجا رسید ند شیخ بزرگ رحمته اللّٰه علیه تبسم کرد و فرمودند نیکو جواب داده.

اسناد حلیه شیخ عبداللّٰه تستری نیز بخدمت شیخ خوانده می شد دراں نوشته شده است که سَقَنْطَارُنام یکی از فرزندان آدم بود علیه السلام اورا با جنیاں یاری بود. اورا دعائی آموخته بودند. که اورا بآب و ناں حاجت نبودی. بعد از هشتاد سال یکبار سراز سجده بر آوردی خدائی را همچنیں عبادت کردی. فرمودند چوں من اینجا رسیدم شیخ بزرگ رحمته اللّٰه علیه گفت سبحان اللّٰه! من خاموشی کردم که ایں سری خواهد بود. بعد ازاں شیخ بزرگ رحمته اللّٰه علیه فرمودند. سبحان اللّٰه من امروز حساب عمر خود کرده بودم که هشتاد سال شد امروز که من خدائی راعبادت می کنم، خدائی تعالیٰ مرامی شنواند که ای حمید تو ایں هشتاد سال چه در حساب می آری که ما را بنده بوده است که ایں مقدار که مدت عمر تست دریک سجده گذرا نیده است.

درویش بلند همت باید که باشد راه همین است ترک دنیا گفتن بس زحمتی می بیند و راحتی می رساند سلوك

جوضرورت تھی اُسے پورا کیا۔ شیخ نے مرید سے خوش ہوکر فرمایا اے فلاں کیا میں تیرے لئے (اللہ تعالیٰ) سے درویشی مانگوں؟ مرید نے عرض کیا نہیں۔ شیخ نے فرمایا کیوں؟ عرض کیا اگر میں درویش ہوتا (تو) شیخ آپ میرے گھر کیسے آتے؟ اور درویشوں کو یہ روپے کہاں سے دیئے جاتے جو آپ نے دیئے ہیں۔ جب اس مقام پر پہنچ گیا۔ بڑے پیر (حضرت سلطان التارکین) رحمتہ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا اچھا جواب دیا۔

حضرت سقنطارُ رضی اللہ عنہ

شیخ (سلطان التارکین) کے حضور، شیخ عبداللہ تستری کی اُستاد حلیہ بھی پڑھی جارہی تھی۔ اسمیں لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام کے فرزندوں میں سے ایک فرزند کا نام سقنطار تھا۔ اُن کی جنوں کے ساتھ دوستی تھی۔ اُنہوں نے اُن کو ایک ایسی دعا سکھادی تھی کہ اُنہیں کھانے پینے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ (حضرت سقنطار) اللہ (تعالیٰ) کی اس طرح عبادت کیا کرتے تھے کہ اَسّی سال کے بعد ایکبار سجدے سے سر اُٹھاتے تھے۔ فرمایا جب میں اس جگہ پر پہنچا۔ بڑے پیر (سلطان التارکین) رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا سبحان اللہ! میں خاموش ہوگیا کہ یہ کوئی راز ظاہر ہوگا۔ اس کے بعد بڑے پیر رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا، میں نے آج اپنی عمر کا حساب لگایا تھا۔ کہ آج مجھے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے اَسّی سال ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے سنواتا ہے کہ اے حمید (سلطان التارکین) آپ ان اَسّی برسوں کا کیا شمار کرتے ہیں۔ ہمارا بندہ ہوا ہے اُس نے جتنی آپ کی عمر کی مدت کی مقدار ہے ایک سجدہ میں گذاری ہے۔

سلوک کیا ہے؟

بلند ہمت درویش چاہیئے جو راہِ حق پر قائم رہے۔ ترک دنیا کرنا ہی (طریقت) ہے۔ بس (درویش) (خود) زحمت اُٹھاتا ہے اور

همین است که آدمی صفت بد بگذارت و صفت نیک بدست آرد۔ خاصه:

باهر که نشینی و نشد جمع دلت
وزتو نرمید زحمت آب و گلت
زنهار ازاں قوم بپرهیزی تو
ورنه بکند جان عزیزاں به حلت

راه مسلمانی دریں آخر الزماں بهر چه بتواں می باید رفت که بی مسلمانی میسر نیست مقصود دریں راه پاك كردن دل است از غیر اللّه ۔ مَنْ قَالَ اللّٰهُ وَفِیْ قَلْبِه سویٰ اللّه فَخَصَمُهٗ اللّه ایں دو مصرع می گویند بر زباں شیخ الاسلام بهاؤالدین زکریا بسیار رفتی رحمته اللّٰه علیه۔

هر لقمه که ایں خوشتر مربی خبراں راده
هر طُعمه که آں سختی برتارك محرم زن

آں قدر بوالعجبی که گیرنده دنیا را بیا ید تا دنیا بدست آید۔ دو چند بوالعجبی تارك دنیا را بیا ید تا دنیا ترك

(دوسروں) کو راحت پہنچاتا ہے۔ سلوک یہی ہے کہ آدمی صفت بد کو چھوڑ کر صفت نیک اختیار کرے۔ خاصہ:

باہر کہ نشینی و نشد جمع دلت　　　وزتو نرمید رحمت آب و گلت

(تم جس کی صحبت اختیار کرو اور اُس سے تمہارا دل مطمئن نہ ہو اور بشری کثافت دور نہ ہو تو)

زنہار ازاں قوم بپرہیزی تو　　　ورنہ بکند جان عزیزاں بحلت

(خبردار اُس قوم کی صحبت سے پرہیز کرو، ورنہ پیاری جان کو ہلاکت میں ڈالدو گے۔)

اس آخری زمانہ میں جتنا ہو سکے (اسلام کے طریقہ پر) چلنا چاہئے۔ کیونکہ بغیر مسلمان ہوئے (اللہ تعالیٰ تک پہنچنا) ممکن نہیں ہے۔ اس راستہ میں دل کو غیر اللہ سے پاک کرنا مقصود ہے۔ مَنْ قَالَ اللّٰہ وَفِیْ قَلْبِہٖ سوی اللّٰہ فَخَصَمَہُ اللّٰہ (جس نے اپنی زبان سے اللہ کہا اور اس کے دل میں اللہ کا غیر ہے۔ تو اُس نے اللہ تعالیٰ سے دشمنی کی) کہتے ہیں کہ یہ دو مصرعے شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر اکثر جاری رہتے تھے۔[1]

ہر لقمہ کہ ایں خوشتر مرمیخبراں دہ　　　ہر طعمہ کہ آں سختی برترک محرم زن

جو لقمہ اچھا ہو مزیدار ہو وہ تو بیخبر لوگوں کو جو خدا کی معرفت سے دور ہوں اُن کو دیدے اور جو طعمہ

---

[1] شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا ملتانی شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ تھے۔ قدس سرہما۔ آپ کی ولادت ۵۶۰ھ میں ہوئی۔ ہند و پاکستان کے اکابر اولیاء اللہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ بڑے پیر حضرت سلطان التارکین اور آپ کے درمیان فقر و غنا کے بارے میں کافی خط و کتابت رہی ہے۔ ۶۶۱ھ میں انتقال ہوا۔ مزار پرانوار ملتان پاکستان میں زیارت گاہ خلق ہے۔ (اُردو ترجمہ اخبار الاخیار صفحہ ۶۲)

آرد. زیرا کہ گیرندہ دنیا را موافق است و ترک آرندہ اورا مخالف. طریقی کہ اول قدم آں ترک دنیا نہادہ اند کہ تواند رفتن دراں طریق. ایں آدمی را کاری دورو دراز درپیش است و ازانچہ در وہم و عقل در آید ازاں بیش است اما ازیں غفلت تاجواں مرد مرا از نہاد مرد بر آورد.

بیست و ہشتم ماہ رجب قدرہٗ فرمودند امروز آفتاب در آمدہ چنانکہ شب قدر در آید سپیدبی شعاع.

ہر روز کہ آفتاب برمی آید
یک روز زعمر ما بسرمی آید
ایں صبح نگر کہ عمر مامی دز و د
دزدیست کہ با شعلہ درمی آید

ایں صبح وقت نماز گذاردن کاری دارد. و بعد از خوردن طعام فارغ شدہ بودند. اصحاب را فرمودند بذکر مشغول شوید، تا طعام را ایں ذکر ہضم کند. از والد پُرسیدم علیہ الرَّحمہ بابا چہ حکمت است کہ صوفیاں طعام تنہا خورند فرمود تا باندازۂ خوردن طعام ہر کس بہ طاعتی قیام نماید.

اورنوال سخت ہو وہ اپنا راز ترک کرنے والے کے سر پر مار دے۔)

جتنا تعجب دنیا حاصل کرنے والے پر ہوتا ہے جب وہ دنیا حاصل کرتا ہے (اس سے) دگنا اچنبھا دنیا ترک کرنے والے پر ہوتا ہے جب وہ دنیا ترک کرتا ہے۔ اس لئے کہ دنیا حاصل کرنے والا دنیا کا موافق ہے اور ترک کرنے والا اس کا مخالف۔ وہ راستہ کہ جس کا پہلا قدم ترک دنیا رکھا گیا ہے، کون اس پر چل سکتا ہے؟ اس آدمی کو ایک دور دراز کام درپیش ہے۔ اور جو کچھ وہم و عقل میں آتا ہے اُس سے وہ کام بڑھکر ہے۔ لیکن ہمیں اس غفلت سے محض بلند حوصلہ آدمی کی سرشت سے باہر نکالے گا۔

طلوع آفتاب

اور ۲۸ ماہ رجب قدرہٗ (اللہ تعالیٰ اس کی قدر زیادہ کرے) کو فرمایا کہ آج سورج ایسا طلوع ہوا ہے۔ جیسا کہ شب قدر (گذرنے کے بعد) سفید بغیر شعاع نکلتا ہے۔

ہر روز کہ آفتاب برمی آید　　　یک روز زعمر ما بسرمی آید

(یعنی ہر روز جب بھی سورج باہر نکلتا ہے۔ ہماری عمر کا ایک دن ختم ہو جاتا ہے۔)

ایں صبح نگر کہ عمر مامی دزدد　　　دزدیست کہ باشعلہ درمی آید

(اس صبح کو دیکھو جو ہماری زندگی کو چراتی ہے۔ (یہ) ایسا چور ہے جو چراغ کے ساتھ داخل ہوتا ہے۔)

ذکر الٰہی

صبح کے وقت نماز ادا کرنا بہت مشکل ہے۔ اور کھانا کھانے کے بعد فارغ ہو گئے تھے۔ مریدوں سے فرمایا کہ ذکر (الٰہی) میں مشغول ہو جاؤ۔ تاکہ یہ ذکر کھانے کو ہضم کر دے۔ میں نے والد علیہ الرحمہ سے دریافت کیا کہ بابا صوفی لوگوں کے تنہا کھانا کھانے میں کیا حکمت ہے؟ فرمایا تاکہ ہر شخص کھانا کھانے کے اندازہ سے اللہ (تعالیٰ)

سفیان ثوری رحمته اللّه علیه رامی آرند که هر که طعام سیر خوردی تمامت شب بیدار بودی و گفتی اَلْحِمَارُ اذا زید فِیْ علفہٖ زید فِیْ عَمَلِہٖ

هر کـه امروز بعین رُخ آں ماه ند ید

طفل راه است اگر منتظر فرداشود

علامت مرید صادق آن است که از ملامت باك ندارد، خاصه:

گر عاقلی حد یثی تو کم کنمی

گونی سر گفتگو محکم کنمی

دل سوخته چند فراهم کنمی

بر گفته بگریم و ماتم کنمی

پیر استاد گفته است ملامت بابو علی کمال در خاک

هر که بعد از و دعوی ملامت کرد درا باحت هلاك شد

کی عبادت میں مشغول رہے۔

سفیان ثوری کا ارشاد گرامی

سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جو آدمی شکم سیر ہو کر کھانا کھائے وہ اس پوری رات میں بیدار رہے (اور اللہ اللہ کرے) اور فرماتے تھے کہ الحمار اذا زید فی علفہ زید فی عملہ (جب گدھا زیادہ چارہ چرتا ہے تو کام بھی زیادہ کرتا ہے)

ھر کہ امروز بعین رخ آں ماہ ندید　　　　طفل راہ راست اگر منتظر فردا بود

(جس شخص نے آج اپنی ظاہری آنکھوں سے اپنے محبوب (اللہ تعالیٰ) کا دیدار نہیں کیا۔ اگر کل (قیامت کے دن کا) انتظار کرتا ہے تو اس راہ طریقت پر چلنے والا بچہ ہے۔)

مرید صادق کی یہ علامت ہے کہ وہ مذمت کا خیال نہیں کرتا ہے۔ خاصہ

گر عاقلی حدیثی تو کم کنمی　　　　گوئی سر گفتگوئی محکم کنمی

(اگر میں کچھ عقل رکھتا تو تیرا ذکر کم کرتا۔ گویا میں نے گفتگو کی شروعات پختہ کی ہوتی۔)

دل سوختہ چند فراھم کنمی　　　　بر گفتہ بگریم و ماتم کنمی

(کچھ دل جلے لوگوں کو جمع کر لیتا (اور) اپنی کہی ہوئی باتوں پر روتا اور ماتم کرتا۔)

بابو علی کمال رحمتہ اللہ علیہ

پیر استاد[1] نے فرمایا کہ بابو علی کمال کی ملامت[2] فنا ہوگئی۔ جس شخص نے ان کے بعد ملامت کا دعویٰ کیا وہ

---

[1] شیخ عبداللہ انصاری ہروی رحمتہ اللہ علیہ [2] حضرت مخدوم اشرف جہانگیری سمنانی کچھوچھوی علیہ الرحمتہ والرضوان فرماتے ہیں کہ ایک گروہ ملامتیہ بزرگوں کا ہے۔ جو فرائض اور واجبات سنن تو بجائے خود ہیں ہی گروہ مستحبات بلکہ نوافل تک کی پابندی بیحد ضروری سمجھتے ہیں۔ اور ان کو کبھی کبھی قضا نہیں کرتے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اپنی عبادتوں کو اس طرح چھپاتے ہیں، جیسے برا آدمی اپنی بدکرداری کو۔ ان کی کوشش رہتی ہے کہ ان کے حسن عمل سے کوئی بھی باخبر نہ ہونے پائے۔ (خطبات محرم صفحہ ۵۰۸)

شیخ بزرگ فرموده است، خاصه:

یک دل داری اگر سلامت آری
جان بر در ما بی عزامت آری
در دل بدر کسان بری ای درویش
ناچار بود که بملامت آری

الصوفی غیر الملامتی پیر هری گفته است الہی اگر کاربگفته است بر سرهمه گویند گان تاجم، واگر کار بکرد است پس به کلمهٔ شهادت محتاجم. هم پیر هری گفته است الہی مرا اگر به بهشت بری بهشتی دیگر باید ارانش مرا واگر بدوزخ بری دوزخی دیگر باید الانش مرا.

دروبشی را پر سیدند تو کیستی گفت انا السلطان وهو وکیلی ازشیخ شنیدم رحمته اللّٰه علیه که بگفتی که اُستاد مولانا شمس الدین نصیر شکر عدم پیش از شکر وجود

(ملامت) کے جواز میں ہلاک ہوا۔ بڑے پیر (حضرت سلطان التارکین) نے فرمایا ہے،

یک دل داری اگر سلامت داری　　　　جان میبر رہی عزیمت داری

(یعنی تیرے پاس ایک دل ہے اگر تو اسے سلامت لیکر ___ تو اپنی جان و ہمدردی بردہ میں

در دل بدر کسان بری ای درویش　　　　ناچار بود کہ بد ملامت داری

بغیر عزیمت لیکر آئے گا۔ اے درویش غیر اللہ کو اپنے دل سے باہر نکال دے۔ ورنہ مجبوراً تجھے ملامت کا نشانہ بننا پڑیگا۔)

صوفی فرقۂ ملامتیہ سے الگ ہے

الصوفی غیر الملامتی (صوفی فرقۂ ملامتیہ سے الگ ہے) پیر ہری[1] نے کہا ہے کہ اے اللہ اگر اسپیچ (speach) دینے کا کام ہے تو میں اسپیچ دینے والوں کا سردار ہوں۔ اور اگر عمل کا کام ہے بس کلمۂ شہادت کا محتاج ہوں۔ نیز پیر ہری نے کہا ہے کہ اے اللہ اگر تو مجھے جنت میں داخل فرمائے تو میرے لئے دوسری جنت آراستہ فرمادے۔ اور اگر دوزخ میں پہنچائے تو میری آلودگی کے لئے دوسری دوزخ ہونی چاہیئے۔

مولانا نصیر الدین

کسی درویش سے پوچھا گیا تو کون ہے؟ جواب دیا انا السلطان وھو وکیلی (میں بادشاہ ہوں اور اللہ تعالیٰ میرا کارساز ہے) میں نے شیخ (سلطان التارکین) رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ مولانا شمس الدین (تبریزی)[2] کے استاد (مولانا) نصیر الدین عدم کا شکر وجود کے شکر سے پہلے کرتے

---

[1] خواجہ عبداللہ انصاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ

[2] اخبار الاخیار ترجمہ اُردو صفحہ ۸۴

کردی و گفتی اَلحمدُ للّٰہ علی عدم الاَمکانَ شیخ فرمودہ رحمتہ اللّٰہ علیہ۔ خاصہ:

دولت چہ بود کہ آں قدم دست دہد
در راہ قدم فنا زدم دست دہد
نی نی غلطم کہ دولت والا تر
دانی چہ بود آنکہ عدم دست دہد

عرصہ افتاد عدم چہ دولت است فرمودند اصل ہمان بیش نیست۔ رَحِمَ اللّٰہُ عبداًمَاتَ ذُنُوبَہٗ مَعَہٗ ذَلَّۃُ الْعَالِمِ ذَلَّۃُ الْعَالَم عامی بمیرد گناہ اوبا اوبمیرد و عالم بمیرد گناہ او بعد از و بماند۔

تھے اور فرماتے تھے اَلْحَمْدُ لِلّٰه علی عدمِ الْاِمْکَان (عدمِ امکان پر تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں) شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ خاصہ

دولت چه بود که آں قدم دست دهد　　در راه قدم فنا زدن دست دهد

(دولت کیا ہے؟ جس سے مجھے (نیک) قدم حاصل ہو جائیگا۔ کیا اس سے مجھے فنا کے راستے میں قدم رکھنا

نی نی غلطم که دولت والاتر　　دانی چه بود آنکه عدم دست دهد

میسر آ جائیگا؟) نہیں نہیں میں غلطی پر ہوں کہ دولت بلند تر ہے۔ جانتے ہو جسے فنا کا مقام حاصل

ہو جاتا ہے وہ کیا ہو جاتا ہے؟)

بیت

میعاد وصل است در عدم مردانه شو در نه قدم

مرداں مهیا بوده اند پیوسته میعاد را

(عدم میں وصالِ الٰہی کا وعدہ ہے (اس راہ میں مردانہ وار قدم رکھو

اس لئے کہ مردانِ باخدا ہمیشہ اس وعدہ کو پورا کرنے کے لئے تیار رہے ہیں)

عدم کیا دولت ہے؟ عرض کیا گیا عدم کیا دولت ہے؟ فرمایا اس کی حقیقت زیادہ نہیں ہے۔ رحم اللّٰهُ عَبْداً مَاتَ ذُنُوبُهٗ مَعَهٗ ذَلَّةُ الْعَالِمِ ذَلَّةُ الْعَالَمِ (اللہ اس بندہ پر رحم فرمائے جسکے گناہ اس کے ساتھ ہی ختم ہو گئے ہوں۔ عالِم کی لغزش عالَم کی لغزش ہے) عام آدمی مرتا ہے تو اسکے گناہ اُس کے ساتھ مر جاتے ہیں اور عالم مرتا ہے تو اُس کے گناہ اجل کے بعد (بھی) باقی رہتے ہیں۔

دریں ایت می نویسند اِنَّ فِیْ ذٰلک لآیٰاتٍ لِکُلِّ صَبَّارٍ شکُور • (سورۂ لقمٰن پ۲۱) شیخ حسن بصری یازده سال از ترس حجاج پنہاں بود. چوں خبر مرگ او سنید سر به سجده نہاد و گفت الٰہی کما امتَهٗ فامتْ سُنَّتَهٗ دعا اللّٰہُمّ انّی اخافک واخافُ مَنْ لَا یخافُک۔

شرف را سرهنگی بد گفت پیش خواجه منتخب رفت گفت خواجه من ازیں شہر بخواهم رفت که فلاں کس مرا بد گفت خواجه منتخب گفت آنجا که خواهی رفت زندگانی همچنیں خواهی کرد یا بہتر ازیں اگر آنجا که خواهی رفت زندگانی همچنیں خواهی کرد لا جرم آنجا نیز بدخواهی شنید۔مصرعه:

آں کس که بدی کرد همون گفت بہی به

شیخ جیو فرمودند اگر آدمی پیش از واقعه نداند که

شیخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

(قرآن مجید) کی اس آیت میں ان فی ذلک لآیات لکل صبار شکور ۱؎ (بیشک اسمیں اُس شخص کے لئے ضروری نشانیاں ہیں جو بہت صابر نہایت شکر گزار ہے) کے بارے میں تحریر کیا گیا ہے۔ کہ شیخ حسن بصری (رحمۃ اللہ علیہ) حجاج کے خوف سے گیارہ سال پوشیدہ رہے۔ جب اُس کے مرنے کی خبر سُنی تو سجدہ میں سر رکھ کر کہا الٰھی کما امتّہٗ فامت سُنتہٗ (اے اللہ جیسا کہ اس کا وجود ختم ہوا اُس کا طریقہ بھی فوت ہو جائے۔) عرض کیا اَللّٰھُمَّ اِنّی اَخافک واخافُ مَنْ لا یخافک (اے اللہ میں تجھ سے ڈرتا ہوں اور اُس سے ڈرتا ہوں جو تجھ سے نہیں ڈرتا ہے)

بُرائی ہر جگہ بُرائی ہے

ایک کوتوال نے شرف کے باپ کو بُرا کہا۔ اُس نے خواجہ منتخب کے پاس جا کر کہا اے خواجہ میرا اس شہر سے جانے کا ارادہ ہے۔ کیونکہ فلاں شخص نے مجھے نازیبا الفاظ کہے ہیں۔ خواجہ منتخب نے جواب دیا، تم جہاں جاؤ گے اپنی زندگی کو اسی طرح بسر کرو گے یا اس سے بہتر؟ اگر تم اس جگہ جا کر زندگی کو ایسے ہی گذارو گے تو یقیناً وہاں بھی بدخواہی سنو گے۔ مصرعہ:

آں کس که بدی کرد هموں گفت نیکی به

(جس شخص نے بُرائی کی اُس نے (بھی) یہی کہا کہ نیکی بہتر ہے۔)

سلطان التارکین کا قول مبارک

شیخ جیو (سلطان التارکین) نے ارشاد فرمایا کہ اگر آدمی واقعہ سے پہلے نہیں جانتا ہے کہ

۱؎ پ ۲۱ ترجمہ کاظمی علیہ الرحمہ

حکم خدای چیست بعد از واقعه هم نداند که چیست "ماالدّارُ اِلّا بسَا کِنہَا"

مکتوبات مولانا فخرالدین رازی بعد از انتقال او جمع کردند می گویند فسط هر روزنش خز آمده بود. محمد سام می گویند بیک دفعت پنج هزار کتب مولانا رضی اللّٰہ تعالی عنہ را بخشیده بود. از مولانا نجیب الدین شنیدم علیہ الرّحمہ کہ چندان کتب گرد مولانا فخرالدین بودی کہ بارها بودی چون بہ کتابی حاجت شدی پای بر کتاب دیگری بنہادی و آن کتاب را بستدی کہ حاجت بودی و دیگر را همو نجا نہادی.

شیخ علیہ الرّحمہ را مریدی بود می خواست کہ روزہ سہ ماهی بدارد. عرضہ افتاد کہ دیناری می خواهد کہ هم ایام بیض سہ ماهہ بدارد اگر اجازت باشد فرمودند مگر دیوانہ شدہ است همین ایام بیض بسندہ است. ذاکَ کَصیَامِ الدھر.

عبداللّٰہ بن عمرراخواجہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کاری

اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے؟ واقعہ کے بعد کچھ نہیں جانا گیا ہے؟ "مــا الــدارُ الا بســا کنہا" (گھر تو رہنے والے سے گھر کی رونق ہے)

مولانا فخر الدین رازی

مولانا فخر الدین رازی کے مکتوبات ان کے انتقال کے بعد جمع کئے گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کے (مکتوبات) کی ہر روز کی قسط چھ حصوں میں تیار ہوتی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے۔ (سلطان معز الدین) محمد سام (شہاب الدین غوری) نے مولانا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک بار میں پانچ ہزار کتابیں پیش کی تھیں۔ میں نے مولانا نجیب الدین علیہ الرحمہ سے سنا ہے کہ مولانا فخر الدین کے چاروں طرف اتنی کتابیں رہتی تھیں کہ اکثر ایسا ہوتا کہ جب (مولانا) کو کسی کتاب کی ضرورت ہوتی تو دوسری کتاب پر پیر رکھکر[1] وہ کتاب اٹھاتے اور دوسری اس کی جگہ پر رکھ دیتے۔

سلطان التارکین کے ایک مُرید

شیخ (سلطان التارکین) علیہ الرحمہ کے (دینار نامی) ایک مرید تھے۔ اُنہوں نے تین مہینوں کے روزے رکھنے کا ارادہ کیا۔ عرض کیا گیا اگر اجازت ہو تو دینار ان ہی ایام بیض سے تین ماہ کے روزے رکھنا چاہتے ہیں۔ فرمایا شاید وہ دیوانہ ہو گئے ہیں۔ اُن کو ایام بیض کے یہی روزے کافی ہیں۔ ذَاکَ کَصِیَامِ الدَّھْرِ (یہ ہمیشہ روزے رکھنے کی طرح ہیں)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

خواجہ (عالم) صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) کو کسی عمل کا حکم فرمایا۔ انہوں نے

---

[1] یہاں کتاب پر حقیقتاً پیر رکھنا مراد نہیں ہے۔ بلکہ کتابوں کی کثرت بتانا مقصود ہے۔ از مترجم

فرمود گفت یا رسول اللّٰہ ایں اندك است بیشتر فرما چوں پیر شد گفت کاشکی هماں قدر کرد می که پیغامبر فرمودصلی اللّٰہ علیه وسلم و اگر می تواند هم نیکو باشد.

تعمروا اجساد کم و تحر قوا اکباد کم لعلکم ترون اللّٰہ اعیاناً تجوع ترانی تجرد تصل اذارأیتم الربیع فعلیکم بذکر النّشور واعلموا ان اللّٰہ یحی الخلائق بعد الموت کما تحی الارض بعد موتها دریں حدیث وعظ می فرمودند گرد منبر جماعت می نشسته چنانکه منبر از هر چهار طرف گرد گرفته بودند. فرمودند اگر منبر مذکر ان دیگر کرسی باشد امروز منبر من عرش است **وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ** (سورۂ زمر پ۲۴) جماعت درویشاں رسیده بودند یکی را ازیشاں جبرئیل نام بود. تذکیر بغایت گرم می رفت و آں درویش بزیر پائی منبر نشسته بود. فرمودند امروز همچومن کیست و تذکیر چگونه گرم نرود که زیر پائی منبر من جبرئیل نشسته است.

عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تھوڑا ہے، زیادہ بتائیں۔ جب وہ ضعیف ہوتے ہیں یا چھوٹا ہوتا ہے۔ میں اتنا ہی (عمل) کرتا جتنا پیغامبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تھا اور زیادہ کرنے کی طاقت ہوتی تو (یہ) بھی اچھا ہوتا۔

قطب الاولیاء کا وعظ

ان حدیث تعمروا احسادکم و تحرقوا اکبادکم لعلکم ترون اللہ اعیاناً تحوج ترابی تحرد تصل اذا رأیتم الربیع فعلیکم بذکر النشور واعلموا ان اللہ یحیی الخلائق بعد الموت کما تحیی الارض بعد موتھا (اپنے جسموں کو بہاؤ اور اپنے جگروں کو (یاد ہی) سے جلاؤ تاکہ تم اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا دیکھ سکو۔ تم بھوکے رہو گے مجھے دیکھ لو گے۔ تم میری یاد میں مشغول ہو جاؤ میرا وصل حاصل کرلو گے۔ جب تم موسم بہار دیکھو قیامت کے دن کی یاد اپنے اوپر لازم کرلو اور جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ مخلوقات کو موت کے بعد زندہ فرمائیگا۔ جیسا کہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ فرماتا ہے) کے متعلق وعظ فرما رہے تھے۔ اور منبر کے اردگرد (لوگوں کی) جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ گویا کہ وہ سب منبر کو چاروں طرف سے گول حلقہ بنائے ہوئے پکڑے بیٹھے ہیں۔ فرمایا اگر دوسرے واعظوں کا منبر کرسی ہوتی ہے تو آج میرا منبر عرش ہے۔ (اللہ تعالیٰ قرآن حکیم) میں فرماتا ہے' وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ [1] (اور اے حبیب آپ فرشتوں کو دیکھیں گے عرش الٰہی کے آس پاس حلقہ باندھے) درویشوں کی جماعت آئی ہوئی تھی۔ اُن میں سے ایک درویش کا نام جبرئیل تھا۔ وعظ انتہائی گرم چل رہا تھا۔ اور وہ درویش منبر کے پائے کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ فرمایا آج میرے جیسا کون ہے۔ اور وعظ کیوں نہ گرم چلے اس لئے کہ میرے منبر کے پائے کے نیچے جبرئیل بیٹھا ہوا ہے۔

---

[1] سورۂ زمر۔ پ ۲۴۔ ترجمہ کاظمی

پیر اُستاد گفته که یوسف را رونی دادند و در بازار بہا کردند۔ گل را بونی دادند باخار مبتلا کردند۔ خاصه،

گل را گفتم که چون نگاری ای گل
عیبت این است که باخاری ای گل
ار خاك بر آمدی ازاں می پرسم
کزاں گل رُخ خبر چه داری ای گل

وقتی بخدمت شیخ از طرف بیرون درخانه می آمدیم۔ جمعی انبوه را دیده که یکدیگر جنگ کرده بودند و خصومت کردند۔ یکی راسر شکسته و دیگری را دهاں گسته، کساں پیش قاضی می بردند۔ شیخ چوں آں انبوهی و خصومت ایشاں بدید۔ مرا گفت که اگر کسی ترا بگوید که فرشتگاں از کجا دانستند که گفتند۔ **اَتَجۡعَلُ فِیۡهَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡهَا وَیَسۡفِکُ الدِّمَآءَ** (سورۂ بقرہ، پ ۱) خلیفه می آفرینی که فساد کند و خون ریزد تو بگوئی هم از لفظ خلیفه دانستند که گفت **اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَةً** (سورۂ بقرہ، پ ۱) دانستند که هر جا که خلیفه آید بی فساد نباشد۔

پیر اُستاد کا قول مبارک

پیر اُستاد نے فرمایا ہے کہ یوسف (علیہ السلام) کو خوبصورتی عطا کی گئی اور بازار میں قیمت لگائی گئی۔

گلاب کے پھول کو خوشبو دی گئی اور کانٹوں کے ساتھ جتایا گیا۔ خلاصہ

گل را گفتم کہ چوں نگاری ای گل　　عیب این است کہ با خاری ای گل

از خاک بر آمدی ازاں می پرسم　　کز آں گل رخ خبر چہ داری ای گل

(میں نے گلاب کے پھول سے کہا اے گلاب کے پھول تو جو میرا محبوب ہے۔ تیرا یہ عیب ہے کہ تو کانٹوں کے ساتھ رہتا ہے۔ تو مٹی سے باہر نکلا ہے اس لئے میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ کیا میرے اس محبوب کی بھی تجھے خبر ہے؟)

خلیفہ

ایکبار ہم شیخ (سلطان التارکین) کی خدمت میں باہر کی طرف سے گھر آ رہے تھے۔ ایک مجمع کو اکٹھا دیکھا جو ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑا کر رہا تھا۔ ایک شخص کا سر پھٹ گیا تھا اور دوسرے کا دانت ٹوٹ گیا تھا۔ لوگ اُن کو قاضی کے پاس لیجا رہے تھے۔ شیخ نے جب وہ مجمع اور اُن کی لڑائی دیکھی تو مجھ سے فرمایا کہ اگر کوئی تم سے کہے کہ فرشتوں کو کیسے علم ہوا جو انہوں نے کہا؟ اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَاءَ[1] (اے اللہ کیا تو اپنا نائب پیدا فرمائیگا جو فساد کرے گا اور خون بہائے گا) تو تم کہدینا کہ خلیفہ (نائب) کے لفظ سے ہی فرشتوں نے جان لیا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً[2] (بیشک میں بنانے والا ہوں زمین میں (اپنا) نائب) وہ سمجھ گئے تھے کہ جس جگہ خلیفہ آئے گا فساد کے بغیر نہیں رہے گا۔

---

[1] سورۂ بقرہ پ ۱ ترجمہ کاظمی　　[2] سورۂ بقرہ پ ۱ ترجمہ کاظمی

ماه صفر ختم اللّه بالخیر والظفر سنه خمس و عشرین و سبعمایه هو لاء قومٌ لا یشقی جَلیسُهُمْ صباحی بلقاء کُمْ صباحٌ مُبارکٌ •

مقصود از وجود همین طلب خدا است پس اورده اند که سکندر را بعد از مردن درتابوت زرین کرده بودند. و هریکی از حکما، دران باب سخنان، می گفتند یکی گفت دیروز پادشاه ما را بنطق پندمی داد امروز بصمت پندمی دهد و دیگری گفت دیروز پادشاه زر از خلق پنهان می کرد امروز خود درزر پنهان شده است. سنگ نباید انداخت ناگاه بر سروی برسد یا تیر فرشته آید.

در ماه ربیع الاول بتاریخ مذکور مردی از خدمت قطب مدار عالم پرسید از کسانیکه یک دو سه هزار بار لَا إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰه • می گویند انگاه یکبار محمدرسول اللّه می خوانند اینچنین ذکر گفتن جای آمده است. فرمود مگر ایشان بخدا چنان مشغول اند که از محمد رسول اللّه یادنمی آرند. حاضران باری دریں سخن تبسمی کردند. باز قطب مدارالعالم این حکایت فرمود که رابعه شبی مصطفی را صلی اللّه علیه وسلم در خواب دید گفت یا رسول اللّه مرا

اولیاءاللہ کی صحبت

ماہ صفر ختم اللہ بالخیر والظفر (اللہ اسے نیکی اور کامیابی کے ساتھ اختتام تک پہنچائے) ۷۲۵ھ ھٰؤلاءِ قومٌ لا یشقٰی جَلِیْسُھُم (اولیاءکرام کا ہمنشین بدنصیب نہیں ہوتا ہے) صاحبی سعداء لکم صباحٌ مُبارکٌ (صبح کے وقت آپ سے ملاقات کرنے سے (میری) صبح مبارک ہوئی)

مقصد وجود

اللہ تعالیٰ کی حب ہی (مخلوق) کے وجود کا مقصد ہے۔ پس بیان کیا جاتا ہے کہ سکندر (بادشاہ) کو اس کے مرنے کے بعد سونے کے صندوق میں دفن کیا گیا تھا۔ اور اس بارے میں ہر ایک فلسفی (اپنی اپنی) رائے دے رہا تھا۔ ایک شخص نے کہا کل بادشاہ ہم کو منھ سے بولکر نصیحت کر رہا تھا اور آج خاموش رہکر ہدایت کر رہا ہے۔ دوسرے نے کہا کل بادشاہ مخلوق سے سونا چھپاتا تھا آج وہ خود ہی سونے میں پوشیدہ ہو گیا ہے۔ (قبر میں) پتھر ڈالنا مناسب نہیں تھا، اچانک (بادشاہ) کے سر پر آ جاتا یا فرشتہ کے پروں پر پڑ جاتا۔

کلمۂ طیبہ کا ذکر

اسی سال ماہ ربیع الاول میں ایک شخص نے حضرت قطب مدار عالم [1] سے سوال کیا کہ بہت سے لوگ جب ایک (یا) دو (یا) تین ہزار بار لاالٰہ الا اللّٰہ کہتے ہیں اُسوقت ایکبار مُحَمَّدٌرَّسُوْلُ اللّٰہ کا ذکر کرتے ہیں۔ کیا اسطرح ذکر کرنا کسی جگہ آیا ہے۔ فرمایا شاید وہ لوگ اللہ (تعالیٰ) کے ذکر میں ایسے مشغول ہیں کہ اُن کو مُحَمَّدٌرَّسُوْلُ اللّٰہ (کہنا) یاد نہیں آتا ہے۔ اس بات پر حاضرین ایکبار مسکرائے۔ پھر قطب مدار عالم نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ رابعہ (رحمۃ اللہ علیہا) نے ایک شب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ عرض کیا یا رسول اللہ مجھے معاف رکھئے اس

---

[1] حضرت فریدالدین چاک پراں نبیرہ و جانشین اول حضرت سلطان التارکین قدس سرہما (از مترجم)

معذور داری که من بذکر خدای چنان مشغولم که بعبادت نمی پردازم. گفت ای رابعه نمی دانی که یاد کردن من یاد کردن خدا است و درین گفتن خردو می ابند که لا الہ الاّ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ•

این ضعیف را پرسیدند که چیزی از تفسیر مقاتل درین وقت در نظر می آید این ضعیف خدمت کرد. بعد ازان فرمودند که نیک تفسیری پاکیزه است و مثل ندارد. و شافعی رحمته اللّٰہ علیه ابرا ستوده است همین قول رانده است و رفته است.

خواجه علیه السلام تا آب باران بودی هیچ آب دیگر نخوردی. گفتی هذا قریب العهد من عرش الرحمان•

رسیدن واند ستدم علیه الرّحمه که قاضی برانی ندان است و برائی شدن قاضی چه کاردارد. بیت•

جہاں ازنام آں کس ننگ دارد
که از بهر جہاں دل تنگ دارد

جمادی الاول بتاریخ مذکور مگر این بیت نخوانده:

خشم شدم مشت زدم وصل ترا
چندان لکد فراق تو خوردم که مپرس

لیے کہ میں اللہ کے ذکر میں ایسی مشغول ہوں کہ مجھے آپ کی یاد کا خیال نہیں آتا ہے۔ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا اے رابعہ کیا تم نہیں جانتی ہو؟ کہ میری یاد اور اللہ کا یاد کرنا ہے۔ اور لا الہ الا اللہ مُحمّدٌ رسُوْلُ اللّٰہ کہنے میں (اللہ اور رسول) دونوں آ جاتے ہیں۔

تفسیر مقاتل اس ضعیف (سعیدی بزرگ)[1] سے دریافت فرمایا کہ تم اس وقت تفسیر مقاتل کا مطالعہ کرتے ہو؟ یہ ضعیف آداب بجا لایا اس کے بعد فرمایا ایک اچھی پاکیزہ تفسیر ہے اور جواب نہیں رکھتی ہے۔ اور (امام) شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تعریف فرمائی ہے۔ انہوں نے (اس بارے میں) بھی ایک قول بیان فرمایا ہے جو تشریف لائے گئے ہیں۔

برسات کا پانی جب تک برسات کا پانی رہتا تھا خواجہ (امام) علیہ السلام کوئی دوسرا پانی نہیں پیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے هذا قریب العهد من عرش الرّحمان (یہ رحمان کے عرش سے زمانہ میں قریب ہے)

قاضی میں نے والد علیہ الرحمہ کے موذن سے سنا ہے کہ قاضی (judge) بُرے لوگوں کے لئے ہے نیکوں سے قاضی کو کیا کام ہے۔ شعر:

جہاں از نام آں کس ننگ دارد　　　کہ از بہر جہاں دل تنگ دارد

(دنیا اس شخص کا نام لینے سے (بھی) گریز کرتی ہے، جو اہل دنیا کے لئے کم ظرفی کا ثبوت دیتا ہے۔)

ایک شعر اسی سال (ماہ) جمادی الاول میں (فرمایا) شاید تم نے یہ شعر نہیں پڑھا ہے؟

حشم شدم مشت ردم وصل ترا　　　چنداں لکد فراق تو حوردم کہ مپرس

(تیرے وصل نے مجھے صدمہ پہنچایا اور مکے کھلائے۔ میں نے تیری جدائی کی اتنی لاتیں کھائیں کہ نہ پوچھ۔)

---

[1] حضرت محی الدین عبدالقادر المعروف بہ سعیدی بزرگ مؤلف کتاب ہذا (مترجم)

فرمودند اگر فرائض بحث کنید نیکو باشد که اول علمی که مقصود شود علم فرائض باشد. پیغمبر صلی اللّٰه علیه وسلم فرموده است که تَعَلَّمُوْ الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْا • زمانه اید که ندانند که میراث چگونه قسمت باید کرد. چنانکه می آرند که اگر مردی بمیرد و وارثان بگذارد از پسر و دختر بفرمانید یک حصه پسر را دهید که قوی است و دو حصه دختر را که وی ضعیف است.

عرضه افتاد این که بدانند و نکنند بدتر است یا آنکه ندانند و بکنند. فرمودند این که بد انند و نکنند یک وبال است اگر نمی کنند باری کسی رابفرمایند که چنین می باید کرد و انکه ندانند و بکنندد و وبال است. یکی آنکه نمی دانند و دیگر آنکه نا دانسته می کنند خاصه:

در کرده مکن نگاه توفیق نگر

تا آن نشود تباه توفیق نگر

فرمودند یک ساعت بیکار نباید بود یا نماز باید گذارد یا ذکر باید گفت یا مشغول باید بود بکار دین و یا دنیاء بعد

علم فرائض فرمایا اگر (علم) فرائض پر بحث کرو تو اچھا ہے۔ اس لئے کہ پہلا علم جو مقصود ہے وہ علم فرائض ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تعلمو الفرائض وعلموا (علم فرائض کو سیکھو اور سکھاؤ) ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ نہیں جانیں گے کہ میراث کس طرح تقسیم کرنی چاہیے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص مر جاتا ہے اور اپنے بعد وارثوں کو چھوڑتا ہے۔ (اس کے) بیٹے اور بیٹی کو حکم دو کہ وہ ایک حصہ لڑکے کو دیدیں کیونکہ وہ قوی ہے اور دو حصے لڑکی کو اس لئے کہ وہ کمزور ہے (جبکہ لڑکے کو دو حصے اور لڑکی کو ایک حصہ دینے کا حکم ہے۔)

عالم و جاہل عرض کیا گیا جو لوگ عالم ہیں اور عمل نہیں کرتے ہیں یہ زیادہ برا ہے یا وہ جو عالم نہیں ہوتے ہوئے عمل کرتے ہیں یہ۔ فرمایا جو عالم ہیں اور (اپنے علم پر) عمل نہیں کرتے ہیں ان کے لئے ایک وبال ہے۔ اگر وہ خود نہیں کرتے ہیں لیکن کسی کو عمل کرنے کا حکم دیتے ہیں کہ ایسا کرنا چاہیئے۔ اور جو عالم نہیں ہیں اور (بغیر علم کے) عمل کرتے ہیں اُنکے لئے دُگنا وبال ہے۔ ایک یہ کہ وہ جانتے نہیں ہیں اور دوسرے نادانستہ کرتے ہیں۔

در کردہ مکن نگاہ توفیق نگر تا آں نشود تباہ توفیق نگر[1]

(اپنے نیک عمل پر نظر مت کرو۔ اسے اللہ تعالیٰ کی توفیق سمجھو۔ (اور) جبتک وہ برباد نہ ہوں توفیق الٰہی خیال کرو۔)

کاہلی کیا ہے ایک گھڑی بیکار نہیں رہنا چاہیئے۔ نماز ادا کرنی چاہیئے یا ذکر کرنا چاہیئے۔ یا دین و دنیا کے کاموں میں مشغول رہنا چاہیئے۔ اس کے بعد

---

[1] اس رباعی کا دوسرا شعر یہ ہے: منگر کہ تو در حضرت او آمدہ . ناکردہ ہمیں گناہ توفیق نگر (از مترجم)

ازاں بر زبان مبارك راندند. بیت:

هر کـــه او تـخـم کـاهلـی کـارد
کـــاهــلـــی کـــا فـریـــش بـر آرد

هر کـه کـاهل شود آخر کـار کـافر شود. و در توحند فرمودند. خاصه:

داد مـــوری ز ازدهــــا بستـــانـــی
وز کشتـة خویـش خوں بـهابستانی
صـد مـر کـب رهـواریکی رابدهی
وزپـانـی شـکستـه عـصـا بستانی

شـاد بـرانم کـه دل غـمگین است
کـآمـدن غـم سبـب خـرمـی نست

شیخ فرموده است. خاصه:

زنـهار مـگـو کـه ایں چرایا چوں است
کـایں کـارز چون و چرا بیرون است

فـرمودند خیر کثیر از برائی شر قـلیل ترك گرفتن شر کثیر است. وَاَیُّ نَعِیمٍ لَا یَکْدِرُہُ الدِهْرَ •

از چهار شنبه بست و دوم جمادی الآخر بتاریخ مذ کور مـجـلـدات کیمیاء سـعـادت مطالعه کردند. بـعـد از مـطـالعه

زبانِ مبارک سے ارشاد فرمایا۔ شعر:

هر که او تخم کاهلی کارد — کاهلی کافریش بار آرد

(یعنی جو شخص کاہلی کا بیج بوتا ہے تو کاہلی کا درخت اس کے کافرپن کا پھل لے آتا ہے۔)

جو کاہل ہوجاتا ہے آخر کار کافر ہوجاتا ہے۔ اور توحید کے بارے میں فرمایا۔ خاصہ

داد موری ز اژدها ستانی — وز کشته خویش خون بهاستانی

(اے اللہ تو چیونٹی کا انصاف اژدہے سے لیتا ہے اور اپنے مارے ہوئے کا خون بہا وصول فرماتا ہے۔)

صد مرکب رهوار بکی رانهی — ورنانی شکسته عصا بستانی

(ایک شخص کو سواری کے لئے سو گھوڑے عطا فرماتا ہے۔ اور لنگڑے سے لکڑی (بھی) لے لیتا ہے۔)

شاد برآنم که دل غمگین است — کمدن غم سبب خرمی ست

(یعنی میں اس بات پر خوش ہوں کہ میرا دل غمگین ہے۔ اس لئے کہ غم کا آنا میری خوشی کا سبب ہے۔)

شیخ (سلطان التارکین) نے فرمایا ہے۔ خاصہ

زنهار مگو که این چرا یا چون است — کاین کار ز چون و چرا بیرون است

((قدرتی کاموں کے لئے) کبھی یہ نہ کہو کہ (یہ) کیوں یا کیسے ہوئے؟ اس لئے کہ یہ کام چون و چرا سے باہر ہیں۔)

شرکثیر فرمایا خیر کثیر شر قلیل کے لئے ترک کرنا شر کثیر ہے۔ وَاَیُّ نَعِیْمٍ لَا یُکَدِّرُہُ الدَّھْرُ (اور وہ کونسی ایسی نعمت ہے جو اہلِ زمانہ کو مکدر نہیں کرتی ہے)

کیمیاءِ سعادت اسی سال ۲۲ جمادی الآخر بدھ کے دن کیمیاء سعادت کی جلدوں کا مطالعہ فرمارہے تھے۔ مطالعہ کے بعد زبانِ مبارک سے ارشاد

بر زبان مبارك راندند. كه شادباش ای شیخ محمد غزالی، شادباش ای شیخ محمد غزالی و روی سوی این ضعیف کردند و فرمودند بابا پیوسته این را در نظر می باید داشت و یگان و دوگان ورق ازین پیش این قوم باید خواند که خبری عجب است و پیش ازین هم فرموده بودند که بعد ازین نماز دیگر کهتر گذارند و یگان دوگان ورق از کیمیاء سعادت بخوانید تا فائده خلق باشد که محمد غزالی رحمته اللّٰه علیه هم برای فائده خلق کرده است. حق تعالی توفیق خواندن و سنیدن ارزانی دارد بفضله و کرمه

همدرین مجلس درویشی بیرون شده حاضر بود. و ازهر نوع حرکات دیوانگار می کرد. کاسه چنانکه آن درویشان باشد پیش مخدوم العالم بود. آن درویش را گفتند که درویش اگر این کاسه پُر شوربابا شد توانی خورد. درویش بخندید و گفت آری. و یاران دیگر که حاضر بودند یکی ازیشان گفت استدر بس نکند چهار همچنین بخورد. بعد ازان مخدوم العالم فرمود که حالا حکایتی بشنوید گفتند درویشی در مسجد جمعه نشسته بود. گفتند درویش چه می طلبی؟ گفت می خواهم که صحن مسجد پُر شیر و برنج شود. واز ناودا نها روغن ریزند و به ندل شکر ریزند گفتند اگر چنین شود طفیلی گنجد. گفت هی هی مزاحم مرا نباید داد. بعد ازان مخدوم العالم فرمود که این خود چه درویش باشد. ای درویش که درویشان چنین بوده اند و صوفیان چنین باشند.

فرمایا شاباش اے شیخ محمد غزالی شاباش اے شیخ محمد غزالی اور اس تصنیف (سعیدی بزرگ)
کی طرف رخ کر کے فرمایا اس کتاب کا ہمیشہ مطالعہ کرتے رہنا چاہیے۔ اور اس سے ایک
دو ورق (روزانہ) اس قوم (مسلم) کے سامنے پڑھنا ضروری ہیں۔ کیونکہ اس میں عجیب
پیغام ہے۔ اور اس سے پہلے بھی آپ نے فرمایا تھا کہ اس کے بعد تم عصر کی نماز مختصر ادا کرو۔
اور کیمیاء سعادت میں سے ایک دو ورق پڑھو۔ تاکہ مخلوق کو فائدہ ہو۔ اس لئے کہ محمد غزالی
رحمۃ اللہ علیہ نے مخلوق کے فائدہ کے لئے ہی (یہ کتاب) تحریر کی ہے۔ حق تعالیٰ اپنے فضل و
کرم سے (اس کتاب کو) پڑھنے اور سننے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک درویش کا تذکرہ

اسی مجلس میں درویش باہر سے آیا ہوا موجود تھا۔ اور ہر طرح سے دیوانوں جیسی حرکتیں کر رہا تھا۔ مخدوم العالم کے
سامنے درویشوں کی وضع کے مطابق ایک پیالہ رکھا ہوا تھا۔ آپ نے اس درویش سے فرمایا کہ
(اے درویش) اگر یہ پیالہ شوربے سے بھر دیا جائے تو کیا تو کھا سکتا ہے؟ درویش نے ہنس
کر جواب دیا جی ہاں! اور دوسرے مرید جو موجود تھے اُن میں سے ایک مرید نے کہا اس کو
اتنا ہی کافی نہیں ہوگا۔ یہ ایسے چار پیالے کھالے گا۔ اس کے بعد مخدوم العلم نے فرمایا کہ
اب تم ایک حکایت سنو، ارشاد ہوا ایک درویش مسجد جمعہ میں بیٹھا ہوا تھا اس سے کہا گیا اے
درویش تیری کیا خواہش ہے؟ کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ مسجد کا صحن دودھ اور چاولوں سے بھر
دیا جائے اور مسجد کے پرنالوں سے گھی ڈالا جائے اور تیر سے شکر بکھیری جائے۔ کہا گیا اگر
ایسا ہوگا تو طفیلی (بھی) آئے گا۔ جواب دیا افسوس افسوس میری مزاحمت نہیں کرنی چاہیے۔
پھر مخدوم العالم نے فرمایا یہ خود کیا درویش ہے۔ اے درویش صوفی ایسے تھے (اور)

---

[1] حضرت فریدالدین چاک پراں قدس سرہٗ

پس ازیں هم روز سه شنبه سیزد هم صفر ختم اللّه بالخیر والظفر خمس و عشرین وسبعمائه سعادت افادت از زبان ذربار قطب مدار عالم حاصل بود.و از هر نوع فائده می فرمودند. هم دراثنائی ان روئی سوئی درویشی کردند که دران محلس حاضر بود که ای درویشان چیزی خورده اید؟ درویش گفت اری بعد ازان مخدوم فرمود که از خوردگی باز شنیده ایم که هر کجا روی و باشی چون نان پیش تو ارند سیرتر باید خورد. زیرا که اگر دوست است شاد شود و اگر دشمن است خود نتواند دید و غمگین شود.

همدرین حکایتی فرمودند که مردی فرزندان خود را گفته بود. که ای پسران هر کجا دعوتی و مهمانی شود. باید که انجا بروید و نان و آب چندان که بتوانید بخورید ایشان همچنان می کردند. که پدر فرموده بود. قضا را روزی آن پدر ایشان را نیز در مهمانی طلبیدند و پسران بعادت خویش نیز حاضر شدند، پدر راخوش نیامد که ناخوانده کجا آمده اند. گفتند ای پدر نه آخر هم.تو گفته بودی. هر کجا که مهمانی باشد بروید. پدر گفت اما این نگفته بودم که هر کجا مرا بخوانند هم بیایید.

همدرین یاری عرض داشت که گور بوسیدن چگو نه

درویش ایسے ہوتے ہیں۔

شکم سیر ہوکر کھانا کھانا چاہیئے

اس سے پہلے منگل کے دن ۱۳ صفر ختم اللہ بالخیر والظفر (اللہ سے خیر اور کامیابی کے ساتھ اختتام تک پہنچائے) ۲۵ے ھ کو قطب مدار عالم کی زبان گوہر بار سے فوائد کی سعادت حاصل ہو رہی تھی۔ آپ ہر قسم کے فائدے بیان فرمارہے تھے۔ اس دوران ایک درویش کو جو اس مجلس میں حاضر تھا۔ مخاطب کرکے فرمایا کہ اے درویشوں کیا تم نے کچھ کھایا ہے؟ اس درویش نے عرض کیا جی ہاں۔ اس کے بعد مخدوم نے فرمایا کہ ہم نے بچپن سے بار بار سنا ہے کہ تم جس جگہ جاؤ اور قیام کرو۔ جب تمہارے سامنے کھانا لایا جائے تو پیٹ بھر کھانا چاہیئے۔ اس لئے کہ اگر (میزبان) دوست ہے تو خوش ہوگا اور اگر دشمن ہے (وہ تمہارا شکم سیر ہوکر کھانا) نہیں دیکھ سکیگا اور رنجیدہ ہوگا۔

بن بُلائے مہمان

اسی دوران ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ اے لڑکو! جہاں کوئی دعوت اور مہمانی ہو جتنا کھا سکتے ہو کھالیا کرو۔ وہ لڑکے اسی طرح کرتے تھے۔ جیسا اُن کے باپ نے حکم دیا تھا۔ اتفاقاً ایک دن اُنکے باپ کو بھی مہمانی کے لئے بلوایا گیا۔ اور وہ لڑکے بھی اپنی عادت کے مطابق حاضر ہوگئے۔ باپ کو ان کا بن بلائے مہمان بننا پسند نہیں آیا۔ لڑکوں نے کہا آخر آپ نے یہ نہیں کہا تھا کہ جہاں کہیں دعوت ہو چلے جایا کرو۔ باپ نے جواب دیا لیکن میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ جس جگہ مجھے بلوایا جائے تم بھی آجایا کرو۔

بوسۂ قبر

اسی درمیان ایک مرید نے عرض کیا کہ قبر کو چومنا کیسا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ایسا

باشد؟ فرمودند که چنین گفته اند که بعض صالحان گور متبیل کرده اند. و هم فرمودند که در کتابی دیده ام یاد نمی آید که کسی مسجد را برائی تعظیم او بوسه می دهد یکُنُز. این ضعیف عرض داشت کـه دران تفسیر کـهنه چیبی آورده است و نـام معـلوم نبود. گفتند در تفسیر ابن علمی، این ضعیف گفت آری که اعرابی بنزدیک پیعمبر آمد صلی اللّه علیه وسلم و گفت یا رسول اللّه من این سوگند خورده ام که آستانه بهشت ببوسم. پیغمبر صلی اللّه علیه وسلم ساعتی صبر کرد که جبرئیل بیاید و فرمان آرد تا جواب او بگویم همچنان درحال جبرئیل بیامد فرمان آورد که یارسول اللّه! خدائی تعالی سلام می رساند و می گوید که اعرابی را بگو که قدم مادر و پدر ببوس همچنان باشد که آستانهٔ بهشت ببوسید اعرابی گفت یا رسول اللّه ماد و پدر درحیات نه اند که قدم ایشان ببوسم. پیغمبر صلی اللّه علیه وسلم باز ساعتی صبر کرد. تا جبرئیل علیه السلام بیامد و سلام خدائی تعالی بیاورد و گفت یا رسول اللّه! خدائی تعالی می فرماید که بگو این اعرابی را تا گور مادر و پدر ببوسد. همچنان باشد که آستانهٔ بهشت را ببوسید اعرابی گفت یا رسول اللّه مادر و پدر حانی مرده اند و گور ایشان نمی دانم. پیغمبر صلی اللّه علیه وسلم باز ساعتی صبر کرد تا جبرئیل بیاید و فرمان خدائی تعالی بیارد. همچنان جبرئیل بیامد و فرمان بیاورد و گفت یا رسول اللّه! خدائی تعالی سلام می رساند و می گوید که اعرابی را بگو

کہا گیا ہے کہ بعض صالحین نے قبر کو چوما ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے لیکن وہ یاد نہیں آرہی ہے۔ اگر کوئی شخص مسجد کو اس کی تعظیم کی نیت سے بوسہ دیتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اس ضعیف (سعیدی بزرگ) نے عرض کیا کہ اس پر کسی تفسیر میں یہ لکھا ہوا ہے۔ اور (تفسیر) کا نام معلوم نہیں تھا۔ فرمایا تفسیر ابن عمی میں ہے۔ اس ضعیف (سعیدی بزرگ) نے عرض کیا، جی ہاں! کہ ایک اعرابی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے جنت کی چوکھٹ کو چومنے کی قسم کھائی ہے۔ (اب میں اپنی اس قسم کو کیسے پوری کروں؟) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر توقف فرمایا تاکہ جبرئیل (علیہ السلام) (اللہ تعالیٰ) کا فرمان لیکر آئیں اور میں اس کا جواب دوں۔ جبرئیل (علیہ السلام) اسی طرح فوراً فرمان لیکر آئے کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپکو سلام پہنچاتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ اعرابی سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی ماں اور باپ کے قدموں کو چوم لے۔ ایسا ہوگا جیسے اُسنے جنت کی چوکھٹ کو چوم لیا۔ اعرابی نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے باپ زندہ نہیں ہیں جو میں اُن کے قدموں کو چوموں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، پھر کچھ دیر خاموش رہے۔ یہاں تک کہ جبرئیل (علیہ السلام) حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا سلام کہا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ اس اعرابی سے فرمادیجئے کہ وہ اپنی ماں اور باپ کی قبروں کو چوم لے۔ ایسا ہوگا جیسے اُس نے جنت کی چوکھٹ کو چوم لیا۔ اعرابی نے عرض کیا یا رسول اللہ میری ماں اور باپ کا کس جگہ انتقال ہوا ہے اور اُن کی قبریں کہاں ہیں؟ مجھے معلوم نہیں ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کچھ دیر تامل فرمایا تاکہ جبرئیل (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کا فرمان لیکر آئیں۔ چنانچہ جبرئیل (علیہ السلام) فرمان لیکر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام پہنچاتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ آپ اعرابی سے کہہ دیجئے کہ

که اگر گور مادر و پدر نمی داند دو خط بکشد یکی بنام گور مادر و یکی بنام گور پدر و گور مادر از جانب پایان و گور پدر از جانب سر آں ببوسد. همچناں باشد که آستانهٔ بهشت را ببوسید اعرابی همچناں کرد تا سوگند از گردن او ساقط شد.

دیگر مخدوم العالم در روز اول هفته بست و هفتم ماه مبارك رجب المرجب فدرهٔ سنه خمس و عشرین و سبعمائه افادت از زبان در بار از هر نوع فائده می فرمودند. و در اثنائی آں روئی سوئی شخصی درویشی کردند. شیخ محمود نام درویشی عزیز بودهم از مریدان مقام. فرمودند که ملک چیزی که آورده بود چرا قبول نکردی. چیزی که بی خواست بیارند قبول باید کرد. و گفته اند هر کرا بی خواست چیزی بدو بدهند واو آنرا رد کند همچناں باشد که بر خدائی تعالی رد کرده باشد.

همدریں فرمودند که بابا بزرگ قدس اللّٰه روحهٔ العزیز گفتی که اگر من دانستمی که خاطر آرنده از قبول نا کردن آزرده نخواهد شد هر گز قبول نکردمی. چوں خاطر آرنده ازار می یابد. پس باید که کسی چیزی بی خواست بیارد قبول باید کرد.

بعد ازاں حکایت از کتابی افتاد که آنرا تحفته الشباب می گویند. فرمودند که بابا بزرگ قدس اللّٰه روحهٔ العزیز

اگر اسے اپنی ماں اور باپ کی قبروں کا پتہ نہیں ہے تو وہ اپنی ماں اور باپ کی قبروں کے نام سے دو نشان بنا لے اور ماں کی قبر کو پائنتی کی جانب سے اور باپ کی قبر کو سرہانے کی طرف سے چوم لے۔ ایسا ہوگا جیسے اس نے جنت کی چوکھٹ کو چوم لیا۔ اعرابی نے یہی کام کیا۔ اور اس کی قسم پوری ہوگئی۔

شیخ محمود علیہ الرحمہ

اور مخدوم العالم ہفتے کے پہلے دن میں ۲ ماہ مبارک رجب المرجب قدرہٗ (اللہ تعالیٰ اس کی قدر زیادہ کرے) ۷۲۵ھ کو فائدہ کی سعادت کے لئے اپنی زبان گوہر بار سے ہر قسم کے فوائد بیان فرما رہے تھے۔ اور اس درمیان میں شیخ محمود نامی ایک درویش شخص کی طرف رخ کیا جو (عالی) مقام مریدوں میں سے ایک لائق درویش تھے۔ فرمایا کہ حاکم (وقت) جو چیز لایا تھا وہ تم نے کیوں نہیں قبول کی؟ جو چیز بے طلب لائی جائے وہ قبول کر لینی چاہیے۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ شخص جس کو بے مانگے کچھ دیا جائے اور وہ اسے لوٹا دے (تو) ایسا ہے جیسے اس نے وہ چیز اللہ تعالیٰ کو واپس کر دی ہو۔

ہدیہ قبول کرنا چاہیئے

اس دوران فرمایا کہ بابا بزرگ (حضرت سلطان التارکین) قدس اللہ روحہٗ العزیز فرماتے تھے کہ اگر میں جان لیتا کہ (ہدیہ) لانے والے کا (ہدیہ) دل قبول نہ کرنے سے رنجیدہ نہ ہوگا۔ تو میں ہرگز قبول نہیں کرتا۔ چونکہ لانے والے کا دل (واپس کرنے سے) تکلیف پاتا ہے۔ پس کوئی شخص بے طلب کئے کچھ لائے وہ قبول کر لینا چاہیئے۔

تحفۃ الشباب

اس کے بعد ایک کتاب کا ذکر آیا جسے تحفۃ الشباب کہا جاتا ہے۔ فرمایا کہ بابا بزرگ (حضرت سلطان التارکین) قدس اللہ روحہٗ العزیز

فرمودی که اگر سخن هزل است و بامعنی بهتر از هزار سخن جدا است که در و معنی نیست. و فرمودند که سخن صوفیان را ازان نزعات الصوفیه گویند که معنی سخن در گوینده پیدا نیست

روز اول هفته غره ماه مبارک شعبان عمت میامنة سنه مذکور سعادت افادت حاصل بود. مخدوم العالم با فرزندان و یاران دیگر حاضر بودند. از هر نوع حکایت می فرمودند. در اثنائی آں حکایت ها فوائد بی اندازه در لفظ دُربار قطب المدار عالم حاصل می شد. فرمودند از والد رحمته اللّه علیه پرسیده شد، بابا دریں چه حکمت است که صوفیان نان تنها خورند. والد رحمته اللّه علیه جواب فرمودند که تا اندازۂ خوردن خود هر کسی بداں مقدار طاعت کند.

بعد ازاں فرمودند که روزی در خانه شیخ عبداللّه یاراں بخدمت شیخ بزرگ قدس اللّه روحهٔ العزیز خوش دل و شادمان نشسته بودند. و مادراں وقت خورد بوده ایم بعد

فرماتے تھے کہ اگر مذاق کی بات ہے اور بامعنی ہو تو یہ درست بات ہے بہتر ہے جس کا کوئی معنی نہیں۔ اور فرمایا صوفیوں کی باتوں کو اسی لئے "ترہات الصوفیہ" (صوفیوں کی لاف وگزاف) کہتے ہیں۔ کیونکہ ان باتوں کے بیان کرنے والے سے باتوں کا مطلب ظاہر (clearly) نہیں (ہوتا)۔

صوفیاء کے تنہا کھانے میں کیا حکمت ہے؟

اسی سال ماہ شعبان عمت میامنہٗ (اللہ تعالیٰ اس کی برکتوں کو عام کرے) کی پہلی تاریخ ہفتہ کے پہلے دن میں قدمبوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ مخدوم العالم [۱] اپنے فرزندوں اور دوسرے مریدوں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اور ہر قسم کا تذکرہ فرما رہے تھے۔ اس درمیان بہت سی حکایتیں اور بے انداز فوائدے قطب مدار [۲] کی زبان گوہر بار سے حاصل ہوئے۔ فرمایا والد (حضرت عزیز الاولیاء) رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ بابا صوفی حضرات تنہا کھانا کھاتے ہیں اسمیں کیا حکمت ہے؟ والد رحمتہ اللہ علیہ نے جواب دیا اس لئے تاکہ ہر شخص اپنی خوراک کے اندازہ کی مقدار میں عبادت کرسکے۔

اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا [۳]

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن شیخ عبداللہ کے گھر میں بڑے پیر قدس اللہ روحہ العزیز کی خدمت میں آپکے مرید خوش وخرم بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ہم اُس وقت

---

[۱] [۲] حضرت فریدالدین چاک پراں قدس سرہٗ

[۳] دنیا کی زندگی میں اللہ عزوجل کا دیدار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے۔ اور آخرت میں ہر سنی مسلمان کے لئے ممکن بلکہ واقع رہا قلبی دیدار یا خواب میں یہ دیگر انبیاء علیہم السلام بلکہ اولیاء اللہ کے لئے بھی حاصل ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں سوبار زیارت ہوئی۔ (بہار شریعت حصہ اوّل صفحہ ۸)

ساعتی دیدم که همه می گریند و در پائی یکدیگر می افتند و مرا ازاں حال هیچ خبر نبود. بعد از چند روز کاغذی دیدم بخط والد نبشته که شیخ جیو قدس اللّه روحهٔ العزیز حضرت عزت را در خواب دید ند که می فرمود که اگر یاری گناه کرده است و بعد ازاں عذر خواسته و شما آنرا قبول نکرده اید مجرم شما اید و اگر گناه کرده است و عذر نخواسته است همچناں او مجرم است. بعد ازاں در آخر آں والد نبشته بود که ایں نیز برائی تعلیم ما است. و گر نه حضرت عزت ازاں بی نیاز تر است که برو چیزی پوشیده ماند. بعد ازاں بر لفظ مبارك راندند که مرا بعد از چندیں که ازاں کاغذ که والد رحمه اللّه علیه نبشته بود. معلوم شد که آنروز اں بود که شیخ بزرگ قدس اللّه روحهٔ العزیز ایں خواب پیش یاراں می گفت و ایشاں پائی یکدیگرمی افتادند و عذر می خواستند.

بعد ازاں فرمودند که از فخرالدیں مبارك شنیده ام که او گفت از شیخ شنیدم که می فرمود که از خدائی تعالی می خواهم که برائی یسیں (ایسں) چیزی از دنیا بخواهم که بداں روز بگذارند باز براُو شفقت می آید که نباید بداں مشغول گردد. و ایں یسیں ترکی بود هم از مریداں و یاراں شیخ بزرگ باجاه و مال بسیار، و در آخر کار متل حال گشته بود. بعد ازاں بر لفظ دربار راندند که شیخ فرموده است قدس اللّه روحهٔ العزیز

چھوٹے تھے۔ کچھ دیر کے بعد میں دیکھا کہ سب (حضرات) رو رہے ہیں اور ایکدوسرے کے قدموں میں گر رہے ہیں۔ اور مجھے اس حال کی کوئی خبر نہیں تھی۔ چند دنوں کے بعد میں نے والد کی قلم سے لکھا ہوا ایک کاغذ دیکھا (اسمیں یہ تحریر تھا) کہ شیخ جیو (حضرت سلطان التارکین) قدس اللہ روحہٗ العزیز نے حضرت عزت (اللہ تعالیٰ) کو خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر کسی دوست نے کوئی غلطی کی اور اس کے بعد وہ معافی کا خواستگار ہوا اور تُم نے اُسے معاف نہیں کیا تو تم مجرم ہو۔ اور اگر اس نے قصور کر کے معافی نہیں مانگی ہے تو وہ اسی طرح گنہگار ہے۔ اس تحریر کے آخر میں والد نے پھر یہ لکھا تھا کہ یہ بھی ہماری تعلیم کے لئے ہے ورنہ حضرت عزت (اللہ تعالیٰ) اس سے بے نیاز تر ہے کہ اس سے کوئی چیز پوشیدہ رہے۔ اس کے بعد زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ مجھے والد رحمۃ اللہ علیہ کے لکھے ہوئے کاغذ سے کئی دنوں کے بعد معلوم ہوا وہ دن وہ تھا جب بڑے پیر (حضرت سلطان التارکین) قدس اللہ روحہٗ العزیز یہ خواب مریدوں کے سامنے بیان فرما رہے تھے اور وہ ایکدوسرے کے قدموں میں گر رہے تھے اور معافی مانگ رہے تھے۔

حضرت یٰسین رحمۃ اللہ علیہ پھر فرمایا کہ میں نے فخر الدین مبارک سے سُنا ہے اُنہوں نے بیان کیا کہ میں نے شیخ (حضرت سلطان التارکین) سے سُنا کہ آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے یٰسین کے لئے کوئی دنیوی چیز مانگنے کا ارادہ کرتا ہوں تا کہ وہ اُس سے اپنا گذر اوقات کرلیں۔ پھر اُن پر شفقت آتی ہے کہ اُنہیں (دنیاداری) میں مشغول نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ یٰسین ترکی تھے۔ اور بڑے پیر کے یاروں اور مریدوں میں بہت مال اور عزت رکھتے تھے۔ اور آخر میں مُفلس ہو گئے تھے۔ اس کے بعد زبان گوہر بار سے ارشاد فرمایا کہ شیخ (سلطان التارکین) قدس اللہ روحہٗ

رہـذر مخواہ گر ترا خواستہ ماند

ناخواستہ خواست در کنار تو نہند

انـرا کہ داشتہ اند چیزی کہ برائی اوست ان نیز داشتہ اند قدعلم کلُ اناس مشربهم (پ۱، ع۷) همین است کہ چند گہ صبر می ـ ـد کردہ چوں بافت شکر کرد کہ ولئن شکرتم لازیدنکم (پ۱۳، ع۱۳) کسی کہ برائی کاری آفریدہ شدہ است ان چیز از و پیدا می اید.

همدرین معنی حکایتی فرمودند کہ در گجرات در ـسی بودہ است بر بازرگانی، و آنجا در ایام جاھلیت رسمی بودہ است کہ پایکانی کہ جنگی بودندی درپائی ایشان زنجیری بودی کہ برزمین کشاں می رفتند. اگر کسی راسر ارزوی ان بودی کہ با ایشاں جنگ کردی و در افتادی بیامدی و آں زنجیر زیر پائی کردی و بگذشتی تا قضا را. روزی پایکی در راہی می گذشت این درویش از نادانستگی کہ مزاج آں ولایت نمی دانست زنجیر پایک زیر پائی کرد و برفت. پایک در آویخت کہ ترا زھرہ آں کہ زنجیر من زیر

العزیز نے فرمایا ہے۔ خاصہ:

زنہار مخواہ گر ترا خواستہ مند   خواستہ جو مست ترک بہ ترست

(اگر تیری خواہش ترک کردی گئی ہے تو خبردار تو بھی خواہش مت کر (کیونکہ) یہ طلب چاہت
جدائی پیدا کردیتی ہے۔)

ہر شخص سے اُس کا کام ظاہر ہو کر رہتا ہے

وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں وہ اُس چیز کو بھی جانتے ہیں جو اُن کے لئے ہے۔ (اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے) قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ (بیشک ہر گروہ نے پانی پینے کی اپنی جگہ کو پہچان لیا [1]) کا یہی مفہوم ہے۔ بار بار صبر کرنا چاہیئے۔ جب مقصد حاصل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے (جیسا کہ قرآن مجید فرقان حمید میں ہے) وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (اگر تم شکر کرو گے (تو) یقیناً تمہیں اور زیادہ دوں گا [2]) ہر وہ شخص جو کسی کام کے لئے پیدا کیا گیا وہ کام اُس سے ظاہر ہو کر رہتا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک درویش گجرات میں سوداگری کیا کرتا تھا اور وہاں زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ وہ پیادے جو جنگی ہوتے تھے اُن کے پاؤں میں ایک زنجیر ہوتی تھی۔ جسے وہ زمین پر گھسیٹتے ہوئے چلتے تھے۔ اگر کسی کو اُن سے مقابلہ کر کے جنگ کرنے کی خواہش ہوتی وہ آتا اور زنجیر کو روند کر چلا جاتا۔ یہاں تک کہ اتفاقاً ایک دن ایک پیادہ کسی راستہ سے گذر رہا تھا۔ یہ درویش جو اپنی لاعلمی کی بناء پر اس علاقہ کا مزاج نہیں جانتا تھا۔ اُس نے پیادہ کی زنجیر پامال کی اور آگے بڑھ گیا۔ پیادہ

---

[1] پ ا ع ۷ ترجمہ کاظمی   [2] پ ۱۳ ع ۱۳ ترجمہ کاظمی

سانی کسی. اکنوں بیا با من در اویز و روئی نمائی که مزه اید
وگرنه هرگز از من رها نشوی تا دریں متالت ایشاں خلقی
جمع شد. وخبر برانی رسید که درویشی زنجیر پایک نوریر
پانی کرده است و پایک آب و نان رها کرده که البته آب و
نان آنگاه خورد که او با اُو در اُفتد. رانی هم فرمان داد که
موعدی کند و جائی راست کنند تا آنجا جنگ کنند، و ایں
بازرگاں که درویش برو می بود درویش را ملامت کردن
گرفت که ای درویش ایں چه کردی. و چه کار تو بود. اکنوں
هیچ چاره جزایں نیست که با او در اُفتی و گرنه هرگز رها
نشوی. و ایں درویش دراصل ماهی گیر بود. بگفت البته
چوں ازیں کار رهانش نیست دامی برائی من حاصل کنید.
تاسلاح من باشد، همچناں کردند. جائی که تعین کرده بودند
حاضر کردند. و پایک باتیغ و تیر و سلاح دیگر چنانچه
آں کارگان باشد بیروں آمد. درویش دام بدست کرده از طرف
دیگر بیروں آمد. چوں خواستند که در آویزند درویش پیش
ازاں دام بیند اخت و پایک را بپیچید و پیش خود آورد و
بکشت وبیند اخت. خلقی بتعجب ماندند که درویش چگونه
فره آمد. بعد ازاں قطب مدار العالم بر زبان دربار راندند که
اینک همچنیں هر کسی مصلحت خویش نیکو می داند و از
برائی چیزی که آفریده انداز و نیکو می آید. همیں است که
چند گه صبر می باید کرد والسلام.

جھگڑنے لگا کہ (اے درویش) تیری کیا مجال جو میری زنجیر روندڈالے؟ اب میرے مقابلہ میں آکر جنگ کر، تا کہ مزہ آجائے۔ ورنہ تو ہرگز مجھسے چھٹکارا نہیں پائیگا۔ اُن کی اس گفتگو میں لوگ جمع ہوگئے۔ اور راجہ تک خبر پہنچی کہ ایک درویش نے تیرے پیادہ کی زنجیر کو پامال کر دیا ہے۔ اور پیادہ نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔ البتہ وہ اُسوقت کھانا کھائے گا جب (درویش) اُس کے ساتھ مقابلہ کرے گا۔ راجہ نے بھی حکم دیدیا کہ وہ دونوں ایکدوسرے کے ساتھ جنگ کرنے کا عہد کریں۔ اور جگہ کو درست کیا جائے تا کہ وہاں جنگ کی جائے۔ اور جن سوداگروں کے ساتھ درویش رہتا تھا انہوں نے درویش کو ملامت کرنا شروع کیا۔ کہ اے درویش یہ تو نے کیا کیا اور کیا (یہ) تیرا کام تھا؟ اب پیادہ کے ساتھ لڑائی کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ ورنہ تو ہرگز رہا نہیں ہوگا۔ اور یہ درویش دراصل ماہی گیر تھا۔ کہا، بہت بہتر، جب اس کام سے چھٹکارا نہیں ہے۔ میرے واسطے ایک جال مہیا کرو تا کہ وہ میرا ہتھیار ہوجائے۔ ایسا ہی کیا گیا۔ اور دونوں کو مقررہ جگہ پر حاضر کیا گیا۔ اور پیادہ تلوار اور تیر اور اُن دوسرے ہتھیاروں کے ساتھ جو اُن لوگوں کے کام کے لائق ہوتے ہیں باہر آیا۔ (اور) دوسری طرف سے درویش اپنے ہاتھ میں جال لئے ہوئے نکلا۔ جیسے ہی انہوں نے ایکدوسرے سے جنگ کرنی چاہی۔ درویش نے اُس سے پہلے جال ڈالدیا اور پیادہ کو لپیٹ کر اپنے سامنے لاکر مار ڈالا۔ سب لوگ حیران رہ گئے کہ درویش (پیادہ) پر کیسے غالب آگیا۔ اس کے بعد قطب مدار العالم (حضرت فریدالدین چاک پرّاں) نے اپنی زبان گوہر بار سے ارشاد فرمایا دیکھو اسی طرح ہر شخص اپنی مصلحت کو خوب سمجھتا ہے اور جس کام کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے وہ کام اس سے بہتر انجام پاتا ہے۔ یہی (بات) ہے کہ آدمی کو بار بار صبر کرنا چاہیئے۔ اور سلام ہو۔

روز یکشنبه بست و نهم ماه مبارک رمضان عمت مبامنة سنه خمس و عشرین و سبعمائه سعادت قدمبوسی محدوم العالم حاصل شد. از لاتنو که در نقل قاضی بزرگ جد علیه الرحمه والرضوان رفته بودند. و نقل جد علیه الرحمه روز سه شنبه هژدهم ماه مبارک شعبان بود. سنه خمس و عشرین و سبعمائه بیامدند و تقته حال هریکی می کردند. و فائده ها می فرمودند. بعضی یاران نیت اعتکاف بود. فرمودند ما را نیز نیت بود که معتکف شویم اما هر چند که خواستم باطن رخصت نداد. اگر چه اعتکاف نقل می داشتم ساعتی در مسجد می بودیم نیت می کردیم که نزدیک محمد اگر روزی با ساعتی اعتکاف کنند روا باشد.

بعد ازاں گفتند سبحان اللّٰه! دینه روز میان کدام مرغزارها می امدیم و امروز میان کدام خارها، آں جانب باران هائی مراد باریده. و کاه ها و غله ها بالیده گوئی باغ و بوستان است و اینجا کاه هائی خشک، گوئی هرگز باران نباریده است. بعد ازاں این لفظ یک دو بار بر زبان مبارک راندند که دریں زهر هم سریست. انشاء اللّٰه تعالیٰ اینجا هم بخواهد بارید.

و فرمودند چهل روز تذکیر بر سر روضۂ مولینا گفته شد چوں ایشاں اجازت دادند آمده شد، گفتند پس اکنوں گفتم تذکیر صبح التزام کرده ایم گفت آنرا معین تمام خواهد کرد چنانچه در مخاطبات سری باشد چوں ایں گفت و شنید

مخدوم العالم کالاڈنوں تشریف لیجانا

اتوار کے دن ۲۹ ماہ مبارک رمضان نعمت میں (اللہ تعالیٰ اس کی برکتوں کو عام کرے) ۷۲۵ھ کو مخدوم العالم (حضرت فرید الدین چراغ پرواں) کی قدمبوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ جب آپ بڑے قاضی نانا علیہ الرحمۃ والرضوان کے انتقال پر لاڈنوں تشریف لیگئے تھے۔ اور نانا علیہ الرحمہ کا انتقال ۱۸ ماہ مبارک شعبان منگل کے دن ہوا تھا۔ ۷۲۵ھ کو واپس تشریف لائے۔ اور ہر ایک شخص کا حال معلوم کیا اور بہت سے فائدے بیان فرمائے۔ بعض مریدوں کی لاڈنوں میں اعتکاف کی نیت تھی۔ فرمایا ہم بھی اعتکاف کرنا چاہتے تھے۔ لیکن میں نے بہت چاہا طبیعت نے اجازت نہیں دی۔ اگرچہ ہم جتنی دیر مسجد میں رہے ہم نے نفلی اعتکاف کی نیت کرلی تھی۔ اس لئے کہ (امام) محمد (رضی اللہ عنہ) کے نزدیک اگر ایک دن یا ایک ساعت اعتکاف کیا جائے جائز ہے۔

سبزہ زار

پھر فرمایا سبحان اللہ کل ہم کیسے سبزہ زار کے درمیان میں سے آئے تھے اور آج کیسے کانٹوں کے درمیان ہیں؟ اس طرف مراد کی بارشیں برسی ہوئیں اور ہری گھاسیں اور اناج باہر نکلے ہوئے ہیں۔ گویا باغ و بوستان ہے۔ اور یہاں خشک گھاسیں ہیں، گویا بالکل بارش نہیں برسی ہے۔ اس کے بعد یہ الفاظ ایک دو بار زبان مبارک سے ارشاد فرمائے کہ اس زہر میں بھی کوئی راز ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہاں بھی بارش ہو جائے گی۔

مولینا علیہ الرحمہ

اور فرمایا (لاڈنوں) میں مولینا (علیہ الرحمہ) کے روضہ پر چالیس دن وعظ بیان کیا گیا۔ جب انہوں نے اجازت دی (تو) آنا ہوا۔ فرمایا پھر اب؟ میں (سعیدی بزرگ) نے عرض کیا ہم نے صبح کا وعظ کہنا لازم کر لیا ہے۔ فرمایا (یہ قلب کو) مکمل جاری کردیگا۔ اور مخاطبت سرّی (راز کی باتوں میں سے)

غـالـب شد از زیارت آمده و گفته شد تا گردون بیارند تا نا گور رفته شود.

و فرمودند وقتی در تذکیر صورت شیخ معارض نشدی و یـاد ندارم۔ این بـار دو کـرات دیدم گونی از در مسجد در می آید. و خـالـص غلام هم در خواب دید شیخعبداللّٰه را واو هر گز شیخ عبداللّٰه را ندیده بود. مگر همین نام شنیده باشد که اورامـی گـویـد این شیخ را بگونی اینجا چندین روز چه می کـنـد. چون ارواح ایشـان را چنین کششی شد از یاران اجازت طلبیده آمده شد.

همـچـنـان ذکـر مـلـک نـا گور افتاد اوهم از مریدان و مـعـتـقـدان بود. بعدازان روان کردن مخدوم اُومعزول شده بود. البته اعتقاد و اخلاص و حسن خلق اومی فرمودند که سخت مؤدب و مـهـذب مـلـکی بوده است۔ چنانکه دوم او درین دوراز ارکـان دولـت همچواُو نبا شد۔ اما همین که این علوی را پیش کـرده بـمـسـخـرگـی و بـازی اُو مشـغـول شده۔ دانستم درین کـارخیـری نیسـت۔ و اورازیان دارد، از کـردۂ این کار که دران مشغول است۔بعد ازان این شعر بر زبان مبارك راندند:

اذا غـدالـمَـلـکُ بـالـلـهـو مشتـغلاً
فـاهتف عـلـی مـلـکه بالویل والخرب

ہے۔ جب یہ گفت وشنید زیادہ ہوئی۔ (سب سے) ملاقات کر کے تشریف لائے اور چھکڑا لانے کے لئے کہا گیا۔ تاکہ (ڈیہ سے) ناگور روانہ ہوسکیں۔

سلطان التارکین کی وعظ میں زیارت

اور فرمایا مجھے کبھی وعظ میں شیخ (سلطان التارکین) کی صورت نظر نہیں آئی۔ اور نہ مجھے یاد ہے۔ اس بار میں نے دو دفعہ زیارت کی۔ گویا آپ مسجد کے دروازہ سے اندر تشریف لا رہے ہیں۔ اور خالص خادم (سعیدی بزرگ) نے بھی شیخ عبداللہ کو خواب میں دیکھا۔ اور اس نے شیخ عبداللہ کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مگر نام ہی سنا ہے۔ کہ اس (سعیدی بزرگ) سے شیخ عبداللہ کہتے ہیں کہ ان شیخ (مخدوم العالم) سے کہو کہ یہاں (ڈیہ میں) اتنے دن رہکر کیا کر رہے ہو؟ (ناگور آجاؤ) جب ان (بزرگوں) کی روحوں کی ایسی کشش ہوئی تو دوستوں سے اجازت لیکر ناگور آگئے۔

حاکم ناگور

اسی طرح حاکم ناگور کا ذکر آیا۔ وہ بھی مریدوں اور معتقدوں میں سے تھا۔ مخدوم (العالم) کو روانہ کرنے کے بعد معزول ہوگیا تھا۔ البتہ اُس کے حسن خلق اور اخلاص واعتقاد کے متعلق فرمایا کہ وہ انتہائی مؤدب ومہذب حاکم ہوا ہے۔ اور اس زمانہ میں ارکان حکومت میں سے کوئی دوسرا اس جیسا نہیں ہے۔ مگر یہی کہ یہ علوی کو آگے رکھکر اس کے کھیل اور دل لگی میں مشغول ہوگیا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ اس کام میں بھلائی نہیں ہے۔ اور جس کام میں وہ مشغول ہے اس کے کرنے سے اس کو نقصان ہوگا۔ پھر یہ (دو) شعر زبان مبارک سے ارشاد فرمائے:

اذا غدالملکُ باللهو مشتغلاً　　　فاهتف علیٰ ملکه بالویل والخرب

(جب بادشاہ لہو ولعب میں مشغول ہو جائے، تو اس کے ملک کی ہلاکت اور ویرانی پر نوحہ کرو۔)

اماتری الشمس فی المیزان هابطۃً
لما غدا برج بیت اللّٰہو والطرب

فرمودند که هر گه دیدی که ملکی به لهو و طرب مشغول شد و از کار ولایت و رعیت غم نداشت. بدان که در کار او خیری و منفعتی نباشد. لاجرم این حرکت او را زیان داست و ندانست. فرمودند خدائی تعالی خلاصی بخشد، باك نیست که هر کجا که خواهد بود. بندۂ ماخواهد بود. بعد ازان باز بعداز ساعتی روئی سوئی یاران کردند که یاران نیز از کردۂ او ملتفت خاطر می بودند که سخت معتقد و خدمتگار درویشان بوده است که اگر بگوئید باز اورا بهمت بیاریم یاران خدمت کردند. بعدازان مخدوم فرمود قل فاتحه خوانید برای اخلاص او را تا حق تعالی خلاص بخشد.

بعد ازان حکایت ملک حال افتاد که بعد از و اورا ناگور شده بود. اوهم مکتوبی بخدمت مخدوم العالم فرستاده بود و بدعاء مدد طلبیده و گفت که اقطاع ناگور حواله این جانب شده است و نسخۂ فرمان فرستاده شده است می باید که حضور خود پیش سکنۂ ناگور بخواناند و کارو مصلحتی که لائق باشد اعلام فرمایند که تمام رسانیده آید. فرمودند برو خواهم نوشت که انعام و بخشش بادشاه از حد در گذشته است و بهمه رسیده، اگر ما کمترازانکه دیگران را رسیده است بستانیم خیس باشیم و اگر زیادت ازان طلبیم که دیگران را رسیده است حریص باشیم. از کردۂ این صبر کرده ایم

امالری الشمس فی المیزان ھابطہ   لما عدا برج بیت اللھو والطرب

(کیا تم سورج کو میزان میں اترتے ہوئے نہیں دیکھتے، جب برج کھیل کود اور خوشی کا گھر بن جائے۔)

فرمایا جب کبھی تم کسی بادشاہ کو دیکھو۔ وہ کھیل اور گانے بجانے میں مشغول ہے۔ اور اُسے حکومت اور رعایا کے کاموں کا فکر نہیں ہے۔ جان لو کہ اُس کے کام میں کوئی بھلائی اور فائدہ نہیں ہے۔ یقیناً اس حرکت نے (حاکم ناگور کا) نقصان کیا اور وہ نہیں سمجھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ اُسے رہائی عطا فرمائے۔ اور کوئی ڈر نہیں ہے وہ جہاں کہیں رہے گا۔ ہمارا نیازمند رہے گا۔ پھر کچھ دیر کے بعد مریدوں کی طرف رُخ کر کے فرمایا مُرید بھی دل سے متوجہ تھے۔ اس لئے کہ وہ درویشوں کے تحت معتقد اور خدمتگار ہوئے ہیں۔ کہ اگر تم کہو تو (حاکم ناگور) کو ہمت کر کے واپس لے آئیں۔ تمام مرید آداب بجالائے۔ اس کے بعد مخدوم نے فرمایا اسکی رہائی کے لئے قل فاتحہ پڑھو تاکہ حق تعالیٰ اسے چھٹکارا عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا انعام

اس کے بعد موجودہ حاکم کا ذکر نکلا کہ اُسکی (پہلے حاکم کے بعد) ناگور بدلی (Transfer) ہوئی تھی۔ اُس نے بھی مخدوم العالم کی خدمت میں ایک عریضہ روانہ کیا تھا۔ اور دعاء کے ذریعہ مدد (الٰہی) کا طالب ہوا تھا۔ اور عرض کیا کہ ناگور کا علاقہ میرے سپرد ہوا ہے۔ اور (بادشاہ کے) فرمان کی تحریر بھیجی گئی ہے۔ وہ آپ اپنی موجودگی میں باشندگان ناگور کے سامنے پڑھوادیں۔ اور (میرے) لائق کوئی نیک مشورہ اور کام ہو تو آگاہ فرمائیں تاکہ پورا کیا جاسکے۔ فرمایا جاؤ لکھدوں گا۔ اس لئے کہ بادشاہ (یعنی اللہ تعالیٰ) کا انعام اور اُس کی بخشش حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے اور وہ سبکو میسر ہے۔) اگر ہم اس سے کم لیتے ہیں جو دوسروں کو ملی ہے خسیس ہو جائیں گے۔ اور اگر اس سے زیادہ طلب کرتے ہیں جو دوسروں نے پائی ہے تو حریص کہلائیں گے۔ اور ہم

و هیچ نمی گوئیم۔ می دانیم که هر چه خدائی تعالی روزی ما کرده است بی طلب بما خواهد رسانید۔ و فرمودند مکتوب پدر او هم دارم که برمن نبشته بود۔ بر و بخواهم فرستاد اینک مکتوب پد رتست۔ چنانچه او معتقد و مرید بود تو نیز می باید که زیادت ازاں اخلاص و ارادت نمانی که پدر ترا بوده است تا مزید تو گردد۔

بعد ازاں ساعتی سخن در ابنائی دنیا افتاد۔ فرمودند که یکبارگی از کار دین دست برداشته اند و بطلب دنیا مشغول شده اند و از کار آخرت بی خبر، بعد ازاں ار لفظ دُربار راندند که غنا نه در جمع کردن مال است بلکه غنا در استعمال مال است تا حق تعالی توفیق استعمال کرا بخشیده است باز فرمودند بعد ازیں سخناں که راه شیخ حمید است رحمته اللّٰه علیه۔ پس دیگر همه هیچ است اطرح فا فرح۔

روز سه شنبه پانژدهم شوال سنه خمس و عشرین و سبعمائته سعادت قدمبوس حاصل شد۔ مسئله بوده است در کتب فقه دیده می شد۔ و یاران دیگر حاضر بودند۔ همچناں خدمت مخدوم العالم در آمد۔ بشرف پائی بوس مشرف گشته آمد۔ فرمودند چه می دید و چه مسئله بود مسئله که بود عرضه افتاد، فرمودند که قدروی و منظومه را در مستحضر باید بود۔ که هیچ مسئله بیرون آں نیست که قدوری را امهات المسائل گویند۔ زیرا که اصل همه این است۔

نے اپنے مقدر پر صبر کرلیا ہے اور کوئی شکوہ نہیں ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ہماری قسمت میں لکھدیا ہے وہ بے مانگے ہم تک پہنچے گا۔ اور فرمایا (حاکم وقت) کے باپ نے مجھے جو خط لکھا تھا وہ میرے پاس ہے۔ وہ میں اس کے پاس بھیجوں گا۔ کہ یہ تیرے باپ کا خط ہے۔ جیسے وہ معتقد اور مرید تھا تجھے بھی چاہیئے کہ تو اس سے زیادہ محبت وعقیدت کا اظہار کرے۔ کیونکہ تیرا باپ (معتقد اور مرید) رہا ہے تاکہ تجھے ترقی حاصل ہو۔

غنا کیا ہے؟

اس کے بعد کچھ دیر دنیاداروں کا ذکر چلا، فرمایا انہوں نے اکدم دین کے کاموں سے ہاتھ اٹھا لیا ہے۔ اور دنیا کی طلب میں مشغول ہیں۔ اور آخرت کے کاموں سے بے خبر۔ پھر زبان گوہر بار سے ارشاد ہوا کہ مال جمع کرنا غنا (دولتمندی) نہیں ہے بلکہ مال کے استعمال کرنے میں غنا (دولتمندی) ہے۔ حق تعالیٰ نے (مال) کو صحیح استعمال کرنے کی کس کو توفیق بخشی ہے؟ فرمایا شیخ حمید (حضرت سلطان التارکین) رحمتہ اللہ علیہ کے طریقہ کی باتوں کے بعد دوسری باتیں ہیچ ہیں۔ اطرح فافرح (دنیا کو دور کردو پس خوش رہوگے)

قدوری ومنظومہ

منگل کے دن ۱۵ شوال ۷۲۵ھ کو قدمبوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ ایک مسئلہ پیش آیا ہوا تھا وہ فقہ کی کتابوں میں دیکھا گیا اور دوسرے مرید حاضر تھے۔ وہ اسی طرح مخدوم العالم [1] کی خدمت میں اندر آئے اور قدم بوسی کے شرف سے مشرف ہوئے۔ فرمایا تم کیا مسئلہ دیکھ رہے تھے۔ جو مسئلہ تھا وہ عرض کیا گیا۔ فرمایا کہ قدوری اور منظومہ کو زبانی یاد کرلینا چاہیئے۔ اسلئے کہ ان سے کوئی مسئلہ باہر نہیں ہے۔ اور قدوری کو اُمہات المسائل اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ تمام (فقہ کی کتابوں کی) اصل ہے۔

[1] حضرت فریدالدین چاک پراں قدس سرہٗ

که از والد شنیده ام که ابو بکر کہانی مردی بود هم از مریدان شیخ که او گفت که در لاهور بودم و انجا مفتی بوده است او را احسن سختیانی می گفتند که روزی بخدمت او برائی استفتاء رفته بودم دیدم که او نشسته سختیان را می مالد و سلام کردم و استفتاء نمودم. دید بعد ازاں فرمود برو نهاری بیار از بره و سهالی تا نهاری بخورم و جواب نویسم همچناں کردم نهاری بیاوردم ایشاں بخوردند و جواب بنوشتند. غرض آنکه می گویند که چندیں سال در لاهور مفتی بود و جواب فتوی می گفت که هیچ کتابی جز قدوری بروی نبوده است.

همدریں روز بعد از نماز پیشیں ایں ضعیف را فرمودند که کتاب فائق بیارید بخدمت ایشاں آورده شد. مطالعه می کردند. بعد ازاں از مطالعه فارغ شدند. فرمودند که ایں کتاب را لازم گیر که کتابی بزرگ است و هر کسی ایں کتاب را نداند. و می آرند که مولینا وجیه بحیرا بزرگی بوده است. او ایں کتاب را بخط خوب نوشتی و نیکو راست کردی. بر هر که از امیر و ملک ببردی صد تنگه بیافتی فرمودند که اول صد تنگه بهاء ایں کتاب بوده است ایں زماں همچنیں شده است.

روز شنبه سویم ذیقعده سنه خمس و عشرین و سبعمائته سعادت افادت حاصل بود. فرمودند که در کتاب

حسن سختیانی

میں نے والد[1] سے سنا ہے کہ شیخ (حضرت سلطان التارکین) کے مریدوں میں سے ابو بکر ہانی بھی ایک برگزیدہ شخص تھے۔ انہوں نے بیان کیا جب میں لاہور میں تھا وہاں ایک مفتی تھے۔ ان کو حسن سختیانی کہا جاتا تھا۔ میں ایک دن ان کے پاس فتویٰ طلب کرنے کے لئے گیا تھا۔ میں نے انہیں بیٹھے ہوئے چمڑے کو ملتے دیکھا۔ سلام کر کے استفتاء دکھایا۔ (مفتی صاحب) نے فتویٰ دیکھنے کے بعد فرمایا جاؤ حلوان کا گوشت اور چپاتی کا ناشتہ لیکر آؤ تاکہ میں نہاری کھا کر جواب لکھوں۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اور نہاری لیکر آگیا۔ انہوں نے ناشتہ کر کے جواب لکھا۔ الغرض کہتے ہیں کہ وہ لاہور میں کئی سال مفتی رہے۔ اور فتووں کے جوابات دیتے رہے۔ لیکن ان کے پاس قدوری کے علاوہ کوئی دوسری کتاب نہیں تھی۔

کتاب فائق

اسی دن ظہر کی نماز کے بعد اس ضعیف (سعیدی بزرگ) سے فرمایا کہ کتاب فائق لاؤ۔ (یہ کتاب) آپکے پاس لائی گئی۔ مطالعہ کرتے رہے۔ مطالعہ سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ اس کتاب کے (مطالعہ) کو اپنے اُوپر لازم کر لو۔ اسلئے کہ یہ ایک عظیم کتاب ہے۔ اور ہر آدمی اس کتاب کو نہیں جانتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ مولینا وجیہ بجیرا ایک بزرگ ہوئے ہیں۔ وہ اس کتاب کو خوشخط لکھتے اور خوب سنوارتے (اور) جس امیر اور بادشاہ کے پاس لے جاتے سوتنگہ پا لیتے تھے۔ فرمایا کہ پہلے اس کتاب کی قیمت سوتنگہ تھی، اب ایسے ہی ہو گئی ہے۔

وقت کو غنیمت جاننا چاہیئے

ہفتہ کے دن ۳ ذیقعدہ ۷۲۵ھ کو فائدہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ فرمایا جیسا کہ کتاب میں آیا ہے صبح

---

[1] حضرت عزیز الاولیاء صوفی عزیز الدین قدس سرہٗ

آمده است. چنانچه از طلوع صبح تا طلوع آفتاب وقتی متبرك است. همچنان بعد از نماز دیگر تا غروب آفتاب وقتی متبرك است این وقت را غنیمت بایدداشت و غفلت نباید کرد. چون تمام روز در غفلت می رود باری اینقدر وقت غنیمت باید شمرد. بدان که عین القضاة هم فرموده است که این وقت رانگاه بایدداشت. باز فرمودند چنانچه بعد از نماز دیگر تا نماز شام غنیمت است از نماز شام تا نماز خفتن نیز غنیمت باید داشت. بعد ازان از هر نوع حکایت می فرمودند باز فرمودند ما که بخدمت شیخ بزرگ می بودیم هرگز هیچ روزی و ساعتی در محفل ایشان یاد نداریم که ذکر دنیا رفتی و هرگز ما نشنیدیم و کسی را مجال آن نبودی که در خدمت ایشان ذکر دنیا کردی.

روز شنبه دوازدهم ماه صفر ختم الله بالخیر والظفر سنه ست و عشرین و سبعمائه بعد از گذاردن نماز بامداد پشت مبارك بجانب محراب کردند. و نشستند و گفتند که مولینا شرف الدین بو سنجی گفتی که مولینا رکن الدین امام زاده رحمته اللـه علیه همین که نماز با مداد بگذاردی پشت بمحراب آوردی و بنشستی و متعلمان راسبق گفتی گفتند مولینا این اوراد و تسبیح و دعاء که بعد از نماز آمده است سنت است. گفت مابفرض مشغول می شویم و این سبق گفتن فرض است که متعلمان خانمان گذاشته می آیند تا زودتری ایشان را دل فارغ کنیم. بعد ازان این ضعیف را فرمودند که کتاب و دوات و قلم بیار و بخوان همچنان تفسیر مدارك آورده شد و بخدمت ایشان آغاز کرده شد. امید است که حق تعالی بفضل خویش بزودی توفیق اتمام آن روزی

صادق سے طلوع آفتاب تک متبرک وقت ہے۔ ایسے ہی نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک متبرک وقت ہے۔ اس کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ اور غفلت نہیں کرنی چاہیے۔ جب تمام دن غفلت میں گذر جاتا ہے تو ایک بار تھوڑا وقت ہی غنیمت جان لینا چاہیے۔ عین القضاۃ نے بھی فرمایا ہے کہ اس وقت کی حفاظت کرنی چاہیے۔ پھر فرمایا کہ عصر کی نماز کے بعد سے نماز مغرب تک غنیمت وقت ہے۔ اور مغرب کی نماز سے عشاء کی نماز تک بھی غنیمت وقت ہے۔ اس کی نگاہ رکھنی چاہیے۔ اس کے بعد ہر قسم کی حکایتیں بیان فرمار ہے تھے۔ پھر فرمایا جب ہم بڑے پیر (حضرت سلطان التارکین) کی خدمت میں رہتے تھے ہمیں یاد نہیں آتا اور نہ ہم نے کبھی سنا کہ کسی دن یا کسی وقت کبھی آپ کی مجلس میں دنیا کا ذکر ہوا ہو۔ اور کسی شخص کی ہمت بھی نہیں تھی کہ وہ آپ کے سامنے دنیا کا ذکر کرتا۔

مولینا رکن الدین امام زادہ

ہفتہ کے دن ۱۲ ماہ صفر ختم اللہ بالخیر والظفر (اللہ اسے خیر اور کامیابی کے ساتھ پورا فرمائے) ۷۶۲ھ کو صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد پشت مبارک محراب کی جانب کر کے بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کہ مولینا شرف الدین بوبخی کہتے تھے کہ مولینا رکن الدین امام زادہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے ہی صبح کی نماز ادا فرماتے، محراب کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ جاتے تھے اور طلبہ کو سبق پڑھاتے تھے۔ عرض کیا گیا مولینا یہ وظائف اور تسبیح و دعا جو نماز کے بعد آئی ہے سنت ہے۔ جواب دیا کہ ہم فرض میں مشغول رہتے ہیں۔ اور یہ سبق پڑھنا فرض ہے۔ کیونکہ طلبہ اپنے گھر بار چھوڑ کر آتے ہیں کہ ہم اُن کو بہت جلد توجہ سے فارغ کر دیں۔ اس کے بعد اس ضعیف (سعیدی بزرگ) سے فرمایا کہ کتاب اور دوات و قلم لا کر پڑھو۔ اسی طرح تفسیر مدارک لائی گئی اور حضرت سے شروع کی گئی۔ اُمید ہے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل سے جلد پورا کرنے کی توفیق عطا

گرداند. بعد ازاں که وظیفه سبق خوانده شد باز ایں حکایت اعادت کردند که مولینا رکن الدین امام زاده چنیں کردی اورا گفتند که مولینا دریں چه فرض است گفت یکی همیں که متعلمانی که کار گذاشته به کهتری می ایند زودتر دل فارغ کنیم. بعد از گفتن ایں حکایت برخواستند و بنماز درود مشغول شدند والسلام.و گفتند ایں همه تسبیح و دعاء و نماز بود که مشغول بوده ایم. بعد ازاں فرمودند که ایں کار کسی نیست که کاری دارد. و عصردریں روز بعد از نماز دیگر برائی تجدید وضو برخاستند همچناں کوزه آب پُر کرده و بوضو جانهاده آمد و بوضو ساختن مشغول شدند.

وضو ساختن بآواز شیریں و لطیف دریں دو مصرع از غزل نظامی رحمته اللّه علیه ادا کردند و هر بار مکرر می گردانید ند بیت:

چو من در خدمت رویت کمر بستم چو مورا ینک

بغارت کردن مور سلیمانی مکن چندیں

ازانکه بغایت دریں گفتن وقت ایشاں خوش شده بود. بآواز نرم و شیریں و حزیں می گفتند و درشنوندگاں نیز اثر کرده. و رقتی حاصل شده بود. تا آنکه وضو تمام کردند و بمسجد رواں شدند و پیش محراب همیں دو مصرع می گفتند. تا آں هنگام که وقت نماز شام در آمد و مؤذن بانگ نماز آغاز کرد.

فرمائے گا۔ اس کے بعد روزانہ کا سبق پڑھا گیا۔ پھر اس حکایت کو دوہرایا کہ مولانا رکن الدین امام زادہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ عرض کیا گیا مولانا اس میں کیا غرض ہے؟ فرمایا ایک (تو) یہی ہے کہ وہ طلب جو اپنا کام چھوڑ کر حاجت غریبی میں آتے ہیں ہم انہیں جلد از جلد توجہ سے فارغ کریں۔ یہ حکایت بیان کرنے کے بعد کھڑے ہوئے اور نماز (۰) تسبیح میں مشغول ہو گئے۔ اور سلام ہو۔ فرمایا یہ تمام تسبیح و دعا و نماز تھی جسمیں ہم مشغول تھے۔ اس کے بعد فرمایا یہ ہر آدمی کا کام نہیں ہے۔ کیونکہ بہت مشکل ہے۔ اس دن عصر کی نماز کے بعد تجدید وضو کے لئے کھڑے ہوئے۔ اسی طرح مٹی کا آبخورہ پانی سے بھر کر وضو کی جگہ رکھدیا گیا۔ اور آپ وضو بنانے میں مشغول ہوئے۔

مخدوم العالم یہ شعر گنگنا کر پڑھتے تھے

وضو بنانے کے دوران نظامی رحمتہ اللہ علیہ کی غزل کے دو مصرعے عمدہ اور شیریں آواز میں ترنم سے پڑھ رہے تھے اور بار بار تکرار فرمار ہے تھے۔ شعر

چومن در خدمت رویت کمر بستم چو مور اینک   بغارت کردن مور سلیمانی مکن چندیں

(جب میں (سلیمان علیہ السلام) کی چیونٹی کی طرح تیری خدمت میں دیدار کے لئے آمادہ ہوں۔ ایسی صورت میں تو سلیمانی چیونٹی کو اتنا تباہ و برباد مت کر)

اس لئے کہ اُسوقت آپکو اس (شعر) میں انتہائی محو ہو کر پڑھنا اچھا معلوم ہو رہا تھا۔ ایسی نرم اور شیریں اور غمگین آواز میں گنگنا رہے تھے کہ سننے والوں پر بھی اثر ہو رہا تھا۔ اور رقت حاصل ہو رہی تھی۔ یہاں تک کہ آپ نے وضو مکمل کیا۔ اور مسجد کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور یہی دو مصرعے اسوقت تک محراب کے پاس پڑھتے رہے یہاں تک کہ مغرب کی

روز چہار شنبہ شانزدھم ھمیں ماہ ھم بتاریخ مذکور سعادت مواکلت و مخالطت با خدمت قطب مدار عالم حاصل بود۔ و درویشاں نیز بودند۔ دراں حکایت می فرمودند که منڈاورہ نام ھندوی بود که در عہد خود بساط داد و عدل گستردہ بود۔ و خلق را آسودہ می داشت که کسی۔ بر کسی ظلم و تعدی و زیادتی نتوانستی کرد۔ و درعورت دیگر بنظر خیانت نتوانستند نگریست۔ از شادی آنکه پسر چنیں عدل می کرد۔ مادر او ترک نان دادہ بود۔ و بر سبزی خوردن عادت کردہ بود و آں سبزی ھم می گویند که در اونڈی نخوردی زمیں را کلاوہ می کردند براں بنہادی و بخوردی۔

بعد ازاں حکایت دیگر فرمودند که حکیمی بود، در صحرا و دشت بودی۔ و ترک مجالست خلق و آب و نان گذاشته و سبزی حوردن قناعت کردہ بود۔ ھمچناں می بود۔ تاوقتی مردی بوی رسید و گفت ای حکیم اگر تو خدمت سلطان کنی آخر ترا بدیں سبزی خوردن حاجت نباشد۔ حکیم گفت ای مرد اگر تو بسبزی خوردن عادت توانی کرد خود ترا خدمت سلطان نباید کرد۔ وایں حکایت ازاں بود که برابر نان سبزی پیشتر پخته بودند و آوردہ، و خدمت ایشاں را پیشتر براں رغبت بودی۔ و چندیں کرات از لفظ مبارك ایشاں شنیدہ می شد که به سبزی خوردن عادت باید کرد۔ و ھر بار می فرمودند تا آنروز بپزند۔

نماز کا وقت ہو گیا۔ اور موذن نے (مغرب کی) نماز کی اذان دینی شروع کی۔

منڈاورہ اسی سال اسی مہینہ کی ۱۶ تاریخ بدھ کے دن حضرت قطب مدار رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کھانا کھانے اور قریب رہنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور درویش بھی حاضر تھے۔ اس دوران ایک حکایت بیان فرمائی کہ منڈاورہ نامی ایک ہندو تھا۔ اس نے اپنے زمانہ میں عدل و انصاف کا فرش بچھا دیا تھا۔ اور مخلوق (خدا) کو خوشحال رکھتا تھا۔ یعنی کوئی شخص کسی شخص پر نہ ظلم و زیادتی کر سکتا تھا۔ اور نہ کسی دوسری عورت کو خیانت کی نگاہ سے دیکھ سکتا تھا۔ اُس کی ماں نے اس خوشی میں کہ اس کے بیٹے نے ایسا عدل و انصاف کیا۔ روٹی کھانا چھوڑ دیا تھا۔ اور سبزی کھانے کی عادت کر لی تھی۔ کہتے ہیں کہ وہ سبزی بھی کسی برتن میں نہیں کھاتی تھی زمین پر کچے سوت باندھ دیا جاتا تھا۔ اس پر رکھ کر کھاتی تھی۔

ایک حکیم کا تذکرہ اس کے بعد ایک دوسری حکایت بیان فرمائی کہ ایک حکیم تھا جو جنگل و بیابان میں رہتا تھا۔ اس نے مخلوق کی صحبت کو ترک کر کے اور کھانا پینا چھوڑ کر سبزی کھانے پر قناعت کر لی تھی۔ اسی طرح رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ایکبار ایک شخص نے اُس کے پاس آ کر کہا اے حکیم اگر تو بادشاہ کی ملازمت اختیار کریگا بالآخر تجھے سبزی کھانے کی ضرورت پیش نہیں آئیگی۔ حکیم نے جواب دیا اے شخص اگر تو سبزی کھانے کی عادت کر سکتا ہے تو خود تجھے بادشاہ کی نوکری نہیں کرنی چاہیئے۔ اور یہ حکایت اس لئے بیان فرمائی کہ پہلے سبزی کی روٹی برابر آپ کی خدمت میں پکا کر لائی جاتی تھی۔ اور حضرت کو پہلے سے ہی سبزی کی روٹی کھانے کا شوق تھا۔ اور آپ کی زبان مبارک سے کئی بار سنا گیا کہ سبزی کھانے کی عادت کرنی چاہیئے۔ اور بار بار فرماتے تھے کہ آج (سبزی کی روٹی) پکائی جائے۔

بقالی را در ایام پیری بعد از مدت مدید پسری تولد شده بود. بخدمت قطب مدار عالم اوردند و در پای انداختند و کلاهی التماس کردند. شیخ بدست خود کلاه این را بپوشانند تا برکتی و برخورداری باشد. مخدوم شیخ آن خوردك را از ایشان بستدند و برزانو بنشاندند واین حدیث بر زبان راندند که کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلیٰ فِطْرَةِ الاِسْلَامُ بعد ازان این دعا کردند اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ عَلی الْفِطْرَةِ بعد ازان کلاه از سر فرود آوردند و اورا پوشانیدند و فرمودند فاتحه بخوانید یاران حق تعالی این رابر فطرت ثابت دارد بعد ازان چند خرمانی دیگر بدست او دادند و بزبان هندوی گفتند تو مرید من هستی انشاء اللّٰه السّامی بزرگ شوی و ایشان رادادند تا در خانه ببرند.

اخر صفر سنه ست و عشرین و سبعمائه روز جمعه بود. فرمودند بیار سبق شنبه بخوان، مگر نیت تا گور رفتن بود خدمت ایشان را برائی نماز جمعه. بعد ازان فرمودند که سورة البقر را قسطاط القرآن گویند و قسطاط پرده را گویند. چنانکه در پرده چیز ها در آرند. درین سورت نیز چیزی که در سورت های دیگر است دَر آمده است. ازان این را قسطاط القرآن گویند هر گاه که این سورت راضبط کردند و بدانستند آنچه در سورتهای دیگر اسیت زود بدانند و آسان گردد. و دانستن و خواندان آنچه اندر ایشان است و این سبق

ایک جٹے کی عقیدت

ایک جٹے کے زمانہ دراز کے بعد بڑھاپے میں ایک لڑکا پیدا ہوا تھا۔ وہ قطب مدار عالم کی خدمت میں لایا گیا اور قدموں میں ڈالا گیا اور ایک ٹوپی کے لئے عرض کیا گیا کہ شیخ اپنے دست (مبارک) سے اسے ٹوپی پہنائیں تا کہ برکت اور سعادتمندی حاصل ہو جائے۔ مخدوم شیخ نے اس لڑکے کو (اس کے گھر والوں) سے لیکر اپنے زانو پر بٹھایا اور یہ حدیث زبان (مبارک) سے ارشاد فرمائی كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلىٰ فِطْرَةِ الاِسْلَامْ (ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے) اس کے بعد یہ دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ عَلَى الْفِطْرَةِ (اے اللہ اسے فطرت پر قائم رکھ) اس کے بعد آپ نے اپنے سر سے ٹوپی اتار کر اس لڑکے کو پہنائی اور مریدوں کو فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا کہ حق تعالیٰ اسے فطرت پر قایم رکھے۔ اس کے بعد کچھ چھوہارے اس کے ہاتھ میں دئے اور ہندی زبان میں فرمایا تو میرا مرید ہے۔ انشاء اللہ السامی بزرگ ہوگا۔ اور ان لوگوں کو (یعنی گھر والوں کو) دیدیا تا کہ وہ گھر لیجائیں۔

قسطاط القرآن

آخر صفر ۷۲۶ھ جمعہ کا دن تھا۔ فرمایا (کتاب) لاکر ہفتہ کا سبق پڑھو۔ شاید حضرت کا جمعہ کی نماز کے لئے (ڈیہہ[1] سے) ناگور جانے کا ارادہ تھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ سورۂ بقر کو قسطاط القرآن کہا جاتا ہے۔ اور قسطاط پردہ کو کہتے ہیں۔ جیسے کہ پردے میں بہت سی چیزیں آجاتی ہیں۔ جو دوسری سورتوں میں ہے وہ اس سورت میں آگیا ہے۔ اسوجہ سے اسے قسطاط القرآن کہتے ہیں۔ جسوقت کہ اس سورت کو ضبط کر کے جان لیا گیا۔ تو جو کچھ سورتوں میں ہے اُن کا علم جلد ہو جاتا ہے۔ اور جو اُن میں ہے اُن کا جاننا اور پڑھنا آسان ہو جاتا ہے۔ اور یہ (تفسیر) مدارک التنزیل کا سبق

---

[1] قصبہ ڈیہہ ناگور شریف سے ۲۱ کلومیٹر لاڈنو روڈ پر ہے

مدارک التنزیل بود. می گفتند از سورۃ البقر و ایضاً همدریں روز بعد از گذاردن نماز دیگر دعائی که می خوانند انرا دو بار خوانند ازینجا که اللّٰهُمَّ یا دائم الفضل علی البریة تا اخر چوں دعاء تمام کردند فرمودند در روز جمعه دو بار باید خواند.

بعد ازیں در مطالعه تفسیر کشاف که پیش نهاده بودند. مشغول شدند. هشت جلد به تقطیع مُربَّع کرده بودند و بنبشته فرمودند که ایں کتاب هائی خورد برائی خواندن و مطالعه را نیکو است. کتاب هائی بزرگ مثقله می شود. و خوانده نمی شود. بعد ازاں فرمودند که آنچه در کتابهائی دیگر است. هم ازیں کتاب است. هر چه دانسته اند و خوش آمده است ازیں جانقل کرده اند. و کتابی علیحده بنام خویش کرده اند. و صاحب ایں بیروں آمده که وی معتزلی بود. و فرمودند اگر چه معتزلی بود. اما همه تفسیراورا ستوده اند و کذالک نحواورا که دراں قیامتی بوده. او علیه الرحمه و مولینا زین عینی گفتی که مردی آمده بود از زمین

تھا۔ جو سورۂ بقر میں سے بیان فرما رہے تھے۔ اور نیز اسی دن عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد جو دعاء پڑھ رہے تھے۔ اُسے آپ نے دوبارہ پڑھی۔ اَللّٰھُمَّ یَا دَائِمَ الْفَضْلِ عَلَی الْبَرِیَّۃِ [1] سے آخر تک۔ جب دُعاء ختم کی۔ فرمایا (یہ دعاء) جمعہ کے دن میں دوبارہ پڑھنی چاہیے۔

تفسیر کشاف

اس کے بعد تفسیر کشاف کے مطالعہ میں مشغول ہوگئے۔ جو سامنے رکھی ہوئی تھی۔ (تفسیر کشاف) کی آٹھ جلدیں کتاب سائز میں مربع کرکے لکھی تھیں۔ فرمایا کہ یہ چھوٹی (سائز) کی کتابیں پڑھنے اور مطالعہ کرنے کے لئے اچھی ہیں۔ بڑی (سائز) کی کتابیں وزنی ہو جاتی ہیں۔ اور پڑھنے میں نہیں آتی ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو کچھ دوسری (تفسیر کی) کتابوں میں ہے وہ اسی کتاب سے لیا گیا ہے۔ جو سمجھا گیا اور اچھا معلوم ہوا وہ اس کتاب سے نقل کرلیا گیا ہے۔ اور ایک الگ (تفسیر کی) کتاب اپنے نام سے مرتب کرلی گئی۔ اور (تفسیر کشاف) کے مصنف کے طریقہ کو ترک کردیا۔ کیونکہ وہ معتزلی تھے۔ اور فرمایا اگرچہ وہ معتزلی تھے۔ لیکن سب نے اُن کی تفسیر کی تعریف کی ہے۔ اور اسی طرح اُن کی نحو کی (کتاب) جسمیں اُنہوں نے کمال کردیا ہے۔ (قطب مدار عالم) علیہ الرحمہ اور مولینا زین عینی نے بیان فرمایا کہ ایک صاحب حجاز کے اوپر کے حصہ کی

---

[1] اَللّٰھُمَّ یَا دَائِمَ الْفَضْلِ عَلَی الْبَرِیَّۃِ وَ یَا بَاسِطَ الْیَدَیْنِ بِالْعَطِیَّۃِ وَ یَا صَاحِبَ الْمَوَاھِبِ السَّنِیَّۃِ وَ یَا دَافِعَ الْبَلَاءِ وَالْبَلِیَّۃِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْوَرٰی السَّجِیَّۃِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ الْبَرَرَۃِ النَّقِیَّۃِ وَاغْفِرْلَنَا وَلِلْوَالِدَیْنِ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ رَبَّنَا تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ ط بِفَضْلِکَ وَرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۰ (نقد ملفوظات صفحہ ۱۳۸)

بالاحجاز، چلد کشاف تمام یادداشت ما او بحث می کردیم و
اُو این را چناں تقریر کردی که خلقی در گفتن او حیران بودی.
اعتقاد اهل سنت و جماعت آنست که تکفیر اهل قبله
بدعت است اهل قبله را کافر نباید گفت.

بعد ازاں سخون در تذکیر افتاد. فرمودند تذکیر همین
است که سخن عربی یاد گیرند که فصاحت در عرب است و
حرف پارسی آں بگویند که بابا بزرگ رحمته اللّٰه علیه
بریں بحث کرده است. و فرموده که چوں لفظ سخون مُغْلَقْ
می شود معنی مهجور می ماند.

ووصایانی که والد را رحمته اللّٰه علیه کرده اندآں وقت که
در لاڈنوتذکیر گفتی. نبشته اند که چنیں گوئی و چنیں کنی
از هر نوع وصیت کرده بودند. و ایں فرموده که می باید که
آنچه بالائی منبر بگوئی اول خود براں کار کنی. و والد گفتی
علیه الرّحمه که ایں سخن بود که مرا از گفتن تذکیر
بازداشت. بعد ازاں سخن در حفظ کلام اللّٰه افتاد. فرمودند
قرآن یاد گرفتن مُهمی اهم است قرآن یاد باید گرفت. و یک
مصحف که دراں بخوانند آں را لازم باید گرفت و متلو خود
باید کرد. تا متخیله برآں قرار گیرد. که چوں از هر مصحفی

زمین سے آئے ہوئے تھے۔ انہیں تفسیر کشاف پوری یاد تھی۔ ہم نے (اس بارے میں) ان سے بحث کی تھی۔ اور وہ اس پر ایسی تقریر کرتے تھے کہ لوگ ان کے بیان پر حیران رہ جاتے تھے۔ اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اہل قبلہ کو کافر کہنا بدعت ہے۔ اہل قبلہ کو کافر نہیں کہنا چاہیئے۔

فصاحت عربی میں ہے

اس کے بعد وعظ کا ذکر آیا۔ فرمایا وعظ یہی ہے کہ عربی زبان کو سیکھ لیا جائے۔ کیونکہ فصاحت عربی زبان میں ہے۔ اور زبان فارسی، یہ کہا جاتا ہے کہ بابا بزرگ (حضرت سلطان التارکین) رحمتہ اللہ علیہ نے اس پر بحث کی ہے۔ اور فرمایا کہ جب کلام میں الفاظ مغلق ہوں الجھے ہوئے ہوں تو اس کے معنی سمجھ میں نہیں آتے۔

وصیتیں

وہ وصیتیں جو والد رحمتہ اللہ علیہ [1] کو اس وقت کی گئی ہیں جب وہ ناگور میں وعظ بیان کرتے تھے۔ تحریر کیا گیا ہے کہ تم ایسا کہو اور ایسا کرو۔ ہر قسم کی وصیت کی گئی تھی۔ اور یہ فرمایا کہ تم جو کچھ منبر پر کہو۔ پہلے خود تمہیں اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ اور والد علیہ الرحمہ [2] فرماتے تھے یہ بات تھی۔ جس نے مجھے وعظ کہنے سے باز رکھا۔

حفظ کلام اللہ

اس کے بعد حفظ کلام اللہ کے بارے میں ذکر نکلا۔ فرمایا قرآن یاد کرنا ایک اہم بڑا کام ہے۔ قرآن یاد کرنا چاہیئے۔ اور ایک قرآن (پاک) جسمیں پڑھا جائے اُسے تلاوت کے لئے لازم کر لینا چاہیئے۔ تاکہ اس پر خیال قایم رہے۔ کیونکہ جب ہر ایک قرآن (شریف) میں سے پڑھا جاتا ہے (تو) خیال میں سے نکل جاتا

---

[1] [2] عزیز الاولیاء صوفی عزیز الدین قدس سرہ

خوانده می شود از متخیله می رود و قوت حفظ نمی ماند. و لوح محفوظ همین متخیله است. چون از خیال می رود. زود یاد نمی شود.

و از تاج ملتانی شنیده ام که او گفتی در مصحفی در خوردگی قرآن یاد گرفته ام تا امروز همدران می خوانم و آن حرف ها در دل مانده است که فلاں آیت در کدام سطر است و فلاں سورت در کدام ورق است.

و وحید ملتانی گفتی علیه الرّحمه طریق یاد کردن قرآن آنست که بسیار خوانی همین که بسیار خواندی یاد می ماند.

بعد ازاں فرمودند که وقتی حید، عمی را گفتم که تو قرآن نیکو یاد می داری و وجوهات قرآن می دانی. اما چیست که نحو نخواندهٔ و نمی دانی، گفت اگر یک شکل و یک طریقی کسی نحوبگوید که باز دیگر همچناں بشنوم درحال بیا موزم. غرض آنکه چوں از یک جا خوانده و شنیده می شود.زود یاد می ماند و از متخیله نمی رود.

روزی عزیزی از مریداں پر سید که چه سر بود درین که قاضی حمید الدین ناگوری در حیات شیخ شهاب الدین سهروردی خرقه از مرید او شیخ شمس الدین سمرقندی ستد. فرمودند که ایناں چنین می گویند یعنی قومی که ارادت بداں

ہے۔ اور یاد کرنے کی طاقت نہیں رہتی ہے۔ اور یہی مخیلہ (خیال میں لایا ہو) لوح محفوظ ہے۔ جیسے ہی خیال سے نکل جاتا ہے جلد یاد نہیں ہوتا ہے۔

تاج ملتانی اور میں نے تاج ملتانی سے سنا ہے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے بچپن میں ایک قرآن مجید میں قرآن حکیم یاد کیا تھا۔ آج تک اُسی قرآن شریف میں پڑھتا ہوں۔ اور وہ حروف (ابتک) قلب میں محفوظ ہیں۔ کہ فلاں آیت کونسی سطر میں ہے اور فلاں سورت کونسے ورق میں ہے۔

وحید ملتانی اور وحید ملتانی علیہ الرحمہ کہتے تھے کہ قرآن شریف یاد کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ بہت زیادہ پڑھو جیسے ہی بہت زیادہ پڑھو گے۔ قرآن حکیم یاد ہو جائیگا۔

حیدر نابینا اس کے بعد فرمایا کہ ایکبار میں نے حیدر نابینا سے کہا کہ تم کو قرآن اچھا یاد ہے اور تم اصول قرآن (بھی) جانتے ہو۔ لیکن اس کی وجہ کیا ہے۔ کیونکہ نہ تم نے نحو پڑھی ہے اور نہ اس سے واقف ہو۔ جواب دیا اگر کوئی شخص مجھے نحو کی ایک شکل اور ایک طریقہ بتا دیتا ہے۔ جب میں دوبارہ اسی طرح سن لیتا ہوں (تو) فوراً یاد ہو جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ جب ایک جگہ سے پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ جلد یاد ہو جاتا ہے اور دماغ سے نہیں نکلتا ہے۔

قاضی حمید الدین ناگوری[1] ایک دن ایک عزیز مرید نے دریافت کیا کہ قاضی حمید الدین ناگوری نے شیخ شہاب الدین سہروردی[2] کی حیات میں اُن کے مرید شیخ شمس الدین سمرقندی[3] سے خرقہ لیا اس میں کیا راز ہے؟ فرمایا یہ لوگ ایسا کہتے ہیں یعنی وہ اشخاص جو (سہروردیہ) خاندان سے

---

[1] [2] [3] رحمۃ اللہ علیہ

خانه دارند. که وقتی این هر سه بزرگ در حج جمع شده بودند. در خاطر قاضی حمید الدین گذشت که من چرا خرقه از شیخ شهاب الدین نستدم که از شیخ شمس الدین ستدم. همچنان شیخ شهاب الدین را آگاهی شد. روئی پس کرد، و گفت حمید، شیخ شمس الدین بمرتبۀ رسیده است که اگر مرید من نبودی واجب بودی که بد و ارادت آرم. بعد ازاں مخدوم فرمود که من از زبان بابا بزرگ رحمته اللّٰه علیه چنیں شنیده ام که قاضی حمید الدین را پرسید ند که چه حکمت بود دریں که شما در حیات شیخ شهاب الدین ارادت بمرید او شیخ شمس الدین سمرقندی آورده اید. قاضی حمید الدین فرمود که خدائی تعالی مرا در شیخ شمس الدین معنی نمود. که در شیخ شهاب الدین ننمود. ازیں مرید او شدم. بعد ازاں مخدوم فرمود که ایں راست است و آں خطاؤغلط است که اینهامی گویند که چنیں باشد که از ارادت رجوع کرده باشد. و رجوع ازارادت چگو نه باشد.

باز هماں عزیز پرسید که آں خرقه از چه جامه بود. که پیغمبر صلی اللّٰه علیه وسلم را شب معراج پوشانیده بودند. فرمودند که از جامۀ بهشت بود. گفت چه رنگ داشت، سپید بود یا سرخ بود یا سبز بود. می خواهم که بدانم که رنگ آں جامه چه بود. که نیک مشکل آمده است. مخدوم فرمود که رحمت خدائی تعالی بر تو باد که ایں قدر غم داری و می پرسی در کتابی نبشته است. انشاء اللّٰه ببینم و بگویم تا تو بدانی.

مرید ہیں کہ ایکبار یہ تینوں (حضرات) حج میں جمع ہوئے تھے۔ قاضی حمیدالدین کے دل میں خیال آیا کہ میں شیخ شہاب الدین سے کیوں خرقہ لوں؟ شیخ شمس الدین سے کیوں نہ حاصل کروں؟ پس شیخ شہاب الدین کو خبر ہوگئی۔ اُنہوں نے اپنا رُخ پس (پشت) کرکے فرمایا، حمید! شیخ شمس الدین اس مرتبہ پر فائز ہیں کہ اگر میرے مُرید نہیں ہوتے تو مجھ پر ان سے مُرید ہونا ضروری ہوجاتا۔ اس کے بعد مخدوم (العالم) نے فرمایا کہ میں نے بابا بزرگ (سلطان التارکین) رحمتہ اللہ علیہ کی زبان (مبارک) سے ایسا سنا ہے کہ قاضی حمیدالدین سے پوچھا گیا کہ آپ شیخ شہاب الدین کی زندگی میں ان کے مرید شیخ شمس الدین سمرقندی سے مُرید ہوئے۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ قاضی حمیدالدین نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے شیخ شمس الدین میں وہ بات دکھائی جو شیخ شہاب الدین میں نظر نہیں آئی۔ اس لئے میں اُن سے مرید ہوگیا۔ اس کے بعد مخدوم (العالم) نے فرمایا یہ صحیح ہے۔ اور وہ خطا و غلطی ہے کہ یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ایسا ہے کہ اُنہوں نے ارادات سے رجوع کرلیا ہے۔ اور ارادت سے رجوع کرنا کیسے مناسب ہے؟

حضورِ اکرم کا خرقہ

پھر اس عزیز (مرید) نے پوچھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خرقہ شبِ معراج پہنایا گیا تھا وہ کس کپڑے کا تھا؟ فرمایا جنتی کپڑے کا تھا۔ عرض کیا اُس کا کیا رنگ تھا؟ سفید تھا یا سرخ تھا یا سبز تھا؟ میں اس کپڑے کا رنگ جاننا چاہتا ہوں۔ کیونکہ بہت مشکل ہوگئی ہے۔ مخدوم (العالم) نے فرمایا کہ تم پر (اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو) اسقدر فکرمند ہوکر دریافت کررہے ہو؟ ایک کتاب میں لکھا ہے، انشاء اللہ دیکھکر بتادوں گا۔ تاکہ تم جان لو۔

سعدی رحمتہ اللہ علیہ

منگل کے دن ۶ ربیع الآخر ۷۲۹ھ کو فرمایا، میں نے ایک درویش سے سنا ہے کہ اُنہوں نے بیان کیا۔ کہتے ہیں کہ سعدی

فی یوم الثلثا السادس من ربیع الاخر سنه تسع و عشرین و سبعمائه فرمودند از درویش شنیدم که گفت می گویند شیخ سعدی رحمته اللّه علیه در آخر عمر بر سر روضهٔ شیخ عبداللّه خفیف رحمته اللّه علیه معتکف شده بود. و هر روزی دو ازده هزار بار کلمهٔ تهلیل بگفتی. و یک ختم قرآن بکردی. درین مدت هر که به نیت زیارت بخدمت او بیامدی این سخون زیادت گفتنی نبودی. همین قدر با او بگفتنی بابا از کجا می آئی. و چه کاردانی. چون او آنچه پرسیده بود بگفتی بعد ازان این وصیت بکردی. که باید پنج وقته نماز بگذاردی و قلیل و کثیر که خدائی تعالی ترا داده است با درویشان مواساتی بکُنی وهم از انجا که هستی راه خدا می رود. چون این وصیت بسیار شد. گفتند شیخ تو هر کسی را می گوئی که هم از انجا که هستی راه خدا می رود. حالیکی را جلادی فرموده اند او از انجا راه خدا چگونه رود. گفت ممکن است آنچه اورا فرموده اند که محکم زند آهسته تری زند. و آنچه فرموده اند که بسیار زند اندک تری زند. چون درین رفق کند هر آئینه بقدر رفق راه خدا رفته باشد.

پیر هری فرموده است کار بندگان خدا بسته نماند. اما جهد کن که از دست تو بر آید و آنچه چیزی کرده است. جانی از چیزی تا بمرادی کرده است. یاپائی بر مراد نفس نهاده است. و مراد دیگری بر آورده است. این مریدان نو که درین وقت می شوند. و با پیران گستاخ می شوند. جز قواعد دین خراب کردن از آنهاد گر کاری نیست. خود را در محل

رحمۃ اللہ علیہ آخر عمر میں شیخ عبداللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ پر معتکف ہو گئے تھے۔ اور وہ ہر روز ہزار بار کلمہ تہلیل (لا الہ اللہ محمد رسول اللہ) کا ذکر کرتے تھے۔ اور ایک ختم قرآن کیا کرتے تھے۔ اس دوران جو کوئی شخص اُن کی زیارت کی نیت سے آتا۔ اُن کو بات کرنے کی زیادہ فرصت نہیں ہوتی۔ اُس شخص سے اتنا ہی فرماتے بابا تم کہاں سے آئے ہو اور کیا کام جانتے ہو۔ جب وہ اس کا جواب دیدیتا جو پوچھا جاتا، پھر یہ وصیت فرماتے کہ پنجوقتہ نماز ادا کرو۔ اور تھوڑا یا زیادہ جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے۔ اُس سے درویشوں کی مدد کرو، اور جہاں بھی رہو راہِ خدا پر چلتے رہو۔ جب یہ رمیت بہت زیادہ ہوئی۔ عرض کیا گیا شیخ، آپ ہر شخص سے کہتے ہیں کہ جہاں بھی رہو راہِ خدا پر چلتے رہو۔ پناہ (بخدا) کسی شخص کو جلادی کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ وہاں کیسے اللہ تعالیٰ کے راستہ پر چلے گا؟ فرمایا ممکن ہے۔ جو اُسے حکم دیا گیا ہو کہ طاقت سے مارے (تو) بہت آہستہ مارے، اور جو حکم دیا گیا ہو کہ بہت زیادہ مارے تو بہت کم مارے۔ جیسے ہی وہ نرمی کریگا۔ نرمی کی مقدار میں ضرور اللہ تعالیٰ کے راستہ پر چلنا ہو جائیگا۔

پیر ہری کا ارشاد مبارک

پیر ہری (خواجہ عبداللہ انصاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے کہ خدا کے بندوں کا کام رکا نہیں رہتا ہے۔ لیکن کوشش کرو کہ وہ تمہارے ہاتھوں سے پورا ہو جائے۔ اور جو کسی شخص نے کچھ کیا ہے (تو) اُس نے (اپنا) مقصد پورا ہونے تک اُس چیز کی جگہ بنائی ہے۔ یا خواہش نفس کو ترک کر کے دوسرے لوگوں کی تمنا کو پورا کیا ہے۔ جو لوگ اس زمانہ میں نئے مرید ہوتے ہیں۔ اور وہ (اکثر) پیروں کے گستاخ ہوتے ہیں۔ اُن لوگوں کا دین کا قانون برباد کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہیں ہے۔ اُنہوں نے اپنے آپ کو خاص لوگوں کے مقام میں رکھا،

حاصان نهاده و در مرتبه عام، عام هم نیستند. آن را چه تدبیر.

می گویند مردی با مهتر خضر علیه السلام صحبت داشت. و اورا یاری بود که او هم می خواست که صحبت خضر دریابد. این دوست اجازت طلبید. و برابر خود برد مهتر خضر پرسید که این یار تو وقتی لشکری نبوده است. گفت این نبود ولی پدرش لشکری بوده است. همین که او این بگفت مهتر خضر علیه السلام در حال از نظر ایشان غائب شد. این وقت خود لشکریان دعوی خضری کنند. گوئی راحت از روئی زمین بیکبار رفته اند و برده، درهیچ چیزی که آدمی نگاه می کند راحت نمی بیند. سبحان اللّٰہ!

روز یکشنبه ششم ماه مبارك رجب المرجب قدرهٗ در مسجد پها گلی برابر خدمت مخدومی رفته می شد. در اثنائی راه رفتن آهوئی از طرف چپ دست راست رفت. اول وقت بود. مخدوم العالم فرمود که این را مبارك گیرند. بعد ازان لفظ هندوی گفت که بینید این پها گلی مارا خواهد شد. هل بمشیته اللّٰه تعالیٰ و فوائد دیگر از هر نوع می فرمودند.

سلطان غیاث الدین بزرگ انار اللّٰه برهانه تجربه

حالانکہ وہ عام لوگوں کے مرتبہ میں عام بھی نہیں ہیں۔ اس کا کیا علاج۔

خضر علیہ السلام

کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت میں رہتا تھا۔ اس کا ایک دوست تھا۔ اُس نے بھی (حضرت خضر) کی صحبت میں رہنے کی خواہش کی۔ وہ شخص اس دوست کے لئے اجازت لیکر اُسے اپنے ساتھ لے گیا۔ حضرت خضر نے دریافت فرمایا کہ یہ تیرا دوست کبھی فوج میں تو نہیں رہا ہے۔ اُس شخص نے کہا یہ نہیں تھا۔ لیکن اس کا باپ فوجی رہا ہے۔ شخص مذکور نے جیسے ہی یہ کہا۔ حضرت خضر علیہ السلام اُن دونوں کی نظروں سے فوراً غائب ہو گئے۔ اسوقت خود فوجی خضر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں گویا روئے زمین سے آرام اُٹھا کر بالکل ختم کر دیا گیا ہے۔ آدمی جس چیز پر نگاہ کرتا ہے۔ آرام نہیں پاتا ہے۔ سبحان اللہ!

پھاگلی کی مسجد:[1]

اتوار کے دن ۶ ماہ مبارک رجب المرجب قدرہٗ (اللہ تعالیٰ اس کی قدر کو زیادہ کرے) کو میرے مخدوم (قطب الاولیاء) کے ساتھ پھاگلی کی مسجد میں جانا ہوا۔ راستہ چلنے کے دوران ایک ہرن بائیں جانب سے سیدھے ہاتھ کی طرف چلی گئی۔ اوّل وقت تھا۔ مخدوم العالم نے فرمایا اسے مبارک سمجھا جائے۔ اس کے بعد ہندی زبان میں فرمایا، دیکھو یہ پھاگلی ہر صورت میں ہمارے لئے مبارک ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے۔ اور ہر قسم کے دوسرے فائدے بیان فرمائے۔

سلطان غیاث الدین بزرگ

سلطان غیاث الدین بزرگ انار اللہ برہانہٗ [2] (اللہ اُن کی روح کو تابناک کرے) نے تجربہ

[1] پھاگلی گاؤں ناگور شریف سے ۷ کلومیٹر ڈیڈوانہ روڈ پر ہے۔ یہاں پر حضرت سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری قدس سرہٗ کا چلہ شریف ہے۔ [2] سلطان غیاث الدین بلبن رحمۃ اللہ علیہ

کرده بود. و دیده که من سه قاضی دارم. یکی قاضی آنست که از من بترسد و از خدا نترسد دوم قاضی ار خدا بترسد و از من نترسد. سوم که هست نه از من بترسد و نه از خدا بترسد. بعدهٗ فرمودی فخر ناقله از من بترسد و از خدا نترسد و قاضی لشکر از خدا بترسد و از من نترسد و عالم منهاج نه از من ترسد و نه از خدا ترسد.

مولانا کبیر می گفت که وقتی قاضی نظام الدین از من پرسید که راست بگونید تذکیر من نکو گویم که حسام درویش. گفتم با حسام درویش بریا گویم یا راست گویم گفت راست بگو. گفتم اگر راست پرسی حسام درویش از تو بهتر می گوید. چون این از من بشنید خاموش کرد. و هیچ نگفت.

این حسام (الدین) درویش چنان قبول یافته بود. در دهلی در تذکیر گفتن که تا آنوقت او در دهلی بود هیچ کس تذکیر بهتر از و نگفتی. و جمله خلائق رونی بد و آوردی. با چندین قبول و بزرگی میل بدنیا کرد. دنیا اورا از راه ببرد. و بخود مغرور کرد. تا چنانکه پیش سلطان آمد و شد کردن گرفت. چنانکه ندیم او شد، و پیش اُومسخرگی کردن گرفت و در لهو و لعب مشغول شدند. چنانکه می آرند وقتی کسی

کر کے دیکھا تھا۔ کہ میرے تین قاضی ہیں۔ ایک قاضی وہ ہے جو مجھ سے ڈرتا ہے اور خدا سے نہیں ڈرتا ہے۔ دوسرا قاضی خدا سے ڈرتا ہے اور مجھ سے نہیں ڈرتا۔ تیسرا نہ مجھ سے ڈرتا ہے نہ خدا سے ڈرتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا فخر ناقلہ[1] مجھ سے ڈرتا ہے اور خدا سے نہیں ڈرتا۔ اور قاضی لشکر[2] خدا سے ڈرتا ہے اور مجھ سے نہیں ڈرتا ہے۔ عالم منہاج[3] نہ مجھ سے ڈرتا ہے اور نہ خدا سے ڈرتا ہے۔

وعظ گوئی مولانا کبیر نے بیان کیا کہ ایک بار قاضی نظام الدین نے مجھ سے سوال کیا کہ آپ سچ بتاؤ۔ میں اچھا وعظ کہتا ہوں یا حسام درویش؟ میں نے جواب دیا حسام الدین درویش کی (وعظ گوئی) کے مقابلہ میں ظاہرداری سے کام لوں یا صاف بیان کردوں؟ اُنہوں نے کہا۔ سچی بات کہو۔ میں نے کہا اگر سچ پوچھتے ہو تو حسام درویش آپ سے اچھا وعظ کہتا ہے۔ (قاضی نظام الدین) نے جب یہ بات سنی تو خاموش ہو گئے۔ اور کچھ نہیں کہا۔

حسام الدین درویش اس حسام الدین نے دہلی میں وعظ گوئی میں ایسی مقبولیت حاصل کرلی تھی کہ جب تک وہ دہلی میں رہا کوئی شخص اس سے بہتر وعظ نہیں کہتا تھا۔ اور تمام مخلوق اس کی طرف رجوع ہوتی تھی۔ اتنی مقبولیت اور بزرگی کے باوجود وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا۔ اور دُنیا نے اُسے راہ (راست) سے ہٹا کر مغرور کردیا۔ یہاں تک کہ اُس نے سلطان معزالدین (کیقباد) کے پاس آنا جانا شروع کر دیا۔ چنانچہ وہ (بادشاہ) کا مصاحب ہو گیا۔ اور اُس کے سامنے مذاق کرنے لگا۔ اور لہو ولعب

---

[1] قاضی فخرالدین ناقلہ [2] قاضی رضی الدین بجیرا

[3] مولانا منہاج السراج صاحب طبقات ناصری علیہم الرحمہ

بر سلطان بوزنه زرین آورده بود. وآں ساعت تتماج می خوردند. سلطان فرمود هر که تتماج بی از دست می خورد، من ایں بوزنه اورامی دهم. ایں حسام درویش می گویند نشیب شد و دهن در صحنک کرد تا بخورد. عورتی هوری نام که او هم پیش سلطان بودی. سلطان اورا فرمود که یک سیلی بزن، او پس قفا چناں زد که تمام روی وریش اُو پُر شد و متلطخ گشت. بعد ازاں فرمودند که ایں دنیا مردار یک چناں فریبنده است که از برائی او چنیں خواریها برخود اختیار می کند.

وقتی هم می آرند که پیش سلطان نشسته میر (و) وزیری می باختند ناگه ایں عالم منهاج درآمد. فرمودند هوری را در گردن درشاں و درصحن بگرد، او همچناں کرد. و هوری را فرمودند که برویش زد. همچناں که فرمودند بزد بمشت. اریں حرکت می گویند ایں عالم منهاج بغایت منفعل شد. غرض این است تا بدانند که برائی دنیا اینچنیں خجالت و فضیحت برخود روامی دارند.

در عهد سلطان جلال الدین گفتن گرفتند که ایں زرها که حسام درویش از معزالدین ر بوده است وستده از و بستانند. او بالائی منبر رفت گفت می شنوم که از من زرمی طلبند اما

میں مشغول ہوگیا۔ جیسا کہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کوئی شخص بادشاہ کے پاس سونے کا بندر لایا تھا۔ اور اُس وقت سب تتماج [1] کھا رہے تھے۔ بادشاہ نے کہا جو شخص بغیر ہاتھ لگائے تتماج کھائے گا میں یہ بندر اُسے دیدوں گا۔ کہتے ہیں کہ یہ حسام درویش جھک گیا۔ اور اُس نے رکابی میں منھ ڈالدیا۔ ہوری نامی ایک عورت بھی بادشاہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ بادشاہ نے اُس سے کہا ایک تھپڑ مار۔ اُس نے حسام الدین درویش کی گدی پر ایسا (طمانچہ) رسید کیا کہ اس کا پورا منھ اور داڑھی بھر کر لت پت ہوگئی۔ اس کے بعد فرمایا یہ مردار دنیا ایک ایسی دھوکہ باز ہے کہ اس کے لئے (انسان) اپنے لئے ایسی ذلتیں اختیار کرتا ہے۔

عالم منہاج

اور کہتے ہیں کہ ایک بار بادشاہ کے امیر و وزیر اُس کے پاس بیٹھے ہوئے کھیل رہے تھے۔ یہ عالم منہاج اچانک آپہنچا۔ (بادشاہ) نے ہوری کو حکم دیا کہ اس کی گردن میں حمائل ہو کر صحن میں چکر لگا۔ ہوری نے ایسا ہی کیا۔ پھر کہا کہ اس کے منھ پر مار، (بادشاہ) نے جیسے ہی کہا، اُس نے (عالم منہاج) کے مکا مار دیا۔ کہتے ہیں کہ اس حرکت سے یہ (عالم منہاج) انتہائی شرمندہ ہوا۔ (یہ واقعہ بیان کرنے کا) مقصد یہ ہے تاکہ جان لیا جائے کہ دنیا کے حصول کے لئے اپنے اُوپر ایسی شرمندگی اور بدنامی جائز رکھی جاتی ہے۔

سلطان جلال الدین

سلطان جلال الدین کے زمانہ میں یہ کہنا شروع کر دیا گیا تھا کہ یہ مال جو حسام (الدین) درویش نے سلطان معزالدین (کیقباد) سے اُچک کر لےلیا ہے، واپس لے لیا جائے۔ (حسام درویش) نے منبر پر جا کر کہا کہ میں سنتا ہوں کہ مجھ سے مال طلب کیا جا رہا ہے۔ لیکن جس طرح میں نے لیا

---

[1] حلیم سے ملتا جلتا ایک عربی کھانا۔ ترجمہ فوائد الفوائد صفحہ ۳۶۷، از خواجہ حسن ثانی نظامی صاحب

باید چنانکه من ستده ام از من همچنان ستانند.

دریں باب شیخ وحید ما علیه الرّحمه بیتی گفته بود

اول این است بیت:

گردی تو ندیم خود زبد بختی خویش

محمد شهٔ جنگی و حسام الدین درویش

پیغمبر فرموده است صلی اللّه علیه وسلم اَفْضَلُ عِبَادَةِ اُمَّتِیْ قِراٰةُ القُرآنِ پس تعلیل می باید کرد. پس چه تمام قرآن یاد باید گرفت. هر که خدائی را به بهترین عبادت، عبادت کند حق تعالیٰ اورا به بهترین روزی، روزی کند.

ابو یوسف قاضی رحمته اللّه علیه بر ابو حنیفه رحمته اللّه علیه آمد که علم خواند. ابو حنیفه رحمته اللّٰه علیه گفت که

ہے۔اسی طرح مجھ سے وصول کرنا چاہیے۔

وحیدالاولیاء کا ایک شعر

اس بارے میں ہمارے (وحیدالاولیاء) [1] شیخ وحید الدین علیہ الرحمہ نے ایک بیت کہی تھی اس کا پہلا شعر یہ ہے۔شعر:

گردی تو بدیم خود زبد بختی خویش　　محمد شہ جنگی و حسام الدین درویش

(یعنی تو خود اپنی بدقسمتی سے محمد شہ جنگی اور حسام الدین درویش کا ہمنشین ہوگیا ہے۔)

تلاوت قرآن کریم

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَفْضَلُ عِبَادَةِ اُمَّتِیْ قِرَاءَۃُ الْقُرْآنِ (میری اُمت کی تمام عبادتوں میں سے افضل عبادت قرآن پاک کی تلاوت ہے) پس تعلیل کرنی چاہیے کہ کیا پورا قرآن یاد کیا جائے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادتوں میں سے سب سے بہتر عبادت کرتا ہے۔حق تعالیٰ اُسے سب سے اچھے رزقوں میں سے رزق عطا فرماتا ہے۔

قرآن حکیم ایک ہفتہ میں یاد کرلیا

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں علم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا آپ کو قرآن مجید

---

[1] آپ حضرت عزیزالاولیاء صوفی عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے اور حضرت سلطان التارکین قدس سرہٗ کے بڑے پوتے ہیں۔مخدوم الاصفیاء خواجہ مخدوم حسین ناگوری، حُسام الاولیاء صوفی حسام الدین نقشبندی، امام الاولیاء خواجہ امام علی شاہ جھنجھنوی، شاہ ولایت حاجی نجم الدین فتحپوری اور دیگر پیرزادگان جھنجھنوں، سیکر، فتحپور، حیدرآباد دکن، کراچی، حیدرآباد سندھ، نواب شاہ وغیرہ اور مترجم کتاب ہٰذا پیر محمد علی ہاشمی فاروقی آپ ہی کی اولاد امجاد سے ہیں۔

قرآن یاد داری گفت نه۔ گفت برو و قرآن یاد گیر و بیا تا ترا علم بیاموزم همچنان بر رفت۔ و هفته دیگر باز آمد۔ ابو حنیفه رحمته اللّه علیه گفت نه من ترا گفته بودم که قرآن یاد گیر و بیا۔ گفت یاد گرفته ام و آمده۔ دریک هفته قرآن یاد گرفت پیشینیاں را در کار دیں چنیں همت ها بوده است۔ ایں ساعت نمی دانم ایں خلق را چه شده است۔ همت عالی می باید داشت۔ و مرد عالی همت نشود تا دنیا ترک نگیرد۔

می آرند وقتی مهتر عیسی علیه السلام در صحرائی خفته بود، و نیم خشتی پخته زیر سر نهاده۔ بلیس را دیده آمده است و بر سرِاو استاده شده۔ گفت ای ملعون تو برمن چه کارداری۔ و اینجا چه استادهٔ؟ گفت یا روح اللّٰه من بر تو هیچ کار ندارم ۔ اما پهلوئ کالائی خود ایستاده ام گفت کالائی تو چیست اینجا۔ گفت ایں خشت پخته که ایں خلق را من وسواس کرده ام که ایں را بپزند تا دیری بماند۔ با مهتر عیسیٰ (علیه السلام) ازپیغمبران الوالعزم بو ده است برائی نیم خشتی که زیر سر نهاده بود چنیں کرد۔ باکسانیکه تمام دنیا را فرو گرفته اند بنگر که چه می کند۔

وقتی مریدی بر پیری آمد۔ و از دست ابلیس گله کرد۔ که مرانمی گذارد که دو رکعت نماز بی تشویش و وسوسه بگذارم۔ اوراں بخواں و ملامت کں۔ تا دست از من بدارد۔ شیخ

یاد ہے۔عرض کیا نہیں۔فرمایا جائیے۔قرآن پاک یاد کر کے آیئے۔تا کہ میں آپ کو علم سکھاؤں۔وہ اُسی وقت گئے اور دوسرے ہفتہ واپس آگئے۔امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے آپ کو قرآن حکیم یاد کر کے آنے کے لئے نہیں کہا تھا؟ جواب دیا (قرآنِ پاک) یاد کر کے آگیا ہوں۔(قاضی ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ) نے ایک ہفتہ میں قرآن پاک یاد کر لیا تھا۔اگلے زمانہ کے لوگوں کی دین کے کاموں میں ایسی ہمتیں رہی ہیں۔نہ معلوم اس وقت مخلوق کو کیا ہو گیا ہے؟ بلند ہمت رکھنی چاہیئے۔اور مرد بلند ہمت نہیں ہوتا ہے جب تک کہ وہ دنیا کو ترک نہیں کرتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک پکی ہوئی آدھی اینٹ سرہانے رکھکر جنگل میں سوئے ہوئے تھے۔اُنہوں نے ابلیس کو اپنے سرہانے آکر کھڑے ہوئے دیکھا۔فرمایا اے ملعون تیرا میرے پاس کیا کام ہے؟ اور تو یہاں کیوں کھڑا ہے؟ عرض کیا اے روح اللہ مجھے آپ سے کوئی کام نہیں ہے۔لیکن میں اپنے سامان کے پاس کھڑا ہوا ہوں۔فرمایا تیرا کیا سامان ہے؟ عرض کیا یہ پختہ اینٹ، کیونکہ میں نے مخلوق کو یہ وسوسے کئے ہیں۔کہ وہ اس (اینٹ) کو پکائے تا کہ ایک مدت تک باقی رہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو الوالعزم پیغمبروں میں سے ہوئے ہیں۔(ابلیس) نے اُن کے ساتھ ایک آدھی اینٹ کے لئے جو سرہانے رکھی ہوئی تھی ایسا کیا۔دیکھیں نہ اُن لوگوں کے ساتھ جنہوں نے پوری دنیا کو بہت زیادہ حاصل کیا ہے کیا کرتا ہے؟

پیر و مرید

ایک بار ایک مرید ایک پیر کے پاس آیا۔اور ابلیس کے غلبہ کی شکایت کی۔کہ وہ مجھے بغیر پریشانی اور وسوسہ کے دو رکعت نماز بھی ادا کرنے نہیں دیتا ہے۔آپ اُسے اپنے پاس بلا کر ملامت کیجئے تا کہ وہ مجھ سے باز رہے۔شیخ نے فرمایا اے

گفت ای فرزند پیش ازانکه تو بیائی او آمده بود. و از دست تو گله می کرد. و می گفت که ای فلاں مرید خود را بگو تا دست از دنیاء بدارد. تا من نیز اورا چیزی نگویم و اگر او از دنیا دست ندارد. و البته دنیا می باید اورا بگو. هل بداں بهائی که من ستده ام از من بستاند یعنی دین داده و دنیا خریده.

وقتی شبلی بر در مسجدی استاده بود. بنور کشف ابلیس را دید که سر افسار ها بدست گرفته می رود. گفت ای ملعون کجا می روی و ایں سر افسار ها چیست . گفت می روم تا اولیاء خدارا ازیں سر افسار بیندازم. وازراه راست ایشاں را گمراه کنم. گفت سر افسار من کدام است. گفت ترا بافسار حاجت نیست.ای شبلی که میاں گله می چری او باصدیقاں و خاصگاں اینچنیں معاملت می کند و قصد دارد.

من و تو در چه حساب اند. ایں قرینه اما ابو القاسم قشیری است رحمته اللّٰه علیه . که مَثَلُ الدُّنیَا کَالحَیَّۃِ لَیِّنٌ مَسُّهَا قَاتِلٌ سُمُّهَا۔

صدر الشریعه گفتی رحمته اللّٰه علیه که می دانید که ایں شربت که سویم روز بر سر تربت می دهند چیست. گفت

فرزند تیرے آنے سے پہلے وہ آیا تھا۔ اور تیری روش کی شکایت کر رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا کہ اے قدوہ آپ اپنے مرید سے کہیئے کہ وہ دنیا کو ترک کر دے۔ تا کہ میں بھی اس سے کچھ نہ کہوں۔ اور اگر وہ دنیا کو ترک نہیں کرتا ہے اور دنیا ہی چاہتا ہے تو آپ اُس سے کہیں کہ آپ تو سمجھ لے کہ جس قیمت پر میں نے (دنیا) حاصل کی ہے وہ مجھ سے لے لے یعنی میں نے دین دیکر دنیا خریدی ہے۔

شیخ شبلی رحمتہ اللہ علیہ ایک مرتبہ شبلی (رحمتہ اللہ علیہ) ایک مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے نور کشف سے ابلیس کو اپنے ہاتھوں میں لگامیں لے جاتے ہوئے دیکھا۔ دریافت فرمایا، اے ملعون تو کہاں جا رہا ہے؟ اور یہ لگامیں کیسی ہیں؟ جواب دیا، میں اس لئے جا رہا ہوں تا کہ اولیاء اللہ کو ان لگاموں سے زمین پر دے ماروں اور اُنہیں راہِ راست سے ہٹا دوں۔ (حضرت شبلی) نے فرمایا میری لگام کہاں ہے؟ (ابلیس) نے عرض کیا۔ آپ کو لگام کی ضرورت نہیں ہے۔ (شیخ شبلی نے اپنے دل میں کہا) اے شبلی تو ریوڑ کے درمیان رہکر گلہ بانی کر رہا ہے اور (ابلیس) صدیقوں اور خاصان خدا کے ساتھ ایسا معاملہ کر رہا ہے (یا کرنے کا) ارادہ رکھتا ہے۔

اور میں اور تو کس حساب میں ہیں امام ابو القاسم قشیری رحمتہ اللہ علیہ کی بھی یہی روش

امام ابو القاسم قشیری رحمتہ اللہ علیہ ہے کہ مَثَلُ الدُّنْیَا کَالْحَیَّةِ لَیِّنٌ مَسُّهَا قَاتِلٌ سُمُّهَا (دنیا سانپ کی طرح ہے اگر اسے چھولیا جائے (تو) اس کا زہر اس کے چھونے والے کو ختم کر دیگا۔

سویم صدر الشریعہ رحمتہ اللہ علیہ[1] فرماتے تھے کہ تم جانتے ہو کہ یہ شربت جو تجھ کے

---

[1] احمد بن جمال الدین الحبوبی رحمتہ اللہ علیہ المتوفی ۶۳۰ھ (حدائق الحنفیہ مع حاشیہ صفحہ ۲۹۸)

گویند که بدانند که همه را شربت مرگ چشیدنی است. و هم چنیں است که او فرموده است.

نَاتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا «(پ۱۷ع۳) علماء ظاهر ایں را تفسیر کرده اند که زمین از کفر ناقص می کند. و در اسلام زیادت می گرداند. چنانچه ایں ساعت می بینند و ایں هم معجزه محمدی است صلی اللّٰہ علیه وسلم. امادر تفسیر حقائق می آرد. اولیائی خود را و خاصگان خود را از روئی زمین بر می دارد. تابر فتن آنها زمین ناقص می شود. و بلا ها بر اهل زمین نازل می شود، تا دعاهائی اهل زمین مستجاب نشود. و کسی نباشد که دست در دامن اُو زنند که دعائی کند که تا حق تعالی از برکت دعائی اُو بلا از اهل زمین بگرداند. چوں کسی نباشد که دعائی اُو مستجاب شود. لا جرم بلا ها عام شوند. و خلق دراں هلاك شود.

شیخ گفت رحمته اللّٰہ علیه که هر روزے که بر می آید دو نحوست دارد. دنیاوی و عقبیٰ وی. نحوست دنیا را بصدقه دادن دفع کنند یا بذکر بسیار، و نحوست عقبیٰ بعلم گفتن و شنیدن که بعد از ورد خواندن ایں قدرمی گوئیم برای ایں معنی است.

دن قبر کے پاس پلایا جاتا ہے کیا ہے؟ فرمایا اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے تا کہ جان لیا جائے کہ سب کو موت کا شربت چکھنا ہے۔ اور ایسا ہی ہے جیسا کہ اُنہوں نے فرمایا ہے۔

اولیاء اللہ (اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے) نَاتِیَ الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا [1] (مسلمانوں کو ملکی فتوحات دیکر) زمین کو چاروں طرف سے ہم اُن پر گھٹاتے چلے آرہے ہیں۔) علماء ظاہر نے اس کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین سے کفر کو کم کر رہا ہے۔ اور اسلام کو ترقی عطا فرما رہا ہے۔ جیسا کہ اسوقت دیکھا جا رہا ہے۔ اور یہ بھی معجزہ محمدی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن تفسیر حقائق سے منقول ہے کہ (اللہ تعالیٰ) اپنے اولیاء کو اور اپنے خاص بندوں کو روئے زمین سے اُٹھالیتا ہے۔ یہاں تک کہ اُن کے چلے جانے سے زمین ناقص ہو جاتی ہے۔ اور اہل زمین پر بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ چنانچہ زمین والوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ اور کوئی (بھی) ایسا شخص موجود نہیں رہتا ہے کہ جس کے دامن کو پکڑ کر دعاء کرائی جائے۔ تا کہ حق تعالیٰ اُس کی دعاء کی برکت سے زمین والوں کی بلائیں دور فرمادے۔ جب کوئی مستجاب الدعوات شخصیت (دنیا میں) باقی نہیں رہتی ہے۔ تو یقیناً بلائیں عام ہو جاتی ہیں۔ اور اُن میں مخلوق ہلاک ہو جاتی ہے۔

دو نحوستیں شیخ (سلطان التارکین) رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہر روز جب بھی دن نکلتا ہے اُسمیں دو نحوستیں ہوتی ہیں۔ دنیاوی اور عقبیٰ دی، نحوست دنیاوی صدقہ دینے سے دور ہوتی ہے۔ یا بہت ذکر الٰہی کرنے سے اور نحوست عقبیٰ دی علم پڑھنے اور سُننے سے، وظیفہ پڑھنے کے بعد ہم جو اتنا بیان کرتے ہیں، اُس کا یہی مقصد ہے۔

---

[1] پ ۱۷ ع ۳ ترجمہ کاظمی

وقتی شیخ بزرگ فرمود رحمته اللّه علیه که من چندین کسان را راه نموده ام اما چنانکه نمودم هیچ کس بران نرفت، دانسته بودم که عبد اللّه بران خواهد رفت اوهم نرفت، بعد ازاں عمه علیها الرّحمه گفت بابا ما که فرزندان تو ایم بران نمی ... بم دیگراں چه گو نه توانند رفت. اری سخنان شیخ باری بر ما حجت است که فرزندان او ایم، و اگر دیگران بران نتوانند رفت بر ما که فرزندان او ایم واجب است که بران رویم و خود را بران راست کنیم. سبحان اللّه! از غیرت خدائی است که شیخ این سخنان همچنین پوشیده داشته است. و اگر نه که تواند که امروز برین سخنان برود. مراهم چندین گاه باشد که ار شرم در زیارت شیخ بزرگ قدس اللّه روحهٔ رفته نمی شود. و بکدام رُو رود آدمی که بعد از و بر قدم رفته نمی شود.

و چندین وقت هم آرزو برده و زحمت دیده شد که یک دو گانه نماز چنانچه ایشان می گذارند. بگذارم، هم میسر نشد. رحمته اللّه علیه. دست برسینه می نهادند. وقتی که نماز بگذار دندی و چناں بحضور مشغول می شدندی که از هیچ چیز خبر نداشتندی.

سلطان التارکین کا ارشاد مبارک

شیخ بزرگ (سلطان التارکین) رحمۃ اللہ علیہ نے ایکبار فرمایا کہ میں نے اتنے لوگوں کو راستہ بتایا ہے۔ لیکن میرے بتائے ہوئے راستہ پر کوئی نہیں چلا۔ میں نے خیال کیا تھا کہ عبداللہ [1] اس پر چلیں گے۔ وہ بھی نہیں چلے۔ اس کے بعد پھوپھی (حضرت مہر بانو [2]) علیہا الرحمہ نے عرض کیا، بابا ہم جو آپ کی اولاد ہیں آپ کے راستہ پر نہیں چلتے ہیں، دوسرے کیسے چل سکیں گے؟ ہاں شیخ کی باتیں ایکبار ہمارے لئے حجت ہیں۔ کیونکہ ہم آپ کی اولاد ہیں۔ اور اگر دوسرے (شیخ کے طریقہ پر) نہیں چل سکتے ہیں۔ ہم جو آپ کی اولاد ہیں، ہم پر واجب ہے کہ ہم اُس پر چلیں اور خود کو اُس کے مطابق درست کریں۔ سبحان اللہ اللہ تعالیٰ سے غیرت کی وجہ ہے کہ شیخ نے یہ باتیں اسی طرح پوشیدہ رکھی ہیں۔ ورنہ آج کون ان باتوں پر چل سکتا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا میرا بھی شرم کی وجہ سے شیخ بزرگ (سلطان التارکین) قدس اللہ روحہ العزیز کے (مزار کی) زیارت کے لئے جانا نہیں ہوا، اور آدمی کس منہ سے جائے کہ آپ کے بعد آپ کے قدم پر چلنا مشکل ہے۔

حضور قلب

اور کئی بار خواہش ہوئی اور زحمت اُٹھائی گئی کہ ایک دوگانہ (دو رکعت) نماز جیسی (حضرت سلطان التارکین) رحمۃ اللہ علیہ ادا فرماتے تھے، ادا کروں۔ وہ بھی میسر نہیں ہوئی۔ جس وقت آپ اپنے سینہ پر ہاتھ رکھکر نماز ادا فرماتے تھے، تو ایسے حضور (قلب) کے ساتھ (نماز میں) مشغول ہوتے تھے کہ آپ کو، کسی چیز کی خبر نہیں

---

[1] حضرت شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ حضور صوفی سلطان التارکین قدس سرہ کے محبوب ترین خلفاء و مریدین میں سے تھے۔ مزار مبارک درگاہ حضرت صوفی صاحب میں ہے۔ (ت۔ص۔ن۔ صفحہ ۱۱۴)

[2] حضور سلطان التارکین کی صاحبزادی (آفتاب ناگور ہندی)

وقتی می ارند که در مسجدی پیر نهر والی نماز می گذاردند. مولانا شمس الدین حلوانی و دیگران که از اجمبر برابر او آمده بودند. در مسجد در آمدند. شیخ همچنان در نماز بود. و دیری بودند که یک دیگر را ببیند. چون شیخ از نماز فارغ شد. ایشان رفته بودند. بعد ازان که ملاقات شد. ملامت وعتاب کردند. که چه بود. که مابر تو بیامدیم و تو در نماز خود را مشغول داشتی. شیخ سوگند خورد که من اصلا خبر ندارم که کسی در مسجد در آمد یا بیرون رفت. ایشان را باخدا آنچنان مشغول شده است. که از چیزی دیگر فارغ بودند.

وقتی در بیابانی بودند. مورچه بجامهٔ ایشان شده. چون درخانه امدند. و آن مورچه را دیدند. همچنان بار گشتند و آن مورچه را باز در جائی او گذاشتند و آمدند.

وهم خدمت شیخ بزرگ فرمودی که فردا خدائی تعالی این نخواهد پرسید که برائی مرا چه آوردید. خواهد پرسید که ای بندگان من برائی من چه ترک آورده بودید. آن بیارید و بنمائید.

ہوتی تھی۔

مولانا شمس الدین حلوائی رحمتہ اللہ علیہ

کہتے ہیں کہ ایکبار (حضرت سلطان التارکین) نہروالہ[1] مسجد میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ (آپ کے اُستاد) مولانا شمس الدین حلوائی اور دوسرے (حضرات) جو اجمیر (شریف) سے اُن کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔ مسجد میں داخل ہوئے۔ شیخ اسی طرح نماز میں مشغول رہے۔ کچھ دیر تک وہ ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ جب شیخ نماز سے فارغ ہوئے (تو) سب (حضرات) جا چکے تھے۔ اس کے بعد جب اُن سے ملاقات ہوئی تو اُنھوں نے سرزنش کی اور خفگی کا اظہار کیا کہ ہم آپ کے پاس آئے اور آپ نماز میں مشغول رہے۔ شیخ نے قسم کھا کر (کہا) کہ مجھے (حالت نماز) میں بالکل خبر نہیں رہتی ہے کہ کون مسجد میں آیا۔ یا (کون) باہر گیا۔ آپ اللہ تعالیٰ کی یاد میں ایسے مشغول رہتے تھے کہ تمام چیزوں سے فارغ ہو گئے تھے۔

چیونٹی

(حضرت سلطان التارکین) ایکبار ایک جنگل میں تشریف فرما تھے، ایک چیونٹی آپ کے کپڑوں میں لگ گئی۔ جب آپ گھر آئے اور اس چیونٹی کو دیکھا (تو) اُسی وقت واپس ہوئے۔ اور اس چیونٹی کو اُس کی جگہ پر چھوڑ کر لوٹ آئے۔

اللہ تعالیٰ کیا پوچھے گا؟

اور نیز حضرت بڑے پیر (سلطان التارکین) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کل (قیامت کے دن) یہ نہیں پوچھے گا کہ تم ہمارے لئے کیا لائے ہو۔ دریافت فرمائے گا کہ اے میرے بندوں تم میرے لئے کیا چیز

---

[1] نہروالہ صوبہ گجرات کا ایک شہر ہے، جس کو اب پیران پٹن کہا جاتا ہے۔

و شیخ جنیدفرموده است رحمته اللّٰه علیه که المواکلۃُ مع الاخوان رضاعٌ فاظروامع من تواکلوا۔ چنانچه دریک پستان نیز خوردن حق رضاعت واجب می شود. همچناں دریک کاسه ناں خوردن حق محبت و صحبت و نگاهداشت یکدیگر واجب می شود۔

و هم جنید گفته است رحمته اللّٰه علیه مَنْ تَحَمَّلَ بلاء اللّٰهِ و بَلاء الْخَلْقِ فَهُوْ صُوفِیٌّ صَافِیٌ. هر که بلاء خالق و بلاء خلق نواند کشید او صوفی صافی باشد۔ و در کتابی دیده شده است که انبیاء علیهم السلام بلائی خدا و هم بلائی خلق نوانند کشید۔ امااولیاء بلائی خدا کشند۔ بلائی خلق نتوانند کشید۔ ازان است که او ایں گفته است حاصل آن است که هر که خُلق او نیکو ترا و صوفی تر که تصوف همیں خُلق نیکو است۔ پس آں آدمیانی که بمعانی بزرگ قائم بوده اند۔ همه رفته اند و از ایشاں کسی نمانده است۔ ایں ساعت آدمیانی مانده اند که معانی خسیس قائم اند۔ چنانچه حرص و بخل ازایشاں ایں ساعت آدمی چه توقع خیر کند۔

ترک کر کے آئے ہو وہ لا کر دکھاؤ۔

شیخ جنید کا ارشادگرامی

اور شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ المواکلۃ مع الاخوان رضاع فانظروا مع من تواکلوا (بھائیوں کے ساتھ کھانا کھانا رضاعی بھائی کے ساتھ دودھ پینا ہے۔ پس تم جس کے ساتھ کھانا کھاؤ تو اُسے محبت کی نظر سے دیکھو۔) جیسا کہ ایک پستان سے دودھ پینے میں حق رضاعت واجب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک برتن میں کھانا کھانے میں محبت اور صحبت کا حق اور ایک دوسرے کی حفاظت واجب ہو جاتی ہے۔

صوفی کون ہے؟

اور جنید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مَنْ تَحَمَّلَ بلاء اللّٰہِ و بَلاء الْخَلقِ فَهُوَ صُوفِيٌّ صَافِيٌ (جس نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مصیبت اور مخلوق سے پہنچی ہوئی تکلیف کو برداشت کیا وہ خالص صوفی ہے۔) اور ایک کتاب میں دیکھا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ (تعالیٰ) کی دی ہوئی مصیبت کو اور مخلوق سے پہنچی ہوئی تکلیف کو برداشت کر سکتے ہیں۔ لیکن اولیاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مصیبت کو برداشت کرتے ہیں مخلوق سے پہنچی ہوئی تکلیف کو برداشت نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ (جنید رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کی عادت سب سے زیادہ اچھی ہوگی وہ سب سے زیادہ صوفی ہوگا۔ کیونکہ اچھی عادت ہی تصوف ہے۔ بہر حال وہ آدمی جو بزرگ مقاصد پر قائم تھے وہ سب جا چکے ہیں۔ اور اُن میں سے کوئی باقی نہیں رہا ہے۔ اسوقت وہ آدمی رہ گئے ہیں جو خسیس مقاصد پر قائم ہیں۔ چنانچہ حرص اور بخل، اس زمانہ میں آدمی اُن سے کیا بھلائی کی اُمید کرے۔

وقتی درویشی از ما پرسید که نه اینچنین گفته اند که صد ولی بگرد یک نبی نرسند۔ منصور حلاج که ولی بود او بگوید اُقتلُونِیْ یا ثِقاتِیْ فَاِنَّ فِیْ قَتْلِیْ حَیَاتِیْ۔ و موسیٰ که نبی بود و مرسل۔ او بگوید چنانکه خدائی تعالی در قرآن یاد کرده است که گفت فاخافُ اَنْ یَقْتُلُوْنِط(پ۲۰،ع۱۶) این چگو نه باشد که بر قتل خود بترسند و او که ولی بود بقتل خود فرمود بعد ازاں هر کسی از یاراں کـه حاضر بودند۔جوابی می گفتند چنانچـه ایشاں را می امد۔ تاآں درویش هم خود گفت که نه این همچنیں است۔ که درانوقت که موسی بود علیه السلام هیچ کس بداں معانی بزرگ که در موسی بود نبود۔ او بداں معانی قائم بود۔ و جز موسی دیگری نبود۔ اوترسید که الٰہی اگر مرا بکشند این کارهائی بزرگ که برائی وی مرا بیا فریده از دیگری نیاید۔ پس اُو بداں معانی ترسید۔ اما منصور حلاج ولی بود۔ اگر کشته شود آں معانی که اُو بداں قائم بود۔ در هزار ولی دیگر حاصل شود۔ ترسیدن اُو برائی آں معانی بود۔ و فرمودن او برائی این معانی۔

آدمی تا آنگه است که عقل است۔ اگر عقل نباشد

سو (۱۰۰) ولی

ایک مرتبہ ایک درویش نے ہم سے پوچھا کہ کیا ایسا نہیں کہا گیا ہے کہ سو ولی ایک نبی کی گرد (راہ) کو نہیں پہنچ سکتے؟ منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ جو ولی تھے وہ فرماتے ہیں اُقْتُلُوْنِیْ یا ثقاتیْ فانّ فیْ قتلیْ حیاتیْ (اے ثقہ لوگ مجھے قتل کردو یقیناً میرے قتل میں میرے زندگی ہے) اور موسیٰ علیہ السلام جو نبی اور رسول تھے وہ فرماتے ہیں، جیسا کہ اللہ (تعالیٰ) نے قرآن (مجید) میں ذکر فرمایا ہے جو ارشاد فرمایا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ [1] (تو میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کریں) یہ کیسے ہوگا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے قتل کا خوف کھایا اور (منصور حلاج) جو ولی تھے اُنہوں نے اپنے قتل کرنے کا حکم دیا؟ اس کے بعد اُن مریدوں میں سے جو موجود تھے۔ ہر ایک شخص نے جیسا جواب آیا دے دیا، یہاں تک کہ خود اُس درویش نے بھی کہا کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جس زمانہ میں تھے، کوئی شخص اُن بزرگ مقاصد کے ساتھ (متصف) نہیں تھا۔ جو موسیٰ علیہ السلام میں تھے۔ وہ اُن مقاصد پر قائم تھے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دوسرا شخص نہیں تھا۔ وہ ڈرے کہ اے اللہ (تعالیٰ) اگر مجھے قتل کردیا گیا، تو یہ بڑے کام جن کے لئے مجھے پیدا کیا گیا ہے دوسروں سے نہیں ہوں گے۔ ان مقاصد کی (تکمیل) کے لئے اُن کو (اپنی جان کا) خوف محسوس ہوا، لیکن منصور حلاج جو ولی تھے اگر وہ ختم کردیئے جاتے تو وہ جن مقاصد پر قائم تھے وہ دوسرے ہزار ولیوں سے حاصل ہو جاتے، موسیٰ علیہ السلام کا ڈرنا ان مقاصد کے لئے تھا۔ اور (منصور حلاج) کا اپنے (قتل) کے لئے فرمانا ان معانی کے لئے۔

اہل دل

آدمی اس وقت تک (آدمی) ہے جب تک عقل ہے۔ اور اگر عقل نہیں ہے

[1] پ ۲۰ ع ۴ ترجمہ کاظمی

حیوانی باشد حاشا یا گاو. در قضیة معقول گفته اند همه خاص و عام یکسان است. باشد عامی که چیزی معقول بگوید. که از دیگری نباید. گفته اند عهد پیغمبر صلی اللّٰه علیه وسلم عهدی بوده است که دران عهد از سنگ بوئی دل می آمد. و این عهد ما عهدی است که از دل بوئی سنگ می آید. پس درین روز گار بوئی اهل دل بیابند هم بسیار باشد. و غنیمت باید شمرد. و در مثل عام است که هر کرا برنجانی و او نرنجد حاشا خر باشد. و اگر برنجانی و خوش کنی و او خوش نشود. از خر بدتر باشد.

وقتی شیخ بزرگ رحمته اللّٰه علیه در خواب دید حضرت خدای تعالی را که می گفت هر که از شما گناهی کرده است و بازعذر آن گناه خواسته اگر عذر او قبول نکنید گنهگار و مجرم شما اید. و اگر کسی گناه کرده است و عذر آن نخواسته همچنان مجرم و گنهگار است. این خواب بخط والد علیه الرّحمه در کاغذی نبشته دیدم و زیر آن والد علیه الرّحمه نبشته بود. که این تهدید برائی تعلیم مابوده است. الّا حضرت خداوند تعالی ازان بی نیاز است که درحضرت او چیزی پوشیده ماند.

و در حدیث پیغمبر آمده است صلی اللّٰه علیه وسلم که هر که گوید که هم عالم فاسد شده است. او فاسد شده است که همچنین می گوید دیگری نه. هر که حدیث مصطفی صلی اللّٰه علیه وسلم خلاف کند زبان او پس قفا بکشند. کرا زهرهٔ باشد که خلاف کند. و گفته اند هر راوی که

وہ جانور کی طرح ہے اللہ کی پناہ یوں سمجھو کہ بیل ہے۔ قضیہ معقول میں کہا گیا ہے کہ تمام خاص و عام برابر ہیں۔ خواہ عام آدمی کوئی ایسی معقول بات کہے جو دوسرا نہیں کہہ سکتا ہو۔ کہا گیا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ایک ایسا زمانہ تھا۔ کہ جس زمانہ میں پتھر سے دل کی بو آتی تھی۔ اور یہ ہمارا زمانہ ایک ایسا زمانہ ہے کہ دل سے پتھر کی بو آتی ہے۔ اس لئے اس زمانہ میں کسی اہل دل کی خبر پائی جائے یہ بھی کافی ہے۔ اور اسے غنیمت جاننا چاہیئے۔ عام کہاوت ہے کہ جسے تم ناراض کرو اور وہ ناراض نہ ہو خدا بچائے وہ گدھا ہے۔ اور اگر تم اُسے رنجیدہ کرو اور (پھر) راضی کرو اور وہ راضی نہ ہو تو گدھے سے بھی بدتر ہے۔

اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں

[1] ایک بار شیخ بزرگ (سلطان التارکین) رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا کہ (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا تم میں سے جس کسی نے کوئی غلطی کی ہے اور پھر اس نے غلطی کی معافی مانگی۔ اگر تم نے اس کو معاف نہیں کیا تو تم مجرم و قصوروار ہو۔ اور اگر کسی نے کوئی خطا کی ہے اور خطا کی معافی نہیں چاہی تو وہ اسی طرح مجرم و خطا کار ہے۔ میں نے یہ خواب والد (عزیز الاولیاء) علیہ الرحمہ کے قلم سے ایک کاغذ پر لکھا ہوا دیکھا ہے۔ اور اس (خواب) کے تحت والد علیہ الرحمہ نے یہ تحریر فرمایا تھا کہ یہ تنبیہ ہماری تعلیم کے لئے تھی ورنہ حضرت حق تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے کہ اُس کی بارگاہ سے کوئی چیز پوشیدہ رہے۔

حدیث مصطفےٰ

اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں آیا ہے جو شخص یہ کہتا ہے کہ تمام دنیا خراب ہے وہ (خود) خراب ہے۔ کہ وہ ایسی بات کہتا ہے۔ کوئی دوسرا (خراب) نہیں ہے۔ جو شخص مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا اس کی زبان گدی کے پیچھے سے کھینچ لی جائے گی۔ کس کی طاقت ہے جو مخالفت کرے۔ اور کہا

---

[1] یہ ذکر گذشتہ صفحات پر بھی آچکا ہے۔

حدیثی روایت کند و بر خلاف آن کار کند آن حدیث از و نشنوند. و اورا جرح کنند.

کار مسلمانی آسان نیست که هر چه کسی را خوش آید بگوید و بکند. گفته اند که حسنه کردن همچنان است که سنگ گران بالا بردن. و سیئه کردن همچنان است که سنگ گران از بالا فرود انداختن. بدی کردن بغایت آسان است و نیکی کردن بغایت دشوار.

مولانا کمال الدین حموی گفته رحمته اللّٰه علیه که چندین درم صرف کردم و یاران را برابر خود بردم و حدیثی سماع کردم تا بگویم که این حدیث را با چندین کسان سماع کرده ام. حَدَّثَنا آنگه گویند که با یاران سماع کرده باشد و حَدَّثَنِيْ آنگه که تنها سماع کرده باشد. اَخْبَرَنَا و اَخْبَرَنِيْ هم همچنین.

صوفی را سلام برسان و بگو اگرچه شما خود را از ما کشیده اید. اما مارا پیوسته دل سوئی شما کشان می باشد. کرم کنید کتاب حدیث بدهید که سیدی مشارق الانوار سماع می کند. تا کتاب شما برا برداشته شود. وهم میدانم که شما از سماع مستغنی اید اما کرم کنید و بیائید تا از خدمت شما هم سماع شود. بعد از ان بران صوفی هم برو، اگرپُرسند بگو

گیا ہے کہ جو راوی کوئی حدیث روایت کرتا ہے اور اس کے خلاف کام کرتا ہے۔ اس راوی سے وہ حدیث نہیں سنی جاتی ہے اور اس سے جرح کی جاتی ہے۔

کارِ مسلمانی

مسلمان ہونے کا کام آسان نہیں ہے۔ جس کو جو اچھا لگے وہ سب اور کرے۔ کہا گیا ہے کہ نیکی کرنا ایسا ہے جیسے وزنی پتھر اوپر لے جانا۔ اور برائی کرنا ایسا ہے جیسے وزنی پتھر اوپر سے نیچے ڈالنا۔ برائی کرنا بہت آسان ہے اور نیکی کرنا انتہائی مشکل۔

مولانا کمال الدین حموی

مولانا کمال الدین حموی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں نے اتنے درم خرچ کئے اور دو دوستوں کو اپنے ساتھ لیکر گیا اور ایک حدیث سنی۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ میں نے اس حدیث کو اتنے لوگوں سے سنی ہے۔ حدثنا اسوقت کہا جاتا ہے جب کوئی حدیث ساتھیوں کے ساتھ سنی گئی ہو۔ اور حدثنی اسوقت جب تنہا سنی گئی ہو۔ اسی طرح اخبرنا اور اخبرنی کو سمجھیں۔

صوفی

صوفی [1] کو (ہمارا) سلام پہنچاؤ اور کہو اگر آپ ہم سے ناراض ہیں، لیکن ہمارا دل ہمیشہ آپ کی جانب کھنچا رہتا ہے۔ کرم فرما کر حدیث کی کتاب دیدیجئے۔ اس لئے کہ سیدی (میرے سید) مشارق الانوار سنتے ہیں۔ اسوقت آپ کی کتاب پاس رکھی رہے۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ (حدیث) سننے سے بے نیاز ہیں۔ لیکن کرم کرکے آیئے تاکہ آپ کی موجودگی ہی میں سنی جائے۔ پھر اُن صوفی کے پاس دوبارہ جاؤ۔

---

[1] اب تک سرور الصدور کے جتنے نسخے میری نگاہ سے گذرے، کسی نسخہ میں صوفی کا نام نہیں ہے۔ اس لئے یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہاں کس صوفی کا ذکر کیا گیا ہے۔ از مترجم

نماز پیشین هم آمده بودم. گفتند خواجه خفته است عجب داشتم که بعد از نماز پیشین گفتند که خدمت خواجه شان خفته اند. بعد ازاں این بگو مصلحت عقبی وی است. باری کرم فرمایند و بیایند اگر چیزی دیگر بودی. فرستاده شدی. اما چوں صندوق است. نتواں فرستاد. و بیع این هم درست نیست. که چیزی برسم شکرانه باشد. بی چاره فرید بجلدی رقعی نبشته بود که بگویند یا چیزی نبشته بدهند.

این از عقل است که آدمی مصلحت کار دنیا می کند. اگر عقل نباشد چه داند چگونه تدبیر باید کرد. چنانچه مست، چوں عقل پوشیده شد. هیچ نداند که چه می باید کرد. هر چه شود گو بشود اُورا هیچ خبر نیست. عقل همه محنت است و درد سر، که چنین باید کرد. و چنین باید گفت. پیوسته در اندیشه باشد.

گفته اند امرأالقیس از حکماء بوده است. اورا گفتند فلاں کس عقلی ندارد و احمق است. با این همه مالی بسیار دارد. گفت ذاك رجلٌ کاملٌ بحمق خویش خوش خواهد بود پیوسته، و آں مال خوش خواهد خورد. بی غم و بی اندیشه. گفته اند احمق پیوسته در راحت باشد. و جاهل پیوسته در محنت. بیشتری خلق کورند که بالائی بام برآمده می نشینند و می گویند که کسی نمی بیند.

شیخ بزرگ فرمودی رحمته اللّه علیه که فردا حق

اگر وہ پوچھیں کہہ دینا کہ میں ظہر کی نماز کے (وقت) بھی آیا تھا۔ کہا گیا خواجہ سوئے ہوئے ہیں۔ مجھے تعجب ہوا کہ ظہر کی نماز کے بعد (سو رہے ہیں) جو کہا گیا حضرت شان والے خواجہ سوئے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد یہ کہو کہ اُخروی کام ہے۔ ایک بار کرم فرما کر آجائیے۔ اگر کوئی دوسری چیز ہوتی، بھیج دی جاتی۔ لیکن چونکہ صندوق ہے۔ نہیں بھیجی جا سکتی۔ اور اسے بیچنا بھی درست نہیں۔ کیونکہ کوئی چیز شکریہ کے طور پر ہے۔ بیچارہ فرید[1] نے جلدی میں رقعہ لکھا تھا۔ تاکہ حکم دیا جائے یا کچھ لکھ کر دے دیا جائے۔

عقلمندی یہ عقلمندی ہے کہ آدمی دنیا کے کاموں کی مناسب تجویز کرتا ہے۔ اگر عقل نہیں ہوگی وہ کیا جانے گا کہ کس طرح تدبیر کرنی چاہیئے؟ چنانچہ دیوانہ جب اُس کی عقل زائل ہو جاتی ہے وہ کچھ نہیں جانتا ہے کہ کیا کرنا چاہیئے۔ جو ہو سو ہو۔ اسے کوئی خبر نہیں۔ عقل پوری محنت اور دردسر ہے۔ وہ ہمیشہ اسی فکر میں رہتی ہے کہ ایسا کرنا چاہیئے اور یہ کہنا چاہیئے۔

امرأ القیس کہا گیا ہے کہ امرأ القیس حکماء میں سے ہوا ہے۔ اس سے دریافت کیا گیا فلاں شخص عقلمند نہیں ہے اور بیوقوف ہے۔ اس کے باوجود کافی مالدار ہے۔ جواب دیا وہ شخص اپنے کامل احمق پن پر ہمیشہ خوش رہے گا۔ اور بغیر غم وفکر خوش ہو کر وہ مال کھائے گا۔ کہا گیا ہے کہ بیوقوف ہمیشہ آرام میں رہتا ہے۔ اور جاہل ہمیشہ محنت میں۔ اکثر لوگ اندھے ہیں جو بالا خانہ سے باہر آکر بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں کوئی نہیں دیکھ رہا ہے۔

ترک بڑے پیر (حضرت سلطان التارکین) رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ کل

[1] قطب الاولیاء حضرت فریدالدین چاک کہ اں قدس سرہٗ

تعالی خواهد فرمود که های ای بندگان برائی مرا کدام چیز ترك آورده بودید. نخواهد گفت که کدام عمل آورده اید. این راست است که بندهٔ مفلس چه دارد که در حضرت او بیارد.

و گفته قاضی حمید الدین محمد ناگوری رحمته اللّه علیه درویشان را که بر و بیا مدندی هیچ ندادی. و گفتی ای درویشان شما هم دوکانی دارید و ماهم دوکانی داریم. دوکان شمار وان است و دوکان ما نشسته. پیر هری گفته است رحمته اللّه علیه هر که خواست غم او از دل مابر خاست. و هم پیر هری گفته است اگر بخواستی واُو ندادی او خواست.

از شیخ شنیدم رحمته اللّه علیه که فرمودی قاضی حمید الدین ناگوری چون در زمین بالا رفت مرید و خلیفه شیخ شمس الدین سمرقندی شد. اورا پرسیدند تو درحیات شیخ الشیوخ چیست که مرید مریدا و شدی. قاضی حمید الدین ناگوری گفت که مرا در ذات شیخ شمس الدین معانی نمودند که در ذات شیخ الشیوخ ننمودند ازاں مُرید او شدم.

و هم شیخ شمس الدین می آرند رحمته اللّه علیه که اورا گفتند کار ولایت او تا کجا رسیده است. فرمود این

قیامت کے دن فرمائے گا کہ ہاں اے بندو، تم میرے لئے کن چیزوں کو ترک کر کے آئے ہو؟ یہ نہیں پوچھے گا کہ کونسا عمل لائے ہو؟ اور یہ صحیح ہے کہ بندۂ مفلس کے پاس کیا ہے؟ جو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرے۔

دُکاندار

اور کہا گیا ہے کہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ کے پاس جو درویش آتے وہ اُنہیں کچھ نہیں دیتے اور فرماتے، اے درویشو! تم بھی دکاندار ہو اور ہم بھی دکاندار ہیں۔ تمہاری چلتی پھرتی دکان ہے۔ اور ہم بیٹھ کر دکانداری کرتے ہیں۔ پیر ہری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے (کچھ) طلب کیا اُس کا فکر ہمارے دل سے اُٹھ گیا۔ اور پیر ہری نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر تم نے کسی سے مانگا اور اُس نے نہیں دیا تو وہ (خود) محتاج ہے۔

شیخ شمس الدین سمرقندی

میں نے شیخ (سلطان التارکین) رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا تھا قاضی حمید الدین ناگوری جب اوپر کے علاقہ میں گئے۔ شیخ شمس الدین سمرقندی کے مرید و خلیفہ ہو گئے۔ اُن سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ شیخ الشیوخ (شہاب الدین) کی زندگی میں اُن کے مُرید کے مُرید ہوئے۔ قاضی حمید الدین ناگوری نے جواب دیا کہ مجھے شیخ شمس الدین (رحمتہ اللہ علیہ) کی ذات میں وہ باتیں دکھائی گئیں جو شیخ الشیوخ (رحمتہ اللہ علیہ) کی ذات میں نہیں دکھائی گئیں، اس لئے میں اُن سے مرید ہوا۔

مقام ولایت

اور نیز شیخ شمس الدین رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اُن سے دریافت کیا گیا کہ آپ کی ولایت کا کام کہاں تک پہنچا ہے؟ فرمایا

ساعت کار ولایت بمرتبه رسیده است که چون مرا مشکل شدی از فرشتگان دست راست و چپ پر سبده می شود. این ساعت هر چه انسان را مشکلی می شود. از من می پرسند.

از شیخ نصیر شنیدم که می گفت مُشیّد داماد قاضی حمید الدین ناگوری بود. او مستوفی ممالک شده بود. وقتی از در سرا می آمد. درویشی در عقب آمد. و چیزی می خواست تا بدرخانه رسید. چون از اسپ فرود آمد. غلام را گفت ای غلام این درویش مردی بزرگ می نماید. اورا چیزی اند کی نتوان داد. یک پنجه ده. تا درویش خوش برود. یحیی تو هم یک پنجه این درویش رابده.

همچنین گفته اند هر گاه که ببینید که آفتاب بغایت سُرخ برمی آید و بغایت سُرخ رومی رود. حقیقت بدانید که بروئی زمین خونی ریخته شده است . تاآنکه همچنین ببینید هیچ باك ندارید و مترسید.

گفته اند الهام نزد متصوفه حجت خدائی است. و بعض از سالکان نیز درین باایشان یاراند. اما علماء الهام را منکر اند. می گویند اگر الهام حجت باشد. یکی گوید من از الهام این کار می کنم. و دیگری گوید که این کار غلط است

(میری) ولایت کا کام اس درجہ تک پہنچ چکا ہے کہ (پہلے) جب مجھے کوئی مشکل پیش آتی تھی تو دائیں اور بائیں ہاتھوں کے فرشتوں سے معلوم کر لیا جاتا تھا۔ اب اُن کو جو مشکل ہوتی ہے وہ مجھ سے دریافت کرتے ہیں۔

مُشَیّد میں نے شیخ نصیر (الدین) سے سُنا، اُنہوں نے بیان کیا کہ مُشَیّد قاضی حمید الدین ناگوری (رحمتہ اللہ علیہ) کے داماد تھے۔ وہ محاسب اعلیٰ [1] بھی ہو گئے تھے۔ ایک دن وہ سرائے کے دروازے سے باہر آ رہے تھے۔ ایک درویش اُن کے پیچھے سے آیا اور کچھ طلب کیا۔ یہاں تک کہ وہ گھر کے دروازے تک پہنچ گئے۔ جب وہ گھوڑے سے اُترے (تو) غلام سے کہا اے غلام یہ درویش آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اسے تھوڑی چیز نہیں دینی چاہیے۔ ایک پنجہ دیدے۔ تا کہ درویش خوش ہو کر چلا جائے۔ یعنی تم بھی اس درویش کو پنجہ دیدو۔

سُرخ سورج اسی طرح کہا گیا ہے کہ جب تم دیکھو سورج نہایت سُرخ نکل رہا ہے۔ اور انتہائی سُرخ ڈوب رہا ہے۔ یقین جان لو کہ روئے زمین پر خون بہایا گیا ہے۔ اور جب ہمیشہ کی طرح دیکھو تو کوئی خوف اور ڈر نہ رکھو۔

اصل کام مشاہدہ ہے کہا گیا ہے کہ صوفیوں کے نزدیک الہام خدائی دلیل ہے۔ اور کچھ سالک بھی اس بات میں اُن کے ساتھ ہیں۔ لیکن علماء الہام کی (دلیل ہونے کے) منکر ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر الہام (کسی چیز کی) دلیل ہو جائے گا تو ایک شخص کہے گا میں الہام سے یہ کام کرتا ہوں۔ اور دوسرا شخص کہے گا کہ تم جو

---

[1] حساب کی جانچ پڑتال کرنے والوں کا سب سے بڑا افسر (Auditor General)

که تو می کنی، بس تناقص پدید آید۔ و دردین تناقص روا نیست۔ اما هم الہام از نور دل است۔ بی خواست آدمی و بی اندیشه و بی تفکر حق تعالی چیزی در دل پدید می آرد۔ آنکه باندیشه و تفکر حاصل نمی شود۔ و اصل کار مشاهده است و دیگر چیز ها طفیلی است۔

معتزلیان دیدار را منکر باشند۔ قاضی عبدالجبار که بودا ما معتزلی مذهب بود۔ اور ایاری بود درویش، وقتی این قاضی را مہمان طلبید والوان نعمت ساخت و خوان ها بیار است۔و آں مانده بیروں فرستاد و خود بیروں نیامد۔ گفت بخورید۔ قاضی گفت مانعمت او بی دیدار او نخوریم۔ بعد ازاں درویش بیروں آمد۔ و گفت ای قاضی چوں نعمت مخلوق بی دیدار مخلوق کار نمی آید۔ و خوردن نمی شاید۔ بس نعمت خالق که بہترین نعمتہا است و دیدار او که و رانی همه نعمتہا و راحتہا است نعمت او بی دیدار او چه کار آید۔ همدریں سخن قاضی را الزام کرده۔

درویشی بر ما رسیده بود۔ او می گفت يَنبَغِيْ لِلْمُرِيْد اَنْ يُحدِثَ تَوْبَةً عِنْدَ كُلِّ حَلْقَةٍ من دانستم که ایں حلقه مراد جماعت مردان است۔ گفت نباید که هر بار که مرید سر بترا شد توبه از سر کند۔ و همچنیں گفته اند که مرید چوں به نیت

کام کرتے ہو یہ غلط ہے۔ ایسی صورت میں تناقض پیدا ہو جائے گا۔ اور دین میں تناقض جائز نہیں ہے۔ لیکن الہام بھی دل کی روشنی سے ہے۔ کہ حق تعالیٰ آدمی کے بغیر چاہے اور بغیر غور و فکر کیۓ اُس کے دل میں کوئی ایسی چیز ظاہر فرما دیتا ہے جو بغیر غور و فکر کیۓ حاصل نہیں ہوتی ہے۔ اور اصل کام مشاہدہ (sight) ہے۔ اور دوسری تمام چیزیں طفیلی ہیں۔

معتزلی

معتزلی [1] دیدار (الٰہی) کے منکر ہیں۔ قاضی عبد الجبار جو معتزلی مذہب تھا۔ اس کی ایک درویش سے دوستی تھی۔ ایک بار (اُس درویش نے) اس قاضی کی دعوت کی اور قسم قسم کی لذیذ چیزیں تیار کر کے کئی طشت سجائے اور وہ دستر خوان باہر بھیج دیا۔ اور خود باہر نہیں آیا۔ کھانے کے لئے کہلا دیا۔ قاضی نے جواب دیا ہم درویش کی نعمت درویش کے دیدار کے بغیر نہیں کھائیں گے۔ پھر درویش گھر سے باہر آیا اور کہا اے قاضی، جب مخلوق کی نعمت مخلوق کے دیدار کے بغیر کام نہیں آتی ہے اور کھانا لائق نہیں ہے تو خالق کی نعمت جو تمام نعمتوں میں سے بہترین نعمت ہے اور اُس کا دیدار جو تمام نعمتوں اور راحتوں میں سب سے بڑھکر ہے۔ اُس کی وہ نعمت بغیر اُس کے دیدار کیسے کیا کام آئے گی۔ (درویش) نے قاضی کو اس بات سے قصوروار ٹھہرایا۔

توبہ

اور ہمارے پاس ایک درویش آیا ہوا تھا۔ اس نے بیان کیا یَنْبَغِیْ لِلْمُرِیْدِ اَنْ یُّحْدِثَ تَوْبَۃً عِنْدَ کُلِّ حَلْقَۃٍ (مرید کو چاہیئے کہ وہ ہر حلقہ کے وقت از سر نو توبہ کرے) میں نے یہ سمجھا کہ اس حلقہ سے لوگوں کی جماعت مراد ہے۔ (درویش) نے کہا کہ مرید جب بھی سر منڈائے نئے سرے سے توبہ کرے۔ اور اسی طرح کہا گیا ہے کہ جب

---

[1] فرقۂ معتزلہ کے ماننے والے کو معتزلی کہتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے جو عقل پسند کہلاتا ہے۔ ان کے نزدیک قرآن مخلوق ہے۔ مامون رشید کے دور میں یہ سرکاری مذہب بن گیا تھا۔ (فیروز اللغات)

درست توبه کنند و بقدم صدق درین راه در آید. حق تعالیٰ همدران وقت یک دعاء او مستجاب گر داند، هر دعاء که بکنند. می آرند چون ابراهیم اد هم که از پیران ما بود اول که توبه کرد. یکی را می دید که از قنطره می افتاد دعاء کرد که اِلٰهی خُذْهُ همچنان در هوا به اند.

مولانا نظام گفتی رحمته اللّٰه علیه که محتکر ضد و خلاف مسلمانان است. زیرا که بهر چه مسلمانان شاد شوند. او غمناك شود. و بهر چه ایشان غمناك شوند او شاد شود. مثلاً چون باران بارد همه شاد شوند. محتکر غمناك شود. و اگر نعوذ باللّٰه قحطی افتد، همه غمناك شوند او شاد.

بخط مولانا نجیب الدین قاسم رحمته اللّٰه علیه نبشته دیدم که در عهد پیشینه پارسا مردی بود. درانوقت قحطی اُفتاد. درخانه آمد عیال را گفت درخانه چیزی غله هست. گفت یک کندوی هست. گفت آن را بشکن و در بازار ببرو بفروش. و بنرخی که خلق دیگر می خرند تو نیز همچنان هر روز بخر، تا بخلق موافقت کرده باشیم. درانوقت

مُرید صحیح نیت سے توبہ کرتا ہے اور سچائی کے قدم کے ساتھ اس راستہ میں داخل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک دعاء اُسی وقت قبول فرمالیتا ہے وہ جو دعاء بھی کرے۔ کہتے ہیں کہ جب ابراہیم ادہم نے جو ہمارے پیروں میں سے تھے شروع میں توبہ کی۔ ایک شخص کو پُل سے گرتے ہوئے دیکھا دعاء فرمائی اِلٰهِی خُذْهُ (اے اللہ اس کی حفاظت فرما) وہ اُسی وقت ہوا میں رُک گیا۔

ذخیرہ اندوز مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ ذخیرہ اندوز[1] مسلمانوں کا دشمن اور مخالف ہے۔ اس لئے کہ جس چیز سے مسلمان خوش ہوتے ہیں وہ رنجیدہ ہو جاتا ہے۔ اور جس چیز سے مسلمان مایوس ہوتے ہیں وہ خوش ہوتا ہے۔ مثلاً جب بارش برستی ہے سب خوش ہوتے ہیں۔ ذخیرہ اندوز مایوس ہوتا ہے۔ اور اگر نعوذ باللہ قحط پڑتا ہے سب غمگین ہوتے ہیں اور وہ خوش۔

میں نے مولانا نجیب الدین قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ اگلے زمانہ میں ایک متقی شخص تھے۔ اُس وقت قحط پڑا۔ اُنہوں نے گھر میں آ کر بال بچوں سے کہا، کیا گھر میں کچھ اناج ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا ایک اناج کا کھُلہ ہے۔ فرمایا اسے توڑ ڈالو اور بازار میں لیجا کر بیچ دو۔ اور جس قیمت پر دوسرے لوگ (اناج) خریدتے ہیں تم بھی ہمیشہ یوں ہی خریدتے رہو۔ تاکہ ہم مخلوق کے ساتھ موافقت کرتے رہیں۔ اُس زمانہ میں

---

[1] احتکار (ذخیرہ اندوزی) قحط اور گرانی کے زمانہ میں غلہ یا جانوروں کا چارہ خرید کر اس نیت سے ذخیرہ اندوزی کرے تاکہ جب خوب زیادہ گراں ہو جائے تو بیچے گا۔ چونکہ ایسا کرنے سے گرانی بڑھ جاتی ہے۔ اور لوگ مصیبت میں پھنس جاتے ہیں۔ اس لئے شریعت نے اس کو ناجائز اور گناہ کا کام قرار دیا ہے۔ (جہنم کے خطرات صفحہ ۱۱۰، از استاذ مکرم حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ)

چنیں مسلمانان بوده اند۔ و غم مسلمانی چنیں می داشته اند۔ ایں ساعت با که گویند و که می کند۔

اینچنیں می آرند وقتی دوستی بدوستی از شهری که بود یک کشتی غله فرستاد۔ و گفت بهر نرخی که باشد در حال بفروشند۔آں دوست چند روز نگاه داشت تا گراں تر شود بفروشد۔ چوں ایں خبر بخصم غله رسید۔ گفته فرستاد که چه کردی۔ که بدیں نیت بد همه غلة من باطل کردی۔ باید که بعد ازیں همه را صدقه کند و هیچ نفروشد۔ آں وقتی اینچنیں مرداں بوده اند۔ ایں ساعت چنیں شکر خدائی را که یاری مارا چیزی نمی دهد۔ اگر ما را نیز چیزی سیم بودی۔ همچو دیگراں ماهم خرید یم و می نهادیم۔ قدر درویشی که داند ما ایں نیت داریم اگر خدائی ما را جیتل بدهد غلها بخریدیم و در نرخی که خریده باشیم سال تمام بداں نرخ بفروشیم تا خلق آسوده ماند۔ ملک فاضل آرد شیر گفته است **خفف اللّٰه عنه یا قوم لا تحبو الاحتکار حتّٰی لا یشملکم القحط**۔ یا قوم احتکار دوست مدارید تا قحط بیکبار شمارا در نگیرد۔

و فرموده سیر را بباید خورد که سیر تریاك است۔بحضورخواجه عالم صلی اللّٰه علیه وسلم خورده اند۔ گفت از کردۂ آنکه برمن فرشتّه می آید۔ من ازاں نمی خورم۔

ایسے مسلمان ہوئے ہیں۔اور وہ مسلمانوں کا ایسا فکر رکھتے تھے۔اب کس سے کہا جائے اور کون عمل کرے؟

تمام اناج صدقہ کروادیا

اسی طرح کہتے ہیں کہ ایک بار ایک دوست نے (اپنے) ایک دوست کو اس شہر سے جس میں وہ رہتا تھا ایک اناج کی کشتی بھیجی اور کہلایا کہ جو اناج کا بھاؤ ہو اس میں فوراً بیچ دیا جائے۔اُس دوست نے (وہ اناج) چند دن محفوظ رکھا،تا کہ زیادہ مہنگا ہو جائے تو بیچ دے۔اناج مالک کو جب یہ خبر ہوئی۔اُس نے کہلا کر بھیجا کہ یہ تو نے کیا کیا؟ اپنی بدنیتی سے میرے تمام اناج کو بیکار کر دیا۔آج کے بعد وہ پورے اناج کو صدقہ کر دے۔اور کچھ نہیں بیچے۔اُس زمانہ میں ایسے لوگ تھے۔اسوقت یہ اللہ (تعالیٰ) کا شکر ہے کہ دوست ہمیں پونجی نہیں دیتا ہے۔اگر ہمارے پاس بھی کچھ دولت ہوتی (تو) دوسروں کی طرح ہم بھی اناج خرید کر رکھ لیتے۔درویشی کی قدر کون جانتا ہے؟ ہماری یہ نیت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جیتل (پیسہ) عطا فرمائے تو ہم کثرت سے اناج خریدیں اور جس قیمت میں خریدیں پورے سال اسی قیمت پر بیچتے رہیں۔تا کہ مخلوق خدا خوش حال رہے۔انشاء اللہ العزیز۔ملک فاضل آردشیر نے کہا ہے **خفف اللّٰہ عنہ یا قوم لا تحبو الاحتکار حتّٰی لا یشملکم القحط** (اے قوم کے لوگوں احتکار (ذخیرہ اندوزی) کو دوست نہ رکھو تاکہ تمہیں قحط نہ پکڑے)

لہسن تریاک ہے

اور فرمایا لہسن کھانا چاہیے۔کیونکہ لہسن تریاک (زہر کی دوا ہے) خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کھایا گیا ہے۔آپ نے فرمایا کہ میرے پاس (جبرئیل علیہ السلام) فرشتہ آنے کی وجہ سے میں لہسن نہیں کھاتا

چون خواجه چنین گفت علیه السلام پس بباید خورد. جغرات بی سیر چه کار آید. چون جغرات باشد سیر باید انداخت. بیا امروز بموافقت درویشاں سیر بخور. و درویشاں سیدی پیش ازیں سیر نخوردی. امروز بموافقت شما آغاز کرده است. درویشی گفت، سیر برائی آں نخورند تا فرشته آید ما را خود فرشته کار نمی آید.

و در حدیث آمده است که برکات ایں کلمات بود که موسی علیه السلام بر دریا گذشت و از شر فرعون نجات یافت اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَاِلَیْکَ الْمُشْتَکیٰ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَبِکَ الْمُسْتَغَاثُ وَعَنْکَ الْفَرَجُ وَعَلَیْکَ التُّکْلَانُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ • پس عبدالله مسعود گفت مَاتَرَکْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم.

و هم در حدیث آمده است اَفْضَلُ الْاِیْمَانِ اَلْحُبُّ لِلّٰهِ وَالْبُغْضُ لِلّٰه. ایں یک معنی دارد چوں کسی را برائی خدا دوست داشتی. گوئی خدائی را دوست داشتی و هر کرا برائی

ہوں۔ جب خواجۂ (عالم) علیہ السلام نے یہ فرمایا تو لہسن کھانا چاہیئے۔ بغیر لہسن دہی کس کام کا ہے؟ جب دہی ہو تو اُسمیں لہسن ڈالدینا چاہیئے۔ آؤ آج درویشوں کے ساتھ لہسن کھاؤ۔ اور اس سے پہلے سیدی (اے میرے سید) درویش لوگ لہسن نہیں کھاتے تھے۔ آج اُنہوں نے تمہاری موافقت میں کھانا شروع کیا ہے۔ ایک درویش نے کہا کہ لہسن اس لئے نہیں کھایا جاتا ہے کیونکہ فرشتہ آتا ہے۔ ہمیں خود فرشتہ سے کوئی کام نہیں ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کے کلمات

اور حدیث میں آیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جو دریا پار کیا اور فرعون کے شر سے نجات پائی وہ ان کلمات کی برکت تھی۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَاِلَیْکَ الْمُشْتَکیٰ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَبِکَ الْمُسْتَغَاثُ وَعَلَیْکَ الْفَرَجُ وَعَلَیْکَ التُّکْلَانُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ • (اے اللہ تیرے لئے حمد ہے اور تجھ سے (میرے حالات کی) شکایت ہے۔ اور تو ہی مددگار ہے۔ اور تجھ سے ہی فریاد ہے اور تجھ سے ہی خوشی ہے اور تجھ پر ہی بھروسہ ہے۔ نہیں ہے کوئی طاقت اور نہیں ہے کوئی قوت مگر اللہ بزرگ و بلند سے) پس عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مَا تَرَکْتُھُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُھُنَّ عَنْ رَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم (میں نے جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کلمات سنے اِن کو پڑھنا نہیں چھوڑا۔)

اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی اور دشمنی

اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے اَفْضَلُ الْاِیْمَانِ اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ (اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی کرنا اور اللہ کے لئے دشمنی کرنا افضل ایمان ہے) اس کا ایک ہی مطلب ہے۔ جب تم نے کسی شخص سے اللہ کے لئے دوستی کی گویا اللہ سے دوستی کی اور جس سے تم

خدا دشمن گرفتی چناں باشد که خدائی را دوست داشتی۔

ابو حفص حداد نیشاپوری گفته است رحمته اللّه علیه مَنْ اَحَبَّ نَفْسَهٗ فَقَدْ اتخذ عدو اللّٰه و عدوّهٗ خَلِیْلاً گفت هر که نفس خود را دوست دارد چناں باشد که دشمن خدا و دشمن خود را دوست گرفته باشد که عادت نفس آنست که چوں مراد خود یافت صاحب خود را نامراد گرداند۔ باید که اورا در ریاضت و مجاهده دارند۔ تا از شرا و خلاص یابند۔ ایں خانقاه و مسجد و حجرها برائی آں راست کرده اند و بنا نهاده اند تا آدمی خود را در مسجد دارد و در حجرها خلوت نشیند تا نفس او ریاضت یا بد و چوں بیروں شد هر آئینه گاؤ خر باشد۔

شیخ بایزید را پر سیدند که سخت ترین مجاهده که در راه خدائی تعالیٰ دیدهٔ و کشیدهٔ ما را خبر کن گفت لا یمکن کشفها۔ سخت ترین مجاهده شمارا طاقت شنیدن نباشد۔ اما آنچه آسان آسان تربود با شما بگویم۔ گفت یکبار گی نفس را بطاعتی دعوت کردم موافقت نکرد۔ سو گند خوردم که ای نفس یک سال ترا آب ندهم۔ چوں بغایت تشنگی غالب شدی۔ و کاربهلاکت رسیدی۔ پارهٔ ریگ بقدری آب بیامیختی تا چوں خلشی بشدی۔ بعد ازاں بخوردمی۔ سال تمام نفس را بدیں مجاهده ریاضت کردم۔

نے اللہ کے لئے دشمنی کی ایسا ہے جیسے اللہ سے دوستی کی۔

ابو حفص حداد کا ارشاد مبارک

ابو حفص حداد نیشاپوری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے من احب نفسهٗ فقد اتخذ عدو اللہ وعدوہٗ خلیلاً فرمایا جو شخص اپنے نفس کو دوست رکھتا ہے، ایسا ہے جیسے اُس نے اللہ (تعالیٰ) کے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست بنا لیا ہو۔ کیونکہ نفس کی یہ عادت ہے کہ جب وہ اپنا مقصد حاصل کر لیتا ہے تو وہ اپنے ساتھی کو نامراد کر دیتا ہے۔ اُسے ریاضت و مجاہدہ میں رکھنا ضروری ہے۔ تاکہ اُس کی شرارت سے نجات پائی جائے۔ یہ خانق ہیں اور مسجدیں اور حجرے اسی لئے درست کئے گئے ہیں اور بنائے گئے ہیں کہ آدمی خود کو مسجد میں رکھے اور حجروں میں گوشہ نشین رہے۔ اور اُس کا نفس ریاضت حاصل کرے۔ اور جب وہ ان سے باہر رہے گا۔ یقیناً بیل اور گدھا ہو جائے گا۔ (یعنی حیوان بن جائے گا)

مجاہدہ

شیخ بایزید (رحمتہ اللہ علیہ) سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جو مجاہدہ سب سے زیادہ سخت کیا ہے، وہ ہمیں بتایئے۔ فرمایا لا یمکن کشفھا۔ آپ لوگ سخت ترین مجاہدہ کا (حال) نہیں سُن سکتے۔ لیکن جو آسان سے آسان مجاہدہ ہے۔ وہ میں بیان کرتا ہوں۔ فرمایا میں نے اپنے نفس کو اچانک کسی عبادت کی طرف بُلایا۔ اُس نے میری موافقت نہیں کی۔ میں نے قسم کھائی کہ اے نفس میں تجھے ایک سال پانی نہیں دوں گا۔ جب پیاس کا انتہائی غلبہ ہوتا اور کام ہلاکت تک پہنچ جاتا، ریت کے ذرے پانی میں ملا لیتا یہاں تک کہ جیسے ہی پھر کوئی چبھن ہوتی تھی پی لیتا تھا۔ میں نے اپنے نفس کو پورے سال اس مجاہدہ میں محنت کرائی۔

شیخ بزرگ فرموده است، خاصه:

بس است که ذاکر نکند الاّ مرد

دل رازوی یکسو نکند الاّ مرد

بر باطل اوپشت نیارد هر گز

در حضرت حق رونکند الاّ مرد

در حضرت دهلی رفته شده بود. از مسعود مقری می شنیدم گوئی برائی تعلیم من میگفت که قاضی منهاج الدین علیه الرّحمه گفتی که من با این همه که درمذکری چنین سرآمده عالمم، اما تا سه چیز بر خویش راست نکنم، هر گز پائی بر منبر ننهم. یکی نعت، و دوم تسمیه و سیوم بتکیه و از قاضی کبیر حکایت کرد که او تذکیرمی گفتی. در هر جا که تذکیر گرم شدی درحال فرود آمدی اگر چه هم در تحمیده بودی. چون گرم شدی در حال فرود آمدی. و گفتی که از تذکیر همین مقصود است که رقتی و ذوقی پدید آید. چون آن حاصل شد پس سرد نباید کرد.

می آرند این چهار کلمه در مسجدِ اقصیٰ نبشته اند ،

اَلْفَقْرُ مَوْتُ الْاَحْمَرُ وَالاَعْمیٰ مَیِتٌ وَاِنْ لَمْ یُقْبَرْ وَمَنْ مَاتَ وَلَمْ یُتْرَکْ

بڑے پیر (سلطان التارکین) نے فرمایا، خاصہ:

نفس است کہ ذاکر نکند الّا مرد   دل رازوی یکسو نکند الّا مرد

(اپنے نفس کو اللہ والا ہی ذاکر کرے گا۔ دل کو (دنیا) سے دور نہیں کرے گا مگر مرد خدا۔)

بر باطل اوپشت نیارد ہر گز   در حضرت حق رونکند الّا مرد

(اُس کے باطل پر ہرگز پشت نہیں کرے گا۔ اور حق تعالیٰ سے لو نہیں لگائے گا لیکن اللہ والا۔)

تین باتیں جس زمانہ میں (میرا) دارالسلطنت دہلی جانا ہوا تھا۔ میں نے قاری مسعود سے سُنا، گویا اُنہوں نے میری تعلیم کے لئے بیان کیا کہ قاضی منہاج الدین علیہ الرحمہ کہتے تھے کہ ان تمام باتوں کے باوجود کہ میں عالم ہوں اور وعظ گوئی میں میری شہرت ہے۔ لیکن جب تک تین باتوں کو خود پر لازم نہیں کر لیتا ہوں۔ ہرگز منبر پر پاؤں نہیں رکھتا ہوں۔ پہلی (بات) نعت (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)، دوسری (بات) اللہ تعالیٰ کا ذکر وحمد، تیسری (بات) خود پر یا اپنے نفس پر غالب آجانا۔ اور اُنہوں نے قاضی کبیر کے بارے میں فرمایا کہ وہ وعظ بیان کیا کرتے تھے۔ جہاں وعظ گرم ہوتا، فوراً منبر سے اُتر جاتے، اگرچہ حمد ہی میں ہوتے۔ جیسے ہی (وعظ میں) گرمی آتی، منبر سے نیچے آجاتے اور فرماتے وعظ کا یہی مقصد ہے۔ کہ اس سے رقت اور ذوق پیدا ہو جائے۔ جب وہ حاصل ہو گیا پھر (مجلس کو) سرد نہیں کرنی چاہیئے۔

چار باتیں کہتے ہیں یہ چار باتیں مسجدِ اقصیٰ میں لکھی ہوئی ہیں۔ **اَلْفَقْرُ مَوْتٌ الْاَحْمَرُ وَالاَعْمٰى مَيِّتٌ وَاِنْ لَمْ يُقْبَرْ وَمَنْ مَاتَ وَلَمْ يُتْرَكْ**

ذِکْرُالْعَدْ یُذْکَرُ وَالظُّلم لا یَدُوْمُ وَاِنْ دَامَ دَمَّر ایں قرینہ آخریں نفرمودند۔ گفتند یک قرینہ دیگر بعد ازاں تلقین کردند کہ چنیں گفتہ اند۔ چوں اصل برداشتند و فرع را بجائی او گذاشتند ظلم نکردند۔

می آرند کہ مولانا شمس الدین حلوانی رحمتہ اللّٰہ علیہ بعد از نماز با مداد البتہ چندانی قرآن تفسیر بگفتی۔ دریں وقت می گویند تفسیر کشافی می گویند، ہماں را پیش می باید کرد۔ و بندگان خدائی را باید گفت تا فائدہ باشد۔

درانوقت کہ والد علیہ الرّحمہ تفسیر امام ناصرالدین بُستی را نبشتن آغاز کرد۔ گفت فرید تو ہم بنویس، چوں من چیزی نبشتہ بودم باز گفت ہل مرا بدہ

ذِكْرُ الْعَدِ يَذْكُرُ وَالظُّلْمِ لَا يَدُوْمُ وَاِنْ دَامَ دَمَرُ (فقر سُرخ [1] موت ہے اور نابینا مردہ ہے اگر چہ دفن نہیں کیا گیا۔ اور جو شخص مر گیا اور اُس کے اوصاف کا ذکر نہیں چھوڑا گیا وہ ذکر کیا جائے گا۔ اور ظلم ہمیشہ نہیں رہتا ہے۔ اور اگر ہمیشہ رہے گا۔ ظالم اور اس کا ظلم دونوں ہلاک ہو جائیں گے) یہ آخری قاعدہ میں نہیں فرمایا گیا۔ کہا گیا ایک دوسرا قاعدہ ہے جو اس کے بعد تلقین کیا گیا کہ ایسا کہا گیا ہے۔ جب اصل کو اٹھالیا گیا اور فرع کو اس کی جگہ چھوڑ دیا گیا، ظلم نہیں کیا گیا۔

تفسیر کشاف کہتے ہیں کہ مولانا شمس الدین حلوائی رحمتہ اللہ علیہ [2] فجر کی نماز کے بعد قرآن پاک کی کچھ تفسیر ضرور بیان فرماتے تھے۔ منقول ہے کہ وہ اسوقت میں تفسیر کشاف پر تقریر کرتے تھے۔ اسی کو سامنے رکھنا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو سنانا چاہیئے تاکہ فائدہ حاصل ہو۔

تفسیر بیضاوی والد (حضرت عزیز الاولیاء [3]) علیہ الرحمہ نے جس زمانہ میں تفسیر امام ناصر الدین [4] بُستی کو لکھنا شروع کیا۔ فرمایا فرید تم بھی لکھو، جب میں نے کچھ تحریر کیا، پھر فرمایا، مجھے دیدو تاکہ میں تمہارے لئے (یہ تفسیر) لکھوں، تم

---

[1] حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تک آدمی تین بار موت کا مزہ نہ چکھ لے اُس وقت تک مراتب عالیہ حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ درست ہے۔ اور وہ موتیں تین ہیں: ۱۔ سفید، ۲۔ سرخ، ۳۔ سیاہ۔ سفید موت کے معنی ہیں کہ فقیر اور درویش بھوکا رہے۔ سرخ موت کے معنی یہ ہیں کہ اپنے اندر تحمل اور برداشت کا مادہ پیدا کرے۔ سیاہ موت کے معنی ہیں مفلس ہو جانا۔ (اُردو ترجمہ اخبار الاخیار صفحہ ۲۸۷)

[2] حضرت سلطان التارکین کے اُستاذ گرامی

[3] حضرت صوفی عزیز الدین

[4] یہاں تفسیر بیضاوی کو تفسیر امام ناصر الدین کہا گیا ہے۔ جو اس کے مصنف کے نام کی طرف منسوب ہے۔ یعنی امام عبداللہ قاضی ناصر الدین بیضاوی (ماہنامہ منادی، نئی دہلی)

تا برائی توبنو سیم تو بخوان، همدراں نبشتن بودند که رنجور شدند و همدراں رنجوری نقل کردند۔ بعد از نقل ایشاں بازهما نرا چیزی نبشته شد تمام می باید کرد آنرا، شیخ بزرگ گفت که فرید ایں تفسیری که پدر تو می نویسدادیبانه است اما تفسیری که مذکراں را کار آید آں تفسیر است که سعدالدین هنداں دارد۔ و آں تفسیر زاهد در او چه است و اول دریں شهر او آورده۔

می آرند که امیر المومنین علی گفتی رضی اللّٰه عنه که من هر گز بر کسی نه نیکی کرده ام و نه بدی۔ گفتند ایں چگونه باشد۔ گفت نه خدا در قرآں گفته است اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ (پ۱۵،ع۱) پس، هر نیکی و بدی که کسی می کند برائی خود می کند۔

نهج البلاغة بزرگ کتابی است۔ در فضل و کنزالادب را در نظر می باید داشت۔ که آں هم پُر فائده کتابی است۔ آدمی را همیں صبر باید کرد که کارها خود بوقت خود می شوند۔ اَلامُوْرُ مَرْهُوْنَةٌ بِمَوَاقِيْتِهَا۔ که کارها گردگان وقت است چوں وقت می آید۔ کشاده می شود۔

پڑھتے رہو۔ تفسیر لکھنے کے دوران ہی آپ بیمار ہوئے۔ اور اسی بیماری میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ آپ کے انتقال کے بعد پھر مجھے خیال آیا کہ جو کچھ لکھا گیا ہے اسے پورا کرنا چاہیے۔ بڑے پیر (سلطان التارکین) نے فرمایا کہ فرید یہ تفسیر جو تمہارے والد محترم نے لکھی ہے وہ تو بہت عمدہ ہے۔ لیکن جو تفسیر واعظوں کے کام آتی ہے وہ ہے جو سعد الدین ہمدانی کے پاس ہے۔ اور وہ تفسیر زاہدی[1] اوچ میں ہے۔ اور اس شہر میں سب سے پہلے وہی لائے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی

کہتے ہیں کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے کبھی کسی کے ساتھ نہ نیکی کی ہے اور نہ بدی۔ عرض کیا گیا یہ کیسے ہوگا؟ فرمایا کہ اللہ (تعالیٰ) نے قرآن (مجید) میں نہیں فرمایا ہے اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ [2] (اگر تم نے بھلائی کی تو اپنے لئے بھلائی کی) پس ہر شخص جو نیکی و بدی کرتا ہے وہ اپنے لئے کرتا ہے۔

نہج البلاغۃ و کنز الادب

نہج البلاغۃ بڑی فضیلت والی کتاب ہے۔ اور کنز الادب کا مطالعہ کرتے رہنا چاہیئے۔ اس لئے کہ یہ بھی ایک فائدہ مند کتاب ہے۔ آدمی کو صبر ضرور کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ سب کام خود اپنے وقت پر ہو جاتے ہیں۔ اَلْاُمُوْرُ مَرْهُوْنَةٌ بِمَوَاقِيْتِهَا (سب کام اپنے وقتوں کے رہن رکھے ہوئے ہیں) کیونکہ تمام کام وقت کے اخروٹ ہیں۔ جیسے ہی وقت آتا ہے۔ کامیابی مل جاتی ہے۔

---

[1] حضرت شیخ احمد کھٹو مغربی اور قاضی القضاۃ جلال علیہ الرحمہ کے درمیان تفسیر امام زاہد کا ذکر ہوا تھا کہ یہ مختصر و معتمد تفسیر ہے۔ اور شیخ احمد نے اُن کو تفسیر مذکور خریدنے کے لئے دس سکے بھی دیئے تھے۔ (تذکرہ اولیاء احمد آباد صفحہ ۸۱)

[2] پ ۱۵ ع ۱ ترجمہ کاظمی

شیخ بزرگ رحمته اللّه علیه در وصیت مریدان گفته است و ایشان را نصیحت کرده که خاصه:

در راه در از ماه یاری مطلب
تاخویش چویار خویش داری مطلب
از بهر تو گر نهاده اند زود مکن
ورننهاده اند نیز بزاری مطلب

هر حکمی از احکام ربانی برانی حکمتی است چنانکه گفته اند : فِیْ کُلِّ حکمٍ حِکْمَۃٌ مَسْتُوْرَۃٌ کشرارۃٍ مَدْفُوْنَۃٍ برمادٍ ما را که اینجامی دارد هم برانی حکمتی است و شمارا که اینجا نمی ارد هم برانی حکمتی. هر سر گردانی که آدمی را درپیش می آید دراں هم حکمتی است.

دراں که ملک زادہ اینجا آمد. خدائی داند چند اسپ سقط شد. و چند زحمت کشید که اینجا رسید. روز جمعه بود. همانجا در مسجد جمعه که ماہی نشینیم آنجا آمد و نشست. بعد از نماز نیز ساعتی نشست. با او از هر نوع سخن گفته می شد. با ادبی و حرمتی تمام می شنید. چنانکه بسیار میر و ملک که برمامی آیند ولی بدیں ادبی و حرمتی که او آمد. نیامدند دوم بار

بڑے پیر کی وصیت

بڑے پیر (سلطان التارکین) رحمتہ اللہ علیہ نے مریدوں کی وصیت کے بارے میں فرمایا ہے اور ان کو نصیحت کی ہے کہ فرما

در راہ در از ماہ یاری مطلب   باحمہ نش جوہر جوش دا ی مطلب

(محبوب کے طویل راستہ میں کسی سے مدامت طلب کرو۔ اور خود کو یاری طرح تحمدامت رکھو۔)

ار بہر تو گر نہادہ اند رود مکن   ور ننہادہ اند سر در دی مطلب

(اگر تمہارے واسطے (حصہ) رکھا گیا ہے تو جلدی مت کرو۔ اور اگر نہیں رکھا گیا ہے۔ تو دکا کر کے مت مانگو۔)

حکمت

اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے ہر ایک حکم ایک حکمت کے تحت ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ فِیْ کُلِّ حکمٍ حکْمَۃٌ مَنْثُوْرَۃٌ کشَرارۃ مدفُوْنۃ برمادٍ (اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں راکھ میں دبی ہوئی چنگاری کی طرح حکمت پوشیدہ ہے) اللہ تعالیٰ ہمیں اس جگہ رکھتا ہے اس میں بھی کوئی حکمت ہے اور تمہیں یہاں نہیں لاتا ہے یہ بھی کسی حکمت کے تحت ہے۔ ہر وہ پریشانی جو آدمی کو لاحق ہوتی ہے اس میں بھی ایک حکمت ہے۔

باادب شہزادہ

جس زمانہ میں کہ شہزادہ یہاں آیا۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کتنے گھوڑے ضائع ہوئے اور کتنی تکلیفیں اٹھائیں۔ جب وہ یہاں پہنچا۔ جمعہ کا دن تھا۔ ہم مسجد جمعہ میں جس جگہ بیٹھتے ہیں وہ وہاں آ کر بیٹھ گیا۔ نماز کے بعد بھی کچھ دیر بیٹھا رہا۔ اس کے ساتھ ہر قسم کی گفتگو ہوئی۔ وہ پورے ادب واحترام سے ہماری باتیں سنتا رہا۔ بہت سے امیر اور بادشاہ ہمارے پاس آتے ہیں، لیکن جس ادب واحترام کے ساتھ (شہزادہ پیش) آیا، وہ نہیں آئے۔ دوسری بار بھی (شہزادہ) ہمارے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ وہ

هم که بیامد بر ما نشست هم روز جمعه بود. سخن در تصوف افتاده بود. گفته شد که مشائخ برین اند: اَلتَّصَوُّفُ هُوَالْخُلُقُ فَمَنْ زادعلی الْخُلُقِ زاد فی التَّصوُّف

فتوح و جامه و سجاده شب را بدست شیخ زاده بایزیدی که برو بودی بفرستاده و معذرت کرد. و گفت که گفته اند که مارا از امدن ناگور همین فائده بود که خدمت شمارا دریافتیم. چون باردوم که آمده بود. گفتم اگر چه پیش ازین سجاده نشین بوده ایم اما صحیح این بار شد که از خدمت شما سجاده یافتم. و حکایت آن جوان که از خدمت شیخ بزرگ رحمته اللّه علیه سوال کرده بود. که من از درویشان باشم. تمام گفته شد. بعد ازان گفتم که مصداق سخون شیخ این است که اُمرائی که ملوك را دوست داشتند ملک الامراء شدند. و شما که فقراء را دوست داشتید ملک المشائخ شدید، همین که این بگفتم حیران ماند و بغایت خوش شد. گفت فائده ما ازین آمدن همین بوده است که خدمت شمارا دریافتم آن بهتر که خلق را کمتر بیند.

بھی جمعہ کا دن تھا۔ تصوف کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ کہا گیا کہ مشائخ نے کہا ہے۔

اَلتَّصَوُّفُ هُوَ الْخُلُقُ فَمَنْ زَادَ فِي الْخُلُقِ زَادَ فِي التَّصَوُّفِ (خلق یعنی اچھی عادتوں کا نام ہی تصوف ہے۔ پس جو اخلاق میں زیادہ ہوگا، وہ تصوف میں زیادہ ہوگا۔)

شیخ زادہ بایزید[1]

نذرانہ اور لباس اور جامہ نماز شیخ زادہ بایزید کے ساتھ بھیج کر معذرت کی۔ جو (شہزادہ) کے پاس تھے۔ (شیخ زادہ) نے کہا کہ (شہزادہ) نے عرض کیا ہے کہ ہمیں ناگور آنے سے یہ فائدہ ہوا کہ آپ کی خدمت میسر آئی۔ جب (شہزادہ) دوسری بار آیا۔ میں نے کہا اگرچہ ہم اس سے پہلے سجادہ نشین رہے ہیں۔ لیکن صحت اس بار ہوئی جس وقت تمہارے پاس سے مصلیٰ پایا۔ اور اس جوان کی حکایت پوری بیان کی گئی جس نے بڑے پیر (حضرت سلطان التارکین) رحمتہ اللہ علیہ سے سوال کیا تھا کہ کیا میں درویشوں میں سے ہوں؟ اس کے بعد میں نے کہا کہ شیخ (سلطان التارکین) کی بات کا مصداق یہ ہے کہ وہ امیر جنہوں نے بادشاہوں کو دوست رکھا ملک الامراء ہو گئے۔ اور تم نے فقراء سے دوستی کی تو تم ملک المشائخ ہو گئے۔ جیسے ہی میں نے یہ کہا (شہزادہ) حیران رہ گیا اور انتہائی خوش ہوا۔ اور پھر اس نے کہا ہمارا یہاں آنے سے یہی فائدہ ہوا ہے کہ آپ سے نیاز حاصل ہوا۔ یہ مخلوق کو کمتر[2] سمجھنے سے بہتر ہے۔

---

[1] حضرت شیخ زادہ بایزید بن شیخ نصر الدین نصر اللہ بن حضرت بابا فرید گنج شکر درویش صفت بزرگ تھے۔ مالوہ کے مشہور بزرگ اور شیخ نظام الدین اولیاء کے عزیز خلیفہ شیخ کمال الدین ان ہی کے فرزند تھے۔ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین (تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۲۲۱)

[2] تمام اولیاء کرام کا یہ طریقہ تھا کہ وہ مخلوق خدا کے ساتھ ہمدردی اور تواضع کے ساتھ پیش آتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت قطب مدار عالم فرید الدین چاک پران قدس سرہٗ نے شہزادہ کی دلداری کی اور اسے ملک المشائخ فرمایا، جس سے وہ بہت خوش ہوا۔ یہ مخلوق خدا کو کمتر سمجھنے سے بہتر ہے۔ از مترجم۔

پیر هری گفته است بیت:

صحبت باخلق زهر است تریاك آں تنهائی

نه باخلق با صحبت بادنه از خدا جدائی

ترکی را دیدند که نماز زود زود می گذارد. گفتند ایں چه می کنی؟ گفت در جوانی زود تر ازیں می گذارم. ماهم ایں ساعت چه، در جوانی خود پیشتر ازیں فریاد می کردیم، عمداً سخون کوتاه کردم.

بادشاهی بریکی خوش شد. گفت عطائی بخواه، گفت باید که بادشاه مثالی فرماید. مرا که هر جا که طبیبی هست یگاں درم ازیشاں بستانم. فرمود نبشتند و دادند. در حال رفت و چند لته در پائی خود پیچید و بر سر کوچه یا دروازه آنجا که آمد و شد خلق بسیار بود.بنشست گفت ایں مرد نارو دارد. و بغایت زحمت می دهد. هر که می آید می گفت فلاں دارو بکن، نکو خواهد شد. دیگر می گفت فلاں، هر که چیزی می گفت نام وی می نبشت همیں که همه را نام نبشت

صحبت | پیر ہری (شیخ عبداللہ انصاری) نے فرمایا ہے۔ شعر

صحبت باخلق زہر است تریاک از تنہائی   نہ باخلق نہ صحبت نہ با خدا جدائی

(یعنی مخلوق کی صحبت زہر ہے اور اس کے لئے تنہائی زہر مہرہ ہے۔ نہ لوگوں کی صحبت اختیار کرو، نہ خدا سے جدا رہو۔)

ایک تُرکی کی نماز | ایک ترکی کو دیکھا گیا کہ وہ جلدی جلدی نماز ادا کر رہا ہے۔ کہا گیا کہ یہ تو کیا کر رہا ہے؟ جواب دیا کہ میں جوانی میں اس سے بھی زیادہ جلدی نماز پڑھتا تھا۔ ہم بھی اسوقت کیا اس سے پہلے اپنی جوانی میں (خوب) نماز ونفل کیا کرتے تھے؟ میں نے یہ طریقۂ عمل قصداً مختصر کر دیا۔

بہانہ | ایک بادشاہ نے کسی شخص سے خوش ہوکر کہا کوئی چیز مانگ! اس نے جواب دیا کہ بادشاہ میرے لئے ایک فرمان جاری کرے کہ جہاں بھی کوئی حکیم ہو میں اس سے ایک درم وصول کروں۔ بادشاہ کے حکم سے فرمان لکھکر دیدیا گیا۔ وہ شخص فوراً گیا اور کپڑے کے چند ٹکڑے اپنے پاؤں پر لپیٹ لئے اور گلی یا دروازہ کے کنارے پر جس جگہ لوگوں کی زیادہ آمد ورفت تھی، بیٹھکر کہنے لگا، میرے "نارو"[1] ہے۔ اور بہت تکلیف دیتا ہے۔ جو آتا تھا وہ کہتا تھا کہ فلاں علاج کرو اچھے ہو جاؤ گے۔ دوسرا بیان کرتا تھا فلاں علاج کرو اچھے ہو جاؤ گے۔ تیسرا بتاتا تھا فلاں (علاج کرو)۔ جو کوئی جو کچھ کہتا تھا وہ شخص (علاج بتانے والے) کا نام لکھ لیتا تھا۔ جیسے ہی اُس نے سب کے نام لکھے، کہا، ہاں! اب آپ

---

[1] یہ ایک بیماری ہے، جسمیں دانے نکل آتے ہیں۔ اس کے بعد پھٹ جاتے ہیں۔ اور اُن سے رگوں کی طرح ایک چیز نکلتی ہے۔ اور لمبی ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ (انفس النفائس صفحہ ۲۰۴)

گفت هاں اکنوں بیانید مرا یگان درم بدهید که شما طبیبی کرده اید. و مرا فرمان است که از هر طبیب یک درم بستانم. عمدرین بہانه اورا مالہائی بسیار گردشد.

ایں نارو سخت بلائی بزرگ است. خدائی نگاه دارد. و ایں ادمی را بتمام از کاروبار بیکار می کند. کمینه بلائی او این است که ادمی را باری از نماز و آب دست بازمی دارد.

مردی از بادشاهی فرمان خواست که هر که را عیبی ببیند از و یک درم بستاند. بادشاه فرمان داد. ایں آمد. یکی را دید که یک چشم کورست. گفت بیا، یک درم بده، او نداد ومیان ایشان جنگ شد. پگ از سر آں مرد بیفتاد. دید که اقرع است. گفت هاں! دو عیب داری ، دو درم بده. جنگ بیشتر شد. چنانکه جامه هم دریده شد.دید که بی خایه است. گفت هاں ایں خود گنج روان است.

شیخ ابو سعید ابوالخیر بر اندازهٔ کنشتهودیر، همچنیں گفته است. هر که بثواب صدقه خودرا محتاج تر از صدقه ستاننده نداند. او دراں صدقه دادن صادق نباشد.

یک مجلس علم که آدمی دراں حاضر شود. ده

سب لوگ مجھے (ایک) ایک درہم آ کر دیدو۔ اس لئے کہ آپ سب نے خدمت کی ہے۔ اور مجھے حکم ہے کہ میں ہر ایک حکیم سے (ایک) ایک درہم لے لوں۔ اس بہانہ سے اُس کے پاس کافی مال جمع ہوگیا۔

نارو یہ نارو بڑی سخت بیماری ہے۔ اللہ (تعالیٰ) محفوظ رکھے۔ اور یہ آدمی کو تمام کاروبار سے بیکار کر دیتی ہے۔ اس کی ادنیٰ تکلیف یہ ہے کہ آدمی کو ایک بار (نماز پڑھنے) اور آب دست (لینے سے) روک دیتی ہے۔

قارونی خزانہ ایک شخص نے ایک بادشاہ سے یہ فرمان لکھ کر دینے کی خواہش کی کہ وہ جس شخص میں عیب دیکھے اُس سے ایک درہم وصول کرے۔ بادشاہ نے فرمان دے دیا۔ اُس نے واپس آکر ایک شخص کو دیکھا کہ وہ آنکھ سے اندھا ہے۔ کہا۔ آ۔ ایک درہم دے۔ اُس نے نہیں دیا۔ اور اُن کے درمیان لڑائی ہوگئی۔ اُس آدمی کے سر سے پگڑی گر پڑی۔ دیکھا کہ وہ گنجا ہے۔ کہا، خبردار! تیرے دو عیب ہیں۔ دو درہم دے۔ لڑائی زیادہ بڑھی۔ چنانچہ کپڑے پھٹ گئے۔ دیکھا کہ بغیر خصیہ ہے۔ کہا، ہاں! یہ خود قارونی خزانہ ہے۔

صدقہ شیخ ابوسعید ابوالخیر (رحمۃ اللہ علیہ) نے گرجا اور بتخانہ کا موازنہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو شخص صدقہ کے ثواب کے لئے صدقہ لینے والوں سے زیادہ خود کو محتاج نہ سمجھے وہ اس صدقہ دینے میں سچا نہیں ہے۔

علم کی مجلس اور کہا گیا ہے کہ علم کی ایک مجلس (An Assembly) جس میں آدمی حاضر ہوتا ہے۔ پریشانیوں اور گناہوں کی دس مجلسوں کا کفارہ ہو جاتی

مجلس بلا و فجور را مکفر باشد. بعض گفته اند هفتاد مجلس فسق و فجور را.

پیر پیران ما فضیل عیاض رحمته اللّه علیه فرموده است که اگر دنیا زرین فانی و عقبی سفالین باقی بودی آدمی را بایستی که سفالین باقی را بر زرین فانی اختیار کردی. دنیا سفالین فانی و عقبی زرین باقی چگونه باشد که سفالین را بر زرین باقی اختیار کند. پند همین بسنده است اگر کسی برین رود.

روز سه شنبه بستم ماه صفر ختم اللّه بالخیر والظفر سنه خمس و عشرین و سبعمائه کلاه تبرك و بفرمان خدمت مخدوم و مقتدی مشائخ ادام اللّه برکاتهٔ شیخ قطب الدین خوارزمی که در مقام رسیده بود. این ضعیف را پوشانید و فرمود که این کلاه شیخ بایزید است که می رسد. و برادر شیخ عزیزالدین را نیز بسعادت این خلعت مشرف گردانید. الحمد اللّه علی ذالک. حق تعالی بر روش و راه مشائخ ثابت دارد بمنه و کرمه.

همدرین روز استعداد دعوت این سعادت شد تا بیشتری از شب چهار شنبه سخت سماعی با ذوق و شوق رفت و خدمت مخدوم العالم چند بار در سماع برین بیت گرفته بود. و بیخود شده. و درویش درپائی می افتادند. و فرزندان در قدم

ہے۔ بعض لوگوں نے فسق و فجور کی ستر مجلسوں کا ذکر بتایا ہے۔

زرین فانی ہمارے بزرگوں کے پیر فضیل (بن) عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر دنیا سنہری ہوتی اور فنا ہو جاتی اور آخرت ٹھیکری جیسی ہوتی اور باقی رہتی۔ آدمی کو ضروری ہو جاتا کہ وہ باقی رہنے والی ٹھیکری کی مانند آخرت کو فنا ہونے والی سنہری دنیا پر اختیار کرتا۔ پھر دنیا ٹھیکری جیسی فنا ہونے والی اور آخرت سنہری باقی رہنے والی ہے۔ فنا ہونے والی ٹھیکری کی مانند (دنیا) کو باقی رہنے والی سنہری آخرت پر پسند کرنا کیسے مناسب ہوگا؟ اگر کوئی شخص اس پر عمل کرتا ہے (تو) یہی نصیحت کافی ہے۔

کلاہ تبرک منگل کے دن ۲۰ صفر ختم اللہ بالخیر والظفر (اللہ اس کو خیر اور کامیابی کے ساتھ اختتام تک پہنچائے) ۲۵ھ حضرت مخدوم اور مقتداء مشائخ ادام اللہ برکاتہ (اللہ ان کی برکتوں کو ہمیشہ رکھے) کے حکم سے شیخ قطب الدین خوارزمی[۱] نے جو (ہمارے) گھر آئے ہوئے تھے۔ اس ضعیف (سعیدی بزرگ) کو تبرک اور صحبت کی ٹوپی پہنائی۔ اور فرمایا کہ یہ شیخ[۲] بایزید کی ٹوپی ہے۔ جو آپ تک پہنچائی جارہی ہے۔ اور برادر شیخ عزیز الدین کو بھی اس خلعت سے مشرف فرمایا۔ الحمد للہ ذالک حق تعالیٰ اپنے احسان و کرم سے مشائخ کے راستہ اور طریقہ پر قائم رکھے۔

محفل سماع اسی دن اس نیکی کی دعوت (میں شرکت کی) صلاحیت حاصل ہوئی۔ یہاں تک کہ سماع بدھ کی کافی رات تک انتہائی ذوق وشوق کے ساتھ چلا۔ حضرت مخدوم العالم سماع میں کئی بار اس شعر پر بیتاب اور بیخود ہوئے۔ درویش لوگ آپکی قدمبوسی کررہے تھے۔ اور آپکے فرزند آپکے قدموں میں لوٹ رہے تھے۔ اور آپ بھی اُن

---

[۱] رحمتہ اللہ علیہ [۲] رحمتہ اللہ علیہ

ایشان می غلطیدند. وایشان را نیز برمی گرفتند و برمی داشتند و خدمت ایشان هر بار می فرمودند که این بیت بگوئید بیت:

درین روش که تونی پیش هر که باز آنی
گرش بتیغ زنی رونی باز پس نکند

وصف آن سماع در تقریر و تحریر نیاید.

روز جمعه چهارم ماه مبارك عظّم اللّٰه حرمتهٗ سنه سبع و عشرین و سبعمأته درویشان جماعتی رسیده بود. و پهلکه آورده بخدمت مخدوم العالم گذرانیده شد. فرمودند که این اشارت است که در مسجد جمعه می باید رفت. مُصلا شد. و پهلکه نزدیک سیر چه می باید. ساختگی نماز می باید کرد و در نماز آمد تا نادانان چیری نگویند. که نمی دانند. آنجا که والد علیه الرّحمه می نشست آنجا بنشستند. حافظان هم از انجا نزدیک باشند. آنچه که می خوانند شنیده شود. چون در نماز برابر خدمت ایشان آمده شد که رفته شود. فرمودند بعد ازان تا قیامت انشاء اللّٰه العزیز.

جمعه دوم همدرین ماه مذکور اول وقت بود. فرمودند

سے بغلگیر ہورہے تھے اور اُن کو چُوم رہے تھے۔ اور حضرت بار بار فرما رہے تھے کہ یہ شعر پڑھو (یہ شعر پڑھو) شعر

دریں روش که تونی پیش هر که باز آئی   گرش سنیع زنی روئی بر بس نکند

(جس طریقہ سے کہ تو ہر شخص کے سامنے بار بار آتا ہے۔ اگر تو اس سے تلوار (بھی) مارے وہ اپنا منھ نہیں پھیرے گا۔)

اس سماع کی خوبی تقریر وتحریر میں نہیں آسکتی۔

نماز جمعہ

جمعہ کے دن ۴ ماہ مبارک عظم اللہ حرمتہ (اللہ اس کی عزت زیادہ کرے) ۲۷ےھ درویشوں کی ایک جماعت آئی ہوئی تھی۔ اور مخدوم العالم کی خدمت میں چپاتی لاکر پیش کی گئی۔ فرمایا یہ مسجد جمعہ میں جانے کا اشارہ ہے۔ جانماز لائی گئی۔ اور (شکم) سیر کو پھلکے کی کیا ضرورت؟ نماز کی تیاری کرنی چاہیے۔ اور نماز کے لئے تشریف لائے تاکہ ناسمجھ لوگ کوئی ایسی بات نہ کہیں جسے وہ نہیں جانتے ہیں۔ جہاں آپ کے والد (حضرت عزیز الاولیاء) علیہ الرحمہ بیٹھتے تھے۔ اس جگہ بیٹھ گئے۔ وہاں سے حفاظ بھی نزدیک رہتے ہیں۔ وہ جو کچھ پڑھتے ہیں وہ سننے میں آجاتا ہے۔ جب نماز پڑھنے جانے کے لئے آپ کی خدمت میں آنا ہوا۔ فرمایا اس کے بعد قیامت تک [1] انشاءاللہ العزیز۔

قرآن پاک یاد کرنا چاہیے

اسی مہینہ کے دوسرے جمعہ کا اول وقت تھا۔ فرمایا اسی وقت جمعہ کی نماز میں جاؤ اور عصر کی نماز تک مسجد ہی

---

[1] جمعہ کی چھ شرطوں میں سے پہلی شرط مصر یا فنائے مصر کا ہونا ہے۔ (بہار شریعت) یہی وجہ ہے کہ حضرت قطب مدار عالم ابتداء میں ناگور شریف میں نماز جمعہ کے بجائے نماز ظہر ادا فرماتے تھے۔ جب یہ شرط پائی گئی تو آپ نے نماز جمعہ پڑھنی شروع کی اور فرمایا انشاءاللہ العزیز، خیر وقت تک جمعہ قضا نہیں ہوگا۔

که همین ساعت در نماز جمعه بروید. تا نماز دیگر هم در مسجد باشید. و گوش (داشت) که حافظان چگونه قرآن می خوانند.مذ و نسندید چگونه نگاه می دارند. و قرآن یاد می باید گرفت که مهم اهم است و اگر هزار بار بی دل بخوانند یاد نماند و اگر سه بار با دل بخوانند یاد شود.

شب چهار شنبه که در ذیه می رفتند، فرمودند که اگر ما را برائی جمعه امدن نشود. شما بجانی گاه بابا بزرگ انجا که ایشان می نشستند بنشینید. دو سه بار این لفظ بلکه بیشتر مکرر فرمودند. و تاکید کردند که می باید که آنجا بنشینید که درین زیر قصه درار است و سری عجب است حکایت دستار و کبک از سر نهاده بود.

درماه جمادی الآخر سنه ثلث و عشرین و سبعمٰته ازخدمت مخدوم العالم شیخ اجازت سفر طلبیده شد. که طرفیکه اشارت فرمایند رفته شود. فرمودند اگر می خواهی که خلق برونی آرند. از ینجا بباید رفت و اگر می خواهی که کار تو تمام شود. هم اینجا بباید بود. و فرمودند که مشائخ که از حانی ها سفر کرده اند. اران کرده اند که اینجا قبول یافته اند. جانی روند که کسی ایشان را نشناسدو برایشان جفا کند و ایشان صبر کنند. ترا نیز بجفا صبر باید کرد. که مشائخ چنین کرده اند. حق تعالی ببرکت نفس شیخ قوت صبر کرامت کناد. و در فرمان ایشان دارد بمنه و کرمه.

میں رہو۔ اور توجہ دے کر سنو کہ حفاظ کس طرح قرآن (شریف) پڑھ رہے ہیں۔ اور مد و تشدید کا کتنا خیال رکھتے ہیں۔ اور قرآن (پاک) یاد کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ نہایت ضروری بڑا کام ہے۔ اگر ہزار بار بے دلی سے پڑھا جائے گا یاد نہیں رہے گا۔ اور اگر تین بار دل سے پڑھ لیا جائے یاد ہو جائے گا۔

قصبہ ڈیہ[1] بدھ کی رات کو جب ڈیہ تشریف لے جا رہے تھے۔ فرمایا کہ اگر ہمارا جمعہ کی (نماز) کے لئے آنا نہیں ہو تو تم بابا بزرگ (حضرت سلطان التارکین) کی جگہ، جہاں وہ تشریف رکھتے تھے، بیٹھ جانا۔ یہ الفاظ دو تین دفعہ بلکہ اس سے زیدہ بار بار فرمائے اور تاکید فرمائی کہ تمہیں وہیں بیٹھنا چاہیئے اس لئے کہ اس پوشیدہ (بات) میں طویل داستان ہے اور عجیب راز ہے۔ پگڑی اور چکور کی حکایت اپنے دماغ سے نکال دی تھی۔

سفر کرنا چاہیئے ماہ جمادی الآخر ۷۲۳ھ میں حضرت مخدوم العلم سے سفر کی اجازت طلب کی گئی۔ کہ جس طرف (جانے کا) اشارہ فرمائیں، پہنچا جائے۔ فرمایا اگر تم چاہتے ہو کہ مخلوق تمہاری جانب رجوع کرے (تو) تمہیں یہاں سے چلا جانا چاہیئے۔ اور اگر تم اپنا کام ختم کرنا چاہتے ہو (تو) یہیں رہو۔ اور فرمایا کہ مشائخ نے جو اپنے ٹھکانوں سے سفر کئے ہیں وہ اس لئے کئے ہیں کہ یہاں اُنہوں نے مقبولیت حاصل کر لی ہے۔ وہ ایسے مقام پر جاتے ہیں جہاں اُن کو کوئی نہیں پہچانتا ہے۔ اور اُن پر ظلم کرتا ہے۔ اور وہ صبر کرتے ہیں۔ تم کو بھی ظلم پر صبر کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ پیروں نے ایسا کیا ہے۔ حق تعالیٰ شیخ (سلطان التارکین) کی روح کی برکت سے صبر کرنے کی قوت عطا فرمائے۔ اور اپنے فضل و احسان سے اُن کے حکم پر (قائم) رکھے۔

---

[1] ڈیہ ناگور شریف سے ۲۱ کلومیٹر لاڈنو روڈ پر ہے۔

روز شنبه بست و دوم ماه محرم سنه خمس و عشرین و سبعمائته بنده را بدست مبارک بتشریف یک دستار چه مشرف فرمودند۔

روز پنجشنبه بست و چهارم ماه مذکور همدرین تاریخ بدست مبارک بخلعت جبه جامگی قیمتی مشرف گردانیدند و فرمودند بزبان دُربار که بسم اللّٰه سیدی این را قبول کنید۔

خدمت مخدوم شیخ با اعزہ دیگر شب دو شنبه بست و یکم ماه مبارک رمضان عمت میامنة سنه ثلثین و سبعمائته بجانب شهر دهلی عزیمت فرمود۔ حق تعالی بصحت و سلامت دارد بزودی و خوبی مراجعت میسر کناد۔ و ما بندگان را بسعادت قدمبوسی بسرعت تمام روزی مند گرداند آمین۔

درآنکه رسانیدن رفته شده بود۔ وقت باز گشتن ازدیه جانل وداع کرده شد۔ دران تربیت فرمودند۔ و کلاه مبارک از سر فرود آوردند۔ و بر سر این ضعیف نهادند۔ و گفتند سیدی این کلاه خلافت است۔ که ترا می پوشانم بپوش۔ یَدُکَ یَدِیْ وَ خِرْقَتُکَ خِرْقَتِیْ وَصُحْبَتُکَ صُحْبَتِیْ۔ بعد ازان دعائی بکردند و این ضعیف را باز گردانیدند و خود با عزیزان دیگر جانب دهلی روان گردیدند۔ حق تعالی این بندۂ ضعیف گنهگار را

رومال کا عطیہ

۲۲ ماہ محرم ۲۵ھ ہفتہ کے دن بندہ (سعیدی بزرگ) کو اپنے دست مبارک سے ایک رومال سے مشرف فرمایا۔

قیمتی جبہ کی بخشش

اسی مہینہ کی چوبیس تاریخ اسی سال جمعرات کے دن اپنے دست مبارک سے قیمتی سوتی جبہ کے خلعت[1] سے (راقم الحروف) کو مشرف فرمایا۔ اور زبان گوہر بار سے فرمایا کہ بسم اللہ سیدی (میرے سید) اس کو قبول کرو۔

مخدوم العالم کی دہلی کی روانگی

اکیس ماہ رمضان المبارک عمت میامنہ (اس کی برکتیں عام ہوں) ۳۰ھ پیر کی رات کو حضرت مخدوم شیخ (فرید الدین چاک پراں) نے دیگر عزیزوں کے ساتھ شہر دہلی (جانے کا) عزم فرمایا۔ حق تعالیٰ تندرستی اور سلامتی کے ساتھ رکھے۔ اور خوبی کے ساتھ جلد واپسی میسر کرے۔ اور ہم غلاموں کو بہت جلد قدم بوسی کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین

کلاہ خلافت

جن دنوں پہنچانے کے لئے جانا ہوا۔ واپسی کے وقت جائل گاؤں[2] سے رخصت کیا گیا۔ اس درمیان تعلیم فرمائی اور کلاہ مبارک سر سے اُتار کر اس ضعیف (سعیدی بزرگ) کے سر پر رکھ دی۔ اور فرمایا سیدی (میرے سید) یہ کلاہ خلافت ہے۔ جو میں تم کو پہنا رہا ہوں اسے پہن لو یَدُکَ یَدِیْ وَ خِرْقَتُکَ خِرْقَتِیْ وَصُحْبَتُکَ صُحْبَتِیْ (تمہارا ہاتھ میرا ہاتھ ہے اور تمہارا خرقہ میرا خرقہ ہے، اور تمہاری صحبت میری صحبت ہے) اس کے بعد دعاء فرمائی اور اس ضعیف کو واپس کر دیا۔ اور دوسرے عزیزوں کے ساتھ دہلی کی طرف روانہ ہو گئے۔ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس

---

[1] وہ لباس جو بادشاہ یا امراء کی طرف سے بطور عزت افزائی ملے (فیروز اللغات صفحہ ۵۹۴)

[2] جائل ناگور شریف سے ۵۰ کلومیٹر ڈیڈوانہ روڈ پر ہے۔ پیر محمد علی

سزاوار ایں خلعت و کرامت بزرگوار گرداند. بفضل و کرم خویش که مخدوم شیخ کرم فرموده است و شفقت نموده. آمین یا رب العالمین۔

شب اول ماه محرم سنه ثلث و ثلثین و سبعمأته ایں بنده بنهنیت رفته بود. و خدمت مخدوم بیں العشائین مشغول شده بودند. بعد فراغ چوں ایں ضعیف سر بقدم نهادمتکانی که بر خود داشتند ایں ضعیف رادادند. و دعاء کردند که سبب جمیعت و راحت تو خواهد بود. یقین است چنیں خواهد بود. بفضل اللّٰه و کرمه۔

بعد ازں بخدمت ایشاں افطار کرده شد. از هر نوع فائده می فرمودند. هم در فضیلت صیام و قیام عشرۂ محرم، همدراں فرمودند که شیخ عبداللّٰه علیه الرّحمه یاری بود از یاران شیخ بزرگ قدس اللّٰه روحهٗ العزیز مرد مجرد بود. البته ایں روزه بداشتی یکی آخر ذی الحجه دوم اول محرم تاانتها، و ابتداء سال بروزه باشد۔

و در سنه اربع و ثلثین و سبعمأته فرمودند که مارا امروز سه قرن باشد که تذکیر می گوئیم اول قرن که قدم بر منبر نهادیم هنوز نام خدا نیکو بر زبان نمی راندیم که خلق نعره می زدی و بگریستی، و در قرن دوم تذکیر گفتیم هنوز

بندۂ ضعیف، گنہگار (سعیدی بزرگ) کو بزرگوں کی اس کرامت وخلعت کے لائق بنائے۔ جیسا کہ مخدوم شیخ (فرید الدین چاک پراں) نے کرم فرمایا ہے اور شفقت کا اظہار کیا۔ آمین یارب العالمین۔

مشغولیت

ماہ محرم کی پہلی رات ۷۳۳ھ کو یہ بندہ (سعیدی بزرگ) مبارکباد دینے کے لئے گیا ہوا تھا۔ اور حضرت مخدوم (عالم) مغرب وعشاء کے درمیان مشغول تھے۔ فارغ ہونے کے بعد جب اس ضعیف (سعیدی بزرگ) نے قدم بوسی کی (تو) آپ کے پاس جو تکیہ تھا وہ آپ نے اس ضعیف کو دیا۔ اور دعاء فرمائی کہ یہ (تکیہ) تمہارے اطمینان وسکون کا سبب ہوگا۔ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایسا ہی ہوگا۔

فضیلت صیام اور قیام عشرۂ محرم

اس کے بعد آپ کی خدمت میں (روزہ) افطار کیا گیا۔ ہر قسم کے فائدے بیان فرمائے۔ روزوں کی فضیلت اور عشرۂ محرم کے قیام کے بارے میں (ارشاد فرمایا) اس دوران فرمایا شیخ بزرگ (سلطان التارکین) قدس اللہ روحہ العزیز کے مریدوں میں سے ایک مرید شیخ عبداللہ علیہ الرحمہ مجرد شخص تھے۔ وہ یہ روزے ضرور رکھتے تھے۔ ایک آخری ذی الحجہ کا، دوسرے شروع محرم سے آخر تک، یوں سال کی ابتداء روزے سے ہوتی تھی۔

تین جنگ

اور ۷۳۳ھ میں فرمایا کہ آج ہمیں وعظ کہتے ہوئے تین جنگ ہو گئے ہیں۔ پہلے جنگ میں جب ہم نے منبر پر قدم رکھا۔ ابھی اللہ (تعالیٰ) کا نام ہماری زبان پر جاری نہیں ہوتا تھا کہ مخلوق نعرہ لگاتی تھی اور روتی تھی۔ اور دوسرے جنگ میں

خبری بودی. و این قرن سوم این است که اصلا در کسی رغبتی و رهبتی نمانده است و هر چه می گویند در کس خبری و اثری نمانده است.

بعد از ماه رمضان در شب هائی جمعه در سال سنه ثلث و عشرین و سبعمائته خدمت مخدوم العالم ذکر باری عز ذکرهٔ تلقین کرد. و این بندگان را فرمان داد تابران مواظبت نمایند. بحکم از زبان مبارك ایشان تلقین ذکر گرفته شد. و در شب هائی جمعه چنانچه خدمت ایشان شنیده شده است و فرموده اند در شب هائی جمعه که حاضر می باشند همچنان ذکر می گویند و می فرمایند. در حضور و غیبت ایشان گفته می شود. حق تعالیٰ ثابت دارد.

و در ماه ذیقعده سنه اربعین، عشرین و سبعمائته در شب جمعه فرمودند شما در کار باشید و چنانکه ذکر گفتند بگویند. اگر من خواهم توانست درمیان ذکر گفتن بخواهم آمد. همچنان بیامدند ذکر تلقین فرمودند. اول ذکر و آخر ذکر بخدمت ایشان بوده.

شب جمعه بست و هفتم ربیع الآخر سنه خمس و عشرین و سبعمأته فرمودند بنشین و تلقین کردند. ذکر کن و آغاز کن تا ذکر گویند. و خدمت ایشان حاضر بودند. درباب گفتن ذکر منکرانی چند سخنی می گفتند بخدمت ایشان عرضداشت که چنین می گویند سختی بوده است. فرمودند

جس وقت ہم نے وعظ بیان کیا تو اب بھی خیر تھی۔ اور تیسرا عجب یہ ہے کہ باطل کی شخص میں کوئی شوق اور کوئی خوف نہیں رہا ہے۔ اور جو کچھ کہا جاتا ہے، کسی کے دل میں کوئی خبر اور اثر نہیں ہوتا ہے۔

ذکر کی تعلیم

ماہ رمضان کے بعد ۲۳ھ میں حضرت مخدوم العالم شیخ (فرید الدین چاک پراں) نے جمعہ کی راتوں میں اللہ عز ذکرہٗ (اس کا ذکر عزت والا ہے) کے ذکر کی تعلیم فرمائی۔ اور ہم غلاموں کو حکم دیا کہ اس کام میں لگے رہیں۔ حضرت کے حکم سے ذکر کی تعلیم شروع کی گئی۔ اور جیسا کی جمعہ کی راتوں میں حضرت سے سنا گیا ہے اور فرمایا ہے، کہ جو لوگ جمعہ کی راتوں میں حاضر ہوتے ہیں وہ اسی طرح ذکر کرتے ہیں اور حضرت (بھی) فرماتے ہیں۔ حضرت کی موجودگی اور غیر موجودگی میں (بھی) (ذکر) کیا جاتا ہے۔ حق تعالیٰ اس پر قائم رکھے۔

حلقۂ ذکر

اور ماہ ذیقعدہ ۲۴ھ جمعہ کی رات میں فرمایا تم اپنا کام کرتے رہو اور جس طرح ذکر کیا جاتا ہے کرو۔ اگر میں ذکر کرنے کے درمیان آنا چاہوں گا تو آجاؤں گا۔ اسی طرح تشریف لائے۔ اور ذکر کی تعلیم فرمائی۔ ذکر کی ابتداء اور انتہا حضرت کی موجودگی میں ہوئی۔

اپنے کام میں مشغول رہو

۲۷ ربیع الآخر ۲۵ھ جمعہ کی رات میں فرمایا بیٹھو، اور ہدایت فرمائی کہ ذکر کرنا شروع کرو۔ تاکہ ذکر کیا جائے۔ اور حضرت موجود تھے۔ ذکر کرنے کے بارے میں منکر کچھ باتیں بناتے تھے۔ حضرت کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ منکر ایسا کہتے ہیں۔ کوئی بات ہوئی ہے۔ فرمایا تم اپنے

شما در کار خود مشغول باشید و بگفتهٔ کسی مفعل نباید شد.

روز چهار شنبه بست و چهارم ماه ذی الحجه سنه اربع و عشرین و سبعمأته بخدمت قطب مدار عالم تفسیر زاهدی خوانده می شد. در سورهٔ مریم قصه مهتر زکریا علیه السلام بدین حدیث رسیده شد. که پیغمبر صلی اللّٰه علیه وسلم فرموده است که کان زکریاً نجاراً بخدمت قطب مدار عالم عرض افتاد که در فتاوی چنین نوشته اند اگر کسی گوید که اول کسی که جامه بافت آدم پیغمبر بود صلوة اللّٰه علیه. بعد ازاں دیگری گوید پس ماهم جولاهه بچکانیم کافر شود. و این کلمهٔ کفر است. فرمودند اگر اخباراً می کند نمی شود. و اگر به استهزاء می گوید کافر شود. چنانکه در حدیث آمده است که اَوَّلُ مَنْ خطّ و خاط ادریس علیه السلام بعد ازاں باز عرضه افتاد که اگر کسی کلمهٔ کفر گوید. بروچه واجب آید. فرمودند هر که کلمهٔ کفر گوید کافر گردد. وزنش راطلاق شود. اگر باز نگردد همچناں مرتد ماند. نعوذ باللّٰه منها.

روز چهار شنبه پانزدهم ماه محرم سنه خمس و عشرین و سبعمأته بنده بخدمت قطب مدار عالم نشسته بود و جُزوی. چند از کلمات طیبات شیخ بزرگ قدس سرهٔ العزیز در دست داشت. از زبان دُربار گوهر نثار فرمان دادند. که بابا درین سخناں خوض باید کرد. که سخن این است دگر همه

کام میں مشغول رہو اور تمہیں کسی کے کہنے سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔

تفسیر زاہدی

چوبیس ماہ ذی الحجہ ۷۲۴ھ بدھ کے دن، قطب مدار عالم کی خدمت میں تفسیر زاہدی پڑھی جا رہی تھی۔ سیدنا زکریا علیہ السلام کا قصہ جو سورہ مریم میں ہے۔ اس حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کَانَ زَکَرِیاً نَجَّاراً (زکریا علیہ السلام لکڑی کا کام کیا کرتے تھے) حضرت قطب مدار عالم سے عرض کیا گیا کہ فتاویٰ میں یہ لکھا ہے اگر کوئی شخص کہے کہ سب سے پہلے آدم پیغمبر صلوٰۃ اللہ علیہ نے کپڑے بُنے تھے۔ اس کے بعد دوسرا کہے کہ پھر ہم سب جولاہے کی اولاد ہیں وہ کافر ہو جائیگا اور یہ کلمۂ کفر ہے۔ فرمایا اگر وہ بطور خبر (یہ جملہ ادا) کرتا ہے (کافر) نہیں ہوتا ہے۔ اور اگر بطور استہزاء کہتا ہے، کافر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اوّلُ من خطَّ و خاطَ اِدْرِیس علیہ السلام (سب سے پہلے جس شخص نے قلم سے لکھا اور کپڑے سیئے، وہ ادریس علیہ السلام ہیں) اس کے بعد عرض کیا گیا! اگر کوئی شخص کلمۂ کفر کہتا ہے اس پر کیا واجب ہوتا ہے۔ فرمایا جو شخص کلمۂ کفر کہتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اور اس کی عورت کو طلاق ہو جاتی ہے۔ اگر دوبارہ (مسلمان) نہیں ہوتا ہے۔ (تو) اسی طرح مُرتد رہتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

چالیس سال تک جنگل میں عبادت کرتے رہے

بدھ کے دن پندرہ ماہ محرم ۷۲۵ھ کو بندہ (سعیدی بزرگ) قطب مدار عالم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور بڑے پیر (سلطان التارکین) قدس سرہٗ العزیز کے پاک اقوال کے چند حصے اس کے ہاتھ میں تھے۔ موتی برسانے والی، گوہر لٹانے والی زبان سے فرمایا کہ بابا ان باتوں پر غور کرنا چاہیئے کیونکہ کلام

باد است از مہم ترین کارها این است. و فرمودند خدای داند که شیخ بزرگ چہل سال مجرد بود. و بیابان می گشت تااین سخنان ایشان را میسر شده بود یا رونی داده بود.

روز دو شنبہ دویم ربیع الآخر سنہ خمس و عشرین و سبعمائہ فرمودند این دعاء را ورد ساز۔ و در جزوی ربع بنویس، دعائی سلطان محمود است انار اللّٰہ برهانہ۔

روز پنجشنبہ سلخ ذیقعدہ سنہ ثلث و ثلثین و سبعمائہ جماعتی عزیزان حاضر بودند. درویشی متکائی از پشم سُرخ آوردہ بود. و خدمت شیخ آنرا حمائل کردہ و نشستہ بود. چون این ضعیف بخدمت رفت و سلام کرد۔ فرود ترین نشست گرفت. اشارت فرمودند کہ بالا نشین میان خود و میان درویش این ضعیف را بنشاندند، و بعد ازان منکائی از خود بکشیدند و گفتند این درویش می گوید کہ این شیخ نظام الدین یافتہ بودم علیہ الرّحمہ ۔بعد ازان هم بدست این درویش دادندو فرمودند چنانکہ شما از شیخ نظام الدین یافتہ اید. همچنان بسیدی روان کنید. درویش بستد و بدین

یہ ہے۔ دوسری تمام (باتیں) ہوائیں۔ اور یہ بہت زیادہ اہم کاموں میں سے ہے۔ اور فرمایا اللہ (تعالیٰ) جانتا ہے کہ بڑے پیر (سلطان التارکین) چالیس مجرد رہے۔ اور جنگل میں گشت (کرکے عبادت) کرتے رہے۔ اسوقت آپکو یہ باتیں میسر تی تھیں، یہ حاصل ہوئی تھیں۔

سلطان محمود کی دعاء

پیر کے دن ۲ ربیع الآخر ۷۳۵ھ کو فرمایا اس دعاء کا ورد کرو۔ اور چوگوشہ صفحات میں لکھو۔ (یہ) سلطان محمود انار اللہ برہانہ (اللہ ان کی روح کو تابناک کرے) کی دعاء ہے۔

نظام الدین اولیاء کا تکیہ

جمعرات کے دن ماہ ذیقعدہ کی آخری تاریخ ۷۳۳ھ کو عزیزوں کی ایک جماعت حاضر تھی۔ ایک درویش سرخ اون کا تکیہ لایا تھا۔ اور حضرت شیخ (فریدالدین چاک پراں) اُسے گلے میں لٹکائے ہوئے تشریف فرما تھے۔ اس ضعیف (سعیدی بزرگ) نے جیسے ہی مخدوم (فریدالدین چاک پراں) کی خدمت میں جاکر سلام عرض کیا اور نیچے بیٹھنے کا ارادہ کیا، آپ نے اوپر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا اور اس ضعیف کو اپنے اور درویش کے درمیان بٹھایا۔ پھر اپنے گلے میں سے تکیہ نکال کر فرمایا یہ درویش کہتا ہے کہ میں نے یہ (تکیہ) شیخ نظام الدین علیہ الرحمہ سے پایا ہے۔ نیز اس کے بعد اس درویش کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا جیسا کہ تم نے شیخ نظام الدین [1] سے حاصل کیا ہے اسی طرح سیدی (میرے سید) کو دیدو۔ درویش نے

---

[1] سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ آپ کا وصال ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ ۱۲ اپریل ۱۳۲۵ء بدھ کے دن صبح سات بجے کے قریب بعد طلوع آفتاب ہوا۔ اور اسی دن دوپہر میں تدفین عمل میں آئی۔ مزار مبارک بستی حضرت نظام الدین نئی دہلی میں زیارت گاہ خلق ہے۔ (ترجمہ فوائد الفواد از محترم خواجہ حسن ثانی نظامی)

ضعیف داد. و بو سیده و بر سرو دیده نهاده آمد. بعد ازاں مخدوم فرمود که امروز سیدی را آلت جمیعت از دست شما رسیده است. امید است که سبب جمیعت ها و راحت ها خواهد بود. یاراں که حاضر بودند. دعاء کردند یقین است.چنانچه بر لفظ مبارك ایشاں رفته است همچناں خواهد بود. آمین. **الکلام الفصیح ید خل فی الاذن بالاذن.**

بابا بزرگ فرمودی رحمته اللّٰه علیه هر که برائی من لبا چه کنند باید که تنگ آستین کنند که دراں زحمت سرما کمتر باشد. و درزمستاں لوئی بودی که آں را ملک کردندی و بردوش اند اختندی . شمارا همچناں باید کرد. زحمتی که خدمت مخدوم شیخ قدس اللّٰه ارواحهم را بوده است. در ناگور دراں ایں نصائح و مقال بوده که بصریح و کنایه می فرمودند.

در او اخر ماه صفر سنه تسع و عشرین و سبعمأته از فضل و کرم حق تعالی چه بوده است که در حق ما نبود است از هفت سالگی قدم بر منبر نهادیم و تا هفتا دو هفت سال تذکیر گفتیم اگر مراد دنیا خواستیم نیافتیم، خود مصلحت دراں بود. و اگر نخواستیم خود زهے دولت ما باك نیست. بیت:

مرد خدا بمشرق و مغرب غریب نیست
هر جا که می رود همه ملک خدائی اوست

(وہ تکیہ) لیا اور اس ضعیف (سعیدی بزرگ) کو دیدیا۔ پھر چوما گیا اور سر اور آنکھوں پر رکھا گیا۔ اس کے بعد مخدوم نے (درویش) سے فرمایا کہ آج تمہارے ہاتھ سے سیدی (میرے سید) کو جمیعت خاطر کا ذریعہ حاصل ہوا ہے۔ اُمید ہے کہ آرام و سکون کا سبب ہو گا۔ جو مرید حاضر تھے انہوں نے دعاء کی یقین ہے (کہ) حضرت کی زبان مبارک پر جیسے (الفاظ) جاری ہوئے ہیں، ویسا ہی ہوگا۔ الکلام الفصیح یدخل فی الاذن بالاذن (فصیح کلام ایک کان سے دوسرے کان میں داخل ہوتا ہے)

فرغل بابا بزرگ (سلطان التارکین) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو شخص میرے لئے فرغل تیار کرے۔ وہ تنگ آستین کا فرغل بنائے۔ کیونکہ اس میں سردی کی تکلیف کم ہوتی ہے۔ اور موسم سرماء میں اُونی چادر ہوتی تھی، جسے آپ (اپنے جسم پر) لپیٹ کر کندھے پر ڈال لیتے تھے۔ تمہیں اسی طرح کرنا چاہئے۔ جس زمانہ میں یہ نصیحتیں اور باتیں جاری تھیں۔ حضرت مخدوم شیخ (فریدالدین چاک پراں) قدس اللہ ارواحہم کو ناگور میں جو زحمت پہنچی۔ اُسے آپ نے کھلم کھلا اور اشارہ سے بیان فرمایا۔

وعظ ماہ صفر کے آخری دنوں میں ۲۹ ھ کو (فرمایا) حق تعالیٰ کا کیا فضل و کرم ہوا ہے کہ ایسا ہمارے حق میں (کبھی) نہیں ہوا ہے۔ ہم نے سات سال کی عمر سے منبر پر قدم رکھا اور ستر سال تک وعظ بیان کیا، اگر ہم نے (اللہ تعالیٰ سے) دنیاوی مراد مانگی اور نہیں پائی، خود (اللہ تعالیٰ کی) اس میں مصلحت تھی۔ اور اگر نہ بھی طلب کرتے۔ واہ واہ خود ہماری (باطنی) دولت کا ہمیں کوئی خوف نہیں ہے۔

مرد خدا بمشرق و مغرب غریب نیست ہر جا کہ می رود ہمہ ملک خدائی اوست

(اللہ والا مشرق و مغرب میں (کہیں) غریب نہیں۔ وہ جس جگہ (بھی) جاتا ہے، سب اُس

ابیات شیخ بزرگ قدس اللّه روحهٔ العزیز بر خاطر می گذرد و سخنان بسیار است. این بیت بر کرات می گفتند. خاصه:

با عجز من خسته بسازای دمساز

تا کی گوئی که بادم و باغم ساز

ساز من دل شده بجز یکدم نیست

بیچاره بود کرا بود یک دم ساز

این ابیات هم می فرمودند. خاصه:

یک ساده دلم دیده مثال توندید

زین رونی ترا زهر دو عالم بگزید

پیوند دل خسته مبراز حضرت

کز بهر تو از هر دو عالم ببرید

زنها دلآرای به هستی نزنی

برپائی دلت تیشهٔ دستی نزنی

کے خدا کا ملک ہے۔)

سلطان التارکین یہ شعر گنگناتے تھے

بڑے پیر (سلطان التارکین) قدس اللہ روحہ العزیز کے اشعار دل پر گزرتے ہیں۔ اور آپ کا کلام بہت ہے۔ آپ یہ شعر بار بار گنگناتے تھے۔ خاصہ

باعجز من خسته بسازای دمساز   تاکی گوئی که بادم و باغم ساز

(اے دوست مجھ غریب کی عاجزی پر توجہ کر۔ تو کب تک مجھے اپنی زندگی غم کے ساتھ گذارنے کے لئے کہتا رہے گا۔)

ساز من دل شده بجز یکدم نیست   بی چاره بود کرا بود یک دم ساز

(میرا ساز وسامان دل ہے (اور) ایک سانس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ مجبور ولاچار کا ایک دوست کے علاوہ کون ہوتا ہے؟)

اور یہ اشعار بھی فرماتے تھے۔ خاصہ:

یک ساده دلم دیده مثال تو ندید   زین روئی ترا ز هر دو عالم بگزید

(میں نے ایک سادہ دل کو دیکھا، تیرے جیسا نہیں دیکھا، اس وجہ سے میں نے تیری صورت کو) دونوں جہاں میں چن لیا۔)

پیوند دل خسته مبرار حضرت   کز بهر تو اُو ز هر دو عالم ببرید

(زخمی دل کے تعلق کو اپنی بارگاہ سے منقطع مت کر۔ کیونکہ اس نے تیرے واسطے دونوں جہاں سے قطع تعلق کر لیا ہے۔)

زنهار دلآرای بهستی نزنی   بر پانی دلت تیشه دستی بزنی

بانبستن خویش بسازای درویش
خودرا زبلند جا به پستی نزنی

هر بیتی که ما از خدمت شیخ بنوشتمی بفرمودندی دریں می بینید که ایں بیت است هریک ازیں دستوری و سلوکی است اگر کسی بریں برود. بقدم شیخ بزرگ می تواند رفت، یاری باید که بر روش سخنان ایشان اعتقادی تمام باشد که بعد از فکر تهانی بسیار ایں معانی ایشاں را رونی داده بود. هر جا که ببینید بنویسید و حرمت دارید. آخریں سخن و ختم سخن بریں است که باید موافق باشید و جفائی یکدیگر را تحمل کنید.

همدریں فرمودند یک بخشش از شمامی طلبم توانید داد، توانید داد، و چند کرات ایں لفظ مکرر فرمودند. بخشش ایں است که یکدیگر کنار گیرید و آشتی کنید. چوں سر در قدم یکدیگر نهاده شد. فرمودند اینک صحت شد اینک راحت شد. قوت رونی داد. عمده سخن این است که **لا اله الا اللّٰه مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه** ۔اگر سخنان دیگر که بدیں معانی می گویند هم رو است۔ اما حاصل این است.

پیر هری فرموده است که الٰهی آنچه ما خود را کشتیم

(تو زندگی میں کبھی اپنے دل کو آراستہ نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ اپنے دل کے پاؤں پر دستے والا بسولہ نہیں چلائے گا یعنی جب تک خواہشات نفسانی ختم نہیں کرو گے۔)

بانیستی خویش بساز ای درویش   خود را ز بلند جا بپستی نبری

(اے درویش اپنی فنا کے ساتھ موافقت کر لے۔ خود کو بلندی سے پستی کی طرف مت لے جا۔)

دستور و سلوک ہر وہ بیت جو ہم حضرت شیخ (فرید الدین چاک پراں) سے لکھتے تھے۔ آپ فرماتے تھے۔ اس میں غور کرو کیونکہ یہ ایک بیت ہے جس کا ہر اک (شعر) ایک دستور و سلوک ہے۔ اگر کوئی شخص اس پر چلتا ہے (تو) وہ بڑے پیر (سلطان التارکین) کے طریقہ پر چل سکتا ہے۔ اس لئے کہ (بڑے پیر) کو یہ باتیں بہت غور و فکر کے بعد حاصل ہوئی تھیں۔ جہاں بھی (بڑے پیر کے اقوال) دیکھو۔ لکھ لو اور عزت سے رکھو۔ سب سے آخری بات اور ختم کلام اس پر ہے کہ اتفاق سے رہنا چاہیئے۔ اور ایک دوسرے کی زیادتی کو برداشت کرنا چاہیئے۔

بخشش اسی دوران فرمایا کہ میں تم لوگوں سے بخشش مانگتا ہوں، دے سکتے ہو؟ دے سکتے ہو؟ اور یہ الفاظ کئی دفعہ بار بار فرمائے۔ بخشش یہ ہے کہ تم ایک دوسرے سے بغلگیر ہو جاؤ اور صلح کر لو۔ جیسے ہی ایک دوسرے کے قدموں میں سر رکھا گیا۔ فرمایا اب خلوص ملا ہے۔ اب سکون میسر آیا ہے۔ قوت حاصل ہوئی ہے۔ عمدہ بات یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اگر اس مفہوم کی دوسری باتیں بیان کی جاتی ہیں (تو) اور بھی مناسب ہے، لیکن خلاصہ یہی ہے۔

تین آفتیں پیر ہری نے فرمایا ہے کہ یا اللہ ہم نے جو اپنے لئے بویا اُسے سب سے

فرا آب ده و آنچه تو ما را کشتی آنرا آب ده. الٰہی ایں بندہ را از سه آفت نگہدار از وسوسۂ شیطانی و ھوائی نفسانی و غرور نادانی ایں الفاظ بسیار می فرمودند. وھر بار مکرر می فرمودند. و پیر ھری گفته است خدا را نه بر عرش حاجت است نه بر کرسی قصه کوتاه شد دیگر چه پرسی؟ الٰہی ضعیفم خواندی و چنیں است و ھر چه از من آید درخور ابن است.

و دیگر می فرمودند ھر که بشما اقبال کند. باید که از پیش بتواضع در آنند و تواضع پیش آید. تواضع تواضع تواضع که کرات از لفظ مبارك شیخ بزرگ قدس سرهٗ العزیز شنیده شده است. رأس العقل بعْدَ الایْمَانِ التَّوَدُّدُ الیٰ النَّاس ایں ھم شیخ بسیار گفتی. لقَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ فِيْمَامَضیٰ كَذٰلِكَ يَحْسَنُ فِيْمَا بَقیٰ.

وصیت ھمه را ایں بسنده است که جده علیہا الرَّحمه بوالد رحمته اللّٰه علیه فرموده است عزیز بہلو ھونیں برو مت ھونیں سب کو پیارو ھونیں. رضا و خوشنودی من درآن

زیادہ سیراب فرما، اور جو تو نے ہمارے لئے بویا اُسے پانی عنایت کر۔ یا اللہ ہمیں ہر دو میں آفتوں سے محفوظ رکھ۔ وسوسۂ شیطانی، ہوائے نفسانی اور غرور انانیت سے۔ یہ دعا خوش فرماتے تھے اور ہر بار، بار بار فرماتے تھے۔ اور یہ بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ خداوند عرش کی ضرورت ہے نہ کرسی کی۔ قصہ کوتاہ ہے۔ دوسری بات یہ پوچھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے مجھے (قرآن حکیم) میں کمزور فرمایا ہے اور ایسا ہی ہے۔ اور مجھ سے جو کچھ (تیری عبادت) ہو سکتی ہے۔ یہی میرے لائق ہے۔

تواضع

اور پھر فرمایا جو شخص تم سے اپنی (غلطی) کا اعتراف کرے۔ تمہیں اس کے ساتھ تواضع سے پیش آنا چاہیئے۔ اور تواضع اختیار کرو۔ تواضع، تواضع، تواضع۔ اس لئے کہ بڑے پیر (سلطان التارکین) کی زبان مبارک سے کئی بار سنا گیا ہے۔ رأس العقل[1] بَعْدَ الایْمَانِ التَّوَدُّدُ الی النَّاس (ایمان کے بعد لوگوں سے محبت کرنا انتہائی عقلمندی ہے) اور شیخ (سلطان التارکین) یہ بھی بہت پڑھتے تھے۔ لقد احسن اللّٰہُ فیما مضی کذلک یحسن فیما بقی (بیشک اللہ نے ہمارے ساتھ اس زمانہ میں بہتری کی جو گذر گیا۔ اس طرح وہ اس میں بھلائی عطا فرمائے گا جو باقی ہے)

مائی صاحبہ کی وصیت

یہ وصیت جو جدہ (سیدہ خدیجہ[2]) علیہا الرحمہ نے والد (صوفی عزیز الدین[3]) رحمۃ اللہ علیہ کو فرمائی ہے۔ سب کے لئے کافی ہے۔ کہ عزیز بہو ہوئیں برومند ہوئیں سبکو پیارو ہوئیں۔ میری مرضی اور خوشی

---

[1] مختار الاحادیث النبویہ صفحہ ۸۰ پر یہ حدیث بیہقی کے حوالے سے اس طرح تحریر ہے۔ رأس العقل بعد الایمان التودد الی الناس [2] زوجۂ محترمہ حضرت سلطان التارکین قدس سرہٗ [3] عزیز الامین صوفی عزیز الدین شہزادہ سلطان التارکین علیہم الرحمۃ والرضوان

است کہ موافق باشید. کار درونی و برونی شما کنند و بگوئید سجادہ سیدی دادہ است. باید کہ قبر مرا سر انجا باشد کہ ناف شیخ بزرگ است. تربت همچنان کنند کہ سر بمقابل ناف شیخ بزرگ قدس اللّٰه روحہ العزیز باشد.

صحت عزیزی بعبادت آمد. می گفت این آیت برائی صحت آمدہ است کہ بخوانند. ربّنا اتنا فی الدُّنیا حَسَنۃً وَّ فی الآخرۃ حسنۃ فرمودند من این را پارسی کردہ ام می گویم الٰہی آنچہ ماخود را کشتیم آنرا فرا آب دہ و آنچہ تو مارا کشتی آنرا آب دہ. مثل این نصیحت و وصیت بسیار بود کہ می فرمودند. آنچہ بر خاطر ماندہ بود در قلم آمد.

و بعد ازین زحمت باز بصحت مبدل شدہ. بعدہٗ کہ سلطان محمد بن تغلق شاہ خلق را روانی کرد. و خلق اطراف ہمہ در شہر آورد. و خدمت مخدوم العالم را طلب شدہ. و بمرحمت و بخشش بی نہایت مشرف گشتہ. و برائی کارخیر کہ سلطان محمد دختر خود ببیسۂ شیخ را دادہ و

اس میں ہے کہ تم سب اتفاق سے رہو۔ کفن دفن کا انتظام کرنا۔ اور بعد میں چادر شیخ سیدی (میرے سید) کو دی گئی ہے۔ میری قبر کا سرا یہاں تک ہو جہاں ہمارے پیر (شیخ الاسلام) کی ناف ہے۔ تربت ایسی بنائی جائے کہ جب پیر قدس سرہ کے قدم ان کی ناف کے برابر ہو۔

آیت صحت

اور اسی حالت میں ایک عزیز یہ روایت لائے کہ انہوں نے عرض کیا یہ آیت تندرستی کے لئے آئی ہے۔ آپ پڑھئے۔ ربنا اتنا فی الدُّنیَا حسنۃ وّ فی الآخرۃ حسنۃ (اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھلائی دے) فرمایا میں نے اس کو فوری (یہیں) پایا ہے۔ میں عرض کرتا ہوں یا اللہ! جو کچھ ہم نے اپنے لئے بویا اس کو سب سے زیادہ پانی دے۔ اور جو کچھ تو نے ہمارے لئے بویا اُسے سیراب فرما۔ اس نصیحت و وصیت جیسی بہت سی باتیں تھیں جو بیان فرمائیں، ہر بار جو کچھ یاد رہا وہ لکھ لیا گیا۔

سلطان محمد بن تغلق کی شہزادی

اور اس کے بعد بیماری پھر تندرستی میں بدل گئی۔ بعدہٗ جب سلطان محمد بن تغلق نے مخلوق کو دولت آباد کے لئے روانہ کیا اور اطراف کے تمام لوگوں کو شہر (دہلی) میں بلوایا۔ حضرت مخدوم العالم سے بھی درخواست کی گئی۔ اور انتہائی انعام واکرام سے مشرف کئے گئے۔ جس وقت سلطان محمد بن تغلق نے اپنی بیٹی (بی بی راستی) کو شیخ [2] کے پوتے [3] سے منسوب کیا۔ اور

---

[1] حضرت سعیدی بزرگ مؤلف سرور الصدور علیہ الرحمہ

[2] فریدالدین چاک پراں قدس سرہٗ

[3] شیخ فتح اللہ بن شیخ وحدالدین بن شیخ فریدالدین چاک پراں قدس اسرارہم (از شجرۂ خاندانی وسلطان التارکین صفحہ ۳۱۵)

برائی کارخیر دولت اباد فرستاده و کارخبر کرده و در شهر آمده و مرحمت شامده. ولایت ناگور یافته و یک صده انعام شده. چند گه دریں نعمت و راحت بوده و آخرالامر برحمت حق تعالی رسیده. روز یکشنبه وقت نماز پیشیں غرّه یکم جمادی الاول سنه اربع و ثلثین و سبعمائه بفضل اللّه تعالی.

روز پنجشنبه سلخ ماه مبارك محرم بتاریخ سنه خمس و عشرین و سبعمائه در ڈیه کتاب اخبار الثمار ایں ضعیف را از لفظ و زبان دربار شیخی و والدی قطب مدار العالم بتمام و کمال سماع شد. و الحمد للّٰه علی ذالک.

بعد ازاں قطب مدار عالم فرمود انشاء اللّه تعالی اکنوں چوں برائی جمعه در ناگور رفته شود. کتاب مشارق الانوار و مصباح الدجی که آنهم خواندگی دعاگو است آورده شود. تا آں نیز سماع شود. همچناں در ناگور رفتند و چند روز آنجا ماندند تا روز چهار شنبه پنجم ماه صفر باز بسلامتی در ڈیه آمدند. و آں کتب احادیث نیز برابر آوردند. و همدریں روز بعد از نماز پیشیں مصباح الدجی آغاز کردند. ایں ضعیف را گفتند که کتاب ها بیار، همچناں از کتب خانه کتاب آورده بخدمت ایشاں نهاده آمد دو نسخه بود. نسخه خود بر گرفتند و نسخه دیگر بدست ایں ضعیف دادند. و خود خواندن آغاز کردند. حق تعالی بخوبی و زودی باتمام رسانیده و رسید. الحمد للّٰه علی ذالک.

اُن کو شادی کے لیے دولت آباد روانہ کرنے (شہزادی کا) عقد کیا۔ اور (شیخ) پھر دہلی واپس آئے۔ تو انعامات سے نوازے گئے۔ ناگور کی حکومت پائی۔ اور ایک صدہ[1] انعام حاصل ہوا۔ کچھ عرصہ اس نعمت و راحت میں رہے اور آخر کار حق تعالیٰ کی رحمت کو پہنچ گئے۔ ۱۲ جمادی الاول ۷۳۴ھ اتوار کے دن ظہر کی نماز کے وقت اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی مدد سے۔

اخبار الثمار جمعرات کے دن ختم ماہ مبارک محرم بتاریخ ۲۵ ۷ھ اس ضعیف (جامع ملفوظات) نے ڈیہ میں اپنے شیخ اور والد قطب مدار عالم کے تلفظ اور موتی برسانے والی زبان سے کتاب اخبار الثمار از اوّل تا آخر مکمل سماعت کی۔ الحمد للہ علی ذالک۔

مشارق الانوار[2] اور مصباح الدجی[3] اس کے بعد قطب مدار عالم نے فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ اب جب نماز جمعہ کے لئے ناگور جانا ہوگا۔ کتاب مشارق الانوار اور مصباح الدجیٰ کہ وہ بھی دعا گو کے مطالعہ میں ہیں لائی جائیں گی۔ تاکہ وہ بھی سماعت کی جائیں۔ اسی طرح ناگور تشریف لے گئے۔ اور پانچ ماہ صفر بدھ کے دن تک چند دن وہاں رہے۔ پھر سلامتی کے ساتھ ڈیہ میں آگئے۔ اور احادیث کی وہ کتابیں بھی ساتھ لے آئے۔ اور اسی دن ظہر کی نماز کے بعد مصباح الدجی شروع کی۔ اس ضعیف (جامع ملفوظات) سے فرمایا کہ کتابیں لاؤ۔ اسی طرح کتب خانہ سے کتابیں لاکر آپ کی خدمت میں رکھی گئیں۔ دو نسخے تھے۔ ایک نسخہ خود نے لیا اور دوسرا نسخہ اس ضعیف کے ہاتھوں میں دیا۔ اور خود نے پڑھنا شروع کیا۔ حق تعالیٰ (اس کتاب کو) خوبی کے ساتھ جلد پوری فرمائے۔ اور پوری ہوگئی الحمد للہ ذالک۔

---

[1] A group of Hundred

[2] [3] از مولانا رضی الدین حسن صغانی رحمۃ اللہ علیہ

همدرین روز بعد از نماز دیگر چون از خواندن إِنَّا فَتَحْنَا فارغ شدند. روئی سوئی ضعیف کردند. و از هر نوع فائده های فرمودند تا فرمودند که زود تری ازین علمهائی ظاهر فارغ باید شد. و در عمارت علم باطن مشغول باید شد. که اصل کار عمل است. این لفظ حدیث بر زبان راندند وَإِنْ كَانَ قَلِيْلُ الْعِلْم.

و همدرین فرمودند که هر گز در محفل شیخ بزرگ قدس الله روحهٗ العزیز و در خدمت ایشان حدیث دنیا نبودی الیٰ آخره وقد گفت.

همدرین ذکر مولینا رضی الدین صغانی افتاد رحمته الله علیه صاحب کتاب مصباح که ایشان در ناگور آمد ند و می گویند دستاری سخت بزرگ بستندی و دراع بآستین درار پوشیدندی. سخت فاضل و عالم و محدث تمام بود. چنانچه می آرند که این مصباح الدجی در یک روز و یک محفل تمام فرو خوانده کرد. و بزرگان ناگور چنانکه قاضی حمید الدین ناگوری و قاضی کمال الدین و بزرگان دیگر از صدور و ملوک از خدمت ایشان سماع کردند. و اجازت روایت یافتند.

تعمیر علم باطن

اسی دن عصر کی نماز کے دن جب اِنَّا فَتَحْنَا پڑھنے سے فارغ ہوئے۔ ضعیف (جامع ملفوظات) کی جانب رخ کیا۔ اور بہ ترحم سے فائدے بیان فرمائے۔ فرمایا کہ ان ظاہری علوم سے بہت جلد فارغ ہو کر علم باطن کی تعمیر میں مشغول ہونا چاہیے۔ کیونکہ اصل کام عمل ہے۔ اور حدیث کی یہ عبارت زبان سے ارشاد فرمائی: وَاِنْ كَانَ قَلِيْلُ الْعِلْم (اگرچہ علم تھوڑا ہو لیکن عمل زیادہ ہونا چاہیے)

بڑے پیر کی محفل

اور اسی درمیان فرمایا بڑے پیر (سلطان التارکین) قدس اللہ روحہ العزیز کی محفل میں اور آپ کی خدمت میں دنیا کی باتیں بالکل نہیں ہوتی تھیں۔ الی آخرہ اور مختصر بات فرمائی۔

مولینا رضی الدین صغانی [1]

اسی دوران صاحب کتاب مصباح مولینا رضی الدین صغانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آیا کہ وہ ناگور تشریف لائے تھے۔ اور کہتے ہیں (کہ) وہ بڑی بھاری پگڑی باندھتے تھے۔ اور لمبی آستین کا کرتا پہنتے تھے۔ زبردست عالم و فاضل اور مکمل محدث تھے۔ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ اُنہوں نے یہ مصباح الدجیٰ ایک دن میں اور ایک محفل میں پڑھ ڈالی تھی۔ اور ناگور شریف کے بزرگ چنانچہ قاضی حمید الدین ناگوری اور قاضی کمال الدین اور سرداروں اور حاکموں میں سے دوسرے بزرگوں نے اُن سے (مصباح الدجیٰ) سماعت کی اور (حدیث) روایت کرنے کی اجازت پائی۔

---

[1] علامہ رضی الدین حسن صغانی بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں۔ ان کی حدیث کی کتاب مشارق الانوار مدت تک زیر درس رہی۔ دلی میں صغانی کا ہم پلہ محدث کوئی نہ تھا۔ اپنے زمانہ میں لغت کے فن کی انتہا ان پر ہوئی تھی۔ صغانی کی وفات ۶۵۰ھ میں بغداد میں ہوئی۔ جب وہ دلی دربار کی طرف سے سفیر بن کر بغداد گئے تھے۔ (ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت)

و همدریں میان فرمودند که اورا یاری بود که از خدمت مولینا رضی الدین علیه الرّحمه علم تصوف درخواست کردی. تا ویرا بیاموزند و چیزی ازاں علم خدمت ایشاں می فرمودند که مرا اینجا مشغولی است. که خلق تاگور دریں وقت از من علم احادیث می شنوند. و مرا فرصت نیست که دریں میاں ترا علم تصوف بیاموزم. اگر می خواهی که ایں علم بیاموزی، دریں سفرها که می رویم و دریں بلاد کفار آنجا که اینچنیں انبوهی نباشد بیانی. تا ترا ایں علم بیاموزم. می گویند چوں دارالحرب ها رسیدند چنانچه جالور و گجرات دورازیں رورها. دراع و دستار پیچیده و در بغچه یا در خلیطه نهاده و پیراهن کوتاه بپوشید. و نعلین درپائی کرد. و کوزهٔ آب بر گرفت و در نماز و طاعت مشغول شد. و می رفتند تاروزی ایں مرد گفت که آخر نه من از خدمت شما علم تصوف می خواهم که بیاموزم. شما گفته بودید که چوں بدیں بلاد برسم که فراغت باشد. از دیگر گفت و شنود ترا ازیں علم چیزی بیاموزم. خدمت ایشاں گفتند بدان که علم تصوف بقال نیست بحال است. چنانکه من می کنم و مرا می بینی و نماز می گذارم و کارهائی دیگر چنانکه از من بینی تو نیز همچناں کن، که علم تصوف کردن است نه بگفتن که تصوف ایں است.

همدریں روز از شیخ علی سمرانی یاد کردند. و از کنیزکی که اورا عقد کرده داده بودند. فرمودند که میان ایشاں موافقتی شد یا همچناں مخالفت است. هما نا که

علم تصوف

اور اسی درمیان فرمایا کہ اُن کا ایک مرید تھا۔ اس نے حضرت مولانا رضی الدین علیہ الرحمۃ سے علم تصوف کی درخواست کی کہ آپ مجھے یہ علم سکھائیں۔ فرمایا کہ مجھے یہاں مصروفیت ہے۔ کیونکہ لوگ میرے پاس وقت بے وقت آ کر احادیث سنتے ہیں۔ اور مجھے فرصت نہیں کہ میں اس درمیان تمہیں علم تصوف سکھاؤں۔ اگر تم یہ علم سیکھنا چاہتے ہو (تو) غیر مسلموں کے ان شہروں کے نزدیک جن میں ہم جا رہے ہیں وہاں ایسا مجمع نہیں ہوگا آجاؤ تاکہ میں تمہیں یہ علم سکھاؤں۔ کہتے ہیں (کہ) جب وہ دارالحرب[1] مثلاً جالور اور گجرات اور ان سے کئی روز کی مسافت پر پہنچے تو اپنا بستر اور پگڑی گٹھری یا تھیلی میں لپیٹ کر رکھدی اور مختصر لباس پہن لیا اور جوتے پاؤں میں ڈال کر مٹی کا آبخورہ اُٹھایا اور نماز و عبادت میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ دن آ گیا ایک دن اس نے کہا کہ آخر میں نے آپ سے علم تصوف حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی" آپ نے فرمایا تھا کہ جب میں ان شہروں میں پہنچوں گا۔ جہاں مجھے فرصت ہوگی تمہیں دوسرے اذکار کے ساتھ علم تصوف بھی سکھاؤں گا۔ حضرت (رضی الدین صغانی) نے فرمایا جان لو علم تصوف قال سے نہیں ہے۔ حال سے ہے۔ جیسا کہ تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے اور دیگر اعمال کرتے ہوئے دیکھتے ہو۔ تم بھی ایسا ہی کرو۔ کیونکہ علم تصوف کرنا ہے، کہنا نہیں ہے۔ اور تصوف یہی ہے۔

شیخ علی سمرانی

اُسی دن شیخ علی اور اس کنیز کا ذکر فرمایا۔ جو نکاح کر کے اُن کو دیدی گئی تھی۔ فرمایا کہ اُن کے درمیان کوئی موافقت ہوئی یا اسی طرح مخالفت

---

[1] وہ ملک جہاں غیر مسلموں کی حکومت ہو اور مسلمانوں کو مذہبی فرائض ادا کرنے سے روکا جائے۔ (فیروز اللغات صفحہ ٦٠٧)

ایشان را بکدیگر نمی افتاد. عزیزی از حاضران گفت خیران کنیزک اورا نمی خواهد می گوید شوهر دیگر جوان خواهم خواست یا خود را بفروشانم با اونبا شم. قطب مدار العالم فرمودند اورا بگوئید کنیزک و غلامی که درخانهٔ ما اید فروخته نشود. با خدمت کند همچنان پیر شود. و یا بگریزد یا برود یا ازاد شود.

و همدرین روز از هر انواع فائده فرمودند. تا درین میان گفتند که هر کس می خواهد که شیخی شود. می گویند چون دیگری شیخ شده ما چرا نشویم. فرمودند که هرگز این کار بگفت است نمی آید. خدائی داند که چه زحمت هانی و رنج هانی دیده اند تا بجائی رسیده اند چنانکه می ارند شیخ ابوتراب گاذرونی را چهار صد خلیفه بودند. اول کسی که برائی ارادت و خدمت بیامدی. از چهار صد خلیفه چهارصد فائده بگرفتی آنگاه بخدمت شیخ رفتی و از خدمت ایشان تربیت یافتی۔

و همدرین فرمودند که شیخ سیف الدین باخرزی را می آرند که چنین گفتی که هر که مرا حدیث مصطفی صلی اللّٰه علیه وسلم که بمن آں نرسیده باشد. برساند. من دهان او پُر زر کنم. همدرین فرمودند که علم همین بیش نیست یا

ہے۔ شاید ان میں باہمی اتفاق نہیں ہوا۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ شیخ [illegible]

کو نہیں چاہتی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میں اس خاندان خدمتگاروں کی۔ یا وہ فرماتی ہے کہ میں

گی۔ ان کے ساتھ نہیں رہوں گی۔ قطب صاحب نے فرمایا کہ جب سے [illegible] یہ لونڈی

ہمارے گھر میں آ جاتا ہے وہ کچھ بچ نہیں جاتا۔ یا ان کی طرح خدمت کرتے کرتے [illegible] ہو

جاتا ہے یا بھاگ جاتا ہے یا مر جاتا ہے یا آزاد ہو جاتا ہے۔

شیخ ابوتراب گاذرونی رحمۃ اللہ علیہ

اور اسی دن جو ختم کے فائدے بیان فرمائے۔ یہاں تک کہ ان کے درمیان فرمایا کہ ہر شخص پیر بننا چاہتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب وہ ایسے بن گئے تب تمام [illegible] نہیں بن جاتے؟ فرمایا یہ کام کسی کے کہنے سے سازگار نہیں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ (کہ اولیاء) نے کیا (کیا) مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ تب وہ کسی مرتبہ پر پہنچے ہیں۔ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے شیخ ابوتراب گاذرونی کے چار سو خلیفہ تھے۔ جو شخص پہلی بار ان سے مرید ہونے اور آداب بجا لانے کے لئے حاضر ہوتا۔ وہ پہلے چار سو خلفاء سے چار سو فائدے حاصل کرتا۔ پھر شیخ کی خدمت میں جاتا تھا اور ان سے تربیت حاصل کرتا تھا۔

شیخ سیف الدین باخرزی [1]

اور اسی دوران فرمایا کہ شیخ سیف الدین باخرزی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ یہ فرماتے تھے کہ جو شخص مجھے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایسی حدیث پہنچائے گا جو مجھ تک نہ پہنچی ہو تو میں اُس کا منہ سونے سے بھر دوں گا۔ اور اسی دوران فرمایا کہ اس سے بڑھکر علم نہیں ہے۔ یہ علم

---

[1] شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ انہیں بخارا کی طرف بھیجا تھا۔ وہیں ۶۵۸ھ میں وفات پائی۔ (فوائد الفواد اردو ترجمہ از محترم خواجہ حسن ثانی نظامی مدظلہ)

علم حدیث یا علم قرآن دیگر علمهائی که پیدا کرده اند. چنانچه معقول و منقول دریں بیشتر درد سر افزوده اند.

همدریں فرمودند که مردرا بست هزار حدیث یاد باید داشت تا محدث شود. و فرمودند که ابو یوسف دوزاده هزار حدیث متفرقات یاد داشت. یاری عرض داشت که همه حدیث مصطفی صلی اللّٰه علیه وسلم چند است فرمودند که هشتاد هزار و چیزی می گویند.

و همدریں میاں فرمودند که پیر هری رحمته اللّٰه علیه گفته است که علمی که ازنوك قلم ریزد. تواں دانست که ایں علم چه خیزد. علم آں علم است که خدائی تعالی در دل بنده ریزد. و دریں سخن نیک استحسان می کردند. که چه خوش سخنی گفته است.

و ازاں فرمودند ایں نیز سخن پیر هری است رحمته اللّٰه علیه که نه بکوشش یابی و طلب بلکه بخدمت یابی و ادب.

التکرار یفقه الحمار هر که او علم نخوانده است حاشا خر باشد.هیچ صفتی در آدمی زشت تر از جهل نیست. علم است هر چه هست. هر که علم نداند جمادی است که از و هیچ کاری نیاید. که از شش ماه تابزاید. وصیت عورت حامله مریض باشد. نزدیک مالک اگر مردی در خلوت دو

حدیث ہے یا علم قرآن ہے۔ دوسرے علم جو ایجاد کئے گئے ہیں۔ چنانچہ منقول معقول میں بہت زیادہ دردِ سر ہے۔

بیس ہزار احادیث

اور اسی دوران فرمایا کہ آدمی کو بیس ہزار حدیثیں یاد ہونی چاہئیں تاکہ وہ محدث ہو جائے۔ اور فرمایا کہ امام ابو یوسف کو بارہ ہزار مختلف احادیثیں یاد تھیں۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کُل احادیث کتنی ہیں؟ فرمایا اسی ہزار اور کچھ بتائی جاتی ہیں۔

پیر ہری کا قول

اور اسی درمیان فرمایا کہ پیر ہری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وہ علم جو نوکِ قلم سے چھپایا جاتا ہے اُس سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ اس علم سے کیا مطلب نکلتا ہے۔ علم وہی علم ہے جو اللہ تعالیٰ بندہ کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ اور اس نیک بات کے بارے میں پسندیدگی کا اظہار فرمایا کہ (پیر ہری) نے کیا اچھی بات کہی ہے۔

خدمت و ادب

پھر فرمایا یہ بھی پیر ہری رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ تم کوشش و طلب سے نہ پا سکو گے۔ بلکہ خدمت و ادب سے حاصل کر لو گے۔

جو کچھ ہے وہ علم ہے

التکرار یفقه الحمار (بار بار پڑھنے سے گدھا بھی جان لیتا ہے) جو شخص کہ پڑھا ہوا نہیں ہے۔ پناہ (بخدا) وہ گدھا ہے۔ اس لئے کہ آدمی میں جہالت سے بدتر کوئی صفت نہیں ہے۔ جو کچھ ہے وہ علم ہے۔ جو علم نہیں جانتا ہے وہ گویا پتھر ہے کہ اس سے کوئی کام نہیں ہوتا ہے۔ حاملہ عورت کی وصیت بیمار کی طرح ہے، جبکہ وہ چھ ماہ کا بچہ جنتی ہے۔ (امام) مالک رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اگر

گواه می گیرد. وزن می خواهد روا باشد. و اگر خدا و رسول خدا را گواه می گیرد. وزن می خواهد روا نباشد. دریں چه حکمت است. گفت زانکه خدا و رسول فردا خصم کسی است که بزن ظلم کند و گواهی خصم نشود. حکمت ایں است.

وقتی میان من و شیخ عبداللّٰه رحمته اللّٰه علیه آزاری شده بود. من درخانه وی نمی رفتم. بعد ازاں که شیخ شنید قدس اللّٰه روحهٔ ایں رباعی نبشت و فرستاد. خاصه:

عمری بشد که ناشسته اند دوست
ازعمر گذشتی ازو برید نه نکواست

گر کسی بینی که او برون است ز دوست
سر در قدمش آر که آن بیست که اوست

بعد ازاں چوں شیخ ایں رباعی نبشت و فرستاد ماهم رفتیم و بایکدیگر صفا کردیم.

وقتی خواجگی با دل رنجور بود. شیخ دیدن و پرسیدن او نرفته بود. او ایں قصیده نوشت:

کوئی شخص تنہائی میں دو گواہ بنا لے اور کسی عورت سے نکاح کرے جائز ہے۔ اور اگر خدا اور رسول خدا کو گواہ بناتا ہے اور نکاح کرتا ہے، جائز نہیں ہے۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ فرمایا اس لئے کہ خدا اور رسول کل (قیامت کے دن) اس شخص کے خلاف ہوں گے جو عورت پر ظلم کرتا ہے۔ اور مخالف گواہ نہیں ہوتے ہیں۔ یہ حکمت ہے۔

شکر رنجی

اک بار میرے ۱؎ اور شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ۲؎ کے درمیان شکر رنجی ہو گئی تھی۔ میں اُن کے گھر نہیں جاتا تھا۔ پھر جب شیخ (سلطان التارکین) قدس اللہ روحہٗ کو اس کا علم ہوا (تو) آپ نے یہ رباعی تحریر فرمائی

عمری باید که تابدست آید دوست ... از عمر گسستن از و بدین نه نکواست

(دوست کو پانے کے لئے ایک عمر کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک ادنیٰ غلطی کی وجہ سے دوست سے ترک تعلق کرنا مناسب نہیں ہے۔)

گر کسی بینی که او برون است زپوست ... سر در قدمش آر که او نیست که اوست

(اگر تم کسی کو کھال سے باہر آتے ہوئے دیکھو تو اس کے قدموں میں سر ڈال دو۔ کیونکہ وہ، وہ نہیں ہے۔ وہ ہے۔)

شیخ (سلطان التارکین) نے جیسے ہی یہ رباعی لکھ کر بھیجی۔ اس کے بعد ہم بھی (اُن کے گھر) چلے گئے اور ایک دوسرے کے ساتھ صلح کر لی۔

خواجگی

ایک وقت خواجگی ۳؎ کبیدہ خاطر تھے۔ کیونکہ شیخ (سلطان التارکین) اُن کی مزاج پرسی کے لئے تشریف نہیں لے گئے تھے۔ انہوں نے یہ قصیدہ لکھا۔

۱؎ مخدوم العالم قطب الاولیاء فرید الدین چاک پراں ۲؎ مرید و خلیفہ حضرت صوفی صاحب مزار شریف درگاہ صوفی صاحب میں ہے۔ ت۔ ص۔ ن۔ حصہ دوم صفحہ ۱۱۳ ۳؎ مولانا خواجگی علیہ الرحمہ مرید و خلیفہ حضرت صوفی صاحب قدس سرہٗ کا مزار مبارک بلند دروازہ کے گیٹ کے سامنے درگاہ شریف کے اندر ہے۔ سنگ کتبہ چرا لیا گیا ہے۔ کتبہ کی نقل پیر محمد ایوب صاحب سجادہ نشین کے رجسٹر میں ہے۔ (ت۔ ص۔ ن۔ دوم صفحہ ۱۱۴)

عیسی دم است یار دم ازمن دریغ داشت
بیمار اوشدم قدم ازمن دریغ داشت

من چو کبوتران بوفا طوقدار او
او کعبهٔ من زپی جرم از من دریغ داشت

آخر چه معنی آرم ازان آفتاب رو
کز بوی خود بصبحدم از من دریغ اشت

من زاب دیده نامه نوشتم هزار فصل
او زاب دیده یک رقم از من دریغ داشت

خرد یاد نارد از دل خاقانی ای عجب
کونی چه بود کین کرم از من دریغ اشت

بالآخر بخدمت شیخ دو رقعه نبشت و فرستاد. و در ظهر آن رقعه خطی مدور کشیده و شکلی درمیان آن نبشته. شیخ رحمته اللّه علیه چون این رقعه خواند. گفت دوات و قلم بیارید تا جواب رقعه او بنویسم. دوات و قلم بیاور دند. شیخ هم آنرا این بیت نبشت ،خاصه:

عیسی دم است یار دم ازمن دریغ داشت بیمار اوشدم قدم ازمن دریغ داشت

(محبوب کا دم کرنا مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ مگر مجھ سے تامّل ہے۔ میں اُس کے عشق کا بیمار ہوں، وہ میرے گھر آنے سے انکار ہے۔)

من چوں کبوتراں بوفا طوقدار او اُو کعبہ من ریں حرم از من دریغ داشت

(میں محبت میں کبوتروں کی طرح محبوب کا طوقدار ہوں۔ اُس میرے کعبہ نے اس جرم کی وجہ سے مجھ سے بخل کیا۔)

آخر چہ معنی آرم ازاں آفتاب رُو کر بوئی خود بصبحدم از من دریغ اشت

(اُس روشن چہرہ والے سے آخر کیا مطلب نکالوں؟ جس نے مجھے صبح کے وقت اپنی خوشبو سے محروم رکھا۔)

من زاب دیدہ نامہ نوشتم ہزار فصل اُو زاب دیدہ یکر قم از من دریغ داشت

(میں نے اپنے آنسوؤں سے ہزار طرح کے خطوط لکھے۔ اُس نے اپنے آنسوؤں سے ایک خط لکھنا بھی گوارا نہیں کیا۔)

خود یاد نارد از دل خاقانی ای عجب کونی چہ بود کیں کرم از من دریغ اشت

(تعجب ہے کہ خود بادشاہ کے دل میں میری یاد نہیں آتی ہے۔ (محبوب کی گلی) کیا گلی تھی، میں اب اس کرم سے محروم ہوں۔)

باالآخر خواجگی نے شیخ (سلطان التارکین) کی خدمت میں دو خطوط لکھ کر روانہ کئے۔ اور خطوط کی پشت پر ایک گول لائن کھینچ کر اس کے بیچ میں ایک شکل بنادی۔ شیخ نے جب یہ خط پڑھا فرمایا، دوات و قلم لاؤ تا کہ (خواجگی) کے خط کا جواب لکھوں۔ چنانچہ دوات و قلم لایا گیا اور شیخ نے بھی اُن کو یہ بیت تحریر فرمائی: خاصہ:

چشم چون بران روئی نکویت نگریست
فریاد بر آور دو بزاری بگریست

گر با تو بوم دریغ می باید مُرد
وربی تو بوم افسوس می باید زیست

خواست که برو بفرستند، بعد ازاں بابا پرسید که بابا بر ظهر ایں رقعه چه شکل نبشته است. گفت بوالعجبی کرده است که بر هر رقعه که ایں شکل بنویسند جائی که بفرستند مردود نشود. گفت بابا اینکه شما هم باید که رقعه اورد نکنید. بعد ازاں شیخ هم با یاراں برخاستند و پرسیدن وی برفتند.

وقتی دیگر بابا گفت بابا ایں خواجگی با دار بر شما می آید. و شما چیزی گوئید که باز رمیده می رود. چرا چیزی نمی گوئید که او نرمد. گفت عزیز او آمدنی نیست اگر من بدانم که اُو آمدنی باشد. درخانۂ او بروم و سر در قدم اُو آرم. سری که بعد از مردن پی سپر ستُوراں خواهد شد. اگر بداں سر نهادن بندۂ از بندگان خدا در راه خدا آید چه بد باشد. اما می دانم که او آمدنی نیست. همچناں او پریشان شد. و خانمانش خراب شد. خدائی داند تا بعد ازاں چها باشد.

چشم چوں براں روئی نکویت نگریست   فریاد برا ورد و براری نگریست

(جب میری آنکھوں نے تیرے حسین چہرے کو دیکھا۔ تو فریاد کی اور زار و قطار رونے لگیں۔)

گر با تو بوم دریغ می باید مُرد   وربی تو بوم افسوس می باید زیست

(اگر میں تیرے ساتھ رہوں تو مجھے مرنے میں غم ہوگا۔ اور اگر تیرے بغیر رہوں تو مجھے افسوس کے ساتھ جینا چاہیئے۔)

پھر جب (خواجگی) کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا۔ بابا (عزیز الاولیاء) نے عرض کیا کہ بابا اس خط کی پشت پر کیا شکل بنی ہوئی ہے؟ فرمایا بوالعجبی کی گئی ہے۔ کیونکہ جس خط پر یہ شکل بنائی جاتی ہے۔ وہ جہاں بھیجا جاتا ہے واپس نہیں کیا جاتا۔ بابا (عزیز الاولیاء) نے عرض کیا بابا آپ کو بھی یہ خط نہیں لوٹانا چاہیئے۔ اس کے بعد شیخ بزرگ مع مریدین کھڑے ہوئے اور خواجگی کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے۔

کار آمد ایک دوسرے وقت بابا (عزیز الاولیاء) نے (سلطان التارکین) سے عرض کیا، بابا خواجگی آپ کے پاس گھر تک آتے ہیں۔ اور آپ کوئی ایسی بات فرما دیتے ہیں کہ وہ پھر دوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ آپ ایسی بات کیوں نہیں فرماتے کہ وہ نہیں جائیں؟ فرمایا، عزیز! وہ کار آمد نہیں ہے۔ اگر میں سمجھوں گا کہ وہ کار آمد ہے، تو میں اس کے گھر جا کر اُس کے قدموں میں سر رکھ دوں گا۔ وہ سر جو مرنے کے بعد چوپایوں کے پاؤں کے نیچے کچلا جاتا ہے اور جسے لات مار کر ضرب پہنچائی جاتی ہے۔ اگر اُس سر کے رکھنے سے خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ راہ خدا پر آ جاتا ہے تو کیا بُرا ہے؟ لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ کار آمد نہیں ہے۔ وہ اسی طرح پریشان ہوئے اور اُن کے گھر کا اسباب تباہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کے بعد کیا ہوا؟

وقتی یاراں بخدمت شیخ رفتند۔ شیخ رحمتہ اللّٰہ علیہ بیروں بودی۔ از بیروں بیامدی و در نماز کہ بنششتی یاراں می رفتند و از خدمت شیخ فائدہ ھائی می گرفتند۔ و در اثنائی رفتن ایں خواجگی با دار در خطیرہ نشستہ بود۔ شیخ رمضان از دور اُورا بدید۔ انگشت اشارہ کرد۔ و گفت آھستہ ای چورژہ چنانکہ او نشنود۔ چوں بخدمت شیخ برفتیم او ھم بیامد بنشست۔ بعد ازاں خواجگی بادار برخاست و گفت شیخ، من بشیخ رمضان ماجرا دارم او مرا چورژہ گفتہ است۔ بپرسید ھر چہ گفتہ است۔ یاراں ھمہ حیران ماندند۔ کہ ایں چگونہ بشنیدہ۔ بعد ازاں شیخ گفت شیخ رمضان ھر چہ اورا چورژہ گفتی؟ گفت شیخ از غایت عشق، شیخ گفت، خواجگی چوں او از عشق گفت بعد ازیں چہ خواھی کرد۔ خواجگی گفت ھل نیکو باشد۔ مراھم چوں وقتی عشق خواھد آمد سنگی خواھم ستد و بر سرش خواھم زد۔ باید کہ او ھم نرنجد۔

طَلَبُ الْحَقِّ غُرْبَةٌ طالب حق غریب باشد۔ زیرا کہ اُو چیزی می طلبد کہ دیگراں مطلوب بی خبراند۔ چرا کہ ایں مرد ماں بیکبار ترک خانماں بگیرند۔ و بگویند کہ خدایا ما را بخود برساں، چوں چنیں کنند۔ البتہ دری بکشاید۔

شیخ رمضان ایک بار شیخ (سلطان التارکین) کے مرید آپکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ رحمتہ اللہ علیہ باہر تھے۔ جب آپ باہر سے تشریف لاکر نماز کے ارادہ سے بیٹھے ہوئے تھے۔ مرید حاضر ہورہے تھے اور حضرت شیخؒ سے فائدے حاصل کررہے تھے۔ اور یہ خواجگی حاضری کے دوران اپنے گھر کے پاس باڑے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ شیخ رمضان نے اُن کو دور سے دیکھا۔ اور انگلی سے اشارہ کرکے آہستہ کہا اے چورزہ گویا کہ انہوں نے نہیں سنا ہو۔ جیسے ہی ہم شیخ کی خدمت میں پہنچے، وہ بھی آکر بیٹھ گئے۔ پھر خواجگی نے مکان کے سامنے کھڑے ہوکر شیخ سے عرض کیا کہ شیخ رمضان پر میری واردات ہے۔ انہوں نے مجھے چورزہ کہا ہے۔ جو کچھ کہا گیا ہے، اُس کے متعلق معلوم کریں۔ تمام مریدوں کو تعجب ہوا کہ خواجگی نے کیسے سُن لیا؟ اس کے بعد شیخ نے شیخ رمضان سے دریافت فرمایا (کہ) کیا تم نے اِن کو چورزہ کہا؟ جواب دیا شیخ، میں نے انتہائی محبت کی وجہ سے (یہ بات کہی ہے۔) شیخ نے خواجگی سے فرمایا، جب (شیخ رمضان) نے یہ (لفظ) محبت میں کہا ہے، اس کے بعد تم کیا کروگے؟ خواجگی نے عرض کیا، آیا، بہتر ہے۔ مجھے بھی جسوقت عشق کا غلبہ ہوگا، کوئی پتھر لیکر (شیخ رمضان) کے سر پر ماردوں گا۔ اُن کو بھی ناراض نہیں ہونا چاہیئے۔

طالب حق طَلِبُ الْحَقِّ غُرْبَتٌ طالب حق غریب ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ ایسی چیز طلب کرتا ہے کہ دوسرے اس مطلوب سے بے خبر ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ گھر کا تمام مال و اسباب ایک دفعہ میں ترک کردیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں اپنے پاس سے روزی پہنچا۔ جب وہ ایسا کرتے ہیں (تو اللہ تعالیٰ اُن کے لئے اپنے رزق کا) دروازہ ضرور کھول دیتا ہے۔

شیخ عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ آخر روزذی الحجہ و اول روز از محرم روزہ بداشتی. من صام آخر یوم من ذی الحجہ و اول یوم من المحرم فقد ختم السنۃ الماضیۃ بصوم و فتح السنۃ مستقبلۃ بصوم و جعل اللہ ذالک کفارۃ خمسین سنۃ ماہ محرم یک سال محرم از عمر بگذشت عمری چنین.

عزیز سید حیدر گفتی چوں برنج سفید بخورند باید کہ در اثنائی خوردن درود بر پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم بفرستند.

الوضوء قبل الطعام ینفی الفقر و بعد الطعام ینفی اللمم. لمم بعضی گفتہ اند گناہ صغیرہ است و بعضی گفتہ اند دیوانگی است.

شیخ ابراھیم سلمۃ اللہ گفتی مولینافخرالدین گیلانی ہر روز ربعی قرآن بخواندی. ہفت سیپارہ و ہشت سیپارہ مقدار ایں بخواندی. اینک من ہم روز جمعہ آغاز کردہ بودم. امروزتمام کردم.

روز دو شنبہ بود. آخر ربیع بود. از ہر آیتی فائدہ و حکایتی فرمودند. دریں آیت فرمودند: اَنْ لَّایَدْخُلَنَّھَا الْیَوْمَ عَلَیْکُمْ

شیخ عبداللہ شیخ عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ ذی الحجہ کے آخری دن اور محرم کے پہلے دن روزہ رکھتے تھے۔ جس شخص نے ذی الحجہ کے آخری دن اور محرم کے پہلے دن روزہ رکھا، تو یقیناً اُس نے سال گذشتہ کو روزہ پر ختم کیا اور آنے والے سال کو روزہ پر شروع کیا۔ اور اللہ (تعالیٰ) ان روزوں کو پچاس سال (کے گناہوں کا) کفارہ کر دیگا۔ ماہ محرم سے محرم (تک) عمر کا ایک سال گذر گیا۔ زندگی اسی طرح (ہے۔)

درود شریف عزیز سید حیدر کہتے تھے کہ جب سفید چاول کھائے جائیں (تو) کھانا کھانے کے دوران پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ضرور بھیجا جائے۔

کھانے کا وضو اور بیان فرمایا: الوضوء قبل الطعام ینفی الفقر و بعد الطعام ینفی اللمم (کھانا کھانے سے پہلے وضو کرنا[1] محتاجگی کو دور کرتا ہے اور کھانے کے بعد وضو کرنا گناہ صغیرہ کا ازالہ ہے) بعض لوگوں نے کہا ہے لمم گناہ صغیرہ ہے اور بعض نے دیوانگی بتایا ہے۔

مولینا فخر الدین گیلانی شیخ ابراہیم سلمہٗ اللہ کہتے تھے کہ مولینا فخر الدین گیلانی (رحمتہ اللہ علیہ) روزانہ چوتھائی قرآن (پاک) پڑھتے تھے۔ سات پاروں یا آٹھ پاروں کی مقدار میں تلاوت کیا کرتے تھے۔ میں نے بھی جمعہ کے دن قرآن (کریم) شروع کیا تھا آج ختم کر دیا۔

مردِ صالح (ماہ) ربیع الآخر کا دن تھا۔ ہر اک آیت کا فائدہ اور ایک حکایت بیان فرمائی۔ اس آیت کے بارے میں فرمایا اَنْ لَّا یَدْخُلَنَّهَا الْیَوْمَ عَلَیْكُمْ

[1] یہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ اور یہاں کھانے کے وضو سے (پہنچوں تک) ہاتھ دھونا مراد ہے۔ (لطائف اشرفی مطبوعہ صفحہ ۱۸۶)

مِسْكِیْنٌ ط (پ۲۹،سورۂقلم) گفت پدران اینها چنیں بودند. چوں بر کشتها برفتندی مسکیناں و درویشاں را وقت درودن و ستدن غله خبر کردندی. و غله که وقت درودن در زمیں اُفتادی آنرا بر نگرفتندی و برائی درویشاں بگذاشتندی. تا ایشاں گرفتندی. پسراں چنیں خواستند که گفتند با مداد چو در کشت رویم. پگاه چناں رویم که ھیچ درویشی و مسکینی را خبر نشود. چوں ایں نیت بخفتند حق تعالیٰ عذابی فرستاد و تمامت کشت رابسوخت. چوں در کشت رفتند کشت را سوخته دیدند. گفتند مگر ماراه گم کرده ایم. و براه دیگر آمدیم. باز گفتند ایں حوض هماں حوض، و درخت هماں درخت که در کشت بود. بعد ازاں دانستند که خدائی تعالیٰ عذابی فرستاده است و براں نیت بدایشاں آں کشت را بسوخت. قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ط(پ۲۹،سورۂقلم) گفتند ضالاں نیستم بلکه ظالمانیم ازیں قصه از هر نوع می گفتند.

باز دریں آیت ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا ط(پ۲۹، سورۂالحاقہ)حکایتی فرمودند که ده ذراع در سلسله زیادت شده است.

مِسْكِيْنٌ ٥ (آج کوئی مسکین تمہارے باغ میں ہرگز نہ آنے پائے) [1] فرمایا ان کے بزرگ ایسے تھے کہ جب وہ اپنے کھیت (اور باغ) میں جاتے تھے (تو میوہ) توڑنے و اناج لے جانے کے وقت غریبوں اور درویشوں کو خبر کرتے تھے۔ اور وہ اناج (اور میوے) جو توڑنے کے وقت زمین پر گر پڑتے تھے اُن کو نہیں اُٹھاتے تھے۔ اور درویشوں کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ تاکہ وہ لے لیں۔ لڑکوں نے یہ چاہا اور کہا کہ صبح کے وقت جب ہم کھیت میں جائیں گے۔ اتنی جلدی چلے جائیں گے کہ کسی مسکین اور درویش کو خبر نہیں ہوگی۔ چونکہ اس نیت سے سوئے تھے۔ حق تعالیٰ نے ایک ایسا عذاب بھیجا کہ اُس نے تمام کھیتی کو جلا ڈالا۔ جس وقت وہ کھیت (باغ) میں گئے تو کھیتی کو جلا ہوا پایا۔ سب نے کہا شاید ہم راستہ بھول گئے ہیں اور دوسرے راستہ سے آگئے ہیں۔ پھر کہا یہ حوض وہی حوض ہے اور درخت وہی درخت ہے، جو ہمارے کھیت میں تھا۔ اس کے بعد وہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی عذاب بھیجا ہے۔ اور اُن کی بری نیت کی وجہ سے اس کھیتی کو جلا ڈالا ہے۔ قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ط کہا ہم گمراہ نہیں ہیں بلکہ ظالم ہیں [2] اس قصہ سے متعلق ہر قسم کی باتیں بیان فرمائیں۔

عذابِ الٰہی

پھر اس آیت ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا ط (پھر ایسی زنجیر میں جسکی پیمائش ستر ہاتھ ہے [3] کے بارے میں ایک حکایت بیان فرمائی کہ زنجیر میں دس ہاتھ کا اضافہ ہوا ہے۔ (قیامت کے دن کافر و مشرک کے بارے میں حکم ہوگا۔ اسے پکڑو اور اسکے گلے میں طوق ڈالو پھر اسے جہنم میں داخل کردو۔ پھر ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے جکڑ دو۔ بیشک وہ ایمان نہ لاتا تھا عظمت والے اللہ پر)

---

[1] قرآن مجید۔ پ ۲۹ سورہ قلم ترجمہ کاظمی

[2] قرآن کریم۔ پ ۲۹ سورہ قلم ترجمہ کاظمی

[3] قرآن حکیم۔ پ ۲۹ سورہ الحاقہ ترجمہ کاظمی

باز دریں آیت که وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ط(پ۲۹،سورۂ معارج) گفتند از عین شنیده ام که داند او بهزل گفته است یا بجد است۔ که سائل گربه است که آواز می کند و می خواهد و محروم سگ است که خاموش کرده استاده می باشد۔

باز در سورۂ عبس گفتند یک عنایت در حق مصطفےٰ صلی اللّٰه علیه وسلم آں بود که عبس گفت مُغایبه باز دریں آیت وَبَنِيْنَ شُهُوْدًا (پ۲۹،سورۂ مدثر) گفتند ایں ظالم ده پسر داشت، و چنداں مال بود که هیچ پسر از نظر او غائب نشدی۔

برائی کاری و کسبی من از شیخ علی کار آموختم۔ چوں دیدم او در تمامت روز بکار خود مشغول است۔ مارا هم در تمامت روز در کار خود باید بود۔ و هر کسی را کار خود است۔ هر که کار او خواندن است۔ باید کهٔ تمامت روز بخواند۔ و هر که کار او نبشتن است باید که تمام روز بنوسید۔ و هر که کار او سماع کردن است۔ باید که تمام روز سماع کند۔ و هرچه آدمی هست او بخواهد آمد۔

یکی را شعری گفته بودند و مدح کرده شد۔ شعر یاد نمی آید۔ اما مضمون شعر ایں بود که هر که او برود رایم اورا

سائل و محروم اس کے علاوہ اس آیت کی نسبت فرمایا کہ وَالَّذِيْنَ فِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ط (اور وہ لوگ جن کے مال میں ایک مقرر حق ہے۔ سوال کرنے والے اور (حاجتمندوں) سوال سے بچنے والے کے لئے [1]) فرمایا میں نے کسی شخص سے سنا ہے کون جانتا ہے؟ کہ اُس نے بطور خوش طبعی کہا ہے یا سنجیدگی سے بیان کیا ہے کہ سائل بلی کی مثل ہے جو آواز کر کے مانگتی ہے۔ اور محروم کتے کی (طرح) ہے جو خاموشی کے ساتھ گزارا رہتا ہے۔

سورۂ عَبَس پھر سورۂ عبس کے متعلق فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ) کی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ایک عنایت یہ تھی کہ اُس نے بطور مُعاتبہ عبس فرمایا۔ پھر اس آیت کے بارے میں فرمایا وَبَنِيْنَ شُهُوْدًا [2] (اور بیٹے سامنے موجود رہنے والے) اس ظالم کے دس لڑکے تھے۔ اور اتنا مال تھا کہ کوئی لڑکا اُس کی نظر سے غائب نہیں ہوتا تھا۔

پیشہ میں نے کوئی کام اور پیشہ کرنے کا طریقہ شیخ علی سے سیکھا۔ جب میں نے اُنہیں تمام دن اپنے کام میں مشغول دیکھا، ہمیں بھی پورے دن اپنے کام میں لگا رہنا چاہیئے۔ اور ہر شخص کا اپنا (الگ الگ) کام ہے۔ جس کا کام پڑھنا ہے، اُسے تمام دن پڑھنا چاہیئے۔ اور جس کا کام لکھنا ہے، اُسے تمام دن لکھنا چاہیئے۔ اور جس کا کام سماع کرنا ہے، اُسے تمام دن سماع کرنا چاہیئے۔ اور جو آدمی (جس کام کے لائق) ہے وہ اُس سے پورا ہو کر رہے گا۔

ایک شعر ایک شعر میں ایک شخص کی تعریف کی گئی تھی۔ وہ شعر یاد نہیں آ رہا ہے۔ لیکن

---

[1] قرآن کریم۔ پ ۲۹ سورۂ معارج ترجمہ کاظمی

[2] قرآن حکیم۔ پ ۲۹ سورۂ مدثر ترجمہ کاظمی

در آفتاب نشسته یابم. یعنی از غایت چنان جوان مرد است که هیچ جامه بر خود نمی دارد. یعنی هر که جامه می خواهد در حال می دهد. چنانکه من کردم. لباسچه کشیدم اورا دادم.

در شبی که روز آن موعود بود. که حسین منصور حلاج را بردار خواهند نهاد. مرید او که برو بودی. وصیتی طلبید. شیخ منصور فرمود: يَا بُنَيَّ عَلَيْكَ بِنَفْسِكَ إِن لَّمْ تَشْغَلْهَا اَشْغَلَتْكَ گفت ای فرزند باید که نفس را در کار حق مشغول داری. پیش ازانکه نفس ترابکار باطل مشغول گرداند.

جماعتی درویشان رسیده بودند. پر سیدند که از کدام خانواده اید. و از مریدان کدام مشائخ اید. هریکی را می پر سیدند. یکی از ایشان گفت. من از مریدان شیخ حسن عادی ام. فرمودند که اورا اشعار بسیار است. درویشی آمده بود. برائی من بسیار ازان نبشته است. تو هم چیزی یاد داری. گفت البته چیزی باشد. بعد ازان فرمودند که ایں شیخ مرد بزر گوار بود. و مریدان بسیار داشت. چنانکه می گویند که وزیران و پیشوایان خلیفه عزت کردند. و پیش خلیفه گفتند که ایں شیخ را چندان مریدانند که اگر خواهند و شیخ بفرماید. خلیفه را غلبه کنند و ملک بغداد بگیرند. خلیفه گفت ایں چگو نه

شعر کا مضمون یہ تھا کہ جو کوئی میرے مشورہ پر چلتا ہے میں اُسے سورج میں بیٹھا ہوا پاتا ہوں۔ یعنی وہ ایسا حد درجہ سخی ہے کہ اپنے پاس کوئی کپڑا نہیں رکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو کوئی بھی اُس سے کپڑا مانگتا ہے۔ وہ اُسے فوراً کپڑا دیدیتا ہے۔ جیسا کہ میں نے کیا کہ اپنا مختصر لباس (سائل کو) اُتار کر دیدیا۔

شیخ منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ وہ رات کہ جس میں وہ روز موعود تھا، کہ حسین منصور حلاج کو سولی پر چڑھایا جائے گا۔ اُن کے وہ مُرید جو اُن کے پاس تھے، اُنہوں نے اُن سے کسی وصیت کی خواہش کی، شیخ منصور نے فرمایا یَا بُنَيَّ عَلَيْكَ بِنَفْسِكَ اِنْ لَمْ تَشْغَلْهَا اَشْغَلَتْكَ فرمایا اے میرے فرزند! تمہیں اپنے نفس کو حق کے کام میں مشغول رکھنا چاہیئے۔ اس سے پہلے کہ تمہارا نفس تمہیں باطل کے کام میں مصروف کردے۔

شیخ حسن عادی رحمتہ اللہ علیہ درویشوں کی ایک جماعت آئی ہوئی تھی۔ دریافت فرمایا کہ آپ لوگ کس خاندان سے ہو، اور کونسے مشائخ کے مریدوں میں سے ہو؟ ہر اک سے معلوم فرمارہے تھے۔ اُن لوگوں میں سے ایک (درویش) نے عرض کیا کہ میں شیخ حسن عادی کے مریدوں میں سے ہوں۔ فرمایا کہ ان کے اشعار بڑی تعداد میں ہیں۔ ایک درویش آیا تھا۔ اُس نے مجھے اُن میں سے بہت اشعار لکھ کردیئے ہیں۔ تمہیں بھی کوئی (شعر) یاد ہے؟ جواب دیا کچھ ضرور (یاد) ہیں۔ پھر فرمایا کہ یہ شیخ ایک بزرگ آدمی تھے۔ اُن کے مرید بہت زیادہ تھے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کے خاص لوگوں اور روزیروں نے آداب بجالا کر خلیفہ کے رُوبرو عرض کیا کہ ان شیخ کے اتنے مرید ہیں کہ اگر وہ چاہیں اور شیخ اُن کو حکم دیں تو خلیفہ پر قابو پالیں۔ اور حکومت بغداد پر قبضہ

دانند. گفتند خلیفه فرمان دهد. تا شیخ مریدان خود را بگوید که یگان خشت در دجله باندازند. شیخ را چوں ایں فرمان رسید. مریدان را فرمان داد. تا همچنیں کنند. می گویند چوں همچناں کردند. در دجله پلی شده بود. بعد ازاں خلیفه استوار داشت. شیخ را بند کرد. و تدبیر کشتن او میکردند. که بچه نوع بکشند. تا گفتند که از بالائی میناره فرود اندازند. ایں خبر بشیخ رسید. گفت ایں نتوانند. بارے دیگر گفتند که بتیغ بکشند. شیخ گفت ایں هم نتوانند. بهر نوع که گفتند. شیخ می گفت مرا هر گز بدیں نوع نتوانند کشت. تاوقتی گفتند که امروز تدبیر کرده اند که شیخ را بمیان دیوار در آرند. شیخ گفت مگر ایں توانند کرد. و حیران ماندند. و گفتند که شیخ از کجا می گوید. که بدیں نوع توانند کشت. بنوع هر که می گفتند نتوانند کشت. گفت زیرا که من هرگز کسی را از میناره نینداخته ام مرا از میناره فرود اندازند. و هرگز کسی را نکشته ام که مرا بکشند. اما ایں مرا یاد می آید که در خوردگی مورچه را زیر گل کرده بودم. بداں سبب اگر در دیوار در آرند، توانند. گویند همچناں کردند. درمیان دیوار در آورند. آں درویش گفت همچنیں می گویند جانوری از کنجشک گریخته بود. و در سوراخ دیوار خزیده او رفته دراں سوراخ گلی نهاده والسلام.

روز دو شنبه ششم ماه صفر سنه ثمان و عشرین و سبعمأته فرمودند که ختم سورهٔ یٰسین بعد از نماز بامداد آمده

کرلیں۔خلیفہ نے کہا یہ کیسے معلوم کیا جائے؟ عرض کیا گیا کہ خلیفہ شیخ کو حکم دے کہ وہ اپنے مریدوں کو دریائے دجلہ میں ایک ایک اینٹ ڈالنے کے لئے کہیں۔ شیخ کو جب یہ فرمان پہنچا۔ مریدوں کو حکم دیا کہ وہ ایسا ہی کریں۔ کہتے ہیں کہ جیسے ہی اُنہوں نے ایسا کیا (تو دریاء) دجلہ پر ایک پُل تیار ہو گیا تھا۔اس کے بعد خلیفہ نے (آپنے دربار کے خاص لوگوں کی باتوں کی) توثیق کی۔ شیخ کو قید کر دیا۔ اور اُن کو مارنے کی تدبیر کی جانے لگی کہ کس طریقہ سے ختم کیا جائے۔ یہاں تک کہا گیا کہ مینارہ کے اوپر سے گرا دیا جائے۔ یہ خبر شیخ کو پہنچی فرمایا یہ نہیں ہو سکتا۔ دوسری بار کہا گیا کہ تلوار سے ختم کر دیا جائے۔ شیخ نے فرمایا یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ جو طریقہ بیان کیا جاتا تھا شیخ فرماتے تھے کہ مجھے کبھی اس طرح سے نہیں مارا جا سکتا۔ یہاں تک کہ ایک وقت کہا گیا کہ آج یہ مشورہ کیا گیا ہے کہ شیخ کو دیوار کے درمیان داخل کر دیا جائے۔ شیخ نے فرمایا ایسا کیا جانا ممکن ہے۔ تمام لوگوں نے حیرت کی اور کہا کہ شیخ کس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس طریقہ سے مارا جا سکتا ہے؟ اور دوسرے طریقہ سے جو بیان کیا جاتا ہے ختم نہیں کیا جا سکتا۔ فرمایا اس لئے کہ میں نے کبھی کسی شخص کو مینارہ سے نہیں ڈالا ہے جو مجھے مینارہ سے نیچے ڈالا جائے۔ اور نہ میں نے کبھی کسی کو قتل کیا ہے۔ جو مجھے قتل کیا جائے۔ لیکن یہ مجھے یاد آتا ہے کہ میں نے بچپن میں چیونٹی کو مٹی میں دفن کیا تھا۔ اگر اس سبب سے دیوار میں داخل کیا جائے تو ممکن ہے۔ کہتے ہیں کہ ایسا ہی کیا گیا۔ (شیخ حسن عادی) کو دیوار میں چن دیا گیا۔ اُس درویش نے کہا اس طرح بیان کیا جاتا ہے (کہ) چڑیا کی قسم کا ایک جانور بھاگ کر دیوار کے سوراخ میں گھس گیا تھا۔ (شیخ حسن عادی) نے جا کر اُس سوراخ میں مٹی کا لیپ کر دیا۔ اور سلام ہو۔

سورۂ یٰسین کا ختم

پیر کے دن ۶ ماہ صفر ۷۲۸ھ کو فرمایا سورۂ یٰسین کا ختم بعد نماز فجر آیا ہے۔ اور صوفیوں کا طریقہ ہے کہ نماز فجر کے بعد سورۂ یٰسین کا

است و رسم صوفیان است. که بعد از نماز بامداد ختم سورهٔ یسین بکنند. حیدر درویش که بعد از صلاح الدین آمده بود. او هم بعد از نماز بامداد با یاران نشستی و یسین دور بخواندی. چنانچه رسم صوفیان است که بعد از نماز دیگر انّا فتحْنا دور می خوانند باید که بعد از نماز بامداد نیز یسین دور بخوانند. یاری بود. گفت در خانقاهها همه همچنیں دور می خوانند. پس بعد از نماز بامداد گفتند ما نیز هچناں بکنیم. بعد ازاں بدور خواندن آغاز کردند. و یارانی که حاضر بودند بخواندند.

بعد ازاں فرمودند که بعد از خواندن مسبعات عشر باید که ختم یسین کنند. هر که خواهد که بزرگ باشد و بزرگ شود. و بمرتبهٔ بزرگاں برسد باید که در روشی که ایشاں بوده اند. بداں روش برود و براں قدم که ایشاں بوده اند بباشد.

ختم کیا کرتے ہیں۔ حیدر درویش صلاح الدین کے بعد آئے تھے۔ وہ بھی بعد نماز فجر دوستوں کے ساتھ بیٹھ جاتے تھے۔ اور (سورۃ) یٰسین کا دور کرتے تھے۔ جیسے کہ صوفیوں کا طریقہ ہے کہ وہ عصر کی نماز کے بعد انا فتحنا کا دور کرتے ہیں۔ بعد نماز فجر یٰسین کا دور بھی کرنا چاہیے۔ ایک مرید تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ تمام خانقاہوں میں اسی طرح دور کیا جاتا ہے۔ پس فجر کی نماز کے بعد فرمایا ہم بھی ویسا ہی کریں گے۔ اس کے بعد دور کرنا شروع کر دیا۔ وہ مرید جو موجود تھے اُن سب نے دور کیا۔

مُسبعات عشر

پھر فرمایا کہ مُسبعات عشر[1] پڑھنے کے بعد ختم یٰسین کرنا چاہیے۔ جس کو بزرگ بننا اور بزرگ رہنا اور بزرگوں کے مرتبہ پر پہنچنے کی خواہش ہو اسے چاہیے کہ (اللہ والے) جس طریقہ پر چلے ہیں اس طریقہ پر چلے۔ اور جس قدم پر کہ وہ رہے ہیں وہ (بھی) رہے۔

---

[1] روزانہ بعد نماز فجر سورج نکلنے سے پہلے اور بعد نماز عصر سورج غروب ہونے سے پہلے مسبعات عشر اس ترتیب سے پڑھی جائیں۔ اَلْحَمْدُ شریف سات بار، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس سات بار، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَق سات بار، قُلْ هُوَ اللّٰهُ سات بار، قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْن سات بار، آيةُ الْكُرْسِى سات بار، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ سات بار، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الْحَسَبِ الْعَالِي الْقَدْرِ الْعَظِيْمِ الْجَاهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ سات بار، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ اِنَّكَ قَرِيْبٌ مُجِيْبُ الدَّعَوَاتِ يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ سات بار اَللّٰهُمَّ افْعَلْ بِيْ وَبِهِمْ عَاجِلًا وَّاٰجِلًا فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مَا اَنْتَ لَهٗ اَهْلٌ وَلَا تَفْعَلْ بِنَا يَا مَوْلَانَا مَا نَحْنُ لَهٗ اَهْلٌ اِنَّكَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ جَوَادٌ كَرِيْمٌ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ سات بار ہر سورت اور آیۃ الکرسی کو بسم اللہ کے ساتھ پڑھیں۔ ناغہ نہ کریں۔ (از مجموعہ وظائف صفحہ ۲۴۰)

از شیخ علی حداد شنیدم علیه الرّحمه که شیخ خضر پاره دوز رحمته اللّٰه علیه سخت مردی بزرگوار بود. با ستقت او بامداد پگاه بر خاستی و قدر آرد بستدی و جوالهٔ چند بساحتی و بتیر نان راست کردی. و رشته ببریدی. و بدست خود پختی. چند کاسه ازان اشام و چند نان بامداد پگاه پیش درویشان آوردی. تا آنگاه که نان دیگر برسیدی شمارا نیز همچنان باید کرد. خدای تعالی چون فضل کرده است و ملکی داده است. بگو تابرای یارانی که در مقام می باشند. اینچنین آشام بکنند. و برائی ایشان بیارند. که تا آنگه نانی دیگر برسد. یاری آنرا بخورند که این رشته را هم در عرب ستوده اند.

شیخ نظام الدین علیه الرّحمه یکی گلیمی بزرگ داشت کشمیری، درزمستان هر که برو بیامدی. از مهمانان و درویشان، شب بکشیدی آن گلیم بدیشان دادی. تا بپوشیدندی. بامداد باز گرد آوردندی. تو همچنان بکن، چند سری را بگو تا پشم بریسند و گلیمی بزرگ بباقان خواهی از پسم شتر باش، گو باید که نرم باشد. هر گه که یاران و درویشان همچنین بیایند باید کشید ایشان را دهید تا بپوسند. چند گردون هیزم پهوگ هم بگو تا درین زمستان بیارند و بنهند. هر گاه چنین سرماء سخت باشد. حالی آتشی بکنید تا یاران گرم باشند بکنید گفته اند · فَاكِهَـةُ الشِّتاءِ مَقْلُوْبُ الشِّتَاءِ.

شیخ خضر پارہ دوز

میں نے شیخ علی حداد علیہ الرحمہ سے سنا ہے کہ شیخ خضر پارہ دوز رحمۃ اللہ علیہ زبردست بزرگ شخص تھے۔ وہ (مخلوق خدا سے) اپنی ہمدردی کی وجہ سے صبح سویرے اٹھتے اور تھوڑا آٹا گوندھ کر چند ٹکڑے بنا کر توے پر روٹی درست کر کے سویاں تیار کرتے اور اپنے ہاتھ سے پکاتے۔ اور صبح کے وقت کی خوراک کے چند پیالے اور کچھ روٹیاں درویشوں کے سامنے پیش کر دیتے۔ تا وقتیکہ دوسری روٹی پہنچ جاتی۔ تمہیں بھی ایسا ہی کرنا چاہیے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا ہے اور سہارا دیا ہے (تو) وہ مرید جو قیام کرتے ہیں ان کے لئے اسی قسم کا کھانا تیار کرنے کے لئے کہو۔ اس لئے کہ جب تک دوسری روٹی پہنچے گی۔ وہ ایک بار کھا چکے ہوں گے۔ چنانچہ ان سویوں کو عرب میں بھی پسند کیا گیا ہے۔

شیخ نظام الدین اولیاء

شیخ نظام الدین علیہ الرحمہ[1] کے پاس ایک بڑا کشمیری کمبل تھا۔ درویشوں اور مہمانوں میں سے جو شخص سردی میں اُن کے پاس آتا تھا۔ وہ کمبل رات میں کھول کر اُسے اوڑھنے کے لئے دے دیا جاتا تھا۔ صبح کے وقت پھر سمیٹ لیا جاتا تھا۔ تم بھی ایسا ہی کرو۔ چند آدمیوں کو اون کاتنے کے لئے کہو۔ اور ایک بڑا کمبل بُننے والوں سے (تیار کراؤ) خواہ وہ اونٹ کی اُون سے بُنا ہوا ہو۔ کہہ دو کہ نرم ہونا چاہیے۔ جس وقت کہ درویش اور مرید اسی طرح آئیں۔ انہیں کمبل کھول کر اوڑھنے کے لئے دیدو۔ چند گاڑی پھوگ کی لکڑی کے لئے بھی کہو۔ کہ وہ اس موسم سرما میں لاکر رکھدی جائیں۔ جب ایسی سخت سردی ہو تو مریدوں کے تاپنے کے لئے آگ فوراً تیار کرو کیونکہ کہا گیا ہے: فَاكِهَةُ الشِّتَاءِ مَقْلُوبُ الشِّتَاءِ (سردی کا میوہ سردی کا پلٹ ہے)

---

[1] سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء دہلوی قدس سرہٗ

شیخ بزرگ فرموده خاصه:

جهان را جهان دیده اند رهبران
کسی کو چنان دیده شد رهبران

بحق راه حق نیست دانسته ام
جزآن راه حق نیست دانسته ام

درویشی را عزیز باید داشت. درویشی را عزیز باید داشت. درویشی را خوار نباید داشت. درویشی را خوار نباید داشت. کسی که درویش نیست از عزت درویشی کی داند. او خود را درویش می گویاند. و دعوی درویشی می کند. کی درویش باشد. و درویش بداند که چیست. او درویشی را چگونه گذارد.

کتابی آورده ام نیک غریب است. دویست وسی سال باشد که اورا نبشته اند. بعد ازیں چندیں گاه خدائی تعالی ایں کتاب روزی کرده است. می باید نوشت که نیک کهنه شده است. غالب ظن آنست که تصنیف بصاحب روح است. یا ازاں پسر او. اینچنیں مرداں بوده اند. که اینچیں سخناں گفته اند.

آں کتاب که شاعر جمع کرده است. از زبان شیخ نظام الدین بدیں سخناں چه ماند. دوازده هزار تنگه صرف

خاصہ بڑے پیر (سلطان التارکین) نے فرمایا ہے

جہان را جہان دیدہ اند رہبران　　　کسی کہ جہان دیدہ ہست رہبران

(رہبروں نے دنیا کو دنیا (ہی) دیکھا ہے۔ جس شخص نے اسطرح جانا ہے وہ رہبر ہے۔)

بحق راہ حق نیست دانستہ ام　　　جز این راہ حق نیست دانستہ ام

(خدا کی قسم راہ حق نہیں ہے میں سمجھ چکا ہوں۔ اس کے علاوہ راہ حق نہیں ہے میں نے جان لیا ہے۔)

دُرویشی دُرویشی کو عزیز رکھنا چاہیے۔ درویشی کو خوار نہیں جاننا چاہیے۔ جو شخص کہ درویش نہیں ہے وہ درویشی کی عزت کب جانے گا؟ وہ خود درویش بناتا ہے اور درویشی کا دعویٰ کرتا ہے۔ پس جو شخص کہ درویش ہوگا اور درویشی سے واقف ہوگا۔ (درویشی) کیا ہے؟ وہ درویشی کو کیسے چھوڑ سکتا ہے؟

نایاب کتاب میں ایک عمدہ، نایاب کتاب لایا ہوں۔ اسے لکھے ہوئے دو سو تیس سال ہو چکے ہیں۔ اتنی مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب عطا فرمائی ہے۔ لکھ لینی چاہیے کیونکہ کافی پرانی ہے۔ غالب گمان یہ ہے کہ یہ صاحب روح کی تصنیف ہے۔ یا اُن کے صاحبزادہ کی۔ ایسے اللہ والے تھے کہ جنہوں نے ایسی باتیں فرمائی ہیں۔

فوائد الفواد وہ کتاب [1] جو شاعر نے شیخ نظام الدین (اولیاء) کی زبان (مبارک) سے سنکر جمع کی ہے۔ اس میں کیا باتیں باقی رہیں؟ (سب کچھ بیان کر دیا گیا) میں نے بارہ ہزار تنگہ (سکے) خرچ کئے ہیں اسوقت یہ کتاب حاصل ہوئی ہے۔ ورنہ

---

[1] اغلب یہ ہے کہ یہاں حضرت امیر حسن علا سنجری مرید و خلیفہ حضرت شیخ نظام الدین دہلوی کی تالیف فوائد الفواد مراد ہے۔ جسمیں انہوں نے اپنے شیخ کے ملفوظات جمع فرمائے ہیں۔ پیر محمد علی ہاشمی

کردہ ام آنگاہ ایں کتاب بدست آمدہ است و گرنہ مردم کجا یا بد اینچنیں کتاب را.

مردی بخدمت پیغامبرصلی اللّٰہ علیہ وسلم گفت. یا رسول اللّٰہ! من ترا دوست می دارم. پیغمبر گفت صلی اللّٰہ علیہ وسلم اعدّالبلاء جلْبا با گفت بلاء را ساختہ باش، پس ھمچناں کرد. پس ھمچنیں اگر دوستی خواجہ، عین ما را دوستی نبودی. او ھم بدیں بلا مبتلا نشدی. بی گمان و بی خواست.

کاھی کہ مُغتر کردۂ حیوان است. آنرا ھم بی منفعت نگذاشتہ است. تا ادمی بداند کہ ھیچ ذرہ از رحمت او خالی نیست.

در حدیث مصطفیٰ کاربکر دیم کہ پیغمبرصلی اللّٰہ علیہ وسلم گفتہ است. ھر گاہ یکی از شما در سفری برود. حاجتی کہ دارد روا شود. باید کہ ازاں سفر باز گردد. ما ھمچناں نکردیم آنگہ چنیں شدہ است. ان الحمد للّٰہ!

تو نیکو کردی سیدی اگر ما کاھلی کردیم. کہ یاراں را نخواندیم. تو نانی کردی و یاراں و دوستاں را بخواندی تا نان بخورند. و از مشاھدۂ دوستاں راحت ھا حاصل شود. و برائی مزید جمیعت سیدی فاتحہ و اخلاص خوانیم. مدار کار بر گرسنگی است. اگر درویش بر گرسنگی صبر تواند کرد.

لوگ ایسی کتاب کہاں سے حاصل کر سکتے ہیں؟

مصیبت ایک صاحب نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ! مجھے آپ سے محبت ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ایسا ہے تو جلدی فرمایا مصیبت سے موافقت کرلو۔ آخر کار انہوں نے یہ بات مان لی۔ (یعنی حضور کے حکم پر عمل کیا) پس اسی طرح اگر خواجہ (عالم صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت ہم سے حقیقی محبت نہیں ہوتی۔ بے گمان و بے چاہت آپ بھی اس آزمائش میں مبتلا نہ ہوتے۔

رحمتِ الٰہی وہ گھاس جو حیوان کے لئے بارش کے پانی سے پیدا کی جاتی ہے۔ وہ بھی بغیر فائدہ نہیں چھوڑی گئی ہے۔ تاکہ آدمی جان لے کہ (اللہ تعالیٰ کی) رحمت سے کوئی خالی نہیں ہے۔

سفر سے واپسی ہم نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل نہیں کیا۔ اس لئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کبھی تم میں سے کوئی سفر میں جائے۔ اور جس ضرورت کے لئے جائے وہ پوری ہو جائے تو اسے سفر سے جلد واپس آجانا چاہیے۔ ہم نے ایسا نہیں کیا تب اس طرح ہوا ہے۔ یہ کہ تمام تعریفیں اللہ (تعالیٰ) کے لئے ہیں۔

بھوک سیدی (میرے سید) تم نے کھانا تیار کرایا اور مریدوں اور دوستوں کو کھانا کھانے کے لئے بلوایا۔ اچھا کیا۔ اگرچہ ہم نے کاہلی کی کہ مریدوں کو نہیں بلوایا۔ اور دوستوں کو دیکھنے سے سکون حاصل ہوتا ہے۔ اور مزید جمعیت (خاطر) کے لئے فاتحہ اور اخلاص پڑھیں۔ کام کا انحصار بھوک پر ہے۔ اگر درویش بھوک پر صبر کر سکتا ہے

بر زحمت های دیگر نیز نتواند که صبر بکند. و اگر طاقت گرسنگی کشیدن ندارد. بر کار هائی دیگر نیز تواں دانست که صبرش نتواں بود.

سهیل عبدالله ستری رحمته الله علیه در مجلس خود بسیار ذکر گرسنگی کردی. گفتند شیخ چندیں ذکر فقر و فاقه و گرسنگی چه می کنی. گفت اگر فرعون روزی گرسنه بودی. و طعام نرسیدی هر گز نگفتی انا ربکم الاعلی و هر گز ایں طغیان و عصیان نیا وردی.

و فرمود شیخ بزرگ قدس الله روحة العزیز فرموده است. خاصه:

روبه بودن براه ما شیری داں
شیری کردن چو روبه ها زیری داں
امروز زر و مال بشیری کشدت
فردا تو بلائی خویش زسیری داں

و در کلمات بخط والدعلیه الرّحمه هم جائی دیده ام که نبشته است که درویش همه راحت دارد مگر زحمت، و تونگر همه زحمت دارد و یک راحت، گفتند زحمت درویش

(تو) دوسری مصیبتوں پر بھی صبر کر سکے گا۔ اور جو [illegible] وقت [illegible]
جاسکتا ہے کہ وہ دوسرے کاموں پر بھی صبر نہیں کر سکتا۔

سہیل عبداللہ تستری سہیل عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ [illegible] بھوک کا ذکر فرماتے تھے۔ عرض کیا گیا کہ آپ [illegible]
بھوک کا اتنا ذکر کیوں فرماتے ہیں؟ فرمایا اگر فرعون [illegible]
پہنچتا تو انا ربکم الاعلیٰ کبھی نہیں کہتا۔ اور [illegible] نافرمانی پر [illegible] نہیں رہتا۔

خاصہ اور فرمایا شیخ بزرگ (سلطان التارکین) قدس اللہ روحہ [illegible]

روبہ بودن براہ ما شیری داں   شیری کردن [illegible]
(جان [illegible] ہمارے راستہ میں لومڑی ہونا شیر بننا ہے۔ اور بہادری کرنا [illegible])

امروز زر و مال بشیری کشدت   فردا [illegible]
(آج تم سورمائی سے مال ودولت حاصل کرلو گے (قیامت [illegible]) کی [illegible])

آرام ہی آرام اور میں نے والد (حضرت عزیز الاولیاء) علیہ الرحمہ کے
ملفوظات میں کسی جگہ آپ کے قلم سے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ درویش
کے لئے ایک تکلیف کے سوا آرام ہی آرام ہے۔ اور مالدار کے لئے ایک آرام کے علاوہ

---

[1] حضرت سہیل عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ صوفیائے کرام میں ایک ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ مجتہد عالم تھے۔ اور مشائخ علماء میں اپنے زمانہ کے امام ومفسر تھے۔ حضرت خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ شروع حال میں اپنے ماموں حضرت خواجہ احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تربیت حاصل کی تھی۔ حضرت سہیل جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے روزہ دار تھے۔ اور جس دن اس دنیا سے تشریف لے گئے اُس دن بھی روزہ دار تھے۔

جیست؟ و راحت تونگر چه؟ گفت زحمت درویش گرسنگی شکم است و دیگر همه راحت دارد. و راحت تونگر شکم سیری است دیگر همه زحمت دارد. تا بقوت آں شکم سیر عمه زحمت هائی دنیا می کشد.

خلف ایوب بزرگواری بود. بادشاه آں روزگار هر چند که خواسد تا اورا ببیند. ایں بزرگ اصلا اورا بار نمی داد تاوقتی خلف ایوب در راهی می رفت و خلیفه هم دراں راه پیس آمد. خواست تا فرود آید. و دست خلف ایوب بگیرد. دست برروئی نهاد و روئی سوئی دیوار گردانید. اصلا روئی خلیفه ندید. بعد ازاں خلیفه دست بالا کرد و گفت خدایا اگر بگریختن از ما بتو تترب می نماید. مادر آو دخن باُو بتو نزدیکی می طلبم. و اگر اورا بدیں بخواهی آمرزید. ما را نیز بیا مرزی، ایں بگفت و بگذشت، اینچنیں عارفاں بودند که باری می دانستند ومی شناختند که ایشاں را چه می باید کرد. و ایں ساعت شیخاں و عالماں بردر ملوکاں و بادشاهاں می روند. وخوارمی شوند. که اصلا بار نمی یابند.

و فرمودچیزی خوانده می شود. و در کار باید بود. که از عائشه رضی اللّٰه عنها می آرند که گفتی هرگز من پیغمبر صلی اللّٰه علیه وسلم را بیکار ندیدم. یا نماز گذاردی یا کار هائی دیگر که پیغمبر را بود. دراں مشغول بودی. و چوں ازاں

تکلیف ہی تکلیف ہے۔ غرض یہ کہ درویش کی تکلیف بیان کی اور ... کے لئے پیٹ کی بھوک تکلیف ہے اور ... رحمت۔ اور ... کی ... ہی ہے۔ سب تکلیف ہے کہ وہ شکم سیری کی طاقت سے ... تو شخص برداشت کرتا ہے۔

خلف بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ

خلف[1] (بن) ایوب ایک بزرگ شخص تھے۔ ان کے زمانہ کے بادشاہ[2] نے ان کی زیارت کا ارادہ کیا لیکن ان بزرگ نے اُسے بالکل موقع نہیں دیا۔ یہاں تک کہ ایک بار خلف ایوب ایک راستے سے گذر رہے تھے۔ اور خلیفہ بھی اُس راستہ میں سامنے آگیا۔ اس نے (سواری) سے نیچے آکر خلف ایوب کے ہاتھوں کو چومنا چاہا۔ خلف ایوب نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے پر رکھا اور دیوار کی طرف منہ کر لیا۔ اس کے بعد خلیفہ نے ہاتھ بلند کئے۔ اور کہا اے اللہ اگر ہم سے بھاگنے میں تیرا تقرب حاصل ہوتا ہے۔ ہم اس سے ملنے میں تیری نزدیکی طلب کرتے ہیں۔ اور اگر تو ان کو اس سبب سے بخشے گا ہمیں[3] بھی بخش دینا۔ یہ کہا اور آگے بڑھ گیا۔ ایسے اللہ والے تھے کہ وہ ایک بار جان لیتے تھے اور پہچان لیتے تھے کہ انہیں کیا کرنا چاہیئے۔ اور اس زمانہ میں مشائخ و علماء عالموں اور بادشاہوں کے دروازوں پر جاتے ہیں اور ذلیل ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ (واقعہ) کی بالکل جڑت نہیں پاتے ہیں۔

بیکار نہیں رہنا چاہیئے

اور فرمایا کہ ہمیشہ پڑھتے رہنا چاہیئے۔ اور کام میں لگے رہنا چاہیئے۔ اس لئے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ فرماتی تھیں کہ میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بیکار نہیں دیکھا۔ یا نماز ادا فرماتے یا وہ دوسرے کام جو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تھے اُن میں مشغول رہتے۔ اور جب ان

---

۱ خلف بن ایوب بلخی رحمۃ اللہ علیہ امام زفر و امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کے اصحاب میں سے تھے، فقیہ، محدث، عابد، زاہد صالح تھے۔ آپ کی وفات ۲۱۵ھ میں ہوئی۔ (حدائق الحنفیہ صفحہ ۱۶۸، بشکریہ مولوی محمد عمر شیرانی صاحب

۲ داؤد ۳ داؤد کی وفات کے بعد لوگوں نے اُسے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا، اُس نے جواب دیا کہ میری اُس دعاء کی وجہ سے جو میں نے کی تھی، خدا نے مجھے بخش دیا۔ حوالہ مذکور

فارغ شدی۔ و درخانه امدی هم بیکار نبودی۔ بندی که از نعلین گسسته بودی۔ ان را وصل کردی و با پیوندی۔ و مصلیٰ بد وختی با جاروب زدی۔ البته بیکار نبودی۔ همچنین آدمی را باید که بهیچ وقتی بیکار نباشد۔

قرآن یاد کردن مهمی اهم است۔ دریک مصحف با حمایل باید خواند۔ تا نقش در دل بماند۔ امام غزالی رحمته اللّٰه علیه در رساله خود اورده است۔ جائیکه اگر یکی هزار بار قران بی دل می خواند۔ هرگز یاد نماند۔ و اگر با دل می خواند۔ اگر اند کی باشد خواندن او در حال یاد شود۔ پس جهد باید کرد۔ و در یاد کردن قران کاهلی نباید کرد۔

سخت زمانه مکدر و تیره امده است۔ که آدمی را کراء زیستن هم نمی ارزد و از خواجه احمد کاکی وقتی دریں مسجد نشسته بودیم۔ می پرسم که خواجه احمد چگونه می بیند همچنیں زمانه را، گفت باللّٰه مولانا زمانه چناں تباه شده است که کراء زیستن هم یاد نمی کند۔ دراں روزگار آنچناں بزرگواری این گفته بود۔ ایں ساعت در چنیں وقت آدمی راحت طلبد و راحت کجا باید۔

اَلْإِسْلَامُ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُوْدُ كَمَابَدَأَ پیغمبر گفت علیه السلام باهیچ یکی نگفتم که مرا چنیں کاری در پیش است۔ و مرا برائی چنیں کار فرستاده اند۔ که مگر اندیشه در دل او

(کاموں) سے فارغ ہوتے اور گھر میں تشریف لاتے سوقت بھی بیکار نہیں رہتے۔ نعلین
(جوتوں) کے جو بند ٹوٹ جاتے اُن کو جوڑتے پیوند لگاتے ورنہ سیتے یا صاف کرتے
لیکن بیکار نہیں رہتے تھے۔ اسی طرح آدمی کو چاہیے کہ وہ کسی وقت بیکار نہ رہے۔

قرآن مجید قرآن مجید یاد کرنا بڑا اہم کام ہے۔ ایک قرآن (مجید) یا ایک حمائل شریف میں پڑھنا چاہیے۔ تاکہ دل میں نقش رہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی جگہ سے بغیر توجہ کے ہزار بار قرآن (پاک) پڑھے گا، ہرگز یاد نہیں رہے گا۔ اور اگر دل لگا کر پڑھے گا۔ اور (چاہے) تھوڑا ہو اس کے پڑھنے سے فوراً یاد ہو جائے گا۔ پس کوشش کرنی چاہیے۔ اور قرآن (پاک) یاد کرنے میں سستی نہیں کرنی چاہیے۔

زمانہ زمانہ ایسا سخت کدورت آمیز اور تاریک آیا ہے کہ آدمی کو کرایہ پر جینا بھی لائق نہیں ہے۔ اور ایک بار ہم اس مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے خواجہ احمد کاکی سے پوچھا کہ خواجہ احمد ایسے زمانہ کے لئے آپ کا کیا خیال ہے۔ انہوں نے جواب دیا خدا کی قسم مولانا زمانہ ایسا برباد ہو گیا ہے۔ کہ کوئی کرایہ سے جینا بھی یاد نہیں کرتا ہے۔ اُس زمانہ میں ایسے بزرگ نے یہ فرمایا تھا۔ اسوقت اس زمانہ میں آدمی آرام طلب کرتا ہے اور کہاں آرام پاتا ہے؟

اسلام اَلْإِسْلَامُ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُوْدُ كَمَابَدَأَ (اسلام ایک اجنبی کی طرح شروع ہوا تھا۔ اور آخر میں اجنبی ہی ہو جائے گا۔) پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے جس کسی شخص سے کہا کہ مجھے یہ کام درپیش ہے۔ اور مجھے ایسے کام کے لئے بھیجا گیا

دیدم. مگر ابو بکر صدیق که چون او را گفتم، گفت امنّا وصدقنا آنچه تو میگوئی همه راست است. یعنی آن اسلام غریب بود. که یاران گران اندک بوده اند. و آخر هم غریب شود. چون بزرگان اسلام اندک شد. و کسی را غم مسلمانی نباشد.

از جنید بغدادی می آرند که گفت من حنبل رسانیدند. که از امیر المومنین علی رضی اللّٰه عنه منقول است که گفته است. العُزْلة مفارقة الاحباب من مدتی در این اندیشه بودم که این سخن چه باشد. آنگه که یاران رفتند و من بی ایشان بماندم دانستم که غریبی تنهائی از یاران است.

درین وقت کتابی دیده ام یک کلمه و آن خوش قولی است القناعة انْ تطلُبَ رزْقک من الله گفت قناعت آنست که آدمی روزی خویش از خدای طلبد، پس او هیچ کس را درمیان نیار دو نبیند.

و در وصایائی که امیر المومنین علی امیر المومنین حسن را کرده است رضی اللّٰه عنهما دران وصیت این فرموده است. که یَابُنیَّ اِنْ اسْتطعْت انْ لَا تجعلَ بَیْنک وَبیْن اللّٰه ذانعْمَةٍ فافْعَلْ گفت ای حسن اگر بتوانی که میان خود و میان خدا ذوالنعمتی را درمیان نیاری و نه بینی بر تو بادا که نیاری و نه بینی. اگر چه آنچه او خواهد داد او هم دادهٔ خدائی است. امّا باید که از هیچ کس چیزی قبول نکنی.

ہے۔ مگر میں نے اُس کے دل میں اندیشہ دیکھا لیکن جب ابوبکر صدیق نے نے سے
اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہا۔ جو کچھ آپ فرما رہے ہیں سب سچ ہے۔ ... تھے۔
کیونکہ بڑے مددگار تھوڑے تھے۔ اور آخر میں جتنی ہو جائے ...
مددگار تم ہو جائیں گے اور کسی کو اسلام کی فکر نہیں ہوئی۔

غربت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ بات پہنچائی گئی ہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے اَلْغُرْبَةُ مُفَارَقَةُ الْاَحْبَاب (غریبی دوستوں سے جدا ہونا ہے۔) میں ایک عرصہ تک اس پر غور کرتا رہا کہ یہ کیا بات ہے۔ جس وقت کہ دوست دور ہوئے اور میں اس سے غریب رہ گیا۔ میں نے سمجھ لیا کہ غریبی دوستوں سے جدا ہونا ہے۔

قناعت میں نے اس وقت ایک کتاب میں ایک بات دیکھی ہے اور وہ اچھی بات ہے کہ اَلْقَناعَةُ اَنْ تَطْلُبَ رِزْقَکَ مِنَ اللّٰہِ (قناعت یہ ہے کہ آدمی اپنا رزق اللہ تعالیٰ سے طلب کرے۔ پس دونہ کسی شخص کو درمیان لائے نہ (درمیان) سمجھے۔)

وصیتیں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ کو جو وصیتیں کی ہیں ان میں سے ایک وصیت یہ فرمائی ہے کہ یَابُنَیَّ اِنْ اسْتَطَعْتَ اَنْ لَا تَجْعَلَ بَیْنَکَ وَبَیْنَ اللّٰہِ ذَانِعْمَةٍ فَافْعَلْ فرمایا اے میرے بیٹے اگر تم اپنے اور خدا کے درمیان کسی دوسرے مال و دولت والے کو نہیں لا سکتے ہو اور نہ (درمیان) سمجھ سکتے ہو تو تم ہرگز بیچ میں نہ لاؤ اور نہ ہی (بیچ) میں سمجھو۔ اگر چہ مالدار جو کچھ دے گا وہ بھی اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ لیکن تم کو کسی سے کوئی چیز قبول نہیں کرنی چاہیے۔

بایزیدرا پرسیدند قدس اللّه روحهٗ مِنْ اَیْنَ اکلْت روزی از کجا می‌خوای گفت سُبحان اللّه! خدائی که ده هزار و بست هزار درم را اسپ میراند. تا روزی سگان شود. و سگان ازان بخورند. بایزید را بی روزی چگونه ضائع گذارد. دم زدن را مجال نیست و چیزی نمی توان گفت.

مردی وقتی مناجات کرد. گفت بار خدایا بهر چه حکم کردهٔ من از تو راضی ام. باید که تو نیز از من راضی باشی. خطاب امد که ای بنده دروغ گوئی. اگر تو از من راضی بودی. هرگز رضاء من نخواستی. یعنی اگر بحکم من راضی بدی. ترا برضا و غیر رضا چه کار بودی.

قاضی القضات شریح که قاضی بغداد بود. او را پرسیدند کَیْفَ اَصْبَحْتَ قال اَصْبَحْتُ وَیَنْظُرُ النَّاسُ عَلَیَّ غَضْبَانٌ از یکی که می ستانم دشمن و بدیگری که می دهم دوست. در خرابات پیر کجا می گنجد. سلیمان قرامی گفت مرا پدر داد نمی باید. خدا داد می باید.

وقتی من و عمر حمال آمده بودیم اینجا و برائی خانقاه جائی گرفته و سنگها نهاده و نشانی کرده. حق تعالی مبارک

بایزید قدس اللہ روحہٗ

بایزید قدس اللہ روحہٗ سے پوچھا گیا مِنْ اَیْنَ اَکَلْتَ آپ روزی کہاں سے طلب کرتے ہیں۔ فرمایا، سُبحان اللہ! وہ خدا جو دس ہزار اور بیس ہزار درہم کے گھوڑوں کو مارتا ہے تاکہ کتوں کی خوراک ہو جائے اور کتے اُسے کھائیں۔ وہ بایزید کو بغیر روزی کیسے ضائع فرمائے گا۔ دم مارنے کی مجال نہیں ہے۔ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

رضاءِ الٰہی

ایک شخص نے ایک بار اللہ تعالیٰ سے دُعاء کی، اے اللہ! تو نے جو کچھ حکم کیا ہے میں (اُس پر) تجھ سے راضی ہوں۔ تجھے بھی مجھ سے راضی رہنا چاہیئے۔ خطاب آیا کہ اے بندہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ اگر تو مجھ سے راضی ہوتا تو کبھی میری رضا نہیں چاہتا، یعنی اگر تو میرے حکم پر راضی رہتا تجھے رضا اور غیر رضا سے کیا کام ہوتا۔

قاضی القضات

قاضی القضات شُریح جو بغداد کے قاضی تھے، اُن سے دریافت کیا گیا کَیْفَ اَصْبَحْتَ (آپ نے کس حال میں صبح کی) فرمایا، اَصْبَحْتُ وَيَنْظُرُ النَّاسُ عَلَيَّ غَضْبَانُ (میری اس حال میں صبح ہوئی کہ لوگ مجھے غصہ سے دیکھ رہے ہیں) وہ ایک شخص جس سے میں لیتا ہوں دشمن (بن جاتا ہے) اور دوسرا شخص جسے میں دیتا ہوں وہ دوست ہو جاتا ہے۔ شراب خانہ میں پیر کہاں سما سکتا ہے۔ سلیمانِ قرا (مہمانی کرنے والے) کہتے تھے مجھے پدرداد (باپ کا دیا ہوا) نہیں چاہیئے۔ خداداد (خدا کا دیا ہوا) چاہیئے۔

پھاگلی شریف[1]

ایک بار میں اور عمر حال یہاں (پھاگلی) آئے تھے۔ اور خانقاہ کے لئے جگہ لیکر پتھر رکھا اور نشانی کی تھی۔ حق تعالیٰ مبارک فرمائے۔ ہم

[1] پھاگلی شریف تاگور شریف سے ۷ کلومیٹر ڈیڈواڑہ روڈ پر ہے۔ پیر محمد علی

گرداند. فاتحه و اخلاص خوانیم. بر آمد کار ها را بگو حالی کلبه دارند. و چهپری بیندازند. و آبی بنهند تا آننده و شونده. آبی بخورد. باری ثواب باشد. تا آنکه دیگر عمارت سود. شاید که حق تعالی والی را یا کسی را پیدا آرد که عمارتی و مقامی برائی درویشان بکند بدهد.

این سواد یکه ناگور دارد هیچ شهری این سواد ندارد. دهلی هم ندارد و اجمیر هم ندارد. کسی قدر ناگور چه داند که چه چیز است. در ناگور همین مسجد پهاگلی چه مسجدی حاجت روانی است. کسی چه داند؟ که درین مسجد چه حاجتها روامی شوند. می گویند که قدم خواجه خضر صلوت اللّه علیه رسیده است درین مسجد. نیکو گردید. نذری که بوده است. دوگانه گذاردیم و نذر بو فارسانیدیم. اَظْلَمُ الْاَشْیَاءِ دَارُالْحَبِیْبِ بِلَا حَبِیْبٍ.

شیخ منهاج گفتی علیه الرّحمه که پیر ما، مارا این نصیحت کرده است که بر شما بادا که بعد از نماز دیگر جدید وضو کنید. تا آن وضو معین و یاری شما باشد بر قیام شب. یعنی بعد از نماز خفتن هم اگر ساعتی خواهید که مشغول باشید. توانید بود. پس برویم و فرمان بجا آریم.بنده درمان همه خلق تواند شد. مرد ره آن است که بندهٔ فرمان شود. آنکه دردی می کشد ببونی درمان می کشد. کدام کار ها است که آدمی را مهم است. کردن آن نفس اماره را نگاه داشتن از کار هائی سُو. کدام امر ها است که بجا آورد نیست. آدمی را امر امراء و امر حکماء و عقلاء، در چنین

(سورۃ) فاتحہ اور (سورۃ) اخلاص پڑھیں۔ تعمیری کاموں کے کرنے والوں سے بدلہ ...
چھوپڑا رکھدیں اور چھپر ڈالکر پانی کا انتظام کردیں۔ تاکہ آنے اور جانے والے پانی پئیں۔
جب تک دوسری عمارت تیار ہو ایک ثواب کا کام ہو جائے گا۔ شاید کہ حق تعالیٰ کسی ...
ایسے شخص کو پیدا فرمادے جو درویشوں کے لئے کوئی عمارت اور مکان بنوا کر دیدے۔

سوادِ ناگور

یہ گردونواح جو ناگور میں ہے کسی شہر میں نہیں ہے۔ دہلی میں بھی نہیں ہے۔ اور اجمیر بھی نہیں ہے۔ کوئی ناگور کی قدر کیا جانے کہ کیا چیز ہے؟ ناگور میں بھی بچھ گلی کی مسجد کیا حاجت روا ہے کوئی کیا جانے؟ کہ اس میں کیا کیا حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس مسجد میں خواجہ خضر صلوت اللہ علیہ تشریف لائے ہیں۔ اور اس میں کیا تعجب ہے کہ تشریف بھی لائے ہوں گے۔ اچھا ہوا ہم نے ایک منت مانی تھی۔ دو رکعت نماز ادا کر کے منت کو پورا کیا۔ اَظْلَمُ الْاَشْیَاءِ دَارُالْحَبِیْبِ بلاحبیب (دوست کے بغیر دوست کا گھر تمام چیزوں میں زیادہ تکلیف دہ ہے)

شیخ منہاج کا ارشادگرامی

شیخ منہاج علیہ الرحمہ کہتے تھے کہ ہمارے پیر نے ہمیں یہ نصیحت کی ہے۔ کہ تم پر واضح ہو کہ تم عصر کی نماز کے بعد از سر نو وضو کرو تاکہ وہ وضو قیام شب پر تمہارا یار و مددگار رہے۔ یعنی عشاء کی نماز کے بعد بھی اگر کچھ دیر مشغول رہنا چاہو تو رہ سکتے ہو۔ پس ہم (اس پر) چلیں اور حکم بجا لائیں۔ بندہ تمام لوگوں کے (درد) کا علاج ہو سکتا ہے۔ جو حکم کا بندہ ہے وہی اللہ والا ہے۔ جو کوئی تکلیف اُٹھاتا ہے وہ علاج کی خوشبو کی وجہ سے اُٹھاتا ہے۔ کونسے ایسے کام ہیں جو آدمی کو مشکل ہیں۔ اور جن کا کرنا نفس امارہ کو برے کاموں سے محفوظ رکھنا ہے۔ کونسے ایسے اُمور ہیں جن میں آدمی حکام کے حکم اور حکیموں اور عقلمندوں کے فرمان کی تعمیل نہیں کر سکتا۔

روزگار یار وفادار عزیز شده است. اگر جانی بیابند غنیمت باید شمرد آنرا. خاصه:

بازای دل دیوانه چهامی طلبی
نقشی بصواب در خطامی طلبی
مقصود تو خوش دلی است من می دانم
در دهر چون این نیست کجا می طلبی

قاضی حمیدالدین ناگوری گفتی رحمته اللّٰه علیه که چون من از پیر خود شیخ شمس الدین سمرقندی رحمته اللّٰه علیه باز گشتم وداع کردم. وصیتی طلبیدم که شیخ چه می باید کرد. شیخ فرمود که نظاره و انتظار می باید کرد. چون قدری راه آمدم در خاطر می گذشت که دریغا نپرسیدم تا کی این حسرت دردل من بماند.

از شیخ منهاج الدین رحمته اللّٰه علیه منقول است که او چنین گفتی که چهار خلیفه چهار کار بکردند که بقاء امت شد. ابو بکر اهل اَرِدَّتْ بکُشت. و عمر خراج نهاد. و عثمان قرآن جمع کرد. و علی اهل بغی را فرمود تا بکشند. اگر ایشان رضی اللّٰه عنهم اجمعین همچنین نکردندی. تاقیامت کسی این حکم ندانستی.

ازشیخ منهاج الدین آرند رحمته اللّٰه علیه که گفتی. دانشمندی را ده سال زحمت باید دید. و ریاضت و رنج باید کشید. در طلب علم و خواندن علم تا چنان شود. که زیر دست ده یار خود تواند نشست، و درویش را ده سال زحمت

اس زمانہ میں وفادار دوست کم ہو گئے ہیں۔ اگر کہیں پائے جائیں تو اُن کو غنیمت جاننا چاہیئے۔ خاصہ:

بازای دل دیوانہ چہامی طلبی   نقشی بصواب در حطامی طلبی

(اے دل دیوانہ پھر تو کیا طلب کرتا ہے۔ کیا گناہ میں کوئی نیکی کی صورت تلاش کرتا ہے۔)

مقصود تو خوش دلی است من می دانم   در دھر چوں ایں بیست کجا می طلبی

(میں جانتا ہوں تیرا مقصد خوش دلی ہے۔ جب اس زمانہ میں یہ نہیں ہے تو کیوں تلاش کرتا ہے۔)

نظارہ وانتظار قاضی حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب میں اپنے پیر شیخ شمس الدین سمرقندی رحمتہ اللہ علیہ کی (خدمت) سے لوٹ کر روانہ ہوا۔ (تو) میں نے کوئی وصیت چاہی کہ شیخ (مجھے) کیا کرنا چاہیئے؟ شیخ نے فرمایا کہ نظارہ وانتظار کرنا چاہیئے۔ جب میں تھوڑی دور آیا۔ دل میں خیال آیا کہ افسوس میں نے یہ دریافت نہیں کیا کہ یہ حسرت دل میں کب تک رہے گی۔

چار خلیفہ شیخ منہاج الدین رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ کہتے تھے کہ چار خلیفہ نے چار کام کیئے۔ جن سے اُمت باقی رہی۔ (حضرت) ابو بکر نے مرتدوں کو ختم کیا۔ اور (حضرت) عمر نے خراج مقرر کیا۔ اور (حضرت) عثمان نے قرآن (مقدس) کو جمع کیا۔ اور (حضرت) علی نے باغیوں کو مارنے کا حکم فرمایا۔ اگر یہ (حضرات) رضی اللہ عنہم اجمعین ایسا نہیں کرتے، (تو) قیامت تک کوئی شخص ان حکموں کو نہیں جانتا۔

دس سال شیخ منہاج رحمتہ اللہ علیہ سے یہ بھی روایت ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ ایک عالم کو طلب علم اور حصول علم میں دس سال تکلیف اُٹھانی چاہیئے اور سختی ورنج

باید دید و ریاضت باید کشید و فاقه گرسنگی بر خود اختیار باید کرد. تا چنان شود که زیر دست ده یار خود جائی یابد. آنجا تواند نشست. مرد باید که طاقت گرسنگی تواند آورد. دیگر همه فتنه است.

و فرمود که سلام دو است یکی در آمدن در مجلس دوم وقت بیرون رفتن از مجلس، و این سلام آخرین فاضل تر از سلام اول است.

پیغمبر فرموده است صلی اللّٰه علیه وسلم که مَثَلُ الْمُنَافِقِ فِی الْمَسْجِدِ کَمَثَلِ الطَّیْرِ فِی الْقَفَصِ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ فِی الْمَسْجِدِ کَمَثَلِ السَّمَکِ فِی الْمَاءِ یعنی منافق چوں در مسجد درآید. چناں خواهد که کی از مسجد بیروں رود. چنانکه آں جانوری که در قفص باشد و نخواهد که در قفص باشد. و مومن چوں در مسجددر آید. چنانچه ماهی از آب نخواهد که بیروں آید. مومن نیز همچناں خواهد که اصلا از مسجد بیروں نیاید.

سهیل عبداللّٰه تستری رحمته اللّٰه علیه شبی وقت صبح از خانه بیروں آمده بود. قضارا طائفه دزداں نیزبیروں آمده بودند. برائی دزدی. چوں یکدیگر رسیدند. ایشاں سلام کردند. شیخ گفت صبحکم اللّٰه! یاراں گفتند شیخ اینها کو لائق ایں دعاء اند. که برائی دزدی و فساد بیروں آمده اند. شیخ گفت نیکو دعائی است لائق ایشاں که چوں خدائی

برداشت کرنا چاہیئے تاکہ ایسا ہو جائے کہ دس شاگرد خود ماتحت رہ سکیں۔ اور درویش دس سال تکلیف دیکھنی چاہیئے اور مشقت اُٹھانی چاہیئے۔ اور خود پر فاقہ اور جھوٹ اختیار کرنا چاہیئے۔ تاکہ ایسا ہو جائے کہ خود قائم مقام جگہ پائیں اور وہاں بیٹھ سکیں۔ مرد چاہیے جو بھوکے رہنے کی طاقت رکھ سکتا ہو۔ اور تمام فتنہ ہیں۔

سلام دو ہیں

اور فرمایا سلام دو ہیں۔ ایک مجلس میں داخل ہونے کا اور دوسرا مجلس سے باہر جانے کا۔ اور یہ پچھلا سلام پہلے سلام سے زیادہ فضیلت والا ہے۔

مسجد

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَثَلُ الْمُنَافِقِ فِی الْمَسْجِدِ کَمَثَلِ الطَّیْرِ فِی الْقَفَصِ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ فِی الْمَسْجِدِ کَمَثَلِ السَّمَکِ فِی الْمَاءِ یعنی منافق جیسے ہی مسجد میں داخل ہوتا ہے (تو) یہ چاہتا ہے کہ کب مسجد سے باہر آئے۔ جیسا کہ وہ جانور جو پنجرہ میں رہتا ہے اور نہیں چاہتا ہے کہ پنجرہ میں رہے۔ اور جب مومن مسجد میں داخل ہوتا ہے ایسے رہتا ہے جیسے مچھلی پانی سے باہر آنا نہیں چاہتی ہے۔ مومن بھی یہی چاہتا ہے کہ وہ بالکل مسجد سے باہر نہ آئے۔

صَبَّحَکُمُ اللّٰہُ

سہیل عبداللہ تستری رحمتہ اللہ علیہ ایک رات صبح کے وقت گھر سے باہر آئے۔ اتفاقاً چوروں کا ایک گروہ بھی چوری کرنے کے لئے باہر آیا ہوا تھا۔ جب وہ ایک دوسرے کے پاس پہنچے تو چوروں نے سلام کیا۔ شیخ نے جواب میں فرمایا، صَبَّحَکُمُ اللّٰہُ (اللہ تمہاری صبح بھلائی کے ساتھ کرے) مریدوں نے عرض کیا، شیخ یہ لوگ جو چوری اور فساد کے واسطے باہر آئے ہیں، کیا اس دعاء کے لائق ہیں؟ شیخ نے فرمایا یہ اُن، کے لائق اچھی دعاء ہے۔ کیونکہ جب اللہ (تعالیٰ) ان کے ساتھ ہوگا۔ ان کو

باایشاں باشد. ایشاں را دزدی کردن ندهد.

هیچ مردی بی ترك مردی نشود. شیخ بزرگ رحمته اللّه علیه با چنداں ترك که داشت. از هیچ کس چناں نرنجیدی که باهستی دنیا دعوی درویشی کردی. بدانستی که داند که ازیں چه فتنه در وجود خواهد آمد. آنگه خود همچناں شدی که شیخ فرمودی رحمته اللّه علیه.

تازه در کتابی دیده ام که سکینه چه باشد. اَلسَّکِیْنَۃُ الثِّقَۃُ بِوَعْدِ اللّٰہِ وَالصَّبْرُ عَلیٰ اَمْرِ اللّٰہِ و دریں آیت که اَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤمِنِیْنَ ٥ (پ٢٦،ر١٠،فتح) سکینه آں باشد که بوعدۂ که خدائی تعالیٰ کرده است. بداں بصدق و یقین باشی. و بدانی که آں دعوی البته شدنی است. و بدانچه خدائی تعالیٰ فرموده است صابر باشی. و آنرا بجائی آری. یارانی داریم در عالم غیب که بنفسی عالمی را نیست و هست کنند.

و از ملك المذکرین حسام درویش شنیده ام رحمته اللّه علیه که بالائی منبر ایں بیت بسیار گفتی، بیت:

ای قبله هر که مقبل آید کویت
روئی دل جمله بختیاراں سویت

چوری نہیں کرنے دے گا۔

ترک دینا کوئی شخص بغیر ترک (دنیا) کیے ہوئے اللہ والا نہیں ہوتا ہے۔ بڑے پیر (سلطان التارکین) رحمۃ اللہ علیہ اسقدر تارک دنیا ہونے کے باوجود کسی ایسے شخص سے ناخوش نہیں ہوتے تھے، جو دنیادار ہوتے ہوئے درویشی کا دعویٰ کرتا تھا۔ آپ سمجھتے تھے کہ کون جانتا ہے کہ اس سے کیا فتنہ پیدا ہو جائے گا؟ پھر اپنے آپ اسی طرح ہوتا تھا جو شیخ (سلطان التارکین) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔

سکینہ کیا ہے؟ میں نے ایک کتاب میں تازہ دیکھا ہے کہ سکینہ کیا ہے؟ اَلسَّکِیْنَۃُ الثِّقَۃُ بِوَعْدِ اللّٰہِ وَالصَّبْرُ عَلٰی اَمْرِ اللّٰہِ (سکینہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر اعتقاد رکھنا اور اُس کے حکم پر صبر کرنا ہے) اور اس آیت کے بارے میں کہ اَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ [1] (جس نے نازل فرمایا سکون ایمان والوں کے دلوں میں) سکینہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا ہے۔ اس پر سچائی اور یقین کے ساتھ (قائم) رہے۔ اور یقین کرے کہ وہ وعدہ ضرور پورا ہونے والا ہے۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس پر صابر رہکر عمل کرے۔ عالم غیب میں ہمارے ایسے دوست ہیں جو ایک سانس میں ایک عالم کو معدوم اور موجود کر دیتے ہیں۔

سلطان الواعظین اور میں نے سلطان الواعظین حسام الدین درویش رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ وہ منبر پر اکثر یہ بیت پڑھتے تھے:

ای قبله هر که مقبل آید کویت   رونی دل جمله بختیاراں سویت

(اے قبلہ جو کوئی تیرے گلی کا مقبول ہو جائے، (تو) تمام خوش نصیبوں کی اُمیدیں تجھ سے وابستہ ہو جائیں۔)

---

[1] قرآن حکیم۔ پ ۲۶، سورۂ فتح ترجمہ کاظمی

امــروز کســی کــز تــو بگــر داند رونــی
فــردابــکــدام رولــی بیــنــد ر ویــت

قاضی نظام الدین گفتی علیه الرّحمه که حسام الدین سخنان رنگین می گوید. و من سخنان سنگین می گویم.

و فـرمـود وقتـی رابـعـه در حج رفت. چون وقت احرام و طـواف شد. عـذر زنـان اُفتاد.ازان حال حیران و مضطر ماند. دوان پیش حسن بصری رفت. و حال خود بگفت. حسن گفت ای رابعه زحمت بسیار دیدی، و بمقصود نرسیدی. برو که حج تو امسال گذشت. در پار سال افتاد. رابعه نومید شد. و از درد دل بنالید. گفت الـهی لاَفِیْ بَیْتِیْ اَبْقَیْتَنِیْ وَلَا اِلٰی بَیْتِکَ اَوْصَلْتَنِیْ الـهی چه بـوده اسـت کهٔ نه درخانهٔ من گذاشتی و نه درخانهٔ خـود رسانیدی؟ اگـر اینچنین معاملت کسی دیگری کردی. بـاتـو می گفتمی، چون تو می کنی با که گویم، بعد ازان حسن بـصری رحـمتـه اللّٰه علیه خدائی را عزوجلّ درخواب دید که مـی گفت ای حسن این چه کردی؟ که پرستارك ما را زد رما و از رحـمت مـا نـومیـد کـردی. بـعزت مـا کـه امسال حج تمام حــاجیــان بـدرد دل رابــعــه قبـول کـردم. تـا هیچ امیدواری از رحمت ما نومید نماند.

فـرمود وقتی حسن بصری و عبدالواحد بن زید بزیارت

امروز کسی کز تو بگرداند روئی   فردا کسام روئی ست وت

(آج (اگر) کوئی شخص تجھ سے رُوگردانی کریگا کل (قیامت کے دن) کس منہ سے تیرا دیدار کریگا۔)

قاضی نظام الدین علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ حسام الدین رنگین باتیں کہتے ہیں اور میں سنگین باتیں کرتا ہوں۔

حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا

اور فرمایا کہ ایک بار رابعہ حج کے لئے گئیں۔ جب احرام (باندھنے) اور طواف (کرنے کا) وقت ہوا۔ عورتوں کا عذر پیش آ گیا۔ وہ اس حال سے حیران و پریشان ہو کر دوڑتی ہوئی حسن بصری کے پاس گئیں۔ اور اپنی حالت بیان کی۔ حسن (بصری) نے فرمایا اے رابعہ آپ نے بہت تکلیف اُٹھائی اور مقصد بھی حاصل نہیں ہوا۔ جائیے آپ کا حج اس سال سے گذر کر آئندہ سال پر موقوف ہو گیا۔ رابعہ نا اُمید ہو گئیں اور رنج و غم سے رو کر عرض کیا اِلٰهی لا فِی بَیْتِیْ اَبْقَیْتَنِیْ وَلَا اِلٰی بَیْتِکَ اَوْصَلْتَنِیْ اے اللہ! (یہ) کیا ہوا ہے کہ نہ مجھے تو نے میرے گھر میں چھوڑا اور نہ اپنے گھر میں پہنچایا۔ اگر کوئی دوسرا ایسا معاملہ کرتا تو میں تجھ سے عرض کر دیتی۔ جب تو کرتا ہے تو میں کس سے کہوں؟ اس کے بعد حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے خواب میں اللہ عزوجل کا دیدار کیا، جو فرماتا ہے، اے حسن! تو نے یہ کیا کیا؟ کہ ہماری بندی کو ہمارے دروازے سے اور ہماری رحمت سے نا اُمید کر دیا۔ ہماری عزت کی قسم ہم نے اس سال تمام حاجیوں کا حج رابعہ کے دردِ دل کے طفیل قبول کیا۔ تا کہ کوئی اُمیدوار ہماری رحمت سے نا اُمید نہ رہے۔

پیسہ دار اور پیسہ خوار

فرمایا ایک بار حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ اور عبدالواحد بن زید رحمتہ اللہ علیہ، رابعہ (رحمتہ اللہ علیہا) کی ملاقات کے لئے گئے۔

رابعه رفتند و در خاطر کردند که اگر رابعه پیه آبی برائی ما بیارد نیکو باشد۔ چوں بزاویه رابعه رسیدند۔آهوئی دیدند که گرد بگرد رابعه می گشت و می چرید۔ و هیچ نمی رمید۔ همیں که آهو حسن و عبدالواحد بن زید را دید که می آیند در حال دوید۔ و از ایشاں گریخت و برفت۔ و بعد ازاں اینها غیرت کردند۔ و با خود گفتند که ایں از چه باشد که آهو از رابعه نرمد۔ چوں ما را بیند در حال بگریزد و برود۔ چوں اینها ایں سخن باخود بگفتند در حال رابعه جواب داد۔ گفت آری نشنیده اید پیه دار از پیه خوار بگریزد ایشاں حیران ماندند۔ ازاں هیچ نگفتند۔

فرمود که در "تعرف" می نویسند که مریدی از مریدان طریقت بخدمت پیری از پیران حقیقت آمد و گفت۔ شیخ من می خواهم که تذکیر گویم، مرا بگو که بچه نیت بگویم۔ شیخ گفت ای فرزند من نمی دانم که معصیت بچه نیت کنند۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّاتُ الْمُقَرَّبِیْن اینجا معلوم می شود۔

از بابا شنیدم رحمته الله علیه که ایشاں از محمد یار طبیب روایت می کردند۔ که اوچنیں گفتی سرماء اول

اور خیال کیا کہ اگر رابعہ ہمارے لئے آہی ہرن کی چربی لائیں تو اچھا رہے۔ جیسے ہی رابعہ کی خانقاہ میں پہنچے ایک ہرن کو دیکھا۔ جو رابعہ کے اردگرد گھوم کر چر رہا ہے۔ اور بالکل نہیں بھاگتا ہے۔ ہرن نے جوں ہی حسن بصری اور عبدالواحد بن زید کو آتے ہوئے دیکھا، اُسی وقت دوڑا اور بھاگ کر چلا گیا۔ اور اس کے بعد انہوں نے عبرت حاصل کی۔ اور اپنے دل میں کہا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ ہرن رابعہ سے نہیں بھاگتا ہے۔ جب ہمیں دیکھتا ہے فوراً چھلانگ مار کر چلا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے دل میں یہ بات کہی۔ رابعہ نے فوراً جواب دیا، کہا، ہاں آپ (حضرات) نے نہیں سنا ہے۔ پیہ دار (چربی رکھنے والا) پیہ خوار (چربی کھانے والے) سے بھاگتا ہے۔ وہ دونوں (حضرات) حیران رہ گئے (اور) (حضرت) رابعہ سے کچھ نہیں کہا۔

نیت

فرمایا کہ "تعرّف"[1] میں لکھا ہے کہ طریقت کے مریدوں میں سے ایک مُرید حقیقت کے پیروں میں ایک پیر کے پاس آیا۔ اور عرض کیا شیخ میں وعظ کہنا چاہتا ہوں۔ مجھے بتایئے کہ میں کس نیت سے بیان کروں۔ شیخ نے جواب دیا، اے فرزند میں نہیں سمجھتا کہ گناہ کس نیت سے کئے جاتے ہیں۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّاٰتُ الْمُقَرَّبِیْنَ (ابرار کی نیکیاں اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کے لئے بمنزلہ برائیاں ہیں) یہاں معلوم ہوتا ہے۔

موسم سرماء

میں نے بابا (عزیز الاولیاء) رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ وہ محمد یار طبیب سے روایت کرتے تھے کہ وہ ایسا کہتے تھے کہ (موسم) سرماء کی آخری

---

[1] کتاب التعرف، شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم بخاری الکلاباذی المتوفی ۳۸۰ھ کی تصنیف ہے۔ یہ تصوف کی انتہائی اہم اور گراں مایہ کتاب ہے۔ مشائخ صوفیہ نے لکھا ہے کہ لولا التعرف لما عرف التصوف یعنی اگر کتاب التعرف نہ ہوتی تو تصوف کو کس طرح پہچانا جا سکتا تھا۔ مکتبہ "المعارف" لاہور پاکستان نے اس کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے۔

زمستان نباید ستد که آں بغایت زیاں کار است۔ و سرماء اخر زمستاں بباید خورد که ایں بغایت سودمند است۔

از یحیی شنیدم که می گفت که من هیچ وقتی درخانه محمد یار طبیب نرفتم مگر که خوردنی درخانهٔ ایشاں مهیا دیدم۔ پس باید که هر بار گوشت ماده گاو بیارند گندم آبه، بسازند که آں نیک مفید است۔ و خوردنی کاری وارد۔

از قاضی حمیدالدین ناگوری رحمته اللّٰه علیه می گویند که او پیوسته چشم بسته بودی۔ گفتند شیخ ازچه سبب چشم نمی کشانی۔ جواب داد دو چشم ندرام که ایں عالم را ببینم۔

از خدمت قاضی جمال الدین شنیدم علیه الرّحمه که فانده می فرمودند۔ و ما بخدمت ایشاں حاضر بوده یم۔ از عبداللّٰه بن مبارك که قول و فعل او مبارك بود۔ روایت بیان کرد که عبداللّٰه بن مبارك چنیں فرموده است۔ اگر کسی خواهد که برو از نماز و روزه مطالبه نباشد فردائی قیامت۔ باید که هر نماز نفل که بگذارد۔ نیت قضا شده بگذارد۔ و هر روزه که بدارد۔ نیت روزه قضا شده ماه رمضان بدارد۔ تا فردائی قیامت هیچ مطالبه نماند۔ همچنیں هر صدقه که بدهد۔ نیت زکوة یا هر صدقه که بروی واجب است۔ نیت کند بدهد۔ تا بروی چیزی نماند۔ و اول حسابی که فردا قیامت با بنده خواهد شد۔ از

سردی سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ اس لئے کہ یہ انتہائی سودمند ہے۔

محمد یار طبیب میں نے یحییٰ سے سنا ہے کہ انہوں نے بیان کیا۔ میں محمد یار طبیب کے گھر کسی وقت بھی گیا۔ مگر اُن کے گھر میں کھانے کی چیزوں کو تیار دیکھا۔ پس ہر بار مادہ گائے کا گوشت لانا چاہیئے۔ آب کے گیہوں کی (روٹیاں) بنائی جائیں۔ کیونکہ وہ بہت فائدہ مند ہیں۔

چشم بستہ کہتے ہیں کہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ ہمیشہ اپنی آنکھ بند رکھتے تھے۔ عرض کیا گیا شیخ آپ اپنی آنکھ کس وجہ سے نہیں کھولتے ہیں؟ جواب دیا کہ میرے پاس دو آنکھیں نہیں ہیں۔ جن سے میں یہ دنیا (بھی) دیکھوں (اور وہ دنیا بھی دیکھوں۔)

نفلی عبادت میں نے حضرت قاضی جمال الدین علیہ الرحمہ کو یہ فائدہ بیان فرماتے ہوئے سُنا ہے اور ہم اُن کی خدمت میں حاضر تھے۔ اُنہوں نے عبداللہ بن مبارک سے جن کا قول وفعل مبارک تھا۔ یہ روایت بیان فرمائی کہ عبداللہ بن مبارک فرماتے تھے کہ اگر کوئی چاہے کہ اُس سے کل قیامت کے دن نماز وروزہ کا مطالبہ نہ ہو۔ وہ جو نفلی نماز ادا کرے قضا نماز کی نیت سے ادا کرے۔ اور جو نفلی روزہ رکھے وہ ماہ رمضان کے قضا شدہ روزہ کی نیت سے رکھے۔ تاکہ کل قیامت کے دن کوئی مطالبہ نہ رہے۔ اسی طرح جو نفلی صدقہ دے زکوٰۃ یا اس صدقہ کی نیت کر کے ادا کرے جو واجب ہے۔ تاکہ اُس پر کچھ باقی نہ رہے۔ اور کل قیامت کے دن بندہ سے سب سے پہلے جو حساب ہوگا وہ نماز کے بارے میں ہوگا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس اُمت سے سب سے پہلے جس چیز کے بارے میں پوچھا

نماز خواهد بود. و گفته اند اول چیز یکی ازاں امت بکشند. امانت باشد. و آخریں چیزی نماز، که هر که می گذارد باز برروئی ایشاں زنند.

وقتی در خواب دیده شده بود. که شیخ رحمته اللّه علیه می فرمود که اصل کار این است که اوقات بطاعت معمور می باید داشت. و ما چنیں کرده ایم. گوئی اشارت بذات شریف خود کنند. و مرا در خاطر می گذرد که مراد ازیں اورادی که در قوت القلوب آمده است آں خواهد بود. خلق برغلطی عظیم اند. و چوں براں سخن می گویندو آں غلط آنهارا لعنت شده است. و آں نزدیک عارفاں لفظ است و لفظ سخن بیهوده را گویند.

می گویند وقتی پیغمبر صلی اللّه علیه وسلم رنجور بوده است. خواست که یاراں را وصیتی کند بلال را گفت تا یاراں را طلب کند. یاراں بیامدند و گرد پیغامبر صلی اللّه علیه وسلم به نشستند و هر کسی چیزی گفتن گرفتند. پیغامبر صلی اللّه علیه وسلم را خوش نیامد. و آں وصیت که می خواست بکند نکرد. و گفت لا تکثرو اللفظ عند رسول اللّه همچناں یاراں برخاستند. امیر المومنین عمر[1] رضی اللّه عنه گفت آں کتاب خدائی تعالی میان ماهست وصیت دیگر چه حاجت است. ازیں سخن است که رافضی شدند. و چیزی می گویند.

---

[1] اینجا از سهو کتابت امیر المومنین علی نبشته بود من امیر المومنین عمر تحریر کردم تا موافق حدیث باشد (از مترجم)

جائے گا۔ وہ امانت ہے اور سب سے آخری چیز نماز، کیونکہ جو شخص نماز ادا کرتا ہے (اور امانت میں خیانت کرتا ہے) تو (قیامت کے دن) وہ نماز اُس کے منھ پر ماری جائے گی۔

اصل کام

ایک بار خواب میں دیکھا گیا کہ شیخ (سلطان التارکین) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اصل کام یہ ہے کہ اپنے وقتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے معمور رکھنا چاہیئے۔ اور ہم نے یہی کیا ہے۔ گویا اپنی ذات شریف کی جانب اشارہ فرما رہے تھے۔ اور میرا خیال ہے کہ اس سے وہ وظائف مراد ہوں گے، جو قُوتُ القلوب میں آئے ہیں۔ مخلوق بڑی غلطی پر ہے۔ اور جب اُس غلطی پر گفتگو کی جاتی ہے (تو) یہ غلطی مخلوق کے لئے لعنت ثابت ہوئی ہے۔ اور لعنت عارفوں کے نزدیک لفظ ہے اور لفظ بیہودہ بات کو کہتے ہیں۔

وصیت

کہتے ہیں کہ جس وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے۔ آپ نے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو وصیت کرنے کا ارادہ فرمایا۔ (حضرت) بلال سے فرمایا کہ وہ صحابہ کو بلائیں۔ صحابہ حاضر ہوئے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں طرف بیٹھ گئے۔ اور ہر اک صحابی نے کچھ عرض کرنا شروع کیا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا۔ اور آپ جو وصیت کرنا چاہتے تھے وہ نہیں فرمائی۔ اور فرمایا، **لا تکثرو اللفظ عند رسول اللّٰہ** (رسول اللہ کے پاس زیادہ مت بولو) صحابہ اسی طرح اُٹھ کھڑے ہوئے۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ[1] نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمارے درمیان ہے۔ دوسری وصیت کی کیا ضرورت ہے؟ اسی بات کی وجہ سے لوگ رافضی ہوئے اور کچھ کہتے ہیں۔

---

[1] یہاں کاتب کی غلطی سے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی جگہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ لکھا ہوا تھا۔ جبکہ امیر المومنین عمر ہونا چاہیئے تھا۔ لہٰذا ہم نے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر کردیا ہے، جو صحیح ہے۔ از مترجم

او کار تو می کند تو کار او کن، چوں او کار تو می کند تو امروز کار او نکنی۔ او ہر آئینہ فردا کار تو نکند۔

وقتی شیخ منہاج الدین در تذکیر قاضی نظام الدین حاضر بود۔ در اثنائی تذکیر برخاست و برفت۔ قاضی نظام الدین مردی نازک طبع بود۔ برنجید۔ شیخ منہاج الدین گفت برخاستن من از برائی آں بود۔ کہ پیر ما مارا وصیت و اشارت آں کردہ است کہ باید کہ بعد از نماز دیگر تجدید وضو بکنند۔ البتہ کہ آں وضو مُمِدّو معین باشد۔ تا آخر عشاء، و آدمی تا آنوقت در اورا دو نماز مشغول تواند بود۔ بعد ازاں در تجدید وضو مشغول شدند۔ و فرمودند بریں سخن ایں بزرگ عادت می باید کرد۔

و ای درویشاں شب جمعہ و شب عرفہ است۔ سیدی را بخششی کنید تا حق تعالی اورا صاحب کندوری و سفرہ زیادۃ ازیں کند۔ و نعمت زیادہ کند۔ درویشاں فاتحہ خواندند۔ و مدد دعا کردند۔ طعامی کہ آوردہ شدہ بود۔ فرمودند ہمیں ترتیب بعد ازیں نگاہ می باید داشت۔ گفتہ اند نماز جمعہ را قبول آنگہ گردانند کہ روز جمعہ نماز دیگر را بجماعت بگذارند۔ پس عالم رفتن ایں ہفت گام بستہ است کہ بہمیں

اللہ کا کام

وہ (اللہ تعالیٰ) تیرا کام کرتا ہے تو اس کا کام کر۔ جبکہ وہ تیرا کام کرتا ہے، (اگر) تو آج اس کا کام نہیں کرے گا، وہ اللہ (تعالیٰ) بیشک کل (قیامت کے دن) تیرا کام نہیں کرے گا۔

قاضی نظام الدین

ایک بار شیخ منہاج الدین، قاضی نظام الدین [1] کے وعظ میں موجود تھے۔ اور دوران وعظ اُٹھ کر چلے گئے تھے۔ قاضی نظام الدین ایک نازک طبع شخص تھے۔ وہ ناراض ہو گئے۔ شیخ منہاج الدین نے عذر پیش کیا (کہ) میں اس وجہ سے کھڑا ہوا تھا کہ ہمارے پیر نے یہ وصیت اور اشارہ کیا ہے کہ عصر کی نماز کے بعد از سر نو وضو کیا جائے۔ کیونکہ وہ وضو عشاء کے آخر تک ضرور معاون و مددگار ہوگا۔ اور اُس وقت تک آدمی نماز اور وظائف میں مشغول رہ سکتا ہے۔ اس کے بعد تجدید وضو میں مشغول ہو گئے۔ اور فرمایا ان بزرگوں کی ان باتوں کے مطابق عادت کرنی چاہیئے۔

سات قدم

اور اے درویشو، شب جمعہ اور شب عرفہ ہے۔ میرے سید [2] کو بخشش کرو، تا کہ حق تعالیٰ ان کو صاحب کرے، اور پانی پلانے اور کھانا کھلانے میں اضافہ فرمائے۔ اور نعمت زیادہ کرے۔ درویشوں نے فاتحہ پڑھی اور دعا میں ساتھ دیا، وہ کھانا جو لایا گیا تھا، فرمایا اس کے بعد (کھانے میں) اسی ترتیب کا خیال رکھنا چاہیئے۔ کہا گیا ہے کہ نماز (جمعہ) اس وقت قبول کی جاتی ہے جب جمعہ کے دن عصر کی نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے۔ پس مرتے وقت یہی سات قدم [3] کافی ہیں کیونکہ انہیں سات

---

[1] رحمتہ اللہ علیہما [2] حضرت سعیدی بزرگ مؤلف کتاب ہذا [3] سات قدم سے یہاں صوفیہ کے سات اصول مراد ہیں۔ جن کو وہ فرض کا درجہ دیتے ہیں۔ پہلا کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑنا، دوسرا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع، تیسرا کسب حلال، چوتھا لوگوں کو تکلیف سے بچانا، پانچواں گناہوں سے بچنا، چھٹا توبہ استغفار اور ساتواں حقوق کا ادا کرنا (واقعات صوفیہ صفحہ ۱۳۸)

هشت گام رفتن کار تمام می شود.

حاتم اصم شاگردشفیق بلخی بود. وقتی شفیق فرمود. که ای حاتم بیا و بگو چندین سال از من چه علم حاصل کردی. حاتم گفت چندین از تو همین هشت مسئله بیش نگرفتم. گفت ده چندین سال است. که من در تربیت تو زحمت می بینم و تو همین هشت مسئله بیش نگرفتی. چون مسئلها به شفیق نموده گفت نیکو نمود. چهار کتاب هم در مسئلها است. هر که این هشت مسئله بداند و برین کار کند گوئی توریت و انجیل و زبور و فرقان خوانده باشد. و بران کار کرده. و این هشت مسئله امام غزالی در تصنیف خود بیان فرموده. والد علیه الرّحمه این مسئلها را پارسی کرده است. وقتی این مسئلها بخدمت شیخ بزرگ نمود. شیخ بزرگ علیه الرّحمه فرمود که این هشت مسئله هم حاجت نیست هر که دنیا را ترك گرفت و بگرد دنیا نگشت او گوئی هر چهار کتاب خواند و بران کار کرد. و بعمل آخرت دنیا نباید طلبید. هم بعمل دنیا ، دنیا باید طلبید.

قدموں پر چلنے سے کام مکمل ہوتا ہے۔

آٹھ مسائل

حاتم اصم (رحمتہ اللہ علیہ) شفیق بلخی (رحمتہ اللہ علیہ) کے شاگرد تھے۔ اور کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک مدت تک ان کی خدمت میں رہکر ان کی شاگردی کی۔ ایکبار شفیق بلخی نے (حاتم اصم) سے فرمایا کہ اے حاتم! آپ آکر بتایئے کہ آپ نے مجھ سے اتنے برسوں میں کیا علم حاصل کیا؟ حاتم (اصم) نے عرض کیا، میں نے آپ سے اس مدت میں آٹھ مسائل سے زیادہ نہیں سیکھے۔ شفیق (بلخی) نے فرمایا کہ میں دس سال سے زیادہ عرصہ سے آپ کی تربیت میں زحمت اٹھا رہا ہوں، اور آپ نے ان آٹھ مسائل سے زیادہ حاصل نہیں کئے۔ جب حاتم (اصم) نے وہ مسائل شفیق (بلخی) کو دکھائے، انہوں نے فرمایا آپ نے اچھی باتیں بیان کیں۔ چاروں کتابوں کا (علم) ان ہی مسائل میں ہے۔ جو شخص یہ آٹھ مسائل [1] جانتا ہے اور ان پر عمل کرتا ہے۔ گویا وہ توریت، انجیل، زبور اور قرآن پڑھا ہوا ہے۔ اور اس نے ان پر عمل کیا ہے۔ اور یہ آٹھ مسائل امام غزالی نے اپنی تصنیف میں بیان فرمائے ہیں۔ والد (عزیزالاولیاء) علیہ الرحمہ نے ان مسائل کو فارسی میں کیا ہے۔ ایک دفعہ انہوں نے یہ مسئلے بڑے پیر (سلطان التارکین) کو دکھائے۔ بڑے پیر علیہ الرحمہ نے فرمایا ان آٹھ مسائل کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ جس نے دنیا ترک کی اور دنیا کے اردگرد نہیں پھرا گویا اس نے چاروں کتابوں کو پڑھ کر ان پر عمل کیا۔ اور آخرت کے کاموں سے دنیا طلب نہیں کرنی چاہیئے۔ دنیا کے کاموں سے ہی دنیا حاصل کی جائے۔

---

[1] وہ آٹھ مسائل یہ ہیں: حضرت حاتم رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کیا:

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے ایک شخص کو کسی خاص چیز سے محبت کرتے ہوئے دیکھا، جو مرتے

دم تک اُس کے ساتھ رہتی ہے۔ جب اُس کا انتقال ہوتا ہے تو وہ اپنی محبوب چیز سے جدا ہو جاتا ہے۔ لیکن میں نے نیکیوں کو اپنا محبوب بنالیا ہے، جو مرنے کے بعد بھی میرے ساتھ رہیں گی۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے اس آیت وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (اور وہ جو خوفزدہ ہوا اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے اور نفس (امارہ) کو اس کی خواہش سے روکا تو بیشک جنت ہی اُس کا ٹھکانہ ہے) (قرآن حکیم۔ پ ۳۰۔ سورۂ نازعات۔ ترجمہ کاظمی) پر غور کیا اور اپنے نفس کو خواہشات پر قابو پانے کی عادت ڈالی، یہاں تک کہ وہ حق تعالیٰ کی بندگی میں پکا ہو گیا۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو ایک دوسرے کی حالت کو دیکھکر حسد کرتے ہوئے دیکھا۔ چنانچہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے رہنمائی چاہی، اُس کا کلام یہ اعلان کرتا ہوا نظر آیا: نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (ہم نے اُن کی روزی اُن کی دنیاوی زندگی میں اُن کے درمیان تقسیم فرمادی) (پ ۲۵۔ سورۂ زُخرف۔ ترجمہ کاظمی) اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنکر میں حسد سے بالکل کنارہ کش ہو گیا۔ جب اللہ تعالیٰ کے یہاں سے روزی ملتی ہے تو پھر مخلوق سے حسد کیا۔

چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے ہر شخص کو کسی نہ کسی چیز پر بھروسہ کرتے ہوئے دیکھا، کوئی مال پر بھروسہ کرتا ہے، کوئی زمین پر، کوئی تجارت پر، کوئی جسمانی تندرستی پر، لیکن میں نے اللہ کا کلام دیکھا تو یہ پایا: وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اُسے کافی ہے) (پ ۲۸۔ سورۂ طلاق۔ ترجمہ کاظمی)

پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کے اپنے حسب نسب مال ومتاع اور مرتبہ پر فخر کرتے ہوئے دیکھا، لیکن مجھے قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نظر آیا: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ

اَتۡـقٰـکُمۡ (بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہو) (پ۲۶۔سورۂ حجرات۔ترجمہ کاظمی) بس میں نے پرہیزگاری اختیار کی تاکہ حق تعالیٰ کے نزدیک بہتر قرار پاؤں۔

چھٹا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو روٹی کے ایک ٹکڑے کے لئے اپنے نفس کو ذلیل کرتے ہوئے دیکھا۔اور وہ روٹی کے حصول کے لئے ایسا کام کر لیتے ہیں جو ناجائز ہیں۔حالانکہ اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے۔ وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِي الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزۡقُهَا (اور زمین پر کوئی چلنے والا (جاندار) نہیں لیکن اللہ کے (ذمہ کرم) پر اس کا رزق ہے) (پ۱۲ سورۂ ھود۔ترجمہ کاظمی) میں نے یقین کر لیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارا رزق اپنے ذمہ کرم میں لے لیا ہے،تو ہمیں فکر کیا ہے۔اور اس کی عبادت کرنے میں لگ گیا۔)

ساتواں مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو اپنی قیمتی چیزوں کی حفاظت کرتے ہوئے اور سنبھال کر رکھتے ہوئے دیکھا۔لیکن جب اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کی تو اس میں یہ پایا مَا عِنۡدَكُمۡ يَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ (جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائیگا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا۔)(پ۱۴۔سورۂ نحل۔ترجمہ کاظمی)

آٹھواں مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو زمین پر فساد پھیلاتے ہوئے اور لڑتے جھگڑتے دیکھا،کلام الٰہی کی طرف رجوع کیا تو یہ پایا: اِنَّ الشَّيۡطٰنَ لَكُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡهُ عَدُوًّا ط اِنَّمَا يَدۡعُوۡا حِزۡبَهٗ لِيَكُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ ط (بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اُسے دشمن (ہی) بنائے رہو اسکے سوا کچھ نہیں کہ وہ اپنے گروہ کو اس لئے بلاتا ہے کہ وہ دوزخ والوں میں سے ہو جائیں) (پ۲۲۔سورۂ فاطر۔ترجمہ کاظمی) چنانچہ میں نے صرف شیطان کو دشمن سمجھ لیا اور باقی مخلوق کی عداوت ترک کر دی۔(از مترجم)

یک درویشی عزیز آمده است اما بنیم جیتل خوشنود می شود. من از بیم مادر شما نیم جیتل می گویم. نباید شما برین عادت کنید. باید که شما جیتلها بدهید. خدمت والده فرمود تنکها خواهند داد.

خاصه نشتن در عهد ایشان بود. باید که شما در عهد خود هر گه که خواهید بیت شیخ و یا سخنان شیخ بزرگ چیزی بنویسید. و بر سر آن نویسید که "بقطب الاولیاء و جدی الاعلی "بعد ازان فرمودند که شیخ بزرگ فرموده است.خاصه:

دنیا چو بآخرت حساب است مخواه
عقبی چو بعاقبت عقاب است مخواه
از پیر مرید رانشانی عجب است
هر چیز که آن هست حجاب است مخواه

ایضاً بقطب الاولیاء جدی الاعلی قدس اللّٰه روحهٗ العزیز خاصه:

گوئی که حجاب راه بشمر چند است
برخوان و بگو که نیکو پند است
گویم مجمل اگر پذیری از من
هر چیز که آن هست حجاب و بند است

عزیز درویش

ایک عزیز درویش آیا ہوا ہے۔ لیکن وہ نصف جیتل (پیسہ) سے خوش ہوتا ہے۔ میں تمہاری والدہ کے خیال سے نصف جیتل دیتا ہوں۔ایسا نہ ہو تم بھی اس کی عادت کرلو۔تمہیں (جیتل) پیسے دینے چاہئیں۔حضرت والدہ[1] نے فرمایا تنکے (سکے) دیے جائیں۔

قطب الاولیاء

خاص لکھنے کا (طریقہ شیخ بزرگ) کے زمانہ میں تھا۔تم اپنے زمانہ میں جس وقت شیخ (سلطان التارکین) کے اشعار یا بڑے پیر کے اقوال میں سے کچھ لکھنا چاہو تو تمہیں اس کے شروع میں "از قطب الاولیاء جدی الاعلیٰ" تحریر کرنا چاہیئے۔پھر فرمایا کہ بڑے پیر (سلطان التارکین) نے فرمایا ہے

دنیا چوں بآخرت حساب است مخواہ　　　عقبی چوں بعد ست عذاب است مخواہ

(جب آخرت میں دنیا کا حساب ہے،اُس کی خواہش مت کر۔آخرکار جبکہ آخرت میں عذاب ہے (تو) کیوں دنیا کی خواہش کرتا ہے۔)

از پیر مرید رانشانی عجب است　　　ھر چیز کہ آں ھست حجاب است مخواہ

(پیر سے مُرید کے لئے ایک عجیب نشان ہے۔جو چیز موجود ہے وہ حجاب ہے اُس کی طلب مت کر۔)

نیز از قطب الاولیاء جدی الاعلیٰ (سلطان التارکین) قدس اللہ روحہٗ العزیز خاصہ:

گوئی کہ حجاب راہ بشمر چند است　　　بر خواں و بگو کہ نیکو پند است

(تم کہتے ہو کہ راہ (خداوندی) میں کتنے حجاب ہیں شمار کرو۔تم مجھے پڑھکر بتاؤ کہ کیا اچھی نصیحت ہے)

گویم مجمل اگر پذیری از من　　　ھر چیز کہ آں ھست حجاب و بند است

(اگر تم مجھ سے (کوئی بات) قبول کرتے ہو (تو) میں مُجمل کہتا ہوں۔ہر وہ چیز جو موجود ہے وہ حجاب اور قید ہے۔)

[1] حضرت قطب مدار عالم کی والدہ ماجدہ بھی قصبہ لاڈنوں ضلع ناگور شریف کی حسینی سیدہ تھیں۔(ضمیمہ سرورالصدور صفحہ ۱۶۹)

ایضاً بقطب الاولیاء جدی الاعلیٰ قدس اللّٰہ روحهٔ العزیز خاصه:

در عشق هر آنکه او هوس می گیرد
در معرض سیمرغ مگس می گیرد
برخیز تو راه گیر کاندر شب عمر
درخانه نشسته راعسس می گیرد

دو آستانه دار می گویند جائی یکجا شدند. یکدیگر را پرسیدند. که سبب نشستن برانی چیست؟ یکی گفت آنکه دامی نهادیم تا باشد وقتی صیدی گرانی افتد. دیگری گفت ماهم دامی نهادیم.اما در دام من همه صید گران می افتند. چنین گویند نظر این آخر، کامل تر از نظر اول است. که همه را کامل می بیند. بعد ازاں فرمودند شیخ فرمودی هر که خلق را بخلق بیند همه را ناقص بیند و هر که خلق را بخدا می بیند همه را کامل بیند.

و فرمودند نزدیک محمد اگر دریک شهر دو جا نماز آدینه می گذارند در دو مسجد روا باشد. نزدیک مالک آن است که اگر در صف اول جائی باشد که نماز بگذارند. در صف دوم روانباشد. گفتند صاحبان صف اول کیانند. گویند که ایشان که اول برسند. اما شیخ بزرگ از غایت شفقتی که ایشان را برخلق بود. صف اول خلق را ایثار کردند. و صف

نیز از قطب الاولیاء جدی الاعلیٰ (سلطان التارکین) قدس اللہ روحہ العزیز خاصہ

در عشق ہر آنکہ او ہوس می گیرد — در معرض سیمرغ مگس می گد۔

(ہر وہ شخص جو عشق میں نفسانی خواہش کو اختیار کرتا ہے۔ وہ سیمرغ کی جگہ مکھی کو پکڑتا ہے۔)

برخیز تو راہ گیر کاندر شب عمر — درخانہ نشستہ را عسس می گیرد

(اُٹھ اپنا راستہ لے اس لئے کہ زندگی کی رات میں۔ گھر میں بیٹھے ہوئے آدمی کو کوتوال گرفتار کر لیتا ہے۔)

آستانہ دار کہتے ہیں کہ دو آستانہ دار ایک بار ایک جگہ جمع ہوئے۔ اور ایک دوسرے سے (آستانہ پر) بیٹھنے کا سبب معلوم کیا۔ ایک شخص نے کہا کہ ہم نے ایک جال ڈال رکھا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی وقت کوئی بڑا شکار آ جائے۔ دوسرے نے بیان کیا ہم نے بھی جال ڈال رکھا ہے، لیکن میرے جال میں تمام بیش قیمت شکار آتے ہیں۔ ایسا کہتے ہیں کہ اس پچھلے شخص کی نظر پہلے شخص کی نظر سے زیادہ مکمل ہے۔ کیونکہ وہ سب کو کامل دیکھتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا شیخ (سلطان التارکین) فرماتے تھے کہ جو شخص مخلوق کو مخلوق کے ساتھ دیکھتا ہے وہ سب کو ناقص دیکھتا ہے۔ اور جو مخلوق کو اللہ (تعالیٰ) کے ساتھ دیکھتا ہے وہ سب کو کامل دیکھتا ہے۔

صاحبانِ صفِ اول اور فرمایا (امام) محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر ایک شہر میں دو جگہ دو مسجدوں میں نماز جمعہ ادا کی جائے تو جائز ہے (امام) مالک کے نزدیک یہ ہے کہ اگر پہلی صف میں نماز پڑھنے کی جگہ ہو۔ دوسری صف میں جائز نہیں ہے۔ کہا گیا صاحبان صف اول کون ہیں؟ (فرمایا) کہا جاتا ہے کہ وہ لوگ ہیں جو (مسجد میں) پہلے پہنچتے ہیں۔ لیکن بڑے پیر (سلطان التارکین) جو مخلوق (خدا) پر انتہائی مہربان تھے۔ آپ نے اپنی پہلی صف کو مخلوق پر قربان کر دی تھی۔ اور دوسری صف

دوم برائی خود اختیار کردند. و اینجا نشستند. چوں ایشاں ایثار کردند. ماهم ایثار کردیم. گفته اند اگر خلق بدانند بپگاه رفتن در مسجد برائی جمعه چه فضیلت دارد. چناں انبوه روند که یکدیگر را نخواهند که یکی پیش از دیگری رود. مگر آنکه گویند که نیز قرعه بیند ازیم بنام هر که بر آید او پیش رود.

نزدیک امام شافعی اگر مُدبَّر مطلق را بفروشد. و باك بخوردهم باك نبا شد. اِذَاتَحِيَّرتُمْ فِی الاُمُوْرِ فَاسْتَعِيْنُوْا مِنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ. کار ایں دارد

بعد از نماز هفتاد بار می باید گفت ایں کلمات: سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا ۔ می آرند که پیغمبر صلی اللّه علیه وسلم در اوایل ایں بگفتی و گفتی سبعون و سبعمأته. هر که هفتاد بار بعد از نماز بامداد ایں کلمات بگوید. حق تعالیٰ ببرکت ایں هفت صد گناه او بیامرزد و عفو کند. بعد ازاں فرمود لَاخَيْرَ وَلَاطَعْمَ لِمَنْ يَّزِيْدُ ذُنُوْبُهٗ مِنْ سَبْعِمَاةٍ یعنی خیری و برکتی و لذتی نبا شد. کسی را

اپنے لئے اختیار کی۔ اور یہاں بیٹھے۔ جب آپ نے ایثار کیا ہم نے بھی ایثار کیا۔ کہا گیا ہے کہ اگر مخلوق جان لیتی کہ نماز جمعہ کے لئے ابتداء میں مسجد میں جانا کیا فضیلت رکھتا ہے۔ (تو) ایسا ہجوم روانہ ہوتا کہ وہ ایک دوسرے کا اپنے سے آگے جانا پسند نہیں کرتا۔ مگر یہ کہ وہ کہتے کہ ہم قرعہ ڈالتے ہیں۔ جس کے نام (قرعہ) نکل آئے وہ پہلے (مسجد میں) جائے۔

اہل قبور سے استعانت

امام شافعی کے نزدیک اگر مدبر (وہ غلام جو آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے) مطلق (آزاد) کو بیچ دیتا ہے اور خوف کھاتا ہے تو ڈر نہیں ہے۔ اِذَا تَحَیَّرْتُمْ فِی الْاُمُوْرِ فَاسْتَعِیْنُوْا مِنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ[1] (جب تم اپنے معاملات میں پریشان ہو جاؤ تو قبر والوں سے مدد طلب کرو) یہ کام رکھتا ہے۔

یہ کلمات ستر بار کہے جائیں

یہ کلمات نماز کے بعد ستر بار کہے جائیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ تَوَّابًا۔ کہتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم شروع میں یہی پڑھتے تھے اور سات سو ستر (بار) کہتے تھے۔ جو شخص فجر کی نماز کے بعد یہ کلمات ستر دفعہ کہے گا۔ حق تعالیٰ ان (کلمات) کی برکت سے اُس کے سات سو گناہ بخش دے گا۔ اور معاف فرما دے گا۔ اس کے بعد فرمایا لَاخَیْرَ وَلَاطَعْمَ لِمَنْ یُرِیْدُ ذُنُوْبَهٗ مِنْ سَبْعِمَاۃٍ

---

[1] حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب امیر الکونین میں من اہل القبور کی جگہ من اصحاب القبور تحریر فرما کر اسے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بتایا ہے۔ (رئیس الدارین ترجمہ اردو امیر الکونین صفحہ ۳۰۵) اگرچہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی علیہ الرحمہ نے عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی کے حوالہ سے اسے حجۃ الاسلام محمد غزالی و امام فخر الدین رازی قدس سرہما کا قول لکھا ہے (الامن والعلی صفحہ ۸۹)

که گناهش زیادت از هفت صد شده باشد۔

روزی فرمود در شریعت آمده است که اگر کنیز کی با بچه باشد۔ باید که اورا از و جدا نکنند نفروشند۔ این برائی آنست که آنکه با کسی الفت گرفته باشد۔ اورا از یکدیگر جدا نکنند هر که خواهی باش گو۔

روز یکشنبه دوم ماه مبارك ربیع الاول سنه خمس و عشرین و سبعمائته خدمت شیخی و مخدومی و والدی و استادی خط اجازت احادیث مصباح الدجیٰ که از خدمت ایشان تحریر بود۔ نبشتند و همدرین روز بسعادت و شرف خرقه متبرکه خدمت مخدومی و والدی را بخدمت شیخ المشائخ قطب الاولیاء جدی الاعلیٰ قدس اللّٰه روحهٔ العزیز رسیده بود۔ ضعیف را بتشریف آن خرقه متبرکه خدمت مخدومی و والدی مشرف گردانیدند چنانکه شرط بود۔ بوقت بیعت دست این ضعیف گرفتند و بگفتند بگو استغفر اللّٰه، استغفر اللّٰه ، استغفر اللّٰه۔ توبه کردم ، توبه کردم ، توبه کردم و بخدائی بر گشتم امر هائی خدا را پیش روم و از نهی هائی خدا دور باشم۔ درویشی را دوست دارم درویشان را خدمت کنم برین عهد کردی این ضعیف گفت عهد کردم بعد ازین این آیت بخواندند ۔: اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَا یِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُاللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عَاهَدَ

یعنی اُس شخص کو کوئی بھلائی اور برکت ولذت حاصل نہیں ہوگی۔ جس کے سات سو سے زیادہ گناہ ہوگئے ہوں۔

کنیز ایک دن فرمایا شریعت میں آیا ہے کہ اگر کوئی کنیز بچہ کے ساتھ ہو تو نہ فروخت کیا جائے نہ بچہ سے جُدا کیا جائے۔ یہ اس لئے ہے کہ جو کسی کے ساتھ اُلفت رکھتا ہو، اُسے ایک دوسرے سے جدا نہیں کرنا چاہئیے۔ خواہ وہ کوئی ہو۔

بیعت وخلافت اتوار کے دن دوم ماہ مبارک ربیع الاول ۲۵ ھ کو میرے شیخ اور میرے مخدوم اور میرے والد اور میرے اُستاد حضرت (فریدالدین چاک پڑاں) نے مصابح الدجی کی احادیث لکھنے کی اجازت تحریر فرمائی۔ جو حضرت والد سے سُنی تھی۔ اور اُسی دن اس مبارک خرقہ کے شرف اور سعادت سے جو میرے مخدوم اور میرے والد حضرت کو حضرت شیخ المشائخ قطب الاولیاء جدی الاعلیٰ (سلطان التارکین) قدس اللہ روحہٗ العزیز سے ملا تھا۔ میرے مخدوم اور میرے والد حضرت نے اس ضعیف (سعیدی بزرگ) کو اُس مبارک خرقہ کی شرافت سے مشرف فرمایا۔ اور جیسے کہ شرط ہوتی ہے۔ بیعت کے وقت اس ضعیف (سعیدی بزرگ) کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہو استغفراللہ، استغفراللہ، استغفراللہ۔ میں نے توبہ کی، میں نے توبہ کی۔ اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر پیش قدمی کروں گا۔ اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے دور رہوں گا۔ دُرویشی کو دوست رکھوں گا۔ اور دُرویشوں کی خدمت کروں گا۔ کیا تم نے اس کا اقرار کیا؟ اس ضعیف (سعیدی بزرگ) نے عرض کیا میں نے اقرار کیا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰہَدَ

عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْراً عَظِيْماً ط (پ۲۶ع۹سورۂ فتح)

بعد ازاں جبۂ مبارک، شیخ بزرگ قدس اللّٰہ روحۂ العزیز کہ پوشیدہ بودند کشیدند و گفتند ایں خرقۂ شیخ است کہ بمن رسیدہ بود۔ ترا می پوشانم و ایں ضعیف را پوشانیدند و ایں لفظ مبارک دُربار راندند کہ برکات خرقہ مشائخ ظاہر و باطن ترا شامل دارد۔ بعد ازاں در حجرہ رفتند و دوگانہ نماز گذاردند و بیروں آمدند۔ و دستار و کلاہ مبارک از سر خود نیز بر سر ایں ضعیف نہادند۔ متکاء شیخ المشائخ قطب الاولیاء جدی الاعلی قدس اللّٰہ روحۂ العزیز بر کتف و گردن ایں ضعیف نہادند۔ و فرمودند ایں ہم متکائی شیخ است۔ بعد ازاں فرمودند برو و دوگانہ نماز بگذار، ما را نیز بدعاء یاد دار بحکم ہمچناں کردہ شد۔ حق تعالی خواستہ آمد تا در دنیا متابع و پیرو ایشاں بدارد۔ و در آخرت در زمرۂ ایشاں حشر کند۔ حق تعالی مجاب و مستجاب گرداناد آمین۔

اول فائدہ کہ از دولت آباد آمدہ فرمودند ایں بود۔ از مریدان علی شوریدہ شنیدہ شد۔ گفتند وقتی درویشی

عَلَیۡهُ اللّٰهَ فَسَیُؤۡتِیۡهِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ع‌ا (بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ پھر جس نے بیعت توڑی تو اُس کا وبال اُسی پر ہوگا اور جس نے اس عہد کو پورا کیا جو اس نے اللہ سے کیا (تھا) تو عنقریب اللہ اُسے بہت بڑا اجر دے گا)

بڑے پیر کا جُبہ

اس کے بعد بڑے پیر (سلطان التارکین) قدس اللہ روحہ العزیز نے جبہ مبارک جو [illegible] کا خرقہ ہے۔ جو مجھ تک پہنچا تھا۔ میں تمہیں پہناتا ہوں۔ اور اس ضعیف (سعیدی بزرگ) کو پہنا دیا۔ اور زبان گہر بار پر یہ مبارک الفاظ جاری ہوئے۔ کہ پیروں کے خرقہ کی ظاہری اور باطنی برکتیں تمہارے شامل (حال) رہیں۔ اس کے بعد حجرے کے اندر تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز نفل ادا فرمائی۔ اور باہر آکر پگڑی اور کلاہ مبارک بھی اپنے سر سے (اتار کر) اس ضعیف کے سر پر رکھی۔ شیخ المشائخ قطب الاولیاء جدی الاعلیٰ (سلطان التارکین) قدس اللہ روحہ العزیز کا تکیہ اس ضعیف (سعیدی بزرگ) کی گردن اور کندھے پر رکھا اور فرمایا یہ تکیہ بھی شیخ کا ہے۔ پھر فرمایا جاؤ دو رکعت نماز نفل ادا کرو اور ہم کو بھی دعا میں یاد رکھو۔ حسب حکم ایسا ہی کیا گیا۔ حق تعالیٰ سے عرض کیا گیا کہ وہ دنیا میں ان کا پیرو اور متبع رکھے۔ اور آخرت میں اُن کے زمرہ میں حشر کرے۔ حق تعالیٰ مقبول و منظور فرمائے آمین۔

مخلوق خدا

پہلا فائدہ جو دولت آباد سے آکر بیان فرمایا تھا کہ علی شوریدہ رحمتہ اللہ علیہ ۲ کے مریدوں سے سنا گیا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک بار ایک درویش

ا پ ۲۶۔ ع ۹۔ سورہ فتح ترجمہ کاظمی علیہ الرحمہ ۲ شیخ علی شوریدہ ایک با کرامت درویش تھے۔ فوائد الفواد مترجمہ خواجہ حسن ثانی نظامی صاحب میں صفحہ ۲۸۹، ۲۹۳، ۲۹۴ پر اُن کا ذکر ہے۔

بخدمت شیخ آمد و پرسید شیخ اقرار بکه داری؟ شیخ گفت درویس سوال کردن ندانستی مرا بپرس که انکار به که دارم؟ من اگر ابلیس را ببینم سر در قدم بنهم ادمی خود اولی بر خدمت مخدوم فرمود درین فائده آنست۔ که هر که بندگار را بخدا بیند ایسان را دوست گیرد۔ و هر که خلق را بخلق بیند ایشان را دشمن دارد۔ واینک ما همه را دوست می داریم۔

صبحی از صبحانی ماه رمضان که چند تذکیر می فرمودند۔ سخن بغایت گرم می گفتند که ذوقی و راحتی تمام بجمع می رسید۔ بعد ازاں فرمودند من اینچنیں سخن بادبدبه گفتن از قاضی نظام الدین آموختم علیه الرّحمه که او بغایت با دبدبه گفتی۔ من همچناں می گویم تا دیگراں از من بیاموزند۔

سخن در محبت می گفتند که شیخ بزرگ قدس اللّٰه روحهٔ العزیز فرموده است۔ زنهار دعوی محبت نکنی که چوں دعوی را معنی طلبند درمانی۔ هر گدائی را نرسد که دعوی محبت بادشاه کند۔ تا هر کناسی نتواند که بر بساط بادشاه جائی یابد۔من و تو که بند نفس اماره گرفتار باشیم کی رسد که دعوی محبت پرورد گار کنیم۔ ایں فوائد بی شمار می فرمود و نظم و نثر از گفتار شیخ بزرگ قدس اللّٰه روحهٔ العزیز، خاصه:

شیخ کی خدمت میں آیا۔ اور دریافت کیا کہ شیخ آپ نے کس سے فائدہ لیا ہے (یعنی آپ کس سے مرید ہیں؟) شیخ نے جواب دیا کہ درویش تم نے میرا مقصد نہیں جانا۔ تم مجھ سے معلوم کرو کہ وہ کام کس سے رکھتا ہوں۔ اگر میں تمہیں بتا دوں کہ کس کے قدموں میں سر رکھ دوں، خود آدمی بہتر ہے۔ حضرت مخدوم (فرید الدین [illegible]) نے فرمایا کہ اس میں یہ فائدہ ہے کہ جو شخص (خدا کے) بندوں کو خدا کے ساتھ دیکھتا ہے وہ ان سے ذوق رکھتا ہے اور جو خدا کی مخلوق کو مخلوق کے ساتھ دیکھتا ہے وہ ان سے عشق رکھتا ہے۔ اور اسی صورت میں ہم سب کو دوست رکھتے ہیں۔

جوشیلی تقریر ماہ رمضان کی صبحوں میں سے ایک صبح چند باتیں بیان فرمائیں۔ اور نہایت جوشیلی تقریر کی۔ جس سے مجمع ذوق اور راحت حاصل ہوئی۔ پھر فرمایا میں نے اس طرح زور وشور سے بیان کرنا قاضی نظام الدین علیہ الرحمہ سے سیکھا ہے۔ کیونکہ وہ انتہائی شان وشوکت سے خطاب کیا کرتے تھے۔ میں ویسے ہی بیان کرتا ہوں تاکہ دوسرے لوگ مجھ سے سیکھ لیں۔

محبت محبت کے بارے میں گفتگو فرما رہے تھے کہ بڑے پیر (سلطان التارکین) قدس اللہ روحہ العزیز نے فرمایا ہے کہ تم ہرگز محبت کا دعویٰ نہ کرنا، کیونکہ جب دعوے کا مطلب پوچھا جائے گا۔ تو عاجز رہ جاؤ گے۔ ہر ایک فقیر بادشاہ کی محبت کا دعویٰ کرنے کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہر خاکروب بادشاہ کے بستر پر جگہ نہیں پا سکتا۔ میں اور تو جو نفس امارہ کی قید میں گرفتار ہیں۔ پروردگار کی محبت کا دعویٰ کرنے کے کب لائق ہیں۔ یہ بے شمار فائدے اور بڑے پیر (سلطان التارکین) قدس اللہ روحہ العزیز کے اقوال میں سے نظم ونثر کو بیان فرمایا خاصہ:

بیـنی و بیـنک انّی یُزا حمُنی
فـارْفعْ بـحُوْدك انّیـنـاً من البَین
تا یک نفس از نفس تو پیدا ست هنوز
بـردر گـه دل ردیو غوغا است هنوز
تـاسـودو زیـان هست در اندیشۂ تو
عشقت ندهد دست که سود است هنوز

حکایت در مشاهده و دیدار افتاده بود. فرمودند حق تعالیٰ بعض را چناں آفریده است که از دیدن مشاهدۂ او صد هزار راحت و برکت و خوشی می افزاید. باز بعضی برعکس این است فرمودند در لاڈنو قصبه است دراں مردی بود. که بارها اور امتحان کرده بودند. که هر که بامداد پگاه نام او بستدی یا روئی او بدیدی. دراں روز بآب و نان نرسیدی. بزرگی بود خواجه منتخب گفتند فرمودند ما نیز امتحان کنیم که آنچناں که خلق می گوید هست یا نه، یاراں را حاضر کرد، فرمود که دیگها و رشانند و نانها بپزند تا نام او گرفته شود. همچناں کردند همیں که نام او گرفتند می گویند که فریاد شد که دهاوی آمده یعنی لشکر هندواں آمده. همچناں همه سوار شدند. د نبال کردند و آنروز بآب و نان نرسیدند. اینک بعض همچنیں می باشند.

دیگر می گویند که در هند اینچنیں مردی معروف بود. ملک فرمود تا اورا بیارند. پیش آنکه روئی کسی دیده شود. همچناں کردند. قضارا اں ملک نیز آنروز بآب و نان

دینی و بینک انی یزاحمنی   فارفع بحقک [illegible]

(اے اللہ میرے اور تیرے درمیان میری خودی مزاحم ہے۔ تو اپنے کرم سے میری [illegible])

تا یک نفس زا نفس تو پیدا ست عنو   [illegible]

(تیری زندگی کی سانس میں جب تک ایک سانس بھی باقی ہے۔ تیرے [illegible])

تا سود و زیاں هست در اندیشه تو   عشقت [illegible]

(تو جس وقت تک نفع و نقصان کی فکر میں ہے۔ تجھے عشق ہی حاصل نہیں ہو [illegible] تجھے [illegible])

مشاہدہ

مشاہدہ اور دیدار کا بیان چل رہا تھا۔ فرمایا حق تعالیٰ نے بعض لوگوں کو ایسا پیدا کیا ہے کہ اُن کی زیارت کرنے سے آنکھوں، راحتوں اور برکتوں اور خوشیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ پھر بعض اُن کے برعکس ہیں۔ فرمایا لاڈنوں[1] کے قریب ایک قصبہ ہے۔ اُس میں ایک شخص تھا اُس کا کئی بار امتحان کیا گیا تھا۔ کہ جو شخص صبح سویرے اُس کا نام لیتا یا اُس کا چہرہ دیکھتا اُس دن اُسے کھانا نہیں ملتا تھا۔ ایک بزرگ تھے انہیں خواجہ منتخب کہا جاتا تھا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ ہم بھی امتحان کریں گے کہ جیسا کہ لوگ کہتے ہیں (وہ بات) ہے یا نہیں۔ مُریدوں کو حاضر کیا۔ اور فرمایا دیگوں کو رکھا جائے اور روٹیاں پکائی جائیں تاکہ اُس شخص کا نام لیا جائے۔ ایسا ہی کیا گیا۔ جیسے ہی اس شخص کا نام لیا گیا کہتے ہیں کہ شور ہوا کہ دھاڑی آ گئے (دھاڑی آ گئے) یعنی لٹیروں کا لشکر آ گیا۔ اسی طرح سب لوگوں نے سوار ہو کر اُن کا پیچھا کیا۔ اور اُس دن اُن کو رزق نہیں ملا۔ یہ کہ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں۔

نحوست

ایسی ہی ایک دوسری حکایت (یہ) بیان کی جاتی ہے کہ ایک شخص ہندوستان میں اسی طرح مشہور تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس سے پہلے کہ کسی شخص کا منہ دیکھا جائے، اُسے بلوایا جائے۔ ایسا ہی کیا گیا۔ اتفاقاً بادشاہ کو بھی اُس دن کھانا میسر نہیں

[1] لاڈنوں راجستھان کے ناگور ضلع کے شمالی مشرقی کنارہ پر جودھپور دلی ریلوے لائن پر بسا ہوا ہے۔

نرسیده. فرمود که اورا بکشند. مرد گفت مرا چرامی کشید. گفتند ملک امروز روئی تو دید. از شومی آں بآب و نان نرسید. آں مرد گفت اگر برائی این است. خود روئی ملک برمن شوم تر آمد. اگر اوبدیدن روئی من بآب و نان نرسیده. من دیدم روئی او از جان می روم.

ملکی بود. وقتی گفت. گویند ایں دیوانگاں سخناں نغز می گویند. چند دیوانه را بیامدند. تا از ایشاں چیزی بشنویم. همچناں کردند. دراں میاں دیوانه چیزی گفت ملک را خوش نیامد. فرمود که اورا بکشند. دیوانه شنید خندید. و گفت ایں مردك دیوانه شده است که مرا کشتن فرموده است.

وقتی درویشاں آمده بودند. چنانکه بعضی باشند. ازیں ناگفتنی ها می گفتند. فرمودند همچنیں یکی مردی را بد می گفت. او در می کشید اورا داد. او دانست مگر هر که را بد خواهم گفت. در می خواهم یافت تا دیگری را نیز بد گفت، اُو چوب ستد و چنداں سراسرزد که از پائی در افتاد.

دیگر فرمودند اعرابی بر معاویه آمد. گفت که من می خواهم که مادر خود را بمن زنی دهی. تا مرا شرفی و بزرگی حاصل شود. معاویه بغایت مرد حلیم بود. گفت نیکو می گوئی اما مرا برادری دیگر است. از و نیز بباید پرسید اگر

آیا۔ حکم دیا کہ اُسے ختم کر دیا جائے۔ وہ شخص بولا مجھے کیوں مارتے ہو [illegible]
نے تیرا چہرہ دیکھا۔ اس نحوست سے اُسے کھانا نہیں ملا۔ اس شخص نے جواب دیا [illegible]
ہے۔ خود بادشاہ کا چہرہ میرے سے زیادہ منحوس واقع ہوا ہے۔ [illegible]
سے رزق نہیں ملا ہے۔ میں اُس کا چہرہ دیکھنے سے جان سے جا رہا ہوں۔

دیوانے ایک بادشاہ تھا۔ ایک بار اُس نے کہا۔ سنتے ہیں کہ دیوانے مزہ کی باتیں کرتے ہیں۔ چند دیوانوں کو بلایا جائے تاکہ ہم ان سے کچھ سنیں۔ ایسا ہی کیا گیا۔ اُس درمیان دیوانہ نے کوئی ایسی بات کہی کہ بادشاہ کو بری لگی۔ بادشاہ نے اُس کے مارنے کا حکم دیدیا۔ دیوانہ سنکر ہنسا اور کہا یہ ذلیل آدمی دیوانہ ہو گیا ہے۔ اس نے میرے مارنے کا حکم دیا ہے۔

درویش ایک دفعہ درویش لوگ آئے ہوئے تھے۔ جیسے کہ بعض (درویش) ہوتے ہیں کہ جو باتیں کہنے کے حق نہیں ہوتیں وہ کہہ دیتے ہیں۔ فرمایا اسی طرح ایک (درویش) نے کسی شخص کو بُرا کہا۔ اُس شخص نے (اپنے مکان کا) دروازہ کھولکر اُسے دیدیا۔ درویش نے سمجھا کہ میں جس شخص کو بُرا کہوں گا۔ شاید ایک درم حاصل کر لوں گا۔ یہاں تک کہ دوسرے شخص کو بھی بُرا کہا، اُس نے لکڑی لیکر برابر اتنی لکڑیاں ماریں کہ وہ بیہوش ہو گیا۔

تحمل اور فرمایا کہ ایک اعرابی نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ آپ اپنی والدہ کا مجھ سے نکاح کر دیں۔ تاکہ مجھے شرف اور بزرگی حاصل ہو جائے۔ معاویہ انتہائی بردبار شخص تھے۔ فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن میرا دوسرا بھائی ہے۔

اجارت دهد. اعرابی سر برادر او رفت و ایں سخون بگفت. برادرش تیغ کشید. و سر او برید. و گفت قَتَلَکَ حِلْمُ الْمُعاوِیهِ یَا فُواد

می ارند وقتی شیخ علی هجویری رحمته اللّٰه علیه دراسفار خود. در شہری رسید. و چنانچه شرط مسافراں باشد. در مقامی فرود آمد. دید صوفیاء آں مقام چنداں علم نداشتند و ادب در ایشاں چنداں نبود. ایام صیام بوده است. چوں وقت نماز دیگر شد. دید که بالائی بام مسجد و مقام برامدند و پاك کردند. و جامه ها و بوریه ها بگسترند و آب ها راست کردند. طعام ها بایوان بالا بردند. و شیخ را هم در کنج مسجد همچناں گذاشتند. نداستند که ایں شیخی متبحر و بزرگوار است. جامه کهنه و ریمگیں. چنانچه مسافراں را باشد. همچناں دیدند. شیخ را هیچ اعتباری نکردند. خود بالا رفتند و بطعام و شراب مشغول شدند. شیخ گفت بوئی خوش اں طعام در دماغ من رسید. و من همچناں در گوشه نشسته بودم. نفسم بشورید که در زنم ایں ناداں را که رعایت و خدمت مسافر بجانی نمی آرند. و مرا همچناں اینجا گذاشته اند. باز صبر کردم فرمود ایں خود بس نبود که بر خود نه طلبیدند. دیدم که چوں خود بداں طعام مشغول شدند. برائی من چند ناں ریزه گره بسته فرستادند. باز نفسم بشورید که بر زنم ایشاں را باز صبر و تحمل کردم. باز دیدم خربزه ها آوردند. و آں هم بالا بردند. و مرا هیچ نصیب نکردند. و آں خود بس نبود. آں خربزه ها خوردند. و از بالا پوست خربزه ها سوئی من فرستادند. و استهزاء کردند. باز گفت نفسم بشورید. باز تحمل کردم شیخ گفت مرا مشکلی مانده بوده است. که در حل آں مشکل می دویدم و بپرسیدم هیچ نوع برمن آں مشکل کشف

اس سے بھی پوچھ لینا چاہیے۔ اگر وہ اجازت دیدے۔ وہ عربی (سوداگر) اس جوان کے پاس گیا اور یہ بات کہی۔ انہوں نے فوراً کہا (عربی) [illegible] اور فقلک حِلْمُ الْمُعَاوِيه يا فؤاد (اے مرد شیخ تجھے معاویہ کی بردباری [illegible])

شیخ علی ہجویری

کہتے ہیں ایک بار شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اپنے سفر کے دوران ایک شہر میں پہنچے۔ اور جیسے کہ مسافروں کا طریقہ ہے۔ ایک جگہ قیام فرمایا۔ وہاں کے صوفیوں کو دیکھ کر ان کے پاس [illegible] تادیب تھی۔ روزوں کے دن تھے۔ جب عصر کی نماز کا وقت آیا۔ دیکھا کہ وہ ایک چھت پر جا کے قیام پر چڑھے اور انہیں صاف کیا۔ اور بہت سے فرش اور چٹائیاں بچھائیں۔ اور پانی کا انتظام کر کے مختلف قسم کے کھانے اوپر کے مکان میں لے گئے۔ اور شیخ کو اسی طرح مسجد کے کونے میں چھوڑ دیا۔ یہ نہیں جانا کہ یہ ایک شیخ متبحر A chief very learned اور بزرگ ہیں۔ پرانے اور میلے کچیلے کپڑے جیسے مسافروں کے ہوتے ہیں یہی دیکھے۔ شیخ کا کوئی لحاظ نہیں کیا۔ خود اوپر گئے اور کھانے پینے میں مشغول ہوگئے۔ شیخ نے بیان کیا کہ اُس کھانے کی خوشبو میرے دماغ میں پہنچ رہی تھی۔ اور میں یوں ہی کونے میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرے نفس نے مجھے پریشان کیا کہ میں ان ناسمجھوں سے مانگ لوں جو مسافروں کی خدمت و رعایت کا حق ادا نہیں کرتے ہیں۔ اور مجھے یہاں ایسے ہی چھوڑ دیا ہے۔ پھر میں نے صبر کیا۔ فرمایا یہی کافی نہیں تھا کہ انہوں نے اپنے پاس نہیں بلوایا۔ میں نے دیکھا کہ جب وہ اس کھانے میں مشغول ہوئے۔ میرے واسطے روٹیوں کے چند ٹکڑے (ایک کپڑے میں) گرہ باندھ کر بھیج دیے۔ میرے نفس نے پھر مجھے پریشان کیا۔ میں نے پھر برداشت کیا۔ شیخ نے بیان فرمایا مجھے ایک مشکل پیش آگئی تھی کہ جس کے حل کے لئے میں

نمی شد. چون تحمل بر آن خواری و استهزاء ایشان کرده شد.
حق تعالی برکت آن صبر و تحمل آن مشکل برمن حل و
کشاده گردانیده.

در سیرالملوك آمده است که بادشاه و ملوك را باید که
ار عذر دشمن ایمن نباشد که دشمن مکری اندیشد که ازان
هلاك ملک باشد. و کسی نداند. چنانچه می آرند که یکی از
رایان هند عورتی را بزهر پرورده بود. جای طعام غذا از زهر
می دادند و خوردگی باز داد همدران عادت کرده بود. چون
بزرگ شد. آن عورت را یکی از بادشاهان فرستاد. بخدمتی
که بجانی کنیزك بخدمت بادشاه باشد.همچنان آن عورت
خدمت بادشاه می کرد. تاکه بادشاه باوی صحبت کرد. آن
زهر دروی اثر کرد. در حال بمُرد.

همچنین یکی دیگر ببادشاه کنیزکی خدمتی فرستاد.
اورا جامهٔ زهر آلوده داده بودند. وگفته که چون بادشاه با تو
صحبت کند و فارغ شود. و خواهد که خود را پاك کند این
جامه ببادشاه بدهی که ازین جامه خود را پاك کن. همچنان
کرد. چون بدان جامه خود را پاك کرد. زهر آن جامه درو اثر
کرد. و در حال بمُرد. و اینچنین عذرهائی دیگر باشند که
دشمن باندیشد. و کسی را بدان گمان نباشد. پس ملوك را

دوڑ رہا تھا۔ اور معلوم کر رہا تھا۔ وہ مشکل مجھ پر کسی طرح نہیں کھلتی تھی۔ جب اس بات کا مذاق پر تحمل کیا گیا۔ حق تعالیٰ نے اس صبر و تحمل کی برکت سے وہ مشکل مجھ پر آسان اور کشادہ فرما دیا۔

عذر دشمن سیر الملوک میں لکھا ہے کہ بادشاہوں اور حاکموں کو چاہیے کہ وہ دشمن کے حیلے سے بے خوف نہ ہوں۔ کیونکہ دشمن کبھی ایسی تدبیر سوچتا ہے کہ جس سے بادشاہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور کسی کو خبر نہیں ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم بتاتے ہیں ہندوستان کے راجاؤں میں سے کسی راجہ نے ایک عورت کی زہر سے پرورش کی تھی۔ اسے کھانے کی جگہ زہر کی خوراک دی جاتی تھی۔ بچپن سے سن (بلوغ) تک یہی عادت ڈالی گئی تھی۔ جب وہ بڑی ہوئی تو اس عورت کو ایک بادشاہ کے پاس بھیجا۔ جو اس بادشاہ کی خدمت میں رہکر لونڈی کی جگہ خدمت کرتی رہے۔ وہ عورت اسی طرح بادشاہ کی خدمت کیا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ بادشاہ نے اُس کے ساتھ صحبت کی۔ زہر نے بادشاہ پر اثر کیا (اور) وہ فوراً مر گیا۔

کنیز خدمتی اسی طرح ایک دوسرے شخص نے بادشاہ کو ایک دوشیزہ بطور نذرانہ بھیجی۔ اُس (دوشیزہ) کو زہر آلود کپڑا دیکر (یہ) کہا گیا تھا کہ جب بادشاہ تیرے ساتھ صحبت کر کے فارغ ہو جائے۔ اور خود کو پاک کرنا چاہے۔ تو بادشاہ کو یہ کپڑا دیدینا کہ اس سے اپنے آپ کو صاف کرے۔ دوشیزہ نے ایسا ہی کیا۔ جیسے ہی بادشاہ نے اس کپڑے سے خود کو صاف کیا۔ اس کپڑے کے زہر نے اُس پر اثر کیا اور وہ اسی وقت ختم ہو گیا۔ اور ایسے ہی دوسرے حیلے ہوتے ہیں جو دشمن سوچتا ہے۔ اور کسی کو اس کا گمان (تک) نہیں

---

۱ جب کسی ولی پر کوئی مصیبت یا تکلیف آتی ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو روحانی ترقی عطا فرما کر اس کے درجات بلند فرما دیتا ہے۔

دید که ازین چنین چیز ها پُر حذر باشند.

و مریدی بر پیری آمد و گفت من شنیده ام که تو صاحب کرامتی و دعائی تو مستجاب می شود. مرا دعائی بکن. گفت که می گوید؟ بعدهٔ گفت خدایا این را خرس گردان بعد ازان گفت اینک هیچ خرس شدی؟ فرمودند شعر:

جهان از نام آن کس ننگ دارد
که از بهر جهان دل تنگ دارد

و هم فرمودند:

هر که را همنشین دنی باشد
قصه او نگفتنی باشد

فرمودند مریدی پیش پیر آمد، ؤ از کثرت عیال و قلت مال خود گله کرد. که شیخ فرزندان بسیار دارم و چیزی از دنیائی ندارم. شیخ فرمود ای بابا برو هر که را بینی از زن و فرزند که روزئی او بر خدائی تعالی نیست. دست او بگیر. و از

ہوتا۔ پس بادشاہوں کو چاہیے کہ وہ اس طرح کی چیزوں سے بچتے رہیں۔

دائبہ

کتاب میں لکھا گیا ہے کہ وہاں اور فر [illegible] سے [illegible]ت [illegible]۔ خراسان کے باغات میں چوپایہ جو فربہ ہوتا ہے [illegible] جو [illegible] اور پاکیزہ تر میوہ ہوتا ہے وہ کھالیتا ہے اور موٹا ہو جاتا ہے۔

پیرو مرید

اور ایک مرید نے ایک پیر صاحب کے پاس آ کر عرض کیا، میں نے سنا ہے کہ آپ صاحب کرامت ہیں اور آپ کی دعا قبول ہوتی ہے۔ آپ میرے لئے دعاء کریں۔ (پیر صاحب) نے فرمایا کون بنتا ہے؟ اس نے کہا فرمایا اے اللہ! تو اسے بھولو بنادے، پھر کہا کیا اب تم بھولو ہوئے؟ فرمایا

جہاں از نام آں کس ننگ دارد | کہ از بہر جہاں دل تنگ دارد

(دنیا اُس شخص کا نام لینے سے بھی شرم کرتی ہے۔ جو دنیا والوں کے لئے دل تنگ رکھتا ہے۔)

اور یہ فرمایا:

ہر کہ را ہمنشین دنی باشد | قصۂ او بہ گمی باشد

(جس شخص کا کمینہ آدمی ساتھی ہوتا ہے۔ وہ شخص ذکر کرنے کے لائق نہیں ہوتا ہے۔)

اللہ تعالیٰ روزی رساں ہے

فرمایا ایک مرید پیر صاحب[1] کی خدمت میں آیا اور عیال کی کثرت اور مال کی کمی کا شکوہ کیا۔ کہ شیخ میرے اولاد زیادہ ہے۔ اور میرے پاس دولت کچھ بھی نہیں۔ شیخ نے فرمایا اے بابا جاؤ اور اہل و عیال میں سے جسے دیکھو کہ اُس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہیں ہے، اُس کا ہاتھ پکڑ کر

---

[1] حضرت شیخ شبلی قدس سرہٗ (واقعات صوفیہ صفحہ ۱۲۸)

خانه خود بیرون کن. یعنی روزی رسانندهٔ همگان خدائی تعالی است چنانکه می داند می رساند. کسی را زیاده کسی را کم، چون چنین است آدمی را چه غم.

بعد از نماز جمعه مخدوم العالم در شهر دهلی زیر مینار ه گذشته و فرمودند که احسنتی زیر مبناره آمد و گفت من این را بر می دارم. خلق گرد آمد برائی نظاره گفت برمی دارم نزدیک آمد. نزدیک مینار ه رسید. گفت هان ای خلق شما همه گرد شوید و میناره بر دارید و در گردن من بنهید من برمی گیرم همه خندیدند باز گشتند.

فرمودند جوانی در کشتی سر آمده بود. باهر که کشتی بکردی. اورا بینداختی، پیری با او دعوی کرد. که من باوی کشتی می گیرم. خلقی درین تعجب ماندند که چندین جوان باوی بس نمی اید. و او از همه فره می کند. این پیر و ضعیف با او چگونه کشتی خواهد کرد. قضارا چون هر دو در کشتی در امدند. همچنین که عادت کشتی گران باشد. همین که در یکدیگر بر آویختند. پیر در حال بیفتاد. گفت فره کردم. یعنی هر که در عالم نفس حریف را باند ازد. اُو فره کرده باشد. این معنی بود که پیر جوان را نمود. که اصل نیستی وافگندگی است.

وآنچه بعد از آمدن از دولت آباد فرموده اند. وقتی جانداری ازینجا در ناگور رفته بود خواست چیزی بخدمت

گھر سے نکال دو۔ مطلب یہ ہے کہ سب کو روزی پہنچانے [illegible]

مناسب سمجھتا ہے بھیجتا ہے، کسی کو کم کسی کو زیادہ۔ جب یہ بات [illegible]

قطب مینار

حضرت مخدوم [illegible] شہر دہلی میں نماز جمعہ کے بعد [illegible] سے گذر رہے تھے۔ فرمایا کہ ایک شخص [illegible] مینارہ کے نیچے [illegible] اس مینارہ کو اُٹھا لیتا ہوں۔ مخلوق دیکھنے کے لئے جمع ہوگئی۔ [illegible] پاس آیا اور اس نے مینارہ کے قریب پہنچ کر کہا، ہاں اے لوگو تم سب جمع ہو [illegible] ابھی اُٹھا لیتا ہوں۔ سب لوگ ہنسنے لگے اور روانہ ہوگئے۔

کُشتی

فرمایا ایک جوان کُشتی میں ماہر تھا۔ وہ جس کے ساتھ کُشتی کرتا تھا اسے گرا دیتا تھا۔ ایک بوڑھے نے اُس کے ساتھ کُشتی لڑنے کی خواہش کی [illegible] میں جوان کے ساتھ کشتی کرنا چاہتا ہوں۔ لوگوں نے اس پر تعجب کیا کہ وہ (جوان) اتنے جوانوں کے بس میں نہیں آتا ہے اور سب پر غالب آجاتا ہے۔ یہ بوڑھا اور کمزور کیسے اس کے ساتھ کشتی لڑے گا۔ اتفاقاً جب ان دونوں نے کشتی لڑنی شروع کی۔ جیسی کشتی لڑنے والوں کی عادت ہوتی ہے۔ جوں ہی دونوں نے ایک دوسرے کا مقابلہ کیا۔ بوڑھا فوراً گر پڑا۔ اور کہا میں کامیاب ہوگیا۔ یعنی جو شخص، عالم نفس (عالم ظاہر) میں مقابل کو پچھاڑ دیتا ہے وہ فتحمند قرار دیا جاتا ہے۔ اور جو عالم دل (عالم باطن) میں مقابل سے گر جاتا ہے وہ سبقت لے جانے والا سمجھا جاتا ہے۔ یہ مقصد تھا جو بوڑھے نے جوان کو بتایا کہ اصل فنا ہونا اور عاجزی کرنا ہے۔

لارڈ ولا کدّ

اور دولت آباد سے آنے کے بعد جو کچھ ارشاد فرمایا ہے (یہ ہے) کہ ایک وقت بادشاہ کا باڈی گارڈ یہاں (دہلی) سے ناگور گیا تھا۔ اس نے شیخ

---

[1] حضرت فریدالدین چاک بخاری قدس سرہٗ

[2] مینارہ سے غالباً قطب مینار مراد ہے۔ (اردو ترجمہ فوائد الفواد صفحہ ۱۹۱ مترجمہ خواجہ حسن ثانی نظامی)

شیخ بیارد پرسید بید که خدمت شیخ قبول نکند بیارم یا نه، شیخ وحید گفت علیه الرحمه مذهب شیخ ما لارد و لا کذا است.

همچنیں در عہد لاحس یکی رشید و کیلدار که پیش او بود. بخدمت شیخ بزرگ مرید بود. اورا گفت من می خواهم فتوحی بخدمت شیخ بیرم نباید قبول نکند. رشید و کیلدار ایں سخون بخدمت شیخ عزیزالدین گفت که ایں ترک می خواهد که چیزی بخدمت شیخ بیارد. چه مصلحت است بیارد یا نه. می گفت نباید که شیخ قبول نکند. بعد ازاں حجل شود. شیخ عزیزالدین ایں سخون بخدمت شیخ بزرگ گفت که بابا ایں ترک می خواهد چیزی بخدمت شما بیارد. اما چنیں می گوید نباید که قبول نشود. شیخ بزرگ بی بی را گفت. بی بی شما می دانید که من از دنیا بکلی تارک شده ایم. چه میگونید ایں ترک چیزی می خواهد که بیارد بستانم یا نه. نباید که بعد ازاں بگونید که چرا ستدی. بی بی گفت نه خواجه شماهم در قدم ترک خود باشید. چنانچه هستید. ما را خدائی ضائع نخواهد گذاشت. اول همت همچنیں بود. هم شیخ فرمودی من که از

(سلطان التارکین) کی خدمت میں کچھ (نذرانہ) پیش [illegible]
(نذرانہ) لاؤں یا نہیں؟ ایسا نہ ہو کہ حضرت شیخ قبول نہ فرمائیں۔ [illegible]
فرمایا، ہمارے شیخ کا طریقہ [illegible] (اگر کوئی تمھیں کچھ [illegible]
تو) کبھی نہ کرو یعنی کسی سے (اپنی) طمع نہ رکھو) ہے۔

ایک ترک کا واقعہ

اسی طرح عہد شمسی[1] (غلامی) میں ایک (ترک) نے رشید وکیل دار[2] سے کہا جو ان کے پاس تھے۔ اور حضرت بڑے پیر (سلطان التارکین) کے مرید تھے۔ کہ میں شیخ کی خدمت میں نذرانہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ قبول نہ فرمائیں۔ رشید وکیل دار نے یہ بات شیخ عزیز الدین سے عرض کی، کہ یہ ترک شیخ کی خدمت میں کچھ لانا چاہتا ہے۔ کیا مصلحت ہے۔ لائے یا نہیں؟ ایسا نہ ہو کہ شیخ قبول نہ کریں۔ پھر شرمندگی ہوگی۔ شیخ عزیز الدین نے یہ بات بڑے پیر کی خدمت میں عرض کی۔ کہ بابا یہ ترک آپ کی خدمت میں کچھ پیش کرنا چاہتا ہے۔ لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ شاید قبول نہ کیا جائے۔ بڑے پیر نے بی بی (صاحبہ) سے دریافت فرمایا کہ بی بی تم جانتی ہو کہ میں نے دنیا کو بالکل ترک کر دیا ہے۔ یہ ترک کچھ پیش کرنا چاہتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے، قبول کروں یا نہیں؟ بعد میں تم مت کہنا کہ آپ نے قبول نہیں کیا۔ (بی بی صاحبہ) نے عرض کیا نہیں خواجہ، آپ جس طریقہ پر قائم ہیں اسی طرح ترک دنیا پر ثابت قدم رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں فرمائے گا۔ پہلے ایسی ہمت تھی۔ اور شیخ (سلطان التارکین) فرماتے تھے کہ

---

1 ہندوستان پر غلام خاندان کی حکومت ۶۰۲ھ سے ۶۸۹ھ تک رہی اور اس خاندان کے گیارہ بادشاہ ہوئے۔ (اردو ترجمہ سیر العارفین صفحہ ۲۷۳ از محمد ایوب قادری)

2 وکیل دار کے ذمہ شاہی محلات کے خورد و نوش مسافر خانوں، نوکروں اور غلاموں کے تمام معاملات ہوتے ہیں (نزہۃ الخواطر)

کسی چیزی قبول می کنم. برائی آنست نباید که دل آرنده شکسته می شود که نه ستند. و گرنه هرگز نه ستدمی.

هم محیب الدین گفت وقتی بخدمت شیخ نظام الدین علیه الرّحمه رفته بودم. دانشمند پیر بادستار بزرگ بر شیخ آمد. گفت شیخ از کجا است که این قاضی عالم این قبول یافته است. مادر سرائی افتاده می باشیم. کسی از ما یاد نمی کند. همین که او می آید. در حال پیش می برند. و کرامت می کنند. اینک امروز هم درحال پیش بردند. ماهی ها یافت. دست کرده فرود آمد. و اعزاز و اکرام دیگر، تا آں شیخ هیچ نگفت. باز همان دانشمند پیر گفت می شنوم در ناگور پیری بوده است. که اُورا شیخ حمید الدین می گفتند. این عالم نظر او یافته است. بعد ازاں که این سخن بگفت. شیخ نظام الدین سوئی من اشارت کرد. که اینک این مرد نبیسۂ آں پیر است. او برخاست و در پائی من اُفتاد.

وقتی شیخ بزرگ قدس اللّٰه روحهٗ العزیز فرمود. سبحان اللّٰه! چه رنگ شکرین که این عالم است والد پرسید چگونه بابا؟ گفت درین بیروں هر جا نظرش برمن خواهد اُفتاد، در حال خود را از اسپ فرود خواهد انداخت. و هم از آنجا سلام خواهد کرد. آں بسند نخواهد بود، بخواهد آمد و

میں کسی شخص سے اس لئے کوئی چیز قبول کرتا ہوں تاکہ [illegible] [illegible] لی۔ ورنہ میں ہرگز قبول نہیں کرتا۔

شیخ نجیب الدین

اور شیخ نجیب الدین (رحمۃ اللہ علیہ) نے بیان کیا کہ میں ایک بار شیخ نظام الدین علیہ الرحمۃ کی خدمت میں (دہلی) گیا تھا۔ ایک عالم پیر صاحب بڑی پگڑی باندھے ہوئے شیخ کے پاس آئے۔ [illegible] کہنے لگے۔ شیخ اس قاضی عالم نے ایسی مقبولیت کہاں سے حاصل کی ہے؟ ہم بھی اسی شہر میں رہتے ہیں۔ ہمیں کوئی نہیں پوچھتا ہے۔ وہ جیسے ہی آتے ہیں لوگ فوراً ان کا استقبال کرتے ہیں۔ اور عزت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ آج بھی ایسا ہی ہوا۔ ان کو آتے [illegible] گئے۔ وہ مچھلیوں کی نذر لیکر جائے قیام پر آگئے اور اعزاز و اکرام ملتا رہا۔ یہاں تک شیخ (نظام الدین علیہ الرحمۃ) خاموش رہے۔ پھر انہیں عالم پیر نے کہا میں نے سنا ہے کہ ناگور میں ایک بزرگ ہوئے ہیں۔ انہیں شیخ حمید الدین کہا جاتا ہے۔ ان قاضی عالم نے اُن سے فیض حاصل کیا ہے۔ جب ان عالم پیر نے یہ بات کہی تو شیخ نظام الدین نے میری طرف اشارہ کیا کہ یہ صاحب اُن بزرگ کے پوتے ہیں۔ وہ عالم پیر اُٹھے اور میرے قدموس ہوئے۔

شیخ بزرگ کی پیشین گوئی

شیخ بزرگ (حضرت سلطان التارکین) قدس اللہ روحہ العزیز نے ایک بار فرمایا، سبحان اللہ! کتنا خوشگوار موسم ہے کہ یہ عالم ہے۔ والد (حضرت صوفی عزیز الدین علیہ الرحمۃ) نے عرض کیا، بابا کیسے؟ فرمایا، یہاں باہر جس شخص کی جس جگہ مجھ پر نظر پڑے گی۔ وہ خود کو فوراً گھوڑے سے نیچے اُتار دیگا۔ اور وہیں سے سلام کرے گا۔ یہی کافی نہیں ہوگا۔ آکر ہاتھوں کو چومے گا۔

دست خواهد بوسید و پا خواهد افتاد. و نخواهد بوسید. آن بسند نخواهد بود. بمحاسن گرد از شراك نعلین دور خواهد کرد. وریش را پایها خواهد مالید. بعدهٔ خدمت شیخ فرمود اینک من همچون امر محاسن برائی شیخ بزرگ می مالیدم و در زیارت او رفته بودم. محاسن خود بپایان تربت او مالیدم.

وقت ظهر نجم سقا آن چالا کیهانی که او داشت. می گویند چنانچه در ملتان سبد خاشاك که از سر کناسی بستد و در کوچهاء ملتان گشتن گرفت. گفتند ترا هیچ جائی شرم نیامد. گفت همین که در کوچهٔ خسران رسیدم شرم آمد. خود کشیدم. غرض او ناگور آمده بود. بخدمت شیخ بزرگ بسیار امدی گفتی، شیخ من کسی را شیخ نمی گویم مگر شمارا. پس شیخ بهاؤالدین را مولانا بهاؤالدین بگفتی شیخ نگفتی.

از بابا بزرگ شنیدم رحمته اللّٰه علیه وقتی احسنتی امد و گفت من این مناره را برمیدارم. خلق جمع شد و نظارگیان بسیار گرد آمدند. طنابها و رسن ها بیاورند. گفت هان یاران حاضر باشید. شما همه جمع شده اید. این را برگیرید و در گردن من بنهید. من بعد ازان بر گردن کرده می آرم خنده شد. گفتند احسنت اَحسنت.

اور پاؤں میں گر کر قدم بوسی کرے گا۔ یہی کافی نہیں ہوگا۔ [illegible]
کی مٹی کو دور کرے گا۔ اور داڑھی و قدموں میں [illegible] شیخ ([illegible]
پراں) نے فرمایا، اب میں نے (آپ) کے [illegible]
داڑھی ملی۔ اور آپ کی زیارت کے [illegible]
سے رگڑا۔

مولانا بہاؤالدین

ظہر کے وقت خدمت میں [illegible] بیان فرمایا کہ وہ ملتان میں ایک شخص [illegible]
ملتان کی گلیوں میں چکر لگانے لگا۔ [illegible]
جیسے ہی بادشاہوں کی گلی میں پہونچا۔ مجھے شرم آئی (اور) میں [illegible] غرض وہ
ناگور آیا ہوا تھا۔ (اور) شیخ (سلطان التارکین) کی خدمت میں بہت آتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ
شیخ میں کسی شخص کو شیخ نہیں کہتا ہوں۔ مگر آپ [illegible] شیخ بہاؤالدین (زکریا ملتانی) کو وہ
مولانا بہاؤالدین کہتا تھا۔ شیخ نہیں کہتا تھا۔

مسخرہ[1]

بابا (سلطان التارکین) رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سُنا ہے کہ ایک دفعہ ایک مسخرہ نے آکر کہا کہ میں اس مینارہ کو اٹھا لیتا ہوں۔ مخلوق جمع ہو گئی۔ اور بہت تماشائی اکٹھے ہو گئے۔ ڈوریاں اور رسیاں لائی گئیں۔ کہا ہاں یارو، حاضر رہو۔ تم سب جمع ہوئے ہو۔ اس مینارہ کو اُٹھا کر میری گردن پر رکھ دو۔ اس کے بعد میں گردن پر اُٹھا کر لے آتا ہوں۔ سب ہنسنے لگے اور واہ واہ کرنے لگے۔

---

[1] یہ واقعہ پچھلے صفحات پر بھی آچکا ہے۔

بعد از نماز جمعه که نزدیک مناره نشسته بودند. این حکایت فرمودند که وقتیکه والدهٔ قاضی کمال الدین علیه الرّحمه نقل می کرد. او آن ساعت پیش مادر نشسته می گریست خواهر ایشان کد بانو هم نشسته برائی خود حوائج سر آش می کرد. بعد ازاں گفتند زود باشید شربت بدهید. گفت نر کردن دیر خواهد شد، آس کنند بدهید، و او دراں سنگ پیش اراں نشسته آس می کرد. نمی داد. جهد کردند آنگه بداد. الغرض آں ساعت قاضی کمال الدین می گریست. زن گازری نیز آمده بود. اوهم گریستن گرفت. این کد بانو بقهقهه خندیدن گرفت. منع کردند که هی هی مادر می میرد. تو می خندی، گفت ازاں می خندم که هل بهائی را مادری میرد ازاں می گرید. این زنکه را چه شده است که می گرید. این مثل است که گفته اند. چوں گریه مست و خنده دیوانه، خنده دیوانه از باخبری است و گریه مست از بی خبری. آں باخبری بود که گفت او باری چه می گرید.

بعدهٔ این حکایت داؤد جوهره فرمودند که خواجه نصیر بموافقت ایشاں می گریست وقتی یکی از قرابتان مولانا خطیب الدین مرده بود. از دهلی خبر رفته. برائی او اخراجاتی دیده. و نانی مع اللبوس و شگرف کرده بستدی. بر والد شاں بفرستاد. روزی نشسته تهال کهچڑی پیش آوردند. میخوریم. عرضی هم هست. او گفت که مولانا خطیب الدین شگرف ساخته بود. و مبلغ اخراجاتی دیده. بابا گفت اگر ما از

مست کا رونا اور دیوانے کی ہنسی

نماز جمعہ کے بعد ... بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ حکایت بیان فرمائی۔

جس وقت قاضی کمال الدین علیہ الرحمۃ کی والدہ کا انتقال ہو رہا تھا۔ (قاضی کمال الدین) اپنی ماں کے پاس بیٹھے ہوئے رو رہے تھے۔ اور ان کی بہن کد بانو بیٹھی ہوئی پنی ضرورت کے لئے ستّو پیس رہی تھیں۔ انہوں نے اپنی بہن سے کہا کہ شربت جلد دیدو۔ کد بانو نے جواب دیا، بھگونے میں دیر ہو جائے گی، چکّی میں پیس کر دیدو۔ اور وہ اس پتھر کی چکی کے پاس بیٹھی ہوئی ستّو پیس رہی تھیں۔ نہیں دیا۔ کوشش کی تو دیدی۔ الغرض قاضی کمال الدین جسوقت رو رہے تھے، ایک دھوبن بھی آئی ہوئی تھی، وہ بھی رونے لگی۔ ان کد بانو نے قہقہہ لگا کر ہنسنا شروع کیا۔ منع کیا گیا کہ افسوس کہ والدہ کا انتقال ہو رہا ہے (اور) تم ہنس رہی ہو؟ کہا، میں اس لئے ہنس رہی ہوں کہ بہر صورت بھائی کی ماں فوت ہو رہی ہیں اس وجہ سے رو رہے ہیں۔ اس عورت کو کیا ہو گیا ہے جو رو رہی ہے؟ یہ کہاوت جو کہی گئی ہے کہ مست کا رونا اور دیوانہ کی ہنسی۔ دیوانہ کا ہنسنا ہوش کے ساتھ میں ہے۔ اور مست کا رونا مدہوشی میں ہے۔ یہ وہ باخبری تھی کہ (کد بانو) نے کہا کہ وہ بے محل کیوں رو رہی ہے؟

داؤد جوہرہ

اس کے بعد داؤد جوہرہ کی یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ نصیر ان کی محبت میں روتے تھے۔ ایک وقت مولانا خطیر کے رشتہ داروں میں سے کسی کا انتقال ہو گیا تھا۔ دہلی سے خبر آئی۔ اس کے لئے انہوں نے اخراجات پائے۔ اور عمدہ روٹیاں مع پوشاک تیار کی ہوئی لیکر اپنے والد کے پاس بھیجدیں۔ ایک روز ہم بیٹھے ہوئے کھچڑے کا طباق سامنے رکھ کر کھانا کھا رہے تھے۔ کسی نے عرض کیا مولانا خطیر الدین نے عمدہ روٹیاں بنائی تھیں۔ اور اخراجات کے لئے رقم پائی تھی۔ بابا (عزیز الاولیاء) نے فرمایا

خدائی بخواهیم هر روز مارا آنقدر بدهد. وما خرچ بکنیم. اما ماهم بدین قناعت کرده ایم۔

مولانا حمیدالدین سنّامی را رسم بود. هر که بروی برفتی. وقتی طعام آوردن طشت و آفتابه بزرگ داشت. بیاوردندی و دست بشوبانیدندی و کندوری بکشیدند. دانستندی که داندتا چگونه طعام خواهد بود۔چوں بیاوردندی خود چیزی سهل بودی. الغرض آں طشت و آفتابه پیش همه بیاوردندی. وقتی قاضی احمد از لاڈنو آمده بود. چوں او نائب قاضی بود. دیدن او رفته بود. همچناں آں طشت و آفتابه بیاوردند و دست بُشستند و کندوری کشیدند. گفت دانستم چه کرامت خواهید کرد. دیدم آخرها ایں قدر صحنک آوردند و نهادند. ایں حکایت آمده است و پیش می گمتند. بعد ازاں گفت شیخ عزیز الدین یک دعوتی بدهی تا حمید الدین را هم خوردن بیاموزم. بابا همچناں دعوت داد علیه الرّحمه اینچنیں عالی همت بود.

وقتی جالینوس حکیم بیمار شد. گفتند دارو نکنی. گمت اِذَاکَانَ الدَّاءُ اُنْزِلَ مِنَ السَّمَاءِ بَطَلَ الدَّواءُ بعد ازاں گمت نِعْمَ الدَّواءُ الْمَوْتُ وَبِئسَ الدَّوَاءُ الاَمَلُ راست آری آدمی بمیرد و از

زحمت برعد.

بعد از نقل والد علیه الرّحمه خواجه شمس الدین پُرسیدن شیخ بزرگ آمد. و گفت شیخ چگونه اید؟. در فراق مولانا عزیز الدین، شیخ گفت آنچه حقیقت عزیز است جائی نرفته است. اما نقشی گردانیده اند. طبیعت را اضطراب می کند.

نجیب بعد ازانکه والد نقل کرد. روزی مرامی پرسید. بهائی بابا کجا رفت. گفتم دراں عالم، آنگه بابا را کی خواهم دید. گفتم روز قیامت. گفت آنگه قیامت کی خواهد آمد. شیخ اورا مکحول نام کرده بود. او تواجد و سماع بسیار کردی. شیخ گفت ایں بود که در پشت عزیزمی رقصید.

چندیں والد هم گونی جان در سماع دادند. لیلةالرّغائب بعد نماز قوالاں سماع کردند. ایں سرود می گفتند که:

مست شدی جستن خمار چیست

پست شدی گفتن اسرار چیست

درست کہا۔ بیشک آدمی مرنے کے بعد تکلیف سے رہائی پاتا ہے۔

حقیقت عزیز والد (عزیز الاولیاء) کے انتقال کے بعد شیخ نجیب الدین (سلطان التارکین) کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے پوچھا یا شیخ مولانا عزیز الدین کی جدائی کے بعد آپ کا کیا حال ہے؟ شیخ نے فرمایا جو عزیز کی حقیقت ہے وہ دل سے نہیں گئی ہے۔ لیکن (آنکھوں کے سامنے) جو صورت چھپ گئی ہے وہ طبیعت کو بے چین کر دیتی ہے۔

مکحول والد (عزیز الاولیاء) کے انتقال کے بعد میں (شیخ) نجیب نے مجھ سے پوچھا بھائی بابا کہاں گئے ہیں؟ میں نے کہا اس عالم میں۔ کہا اب میں بابا کو کب دیکھوں گا؟ میں نے کہا قیامت کے دن۔ کہا قیامت کب آئے گی؟ شیخ (سلطان التارکین) انہیں مکحول (جو سرمہ لگائے ہوئے ہو) کہا کرتے تھے۔ وہ وجد و سماع بہت کرتے تھے۔ شیخ نے فرمایا یہی تھے جو عزیز کی پشت میں رقص کرتے تھے۔

عزیز الاولیاء کا انتقال چند دنوں میں والد (عزیز الاولیاء) نے گویا محفل سماع میں جان دیدی۔ لیلۃ الرغائب (ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی رات) بعد نماز قوال سماع کر رہے تھے اور یہ نغمہ گا رہے تھے کہ

مست شدی حستی خمار چیست   پست شدی گفتی اسرار چیست

(جب تُو عشق الٰہی کی شراب الست سے مست ہے۔ تو خمار کا کیا ڈھونڈتا ہے۔ تیری پرواز کی ہمت کے پر حقانی کمالات کے درجوں کی بلندی کو دوسرے مرتبوں میں سے کسی مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتے ہوں۔ تو اسرار خداوندی کو کیوں بیان کرتا ہے؟)

جان بده و جان بده و جان بده

فائدۂ گفتن بسیار چیست

قوال هر بار که این مکرر می کرد۔ والد گفت جان دادم، جان دادم همچنین درخانه آمد۔ زحمتی شد۔ چند روز بست و دوم ماه رجب نقل کرد۔ علیہ الرّحمہ۔همدران زحمت هرداروئی که می دادند می خورد و می گفت که من ازین زحمت این بار نیکو شدنی نیستم۔ اما نباید که پسران بگویند اگر بابا این دارو بخوردی نیکو شدی۔همدران دو شنبه که نقل کرد۔ ما جامه پوشیده آمدیم۔ و پیش نشستیم که چه می فرمایند۔ بعد ازان چون دید گفت روز دو شنبه روز بزرگوار است مسجد بباید رفت و تذکیر باید گفت۔ و نظر بر فضل خدا باید داشت۔ عزیز بیچاره درمیان کیست ما را در مسجد فرستاده۔ بعد ازان می گویند حالتی پیدا شد۔ شیخ را خبر کردند۔ شیخ گفت بروید۔ پسران را خبر کنید۔ گفت خبر نکنید۔ تشویش خواهد شد۔وقت رفتن گفتند از کهٹ تمام برخاست۔ و دست دراز کرد۔ و عربی عربی چیزی بسیار گفت۔ عمه گفت دیگر ما معلوم نکردیم۔ اما اینقدر معلوم کردیم۔ که گفت رحمت دیدید۔ حرارتی باقی است۔ اینک آمدیم۔ این

جاں بدہ و جاں بدہ و جاں بدہ [illegible]

(جان دیدے، جان دیدے اور جان دیدے۔ زیادہ [illegible])

قوال بار باران اشعار کی تکرار کر رہے تھے۔ والد نے فرمایا میں نے جان دی، میں نے جان دی، میں نے جان دی۔ اسی طرح آنحضرت تشریف لے گئے [illegible] ۲۲ رجب کو انتقال فرمایا۔ نیز اُس بیماری میں جو (ان کو) پیش آئی تھی، کہتے اور فرماتے تھے میں اس بار اس مرض سے شفا نہیں پاؤں گا۔ پھر بھی (میں دوا اس لئے لیتا ہوں) تاکہ لوگ یہ نہ کہہ سکیں (کہ) اگر بابا یہ دوا لے لیتے (تو) ٹھیک ہو جاتے۔ اور جس دن جس میں (عزیز الاولیاء) کا انتقال ہوا۔ ہم کپڑے پہن کر حاضر ہوئے اور سامنے بیٹھ گئے کہ (دیکھیں) کیا فرماتے ہیں؟ پھر جب (عزیز الاولیاء) نے (ہمیں) دیکھا فرمایا یہ دن بہت بڑا دن ہے۔ مسجد میں جا کر وعظ کہنا چاہیے۔ اور اللہ (تعالیٰ) کے فضل پر نظر رکھنی چاہیے۔ بیچارہ عزیز درمیان کون ہے؟ اور ہمیں مسجد میں بھیج دیا۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ایک حالت پیدا ہوئی۔ شیخ (سلطان التارکین) کو خبر کی گئی۔ شیخ نے فرمایا جاؤ لڑکوں کو خبر کرو۔ (عزیز الاولیاء) نے عرض کیا۔ انہیں اطلاع نہ کیجئے۔ پریشانی ہو جائے گی۔ فرمایا کہ انتقال کے وقت (عزیز الاولیاء) چارپائی [1] پر پورے کھڑے ہو گئے اور دونوں ہاتھوں کو لمبا کیا عربی [2] عربی بہت سی باتیں کہیں۔ پھوپھی (صاحب) نے بیان کیا کہ ہم دوسری باتیں نہیں سمجھ سکے۔ لیکن ہم نے اتنا جان لیا کہ فرمایا آپ نے زحمت اُٹھائی۔ کچھ حرارت

---

[1] خاکسار مترجم کا خیال ہے کہ حضرت عزیز الاولیاء اپنے آخری وقت میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آراء سے مشرف ہوئے اور انہوں نے آقا کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو کر اپنے ہاتھوں کو دراز کیا یعنی سرکار نے اپنے کرم سے اپنی آل کو اپنے مصافحہ سے نوازا۔

[2] یعنی محمد عربی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم۔

بگفت و بنشست و جان بحق تسلیم کرد. رحمته الله علیه.

اَلْهرمُ مرضٌ طَبْعِیٌّ وَالْمَرضُ هَرَمٌ عَارِضیٌّ

جان عزم رحیل کرد گفتم پیشین
گفتا بروم خانه بخواهد افتاد

زحمت چیزی نیست همین سن کبیر علت است و بس. یکی از بزرگان ما رنجورشد. اورا گفتند درد خود طبیب را بگو گفت مَرَضِی طَبِیْبِی.

در عهد مهتر عیسی علیه السلام حکیمی بود. همین جالبنوس یا دیگری. اورا گفتند درین وقت مردی پیدا شده است. دعوی طب می کند و می گوید که من فرستادهٔ خدایم. بیائید و ایمان آرید. آن حکیم گفت اورا بگوئید اگر در تابستان تموز جوان هژده ساله را که گرمی اثر کرده باشد. دارو کند. و در زمستان پیر هشتاد ساله که سردی اثر کرده باشد. دارو کند و ایشان نیکو شوند. ما بدانیم که او راست می گوید. گفتند این خود چه باشد. او مرده را زنده می کند. گفت آنگه دیگر چه ماند. بروید ایمان آرید.

شیخ را حق تعالی هر سه زبان روزی کرده بود. هم عربی هم فارسی و هم هندوی را بیان کردی عربی اینکه:

باقی ہے۔ اب ہم آ گئے، یہ بستر بیٹھ گئے۔ [illegible] جاں بحق تسلیم [illegible] الکبر [illegible]

مرضٌ طَبعیٌ والمرضُ هرمٌ عارضیٌ (بہت بڑھاپا [illegible] عارضی بوڑھا ہوتا ہے۔)

جاں عزم رحیل کرد گفتم بمنشیں [illegible]

(جان نے کوچ کا ارادہ کیا، میں نے کہا گئی بار (چلی جاتا) [illegible] (تو) باقی [illegible])

ضعیفی بیماری ہے

بیماری کوئی چیز نہیں ہے۔ [illegible] ہمارے بزرگوں میں سے ایک بزرگ بیمار ہوئے۔ ان سے کہا گیا آپ اپنی تکلیف کسی حکیم کو بتائیے۔ جواب دیا مرضی طبیبی (میرا مرض میرا حکیم ہے)

اٹھارہ سالہ جوان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک حکیم تھا۔ یہی جالینوس یا کوئی دوسرا۔ اس سے کہا گیا کہ اس وقت ایک شخص پیدا ہوا ہے۔ وہ حکیم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں۔ تو اور (مجھ) پر ایمان لاؤ۔ اس حکیم نے کہا اس شخص سے کہو کہ اگر وہ گرمی میں اٹھارہ سالہ جوان کی گرمی کی شدت کی دوا کرے جس پر گرمی نے اثر کر دیا ہے۔ اور سردی میں اسی سال کے بوڑھے کا علاج کرے اور وہ ٹھیک ہو جائیں۔ ہم جان لیں گے کہ وہ سچ کہتا ہے۔ کہا گیا یہ خود کیا ہے؟ وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ کہا پھر دوسری بات کیا رہی۔ جاؤ ایمان لے آؤ۔

سلطان التارکین تینوں زبانیں جانتے تھے

شیخ (سلطان التارکین) کو حق تعالیٰ نے تینوں زبانیں عطا فرمائی تھیں۔ عربی بھی، فارسی بھی اور ہندی بھی، (نظم و نثر دونوں) بیان فرماتے تھے۔

داوَیۡتُ قَلۡبِیۡ بِذِکۡرُ الۡواحد الصّمدیۡ

لَـمـا رأیۡتُ شـرار النَّـار فِیۡ کبدیۡ

حـس الطبیۡبُ یدیۡ یوۡمـاً فقُلۡتُ لهٗ

ان الـمـحبّة فـیۡ قلبیۡ فحل یدیۡ

فارسی همچنین که:

درمان دل خویش طلب کردا میر

چون دید ببند عاشقی گشته اسیر

بگرفت طبیب نبض او و گفتش

بـگذار دست تو دست دل گیر

هندوی همچنین گفت که:

اوکهد بهجن دهن گئے دوهن پرهیں

اوکهد دهل نجانیئے یار بهیجئے تیں

در حضور اینچنین پیر بوده ایم و نظر یافته. این همه از برکت ایشان است. طبیب گفت اینچنین سخنان که از شما می شنوم. سی سال است که میان مسلمانان آمد و شد دارم. از هیچ شیخی و دانشمندی و دانائی نشنیدم. بهرسخنی چشمهائی دل کشاده می شود. از هر نوع سخن بود که در

عربی (نمونۂ کلام) یہ ہے:

داوَیْتُ قَلْبِیْ بِذِکْرِ الْواحدِ الصَّمَدِی — لما رأیت سرار [illegible] فی کبدی

(جب میں نے اپنے جگر میں آگ کی چنگاریوں کو دیکھا تو اپنے دل کا علاج واحد صمد کے ذکر سے کیا۔)

جس الطَّبِیْبُ یدیْ یوْماً فَقُلْتُ لَهٗ — ان المحبۃ فی قلبی فخل یدی

(ایک دن حکیم نے (نبض دیکھنے کے لئے) میرا ہاتھ پکڑا تو میں نے اس سے کہا کہ محبت تو میرے دل میں ہے،

میرا ہاتھ چھوڑ دے۔)

اسی طرح فارسی یہ ہے کہ:

درمان دل خویش طلب کرد امیر — چون دید که عشق کرده است اسیر

(امیر نے اپنے دل کا علاج کرانا چاہا۔ جب اس نے اپنے آپ کو عاشقی کی قید میں اسیر پایا۔)

بگرفت طبیب نبض او گفتش — بگذار دست تو دست دل گیر

(جب حکیم نے امیر کی نبض پکڑی تو امیر نے اس سے کہا۔ تو ہاتھ کو چھوڑ دل کی (نبض) دیکھ لے۔)

ہندی میں یوں فرمایا کہ

اوکھد بھیجن دھن گئے دوھن پرھیں — اوکھد دھل نجانسئے یار بھجیئے تس

(اے حکیم تجھے دوا دینے کے لئے بھیجا گیا ہے یہ تیرے امتحان کی گھڑی ہے۔ تو میرے شوق کی دوا نہیں جانتا

ہے۔ میرے محبوب کو بھیج دے میں بالکل ٹھیک ہو جاؤں گا۔)

فیض صحبت

اسی طرح ہم (سلطان التارکین) کی خدمت میں بوڑھے ہوئے۔ اور آپ سے فیض حاصل کیا۔ یہ سب آپ کی برکت ہے۔ حکیم نے کہا کہ میں مسلمانوں کے درمیان تیس سال سے آمد و رفت رکھتا ہوں۔ یہ باتیں جو میں نے آپ سے سماعت کی ہیں۔ کسی شیخ اور عالم اور عقلمند سے نہیں سنیں۔ ہر ایک بات سے دل کی آنکھیں

کتاب نگنجد. الطبیعة مُسلَّطٌ علی العالم. امیر المومنین علی رضی اللّٰه عنه گفته است. اَلحرُّ مالمْ یَعُدْ

عجب سخن است که پیر هری گفته است رحمته اللّٰه علیه چون سخن بو علی عالی شد. مجلس او از خلق خالی شد. عجب مقرری بوده است این مولانا فخر الدین رازی و مولانا محمد غزالی در مذهب شافعی رحمته اللّٰه علیه وقتی میان پسر زین و ظهیر بلدی بحث شد. در بزرگی و فضل این دو بزرگ او می گفت که امام غزالی فاضل و عالم بود. و این می گفت مولانا فخرالدین رازی فاضل و عالم بود. در بن می گفتند و می شنوند تا اخر برین انجامید که ظهیرالدین بلدی گفت که هنوزوی بر سر، فخرالدین رازی بر پدر من نبشته بودند که چندین خروار نیل فرستاده ایم باید که بفروشانند. و مولانا محمد غزالی هر گز ذکر دنیا نکرده بود. اینچنین تارك بود. هم برین آخر رسید ترك دنیا کاری دارد. و آن هم گونی شیخ حمیدالدین را میسر شد.

پس از شمس الملک شنیدم علیه الرّحمه که گفت بعد از قتل مولانا فخرالدین رازی نوشتهائی اُو را مُوزّع کردند. قسط هر روزه هشت جز کاغذ آمد. از مولانا نجیب الدین مفتی شنیدم رحمته اللّٰه علیه که گفت چندان کتاب بر

کھل جاتی ہیں۔ ہر قسم کی باتیں تھیں۔ جو اس کتاب میں نہیں لکھی ہیں۔ [illegible]

مُسلّطٌ علی العَالم (دنیا پر فطرت غالب ہے۔) یہ [illegible]

ہے۔ الحرُ حرٌّ مالم یعُد (آزاد، آزاد ہے جب تک قرض دار نہ ہو۔)

مولانا فخر الدین رازی اور مولانا محمد غزالی

[illegible] رحمۃ اللہ علیہ نے [illegible] بات فرمائی ہے [illegible] عجیب ہے۔ کہ جب بوعلی کا کلام بلند ہوا۔ اُن کی مجلس مخلوق سے خالی ہو گئی۔ یہ مولانا فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں عجب مقرر ہوئے ہیں۔ ایک مرتبہ ان دونوں بزرگوں کے فضل کے بارے میں زین کے بیٹے اور ظہیر الدین بلدی کے درمیان بحث ہوئی۔ وہ کہتے تھے امام غزالی زیادہ فاضل تھے اور یہ کہتے تھے کہ مولانا فخر الدین رازی زیادہ فاضل اور عالم تھے۔ اس بارے میں بحث ہو رہی تھی۔ آخر کار اس پر (بحث) کا خاتمہ ہوا کہ ظہیر الدین بلدی نے کہا کہ وہ (امام غزالی) سبقت لے گئے۔ فخر الدین رازی نے میرے والد کے پاس لکھا تھا کہ ہم نے آپ کے پاس نیل کے اتنے ڈھیر بھیجے ہیں۔ انہیں بیچ دینا۔ اور مولانا محمد غزالی نے دنیا کا ذکر بالکل نہیں کیا ہے۔ وہ ایسے تارک الدنیا تھے۔ آخر اس بات پر پہنچے کہ ترک دنیا بہت مشکل ہے۔ اور وہ بھی گویا (سلطان التارکین) شیخ حمید الدین کو میسر ہوا۔

پانچ ہزار کتابیں

پس میں نے شمس الملک علیہ الرحمہ سے سنا ہے کہ انہوں نے بیان کیا، مولانا فخر الدین رازی کے انتقال کے بعد اُن کی تحریروں کو منقسم کیا گیا (تو) ہر روز کی قسط آٹھ جز کاغذ ہوئی۔ میں نے مولانا نجیب الدین متقی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ کہ مولانا (فخر الدین) کے پاس اتنی کتابیں جمع

مولانا گرد شده بود. که بارها که برائی خاستی کتابی بر کتاب دیگر پائی بنهادی بستدی. می گویند محمد سام بیک وقت پنج هزار کتاب اورا بخشید. او ازاں کتابها تفسیر ساخت. و هر چه خواست تصنیف کرد. با اینهمه بابا بزرگ گفتی علیه الرّحمه که مولانا شمس الدین حلوانی سخنان مولانا فخرالدین رازی خواندن ندادی. گفتی حجت خصم را محکم بیان کرده است. و جواب ازطرف خود سست گفته.

وقتی اورامی رنجانیدند. هم دانشمند نکته تعلیل کرد. و گفت این را این جواب خواهی گفت. و این جواب را این جواب خواهی گفت. هفت و هشت نکته ایراد کرد. بعد ازاں گفتند هم در مجلس دستار از سر فرود آورد. وزیر سرنهاده. وخفت، گفت شش ماه ترا مهلت است. این را جواب گوئی. وقتی دیگر می گویند در مجلس در آمد نکته تعلیل کرده بودند از نکته هائی. او گفت این نکته ازین چندین وجه باطل است. گفتند ماهم می گفتیم اما تو قبول نکردی همه شکسته شد.

می گویند در ظفار تا جائی رسید. بزرگی آنجا بود.

ہوگئی تھیں کہ وہ اکثر کسی کتاب کو اُٹھانے کے لئے دوسری کتاب پر پاؤں [1] رکھکر (وہ کتاب) لیتے۔ کہتے ہیں کہ محمد سام (شہاب الدین غوری) نے انہیں ایک وقت میں پانچ ہزار کتابیں بخشی تھیں۔ ان کتابوں سے اُنہوں نے تفسیر تیار کی۔ اور جو چاہا تصنیف کیا۔ ان تمام باتوں کے باوجود بابا بزرگ (سلطان التارکین) علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ مولانا شمس الدین حلوائی۔ مولانا فخر الدین رازی کے اقوال پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ اُنہوں نے مقابل کی دلیل کو مضبوط بیان کیا ہے۔ اور اپنی طرف سے جواب سست دیا۔

نکتہ ایک بار (مولانا فخر الدین رازی) کو رنجیدہ کیا گیا۔ ایک عالم نے ایک نکتہ کو دلیل سے ثابت کر کے کہا آپ اس کا یہ جواب دیں گے اور اس کا یہ جواب دیں گے۔ سات اور آٹھ نکتے وارد کئے۔ اس کے بعد کہا گیا کہ نیز اس عالم نے اس مجلس میں اپنی پگڑی اُتار کر سامنے رکھدی۔ اور سوتے ہوئے کہا، آپ کو اس سوال کا جواب دینے کے لئے چھ ماہ کی مہلت ہے۔ کہتے ہیں کہ (مولانا فخر الدین) ایک دوسرے وقت ایک مجلس میں تشریف لائے۔ چند نکتوں میں سے ایک نکتہ کی علت بیان کی گئی تھی۔ آپ نے فرمایا یہ نکتہ چند وجوہات سے باطل ہے۔ کہا گیا ہم بھی یہ کہہ رہے تھے۔ لیکن آپ نے قبول نہیں کیا۔ سب لوگ شرمندہ ہوئے۔

ظفار کہتے ہیں کہ وہ ظفار [2] میں ایک جگہ پہنچے۔ وہاں ایک بزرگ تھے۔ اُنہوں نے

[1] یہ ذکر پہلے بھی آچکا ہے۔ یہاں کتابوں پر پاؤں رکھنے سے کتابوں کی کثرت بتانا مقصود ہے۔ نہ کہ حقیقتاً پاؤں رکھنا۔ ورنہ تفسیر و حدیث اور دیگر دینی کتابوں پر پاؤں رکھنے کی نسبت امام فخر الدین رازی ایسے باکمال بزرگ کی طرف کرنا قطعی مناسب نہیں۔ از مترجم

[2] ظفار بالفتح و کسر را یمن میں ایک مقام ہے جو عمدہ عود وغیرہ کے لئے مشہور ہے۔ اور صنعاء شام اور یمن میں ایک قلعہ کا نام ہے۔ (منتخب اللغات صفحہ ۲۵۹)

پُرسید که چیست هر جا که می روم مرا نمی توانند دید. و علماء برمن خصم می شوند. آں بزرگ گفت نشنیدهٔ که گفته اند: اَشَّیئُ لا یَرضیٰ بعد مہ

می گویند رانی بود. برابر خود گردانیدی. و سی ہزار درم اورا بدادی. برانی آنکه اگر لغتی مشکل شدی. ازو پرسیدی. تا در سفر ھانی خود جانی صحاح اللغت یافت، معذرت کرد. و باز گردانید. که پیش مرا بتو حاجت نیست.

می گویند ایں صحاح اللغت را مولانا رضی الدین صغانی نبشت جلد کرده بود. ہر جا که نشستی پیش او بودی. ہر کر الغتی مشکل شدی. بگفتی در فلاں جلد و فلاں صفحه و فلاں سطر ایں لغت است بکش و ببیں همچناں بودی که مولانا گفتی در فلاں، اینچنیں ملکه کرده بود مردماں زحمتھا و رنجھا برده اندو کشیده اندتا بجایگا ھی رسیده اند شمارا رایگاں میْ باید و رایگاں می طلبید و آنچه یافته اید شکر نمی گوئید.

والسلام تمت بالخیر.

اُن سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ میں جہاں جاتا ہوں مجھ سے بغض رکھا جاتا ہے۔ اور علماء میرے دشمن ہو جاتے ہیں۔ اُن بزرگ نے جواب دیا کہ آپ نے نہیں سنا ہے کہ کہا گیا ہے: اَلشَّيْئُ لا يَرضىٰ بعدمہ (کوئی چیز اپنے عدم سے راضی نہیں ہوتی ہے)

صحاح لغت کہتے ہیں (ایک) راجہ تھا۔ وہ جہاں جاتا، (مولانا فخر الدین رازی) کو اپنے ساتھ رکھتا، اور اُن کو تیس ہزار درہم اس لئے دیتا تھا کہ اگر کوئی مشکل لفظ پیش آئے۔ تو اُن سے دریافت کر لے۔ یہاں تک کہ اُس نے اپنے سفر کے دوران صحاح لغت پاکر معذرت کی اور اُنہیں واپس لوٹا دیا۔ کہ آئندہ مجھے آپ کی ضرورت نہیں رہی۔

شکر کہتے ہیں اس صحاح لغت کو مولانا رضی الدین صغانی نے لکھ کر جلد بندی کی تھی۔ وہ جس جگہ بیٹھتے (یہ کتاب) اُن کے پاس ہوتی۔ جس کسی شخص کو کوئی لفظ سمجھنا دشوار ہوتا، وہ فرماتے فلاں جلد اور فلاں صفحہ اور فلاں سطر میں یہ لفظ ہے کھولکر دیکھ لو، جیسا مولانا فرماتے تھے کہ فلاں جلد میں ہے ویسا ہی ہوتا تھا۔ ایسا ملکہ حاصل کیا تھا۔ لوگوں نے تکلیفیں اُٹھائی ہیں۔ اور مصیبتیں برداشت کی ہیں۔ جب اس مقام پر پہنچے ہیں۔ تم کو مفت میں چاہیئے۔ اور بے کار طلب کرتے ہو، اور جو کچھ ملتا ہے اُس کا شکر بھی ادا نہیں کرتے ہو۔

والسلام تمت بالخیر۔